پارہ عمّ پ ۳۰
استعداد ساز تفسیر
تدریسِ قرآن
مع
حل لغات و ترکیب
از:
مولانا حسین احمد صاحب ہردواری
استاذ دار العلوم دیوبند
ترجمہ
تشریح
لغات
ترکیب
اجراء

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

تدریسِ قرآن

مع حل لغات و ترکیب

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل تجھے ● خوبیٔ قسمت سے آخر مل گیا وہ گل تجھے

پارہ عم یَتَسَآءَلُوْنَ پ ۳۰

محقق و مدلل۔ علماء کبار کی پسند فرمودہ۔ طلبہ عزیز کی ہر دل عزیز
ضعیف اقوال و آراء سے پاک۔ عوام و خواص ہر ایک کے لیے عام فہم
ذہین طلبہ کے لیے قیمتی مواد۔ اور عمدہ نکات پر مشتمل، مختصر بے نظیر تفسیر

تالیف
مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہردواری
استاذ دار العلوم دیوبند Mobile:- 09412873974

نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہٗ
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبة الاطهر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباسات از تقاریظ اکابر

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب /شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

مجھے بے حد خوشی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ جناب مولانا حسین احمد صاحب ہردواری زید مجدہم نے ایک سہل الحصول تفسیر مرتب کی، جس سے امت کی ضرورت بخوبی پوری ہوسکتی ہے۔ آپ نے کام آخری پارہ سے شروع کیا ہے، کیوں کہ اس کے لغات اہم ہیں، اور جملے مختصر ہیں، جن کی ترکیب آسان ہے جب قارئین کرام یہ حصہ محفوظ کرلیں گے تو طویل آیات کی ترکیب آسان ہوجائے گی۔
مولانا موصوف نے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے آیات کا ایک حصہ لیا، پہلے اس کی عام فہم تفسیر کی ہے، پھر حل لغات اور ترکیب دی ہے اور آپ نے اس تفسیر کا نام: ''تدریس قرآن، مع حل لغات وترکیب'' رکھا ہے، یہ نہایت موزوں نام ہے، اس سے تفسیر کی تمام حقیقت واضح ہوجاتی ہے، مجھے امید ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب کی دیگر کتابوں کی طرح یہ تفسیر بھی ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور امت اس سے خوب خوب استفادہ کریں گی، وماذلک علی اللہ بعزیز۔

سعید احمد عفا اللہ /خادم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب /استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

موجودہ دور میں طلبہ کی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت تھی کہ مختصر آسان زبان میں ایسی کتاب مرتب کی جائے، جو ترجمہ قرآن کریم کی تعلیم میں طلبہ کے لیے پریشانیوں کو دور کرنے والی ہو، اللہ تعالیٰ مولانا حسین احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے انھوں نے پیش قدمی فرمائی اور مناسب انداز میں طلبہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ تفسیر حل لغات اور نحوی وصرفی ضرورت کو پورا کیا، زبان بھی آسان ہے، جس سے امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب طلبۂ عزیز کے لیے مفید ثابت ہوگی چوں کہ مولانا اثناء درس طلبہ کی ضرورتوں اور پریشانیوں سے واقف ہیں، اسلیے ان کا یہ عمل ضرور انشاء اللہ طلبہ کی ضرورت واحتیاج کے مطابق ثابت ہوگا۔ راقم الحروف دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین

ارشد مدنی /خادم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا ریاست علی صاحب /استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

خدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس جناب مولانا حسین احمد صاحب قاسمی ہریدواری زید مجدہم نے تدریس قرآن کے نام سے قرآن کی ایک مبارک خدمت انجام دی ہے، پارۂ عم کے کچھ اوراق کا راقم الحروف نے مطالعہ کیا، موصوف محترم نے ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ حل لغات اور آیت کی ترکیب نحوی کا التزام کیا ہے، اس لیے امید ہے کہ موصوف محترم کی یہ کاوش طلبہ کے لیے بہت فائدہ بخش ہوگی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے اس عمل صالح کو شرف قبول عطا کرے اور علمی طبقوں میں اسکو قبول عام حاصل ہو۔ والحمد للہ اولاو آخرا۔ ریاست علی غفرلہ

عرض مولف

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد: چند سال قبل احقر نے قرآن کریم کی تفسیر مع حل لغات وترکیب بنام ''تدریس قرآن'' لکھنا شروع کیا تھا جس کے قلیل مدت میں تقریباً پچیس ایڈیشن طبع ہوکر ہندو بیرون ہند کے چپہ چپہ پر پھیل گئے اور اللہ تعالیٰ نے تدریس قرآن کو وہ مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی کہ جس کو بیان کرنے کے لیے زبان قاصر اور الفاظ ندارد ہیں، اب جو تدریس قرآن آپکے سامنے ہے اس میں ترجمہ تحت اللفظ کردیا گیا ہے، اور ذہین طلبہ کے لیے ''اختیاری مطالعہ'' کا عنوان بڑھا کر قیمتی مواد اور عمدہ تحقیقات کو شامل کتاب کردیا گیا، ہمہ دست کتاب پہلے ہی بالغ النظر علماء کرام اور تحقیق کے طالب طلبۂ عزیز کی نظروں میں محبوبیت اور بارگاہِ الٰہ میں مقبولیت حاصل کرچکی ہے اب مزید افادیت کی وجہ سے اس میں اور چار چاند لگ گئے۔ اور اس میں میرا ذرہ برابر بھی کوئی کمال نہیں ہے بلکہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ☆ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حسین احمد ہردواری /مدرس دارالعلوم دیوبند
۴/۲/۱۴۳۴ھ

فہرست مضامین

مؤلف کی دیگر تالیفات

نجوم الحواشي شرح اصول الشاشي: بقول حضرت مفتی سعید احمد صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، میں نے اس شرح کا نام نجوم الحواشی رکھا ہے، اس شرح کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں اختیاری مطالعہ کے عنوان سے طلبہ کے لیے نہایت مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔

مشکل ترکیبوں کا حل: علم نحو کی مغلق تراکیب، پریشان کن سوالات کے جوابات اور عجیب وغریب علمی نکات پر مشتمل مشہور ومعروف کتاب ہے۔

درس نحو میر: صحیح تعریفات پیش کر کے غلط سلط اور ناقص تعریفات کی بعنوان "مغالطہ" نشان دہی کی گئی ہے، جگہ جگہ نحو میر کی جگہ داخل نصاب ہے۔

تدریس قرآن: پارہ: ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰۔ **قواعد الصرف، مصطلحات النحو، آپ ترکیب نحوی کیسے کریں۔**

امتحان کے سوالات کا ایک نمونہ تا کہ بصیرت فی الامتحان حاصل ہو

السوال: وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ○ لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ○ وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ○ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ○ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا آیات کا عمدہ ترجمہ کر کے آپ نے جو اس کا مطلب سمجھا ہے، تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کے معانی، صیغے ابواب بیان کریں۔

السوال: اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ○ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ○ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ○ آیات کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی صرفی تحقیق بیان کریں، اس آیت کریمہ میں بڑی نشانی سے کیا مراد ہے؟

السوال: ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا ○ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ○ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ○ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ○ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا۔ ترجمہ تحریر کریں، والارض بعد ذلك دحٰها میں الارض کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں، سمك، اغطش، دحٰها کے لغوی معنی اور صیغے تحریر کریں۔

السوال: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ آیات مبارکہ کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ صَبًّا، شَقًّا اور مَتَاعًا کیوں منصوب ہیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

السوال: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ○ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ○ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ○ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ○ آیات کا ترجمہ کریں، مطلب بیان کریں، اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے و ابواب لکھیں اگر جمع ہے تو اس کا مفرد لکھیں، نیز آیات میں ذکر کی ہوئی شرطوں کی جزا کیا ہے؟

السوال: فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ○ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ○ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ○ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ○ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ○ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ○ آیات کریمہ کا ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کریں، ان آیتوں میں جوابِ قسم کیا ہے؟ اور رسول کریم سے کون مراد ہیں۔

السوال: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ○ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ○ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ○ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ○ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ○ مذکورہ آیات کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں، خط کشیدہ افعال کے صیغے اور ابواب لکھیں، اور یہ بھی لکھیں کہ اس میں جوابِ شرط کیا ہے؟

السوال: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی کریں، یوم عظیم سے کیا مراد ہے، اور شروع آیت سے یخسرون تک ترکیب لکھیں۔

السوال: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ○ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ○ ترجمہ اور مطلب لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کے صیغے، اور ابواب، اور مادے لکھیں، آخری دو آیتوں کی ترکیب کریں۔

السوال: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ○ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ○ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ○ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ○ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ○ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ○ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ○ آیات کریمہ کا ترجمہ مطلب تفصیل کے ساتھ لکھیں، قسم اور جوابِ قسم کی تعیین کر کے خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق لکھئے۔

چند بنیادی باتیں

قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف: لفظ قرآن لغت کے اعتبار سے مصدر ہے، قرء الکتاب (ف) قراءۃ وقرآنا: پڑھنا، بمعنی اسم مفعول یعنی وہ شئ جو پڑھی جائے۔ (یہ کتاب چونکہ بکثرت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں)

اصطلاحی تعریف: القرآن المنزل علی الرسول ﷺ المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلا متواترا بلا شبہۃ (قرآن وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی ہے جو مصاحف میں لکھی گئی ہے، جو بغیر شبہ کے حضور ﷺ سے منقول ہو کر نقل متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) فوائد قیود اور مزید تفصیل احقر کی کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی میں مذکور ہے۔

قرآن کے مزید نام: صحیح معنی میں قرآن کے کل پانچ نام ہیں (۱) القرآن (۲) الفرقان (۳) الذکر (۴) الکتاب (۵) التنزیل۔

وحی کے معنی: وحی کے معنی لغت میں ہے جلدی سے اشارہ کر دینا، وحی کے معنی دل میں کوئی بات ڈالنے کے بھی آتے ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے واوحی ربک الی النحل اصطلاح میں وحی اس الہام کو کہتے ہیں جو انبیاء پر نازل ہو۔

حضور ﷺ پر وحی کے طریقے: حضور ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل کی جاتی تھی، ایک حدیث میں دو طریقوں سے وحی نازل ہونے کا ذکر ہے (۱) حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو آواز نے جو کچھ کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے، (۲) کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں آجاتا ہے دیگر احادیث سے نزول وحی کے اور بھی طریقے ثابت ہیں مثلاً فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا لیکن ایسا آپ کی عمر میں صرف تین دفعہ ہوا (۱) جب آپ نے خود حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی (۲) معراج میں (۳) نبوت کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں، مگر یہ تیسرا طریقہ سنداً کمزور ہے (تفصیل در فتح الباری ج ۱، ص ۱۸ / ۱۹) وحی کی چوتھی صورت رؤیائے صادقہ ہے ایک طریقہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ کی طرح آپ کو بھی اللہ تعالی سے براہ راست ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، وحی کا چھٹا طریقہ یہ تھا کہ حضرت جبرئیلؑ کسی کی شکل میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء فرما دیتے تھے۔

مکی اور مدنی آیات: مکی آیات وہ ہیں جو قبل ہجرت مدینہ نازل ہوئیں اور مدنی آیات وہ ہیں جو بعد ہجرت نازل ہوئیں، کسی سورت کا مکی یا مدنی ہونا عموماً اس کی آیات کی اکثریت کے اعتبار سے ہوتا ہے چنانچہ بعض سورتیں تو پوری کی پوری مکی ہیں جیسے سورۂ مدثر، اور بعض پوری مدنی ہیں جیسے سورۂ آل عمران، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پوری سورت مکی ہے لیکن اس میں ایک یا چند آیات مدنی آگئی جیسے سورۂ اعراف کی ہے مگر اس میں واسألہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر سے لے کر واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ تک کی آیات مدنی ہیں، یا مثلاً سورۂ حج مدنی ہے لیکن اس کی چار آیتیں یعنی وما ارسلنا من قبلک من رسول سے لے کر عذاب یوم عقیم تک مکی ہیں۔

شان نزول کا مطلب: ایسی آیات کہ جن کا نزول کسی خاص واقعہ یا کسی سوال کے جواب میں ہوا ہو جس کو ان آیتوں کا پس منظر کہنا چاہئے مفسرین کی اصطلاح میں شان نزول یا سبب نزول کہلاتا ہے۔

شان نزول کا عموم و خصوص: پہلی قسم بعض آیات وہ ہیں کہ جو کسی خاص شخص کا نام لے کر نازل ہوئیں، چنانچہ علماء کا اتفاق ہے کہ اس آیت کا مضمون اسی متعین شخص کے بارے میں قرار دیا جائے گا، جیسے تبت یدا ابی لہب آیتوں کی **دوسری قسم** وہ ہے کہ جس میں کسی شخص کا نام تو نہیں لیا گیا مگر اس کے کچھ اوصاف بیان کر کے ان پر حکم مرتب کر دیا گیا، اور دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے مراد فلاں متعین شخص ہے لہٰذا تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ آیت کا مضمون اسی متعین شخص کیلئے مخصوص رہے گا، جیسے **وسیجنبہا الاتقی**

الذی یوتی مالہ یتزکی (سورۃ اللیل) یہ آیت بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مفلس غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے (اور روایات حدیث سے ثابت ہے کہ آیت میں مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں)

تیسری قسم وہ آیات ہیں کہ جو نازل تو کسی خاص واقعہ کے تحت ہوئیں لیکن الفاظ عام ہیں، اور کسی خارجی یا صریح الفاظ قرآن سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آیت کا حکم صرف اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تو علماء متفق ہیں کہ اس صورت میں آیت کا حکم اس کے الفاظ کے تابع ہو کر عام رہے گا جیسے سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات ظہار حضرت خولہ زوجہ حضرت اوس بن الصامتؓ کے بارے میں نازل ہوئیں مگر ان کا حکم عام ہے، لہٰذا حضرت خولہ کے شوہر کے علاوہ بھی اگر کوئی اپنی بیوی کو انت علی کظھر امی کہہ دے تو ظہار ہوگا، اور شوہر کو جماع سے پہلے کفارہ دینا ہوگا۔ **چوتھی قسم** یہ ہے کہ آیت تو کسی خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے، اور کسی دلیل سے یہ صراحت معلوم نہیں ہوتی کہ آیت کا حکم یا مضمون صرف اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے، یا اس نوعیت کے ہر واقعہ کے لئے عام ہے، تو اس صورت میں تھوڑا سا اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں آیت کو صرف سبب نزول کے واقعہ کے ساتھ مخصوص رکھا جائے گا لیکن جمہور علماء وفقہاء کی رائے یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ مشہور جملہ ہے العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اس چوتھی قسم کی مثال سورۃ البقرۃ کی آیت وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ ہے۔ (اگر قرض دار تنگدست ہو تو اسے کشادگی تک مہلت دو)

سورۃ: سورالبلد سے ماخوذ ہے کہ جس طرح شہر کی چہار دیواری بلند، اور شہر کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح قرآن کی سورت بھی بلند مرتبہ اور اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: قرآن کا وہ حصہ جس کا اول وآخر ہو اور اس کو اس کے مخصوص توقیفی نام کے ساتھ جانا جاتا ہو۔ (صاوی)

آیت: اس کی اصل اَیَیَۃٌ ہے، بروزن شَجَرَۃٌ یا متحرک ماقبل مفتوح یا کو الف سے بدل دیا، بمعنی نشانی کیونکہ یہ اپنے ماقبل کلام کے اپنے مابعد کلام سے جدا ہونے پر نشانی ہوتی ہے۔ (ابن کثیر: ۱۴)

اصطلاحی تعریف: عرف میں کلماتِ قرآن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو فصل کر کے دوسرے حصہ سے جدا کر دیا گیا ہو۔ (صاوی)

تفسیر: لفظ تفسیر دراصل لفظ فَسْرٌ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کھولنا، واضح کرنا، اور اس علم میں چونکہ قرآنِ کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے علم تفسیر کہتے ہیں۔

فائدہ: قدیم زمانہ میں تفسیر کا اطلاق قرآنِ کریم کی تشریح ہی پر ہوتا تھا، لیکن جب اس نے ایک مدوّن علم کی صورت اختیار کر لی اور مختلف پہلوؤں (حل لغات وترکیب نحوی وغیرہ) سے اس کی خدمت کی گئی تو یہ ایک نہایت وسیع علم بن گیا، اب اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

علم تفسیر کی اصطلاحی تعریف: علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقوں[1] الفاظ کے مفہوم اور ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز اُن معانی کا تکملہ یعنی ناسخ ومنسوخ، شانِ نزول اور مبہم قصوں کو توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔

علم تفسیر کا موضوع: علم تفسیر کا موضوع نظم قرآن کریم ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ مراد خداوندی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ہے۔

علم تفسیر کی غرض وغایت: علم تفسیر کی غرض قرآن کریم کی صحیح فہم حاصل کرنا اور مراد خداوندی کو واضح کرنا ہے، اور اس کی غایت

[1] قدیم عربی مفسرین اپنی تفسیروں میں ہر آیت کے ساتھ اس کی قراءتیں بھی تفصیل سے واضح کرتے تھے، دوسری بات یہ ہے کہ تعریف میں بیان کردہ "الفاظ کے مفہوم" سے مراد الفاظ کے لغوی معنی ہیں، اور انفرادی احکام سے مراد لغوی تحقیق یعنی مادّہ، باب وغیرہ ہے، اور ترکیبی احکام سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظ کہ دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے، اس کی نحوی ترکیب کیا ہے؟

صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور سعادتِ دارین حاصل کرنا ہے۔

اسم مصدر: وہ اسم ہے جو معنی پر دلالت کرنے میں مصدر کے مساوی ہو[۱] لیکن اس اعتبار سے وہ مصدر کے مخالف ہو کہ اسم مصدر میں مصدر کے حروف میں سے بعض حروف لفظاً وتقدیراً کم ہوں، اور حرف کم ہونے کے بدلہ میں اسم مصدر کے اندر اس کا کوئی عوض بھی نہ لایا گیا ہو، جیسے أَعْطىٰ باب افعال کا مصدر اعطاء ہے اور اسم مصدر عطاء ہے (دیکھئے اعطاء کے اندر جو ہمزہ ہے وہ عطاء اسم مصدر میں کم ہوگیا، اور اس ہمزہ کا لفظاً وتقدیراً کوئی عوض بھی نہیں لایا گیا[۲])

مصدر: هو الاسم الذي يدل على حدثٍ دون تقييدٍ بزمان مثل الصدق، والكذب۔ مصدر وہ اسم ہے کہ جو معنی حدثی پر دلالت کرے کسی زمانہ کے ساتھ مقید ہوئے بغیر جیسے صِدْقٌ مصدر ہے۔

مصدر میمی: هو الذي يكون مبدوئًا بميم زائدةٍ ولا يكون منتهيًا بتاءٍ زائدةٍ مصدر میمی وہ مصدر ہے جو معنی حدثی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کا ہو کہ اس کے شروع میں میم زائدہ ہو (مفاعلت کے میم کے علاوہ) اور آخر میں تائے زائدہ نہ ہو، جیسے مَرْمًى، مَلْعَبٌ۔

مصدر صناعی: هو الذي ينتهي بياءٍ مشدَّدةٍ بعدها تاء تانيثٍ مربوطةٍ مثل انسان، انسانيّة مصدر صناعی وہ مصدر ہے جو ایسی یا مشددہ پر ختم ہو جس کے بعد گول تاء تانیث ہو، جیسے انسان۔ سے انسانِیَّۃٌ۔

لام مُزَحْلَقَۃ: وہ لام غیر عاملہ ہے جس کو اس کے مقام سے پھسلا دیا گیا ہو، جیسے اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى دیکھئے شروع میں اِنَّ خود تاکید کلام کے لئے ہے تو اگر اس لام کو بھی شروع کلام میں رکھیں تو ابتدائے کلام میں دو تاکیدوں کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ ناپسندیدہ ہے اس لئے اس لام کو تھوڑا سا آگے کو پھسلا دیا گیا۔

لام مؤطّئہ ومؤذّنہ: وہ لام ہے جو اداۃِ شرط پر داخل ہو کر اس بات کا فائدہ دے کہ بعد میں آنے والا جواب، جوابِ قسم ہے نہ کہ جوابِ شرط، جیسے لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ (لایخرجون معهم جوابِ قسم ہے اور قسم لَئِنْ أُخْرِجُوا سے پہلے محذوف ہے، اور جوابِ شرط محذوف ہے اور وہ جوابِ قسم جیسا جملہ ہی ہے[۳])

لام تبلیغ: وہ لام ہے جس کا مابعد مفعول بہ کے درجہ میں ہو اگر چہ جار مجرور ہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اِنَّ اَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا تقدیر عبارت مَا سَقَيْتَنَا ہے۔ (اس کو لام تعدیہ بھی کہتے ہیں) (المعجم المفصل)

۱۔ یاد رکھئے جس طرح مصدر میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا اسی طرح اسم مصدر کے اندر بھی کوئی زمانہ نہیں ہوتا، عربی کی تعریف ملاحظہ ہو، اسم المصدر هو اسم مساوٍ للمصدر في الدلالة على المعنى المجرد دون تقيّد بزمان ولكنه يخالفُهُ بنقص بعض حروفه لفظاً وتقديرًا دون تعويض مثل الفعل أَعْطىٰ مصدرهُ الاصلي "اعطاء" فاذا قلنا "عطاءً" كان مساويًا للفظ "اعطاء" وينقص عنه الهمزة في اوّله دون أن يعوّض منها بشيءٍ لفظاً وتقديرًا (المعجم المفصل في النحو: ۱۲۷، ج: ۱))

۲۔ اگر حرف کی کمی لفظاً ہے تو وہ مصدر کہلائے گا نہ کہ اسم مصدر جیسے قَاتَلَ قِتَالًا کہ اصل قِيْتَالًا ہے، لہٰذا قتال مصدر میں یا کی کمی فقط لفظاً ہے کیوں کہ یا مقدر ہے، اور اگر حرف کی کمی لفظاً ہے اور اسکا کوئی عوض لایا گیا ہے تو وہ مصدر ہوگا نہ کہ اسم مصدر جیسے: وَعَدَ يَعِدُ وَعْدًا وَعِدَةً دیکھئے، عدۃ میں شروع کا واؤ محذوف ہے اور اس کے عوض آخر میں تا لایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ یاد رکھئے کہ اسم مصدر سماع پر موقوف ہے اور اصل مصدر سماعی وقیاسی دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ (النحو الوافی: ۱۶۵)

۳۔ مؤذنہ کے معنی ہے خبر و اطلاع دینے والا، یہ لام چوں کہ اس بات کی خبر و اطلاع دیتا ہے کہ آنے والا جملہ اس قسم کا جواب ہے جو قسم لفظاً یا تقدیراً حرفِ شرط سے مقدم ہے اور شرط کا جواب نہیں ہے، اور موطئہ کے معنی ہے تیار کرنے والا، چوں کہ یہ لام اپنے مابعد آنے والے جواب کو قسم کے لیے تیار کرتا ہے اس لیے اس کو لام موطئہ کہتے ہیں۔

لام تقویہ: وہ لام ہے جو ایسے عامل کی تقویت کے لئے آئے جو اپنے معمول سے مؤخر ہو، جیسے اِنْ کنتم للرُّؤیا تعبُرون.

لام جحد: وہ لام ہے جو کانَ منفیہ کی خبر پر داخل ہو پس اس کے بعد فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اور مشتق کی تاویل میں ہو کر کان کی خبر بنتا ہے، جیسے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمھم اَی ما کانَ اللّٰہُ ظالمًا (المعجم المفصل)

لام تاریخ: وہ لام ہے جو عِنْدَ کے معنی میں ہو جیسے قول باری تعالیٰ ھُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الذین کَفَرُوا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر ای عند اول الحشر۔

رعایت فواصل: رعایت فواصل کا مطلب یہ ہے کہ دو فقرے آخری حرف میں موافق ہوں، جیسے والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلاھا اس کو سجع بھی کہتے ہیں۔ (سجع کی تین قسمیں ہیں: دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۱۸)

استفہام: کسی شئ کی حقیقت یا نام یا عدد یا صفت کے بارے میں سوال کرنا جیسے أ زیدٌ قائم۔

قاعدہ: کبھی ہمزہ، استفہام حقیقی سے نکل جاتا ہے تو پھر آٹھ معانی کے لئے آتا ہے جن میں زیادہ مشہور تین ہیں: (۱) انکار ابطالی کے لئے (۲) انکار توبیخی کے لئے (۳) استفہام تقریری کے لئے۔

استفہام حقیقی: وہ استفہام ہے کہ جس میں ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے کہ جو متکلم کو معلوم نہ ہو، جیسے أ زیدٌ قائم۔

انکارِ ابطالی: وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ ثابت اور واقع نہیں ہے، اور اس کا مدعی کاذب ہے، اور یہ ہمزہ چونکہ اپنے مابعد کا ابطال وانکار کرتا ہے تو اگر اس ہمزہ کا مابعد مثبت ہوگا تو منفی بن جائے گا، جیسے الربک البنات ولھم البنون (دیکھئے اللہ کے لئے کوئی بیٹی وغیرہ نہیں ہے، اور اس کا مدعی کاذب ہے) اور اگر ہمزہ کا مابعد منفی ہوگا تو مثبت بن جائے گا کیونکہ یہ ہمزہ انکاری ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے جیسے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰادًا اَیْ جَعَلْنَا الارضَ مِھادًا، اسی طرح اَلَمْ نَشْرَحْ لک صَدْرَکَ، اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ، اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فاٰوٰی ہے۔ (انکار ابطالی کو استفہام انکاری بھی کہتے ہیں)

انکارِ توبیخی: وہ ہے کہ جس میں اس بات کا تقاضا ہو کہ ہمزہ جس پر داخل ہے وہ واقع تو ہے البتہ اس کا فاعل قابل ملامت ہے، جیسے اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ، اَتَاْتُوْنَ الذکران (انکار توبیخی کو استفہام توبیخی بھی کہتے ہیں)

استفہام تقریری: وہ استفہام ہے کہ جس میں مخاطب کو کسی ایسی چیز کے اقرار پر ابھارنا ہوتا ہے کہ جس کا اس کے نزدیک ثبوت ہے یا نفی جیسے اَضَرَبْتَ زیدًا، أأنت ضربتَ زیدًا (اول مثال میں فعل کی تقریر ہے اور ثانی میں فاعل کی)

استفہام کی دو قسمیں ہیں: (۱) استفہام لفظی (۲) استفہام مقدر۔

استفہام لفظی: وہ استفہام ہے کہ جس میں کسی چیز کے بارے میں سوال ادوات استفہام میں سے کسی ایک اداۃ کے واسطہ سے ہو جیسے این انتَ (آپ کہاں ہیں)

استفہام مقدر: وہ استفہام ہے کہ جس میں بغیر اداۃ استفہام کے سوال ہو یعنی محض لہجہ اور انداز آواز سے جیسے قَدِمَ اخوک فی السفر؟ (کیا تیرا بھائی سفر سے آگیا)

فاء فصیحہ: وہ فا ہے جو عبارت مقدرہ پر دلالت کرے خواہ وہ عبارت مقدرہ معطوف علیہ ہو، یا شرط ہو، عبارت مقدرہ معطوف علیہ ہو جیسے واذا استسقٰی موسٰی لقومہ فقلنا اضْرِبْ بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃَ عینًا (پ ۱) دیکھئے فانفجرت کی فانے معطوف علیہ مقدر کا افصاح واظہار کردیا ای فَامْتَثَلَ الامر بالضرب فَضَرَبَ خواہ وہ عبارت مقدرہ شرط ہو، اب یہی فا جزائیہ کہلائے گی جیسے فمن شاء اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا، ای اذا کان الامر کما ذُکِرَ من تحقق الامور المذکورۃ (روح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لغات: با، مصاحبت، استعانت اور تبرّک تینوں کے لئے ہوسکتا ہے، مصاحبت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اور استعانت کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کی مدد سے الخ اور تبرّک کا مراد لینے کی شکل میں ترجمہ ہوگا، میں اللہ کے نام کی برکت سے الخ۔

اسم اسم ہے بمعنی نام، بصریین کہتے ہیں کہ یہ سُمُوٌّ سے مشتق ہے، بمعنی العلو جمع اسماء اصلہٗ اَسماوٌ تصغیر سُمَیٌّ اور کوفیین کہتے ہیں کہ یہ مشتق من السِّمَةِ ہے بمعنی العلامۃ اور یہ دونوں باتیں معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ اللّٰہ (سچا معبود) یہ علم ہے اور اکثر حضرات کے نزدیک غیر مشتق ہے اور سیبویہ کے دوقولوں میں سے ایک قول یہی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے اس کی اصل الاٰہ ہے بروزن فِعال، اَلِہَ (س) الاِھَۃً اَی عبدَ عبادۃً: کثرت استعمال کی بناء پر اِلاہ کے ہمزہ کو حذف کردیا گیا اور شروع میں الف لام داخل کر کے لام کا لام میں ادغام کردیا گیا۔ (اعراب القرآن: ص ۲۳، ج ۱، القاموس الوحید)

فائدہ: واضح رہے کہ لفظ اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ کسی اور کا نام نہیں ہوسکتا اس لئے اس کا تثنیہ وجمع نہیں آتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ شانہ کا نام غایت احترام اور نہایت ادب کے ساتھ لینا چاہئے:

اِس زباں سے تیرا نام پاک لوں، سخت میں گستاخ ہوں بے باک ہوں
آبِ کوثر سے اگر دھوؤں اُسے، تو بھی وہ لائق نہ ہو اس کام کے

الرحمٰن بروزن فعلان (اسم مبالغہ، قاموس القرآن، لغات القرآن) وہ ذات جس کی رحمت عام ہو چونکہ اللہ کے سوا ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے جس کی رحمت عام ہو اس لئے اس کا تثنیہ وجمع نہیں آئے گا، قرآن شریف میں یہ لفظ ۵۳ جگہ مذکور ہے۔[۱] الرحیم (مبالغہ کا صیغہ) لغات القرآن صفحہ ۶۶، ج ۲ (اعراب القرآن وصرفہ) وہ ذات جس کی رحمت

---

[۱] **فائدہ**: رحمٰن میں رحیم کی بنسبت زیادہ مبالغہ ہے چناں چہ بعض علماء کا قول ہے کہ رحیم میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو آخرت میں ہوگی یعنی صرف مومن کے لئے، اور رحمٰن میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو دنیا میں ہے یعنی مومن وکافر سب کے لئے۔

فائدہ: صاحب تسہیل نے تصریح کی ہے کہ رحمٰن صفت مشبہ نہیں اس لئے کہ اس کا فعل متعدی ہے، اسی طرح صاحب کشاف نے بھی مفصل میں تصریح کی ہے کہ رحمن الدنیا ورحیم الآخرۃ سلف سے منقول ہے جس میں مفعول کی طرف اضافت ہے اور فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ رحمٰن صفت مشبہ نہیں کیونکہ صفت مشبہ فعل لازم سے آتا ہے، سیبویہ کے نزدیک رحمٰن صفت مشبہ ہے لیکن رحیم اسم فاعل ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہے، روح المعانی میں ہے مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں صفت مشبہ ہیں، جو مبالغہ کا فائدہ دیتے ہیں مگر اس پر اشکال کیا گیا ہے، علامہ آلوسیؒ نے تحقیق وتنقید کے بعد فرمایا کہ فالاصح انہما من ابنیۃ المبالغۃ الملحقۃ باسم الفاعل وأخذا من فعل متعد صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں جو اسم فاعل کے ساتھ ملحق ہیں اور فعل متعدی سے مشتق ہیں نہ کہ لازم سے۔ (امداد الباری ص ۱۷۸ ج ۲)

نام ہو، اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی آتا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی دوسرے پر پورا پورا رحم کرے، چنانچہ حضور ﷺ کے لئے قرآن میں فرمایا گیا بالمؤمنین رؤف رحیم (رحم رقتِ قلب کا نام ہے لہٰذا جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد احسان اور فضل کرنا ہوگا)

فائدہ: بسم اللہ میں جار مجرور کا عامل محذوف ہے جسکی ایک وجہ یہ ہے کہ بوقتِ شروع صرف اللہ کا نام زبان پر آئے۔

ترکیب: با حرف جر اسم مضاف اللہ موصوف، الرحمٰن صفت اول الرحیم صفت ثانی، موصوف با صفت مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار با مجرور متعلق اَشْرَعُ یا اَبْتَدِئُ کے اور وہ پھر جملہ فعلیہ خبریہ، معنیٰ انشائیہ، یا جار مجرور ملصقٌ یا مستعانٌ مقدر کے متعلق ہوکر خبر مقدم اور ابتدائی محذوف مرکب اضافی ہوکر مبتدا موخر، پھر صورۃً جملہ خبریہ اور معنیً انشائیہ۔ (اعراب القرآن) یا جار مجرور متعلق متبرکاً کے، اور وہ اَشْرَعُ کی ضمیر سے حال (زینی زادہ)

ایک اہم بحث

جملہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب نہ ہو یعنی وہ کسی کا معمول نہ ہو۔ (۲) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب ہو، یعنی وہ حالتِ رفعی یا حالتِ نصبی یا حالتِ جری یا حالتِ جزمی میں ہو، پہلے جملہ کی ۹ قسمیں ہیں اور دوسرے کی ۱۸۔ (۱) جملہ مستانفہ یعنی جو شروع کلام میں ہو یا اگر وسط کلام میں ہو تو ماقبل سے تعلق نہ ہو۔ (۲) جملہ معترضہ، جو دو متلازم چیزوں کے درمیان میں آئے مثلاً مبتدا و خبر کے درمیان، قسم و جواب قسم کے درمیان، شرط و جزا کے درمیان۔ مکمل تعریف ص ۱۰۶ پر (۳) جملہ مبیّنہ (جملہ تفسیریہ) (۴) جملہ معلّلہ یعنی جو پہلے کلام کی علت ہو (۵) جملہ جوابِ قسم (۶) وہ جملہ جو شرطِ غیر جازم کا جواب ہو مثلاً اذا، لو، لولا، کلّما، کیف وغیرہ کا۔ (۷) وہ جملہ جو پہلے کلام کا نتیجہ ہو جیسے الخفضُ من خواص الاسماء فلیس فی الافعال خفضٌ (۸) وہ جملہ جو پہلے جملہ پر معطوف ہو اور معطوف علیہ کا کوئی محل اعراب نہ ہو (۹) وہ جملہ جو موصول کا صلہ ہو۔

جملہ کی دوسری قسم کی ۱۸ قسمیں: (۱) وہ جملہ جو مبتدا کی خبر ہو۔ (۲) وہ جملہ جو حروفِ مشبہ بالفعل کی خبر ہو۔ (۳) وہ جملہ جو مبتدا بنے۔ (۴) وہ جملہ جو مفعول مالم یسم فاعلہ ہو۔ (۵) وہ جملہ جو افعالِ ناقصہ کی خبر ہو۔ (۶) وہ جملہ جو افعالِ مقاربہ کی خبر ہو۔ (۷) وہ جملہ جو ما و لا المشبہتین کی خبر ہو۔ (۸) وہ جملہ جو قول کا مقولہ محکی ہو۔ (۹) وہ جملہ جو باب علمتُ کا مفعول ثانی ہو۔ (۱۰) وہ جملہ جو باب اعلمتُ کا تیسرا مفعول ہو۔ (۱۱) وہ جملہ جو حال واقع ہو۔ (۱۲) وہ جملہ جو مستثنیٰ ہو، جیسے لستَ علیھم بمصیطر الا من تولّٰی و کفر الخ (۱۳) وہ جملہ جو مضاف الیہ ہو۔ (۱۴) وہ جملہ جو نکرہ کی صفت بنے۔ (۱۵) وہ جملہ جو ایسے معطوف علیہ پر معطوف ہو جو محل اعراب رکھتا ہو۔ (۱۶) وہ جملہ جو بدل ہو (۱۷) وہ جملہ جو شرط جازم یعنی اِن وغیرہ کا جواب ہو (یہ جملہ محل جزم میں ہوگا) جبکہ جوابِ شرط مضارع مجزوم بحرف شرط نہ ہو۔ (۱۸) وہ جملہ جو جوابِ شرط ہو جازم مضارع مجزوم کا (تمام جملوں کی مثالیں مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۳۰۳، پر مذکور ہیں)

سورۃُ النّبأ مکّیّۃ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا

یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں • اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں • جس میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں • ہرگز ایسا نہیں

سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٥

انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے • پھر ہرگز ایسا نہیں انکو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے •

ربط سابقہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا امکان، وقوع اور جزاوسزا کا بیان مذکور ہے۔

تشریح ان آیات میں کفارِ مکہ کا ذکر ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کو قیامت کی خبر دی تو یہ لوگ بطورِ انکار ومذاق دریافت کرنے لگے کہ جناب وہ قیامت جس کی آپ خبر دیتے ہیں کب آئے گی، دیر کیوں ہورہی ہے اور اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر بھی چہ می گوئیاں کرتے، کوئی قیامت کا قطعی طور سے انکار کرتا اور کوئی شک کرتا، مذکورہ آیات میں ان کے اسی سوال کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

''عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١'' یہ لوگ (یعنی کفارِ مکہ) کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں (لفظ عَمَّ کی اصل عَنْ مَا ہے اور ما استفہامیہ ہے، مگر یہاں استفہام حقیقی نہیں ہے کیوں کہ استفہام حقیقی کے لیے مُسْتَفْهِم کا ناواقف ہونا ضروری ہے، اور یہ خدائے عالم الغیب کے لیے محال ہے۔ بلکہ استفہام تفخیم شان کے لیے ہے یعنی جس چیز کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے اس کی عظمتِ شان اور اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے، اور دوسری زبانوں کی طرح عربی میں بھی استفہام کا یہ اُسلوب نہایت پُرشوکت سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ مذکورہ ترجمہ کے اعتبار سے يَتَسَآءَلُوْنَ بمعنی يَسْأَلُوْنَ ہے، اور دریافت کرنے یعنی سوال کرنے سے مراد بطور انکار ومذاق سوال کرنا ہے، اور اگر یتساءلون کو یسألون کے معنی میں نہ لیں بلکہ باب تفاعل ہی میں رکھیں تو چوں کہ باب تفاعل کی ایک خاصیت تشارک ہے تو اب ترجمہ ہوگا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کررہے ہیں۔[1]

يَتَسَآءَلُوْنَ کی ضمیر کا مرجع یہ ضمیر کفارِ مکہ کی طرف راجع ہے اور ماقبل میں لفظاً مرجع کے مذکور ہونے سے بے نیاز ہے کیوں کہ کفارِ مکہ حسًّا موجود ومشاہَد تھے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے سوال کی وضاحت فرمائی یعنی ''عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

[1] تشارک باب تفاعل کی خاصیت ہے جیسا کہ مشارکت باب مفاعلت کی خاصیت ہے، تشارک اور مشارکت میں فرق یہ ہے کہ تشارک یعنی باب تفاعل میں دونوں شریک لفظاً فاعل بنتے ہیں جب کہ باب مفاعلت میں ایک شریک فاعل بنے گا اور دوسرا مفعول بہ۔

مُخْتَلِفُوْنَ﴿۳﴾ ''یہاں ایک یتساء لون محذوف ہے اور اس کو جار مجرور کے بعد محذوف مانا جائے تاکہ ترتیبِ سوال کی رعایت باقی رہے، یہ لوگ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق یعنی پیغمبر خدا اور مؤمنین سے) اختلاف کر رہے ہیں نبأ عظیم سے مراد قیامت ہے، گویا یہ لوگ قیامت کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، اور وہ اختلاف اس طرح کہ اہل حق تو اس پر ایمان رکھتے تھے اور یہ لوگ اس کا انکار اور استہزاء کرتے تھے۔

''کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ﴿۵﴾ ''ہرگز ایسا نہیں، ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے اس آیت میں ان اختلاف کرنے والوں کو سخت دھمکی اور وعید سنائی گئی کہ اہل حق کے ساتھ ان کا اختلاف یعنی قیامت کا انکار کرنا اور اس کو محال سمجھنا بے وجہ اور باطل ہے، اور محال سمجھنے والوں کے جواب میں ایک ہی جملہ کو بطور مبالغہ دو مرتبہ فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ کفار و مشرکین کا خیال ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، بلکہ قیامت ضرور آئے گی اور یہ چیز محض سوال و جواب اور بحث و مباحثہ سے سمجھ میں آنے والی نہیں، بلکہ وہ عنقریب جان لیں گے یعنی جب ان کو دنیا سے جدا ہو کر عذابِ قبر اور عذابِ آخرت اور اس کے ہولناک مناظر کا سامنا کرنا پڑے گا تب ان کی آنکھ کھلے گی اور قیامت کی حقیقت ان پر خود ہی منکشف ہو جائے گی۔ (سَیَعْلَمُوْنَ کا مفعول بہ محذوف ہے اَیْ مایَحِلُّ بِھِم، یعنی وہ عذاب جو ان پر نازل ہونے والا ہے)

اختیاری مطالعہ

لفظ یتساء لون کا تکرار کیوں؟ ایک یَتساء لون تو آیت کے اندر مذکور ہے اور دوسرا محذوف ہے اور یہ تکرار بایں وجہ ہے کہ جوش کے موقعہ پر جملوں کا تکرار بلاغت کی جان ہوتی ہے۔

اعتراض: ''کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ﴿۵﴾ ''کے اندر جو مفہوم معطوف علیہ کا ہے وہی مفہوم بعینہٖ معطوف کا بھی ہے اور یہ عطف الشیَ علیٰ نفسہٖ ہے جو کہ جائز نہیں، بلکہ معطوف و معطوف علیہ میں تغایر ہونا ضروری ہے۔

جواب: یہاں تغایر بایں طور ملحوظ ہے کہ وعید ثانی اشد اور سخت ہے وعید اوّل یعنی معطوف علیہ سے، لہٰذا عطف الشیَ علیٰ نفسہٖ کا اعتراض لازم نہ آئے گا (وقیل الاول فی القبور والثانی فی النشور، روح المعانی)[1]

نوٹ واضح رہے کہ ہم باب نصر کے لئے (ن) اور باب ضرب کے لئے، (ض) اور باب سمع کے لئے (س) اور باب فتح کے لئے (ف) اور باب کرُمَ کے لئے (ک) استعمال کریں گے۔

لغات عَمَّ دراصل ''عن ما'' تھا، عن حرف جار اور ما اسم استفہام بمعنی اَیُّ شیئٍ، عَنْ کے نون کو میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام کر دیا، پھر ما استفہامیہ کے الف کو آخر سے حذف کر دیا۔

قاعدہ: سات حروف جارہ ایسے ہیں کہ جن کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو کثرتِ استعمال اور ما استفہامیہ و خبریہ میں فرق کرنے کی وجہ سے وجوبًا حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ حروف یہ ہیں عَنْ، حَتّٰی، لاَم، علٰی، فِیْ، اِلٰی، باء جیسے فِیْمَ

[1] نیز فن بلاغت کے اعتبار سے ''کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ'' کا تکرار از قبیل اطناب ہے جو بغرض انذار ہے۔

اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (پ ۳۰)[1]

یَتَسَآءَلُوْنَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، ایک دوسرے سے پوچھنا، مجرد میں باب فتح سے ہے سَاَلَهٗ عَنْ كَذَا وبِكَذَا (ف) سُؤَالاً ومَسْاَلَةً: پوچھنا، مانگنا (مادّہ س أل ہے) اَلنَّبَاء، اسم بمعنی اہم خبر، جمع اَنْبَآء (مراد قیامت ہے) اَلْعَظِيْمِ (ک) صیغۂ صفت، عَظُمَ (ک) عِظَمًا وعَظَامَةً بڑا ہونا، عَظِیْمٌ کی جمع عِظَامٌ وعُظَمَآءُ وعُظَّامٌ، مُخْتَلِفُوْنَ، (افتعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِخْتَلَفَ اِخْتِلاَفًا: اختلاف کرنا (مادّہ خَلْفٌ ہے[2]) كَلَّا چار معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے ردع یعنی زجر اور ڈانٹ ڈپٹ کے لئے، جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے نفی واثبات شیٔ آخر جیسے کوئی مریض کہے جس نے اپنے طبیب کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو شربتُ ماءً، طبیب کہے کلاّ بل شربتَ لبنًا او اکلتَ خبزًا (۳) بمعنی اَلاَ برائے تنبیہ جیسے كلا اِنَّ الانسانَ لَیَطْغٰی اَن راٰہُ استغنٰی کے اندر عند البعض (جبکہ اس سے پہلے زجر اور نفی کا قول نہ ہو) (۴) بمعنی حقًّا جیسے وماهی الا ذكرى للبشر كلا والقمر۔ كَلَّا قرآن شریف میں ۳۳ مقامات میں آیا ہے اور اس میں بڑا اختلاف ہے۔ (لغات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانی)۔ يَعْلَمُوْنَ (س) مضارع جمع مذکر غائب، عَلِمَ الشَّئَ وَبِهٖ (س) عِلْمًا: جاننا۔

ترکیب عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ... عَمَّ، جار مجرور متعلق مقدم يَتَسَآءَلُوْنَ کے، (اور وجہِ تقدیم ما استفہامیہ کا صدر کلام کا مقتضی ہونا ہے) يَتَسَآءَلُوْنَ فعل، واؤ ضمیر فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے ای الرسولَ والمؤمنين، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔ (روح المعانی) (لامحل لها من الاعراب)[3] عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ... عَنْ حرفِ جار، النَّبأ موصوف العظیم، صیغۂ صفت، ضمیر هو مستتر فاعل، صیغۂ صفت اپنے فاعل سے مل کر صفت اول اَلَّذِيْ اسم موصول، هُمْ مبتدا فِيْهِ جار مجرور متعلق مقدم مُخْتَلِفُوْنَ کے، (اہتمام اور رعایتِ فواصل کی بناء پر اس کو مقدم کیا گیا ہے اور رعایت فواصل کا مطلب یہ ہے کہ دو فقرے آخری

---

[1] مزید مثالیں، فنظرةٌ بم يرجع المرسلون (پ ۱۹) لِمَ تقولون مالا تفعلون (پ ۲۸) مزید امثلہ در مشکل ترکیبوں کا حل (ص: ۸۰) کبھی ضرورت شعری کی وجہ سے مذکورہ حروف کے بعد ما استفہامیہ کے الف کو باقی رکھنا بھی جائز ہے جیسے عَلٰی مَا قَامَ يَشْتُمُنِيْ لَئِيْمٌ كَخِنْزِيْرٍ تَمَرَّغَ فِيْ رَمَادٍ اور اگر ما استفہامیہ ذا کے ساتھ استعمال ہو تو پھر الف کو حذف نہیں کیا جاتا جیسے لِمَا ذَا جِئْتَ، لِاَنَّ اَلِفَهَا قَدْ صَارَتْ حَشْوًا (اعراب القرآن) ما خبریہ کا الف ساقط نہیں ہوتا جیسے یومنون بما اُنزل الیک۔

[2] مجرد میں باب نصر سے ہے خَلَفَ خَلْفًا پیچھے رہنا، خَلَفَ خَلْفًا وخِلاَفَةً: جانشین ہونا۔

[3] فائدہ جملہ ابتدائیہ کو جملہ مستانفہ بھی کہتے ہیں جملہ ابتدائیہ کے بارے میں مغنی اللبیب کی عبارت ہے "وتسمّی ایضًا المستانفه وهو اوضح لأنّ الجملة الابتدائية تُطلق ايضًا على الجملة المصدّرة بالمبتدأ" اور جملہ مستانفہ کی دو قسمیں ہیں (۱) جس سے نطق اور گفتگو شروع کی جائے جیسے ابتداءً آپ کہیں زیدٌ قائمٌ (۲) وہ جملہ جو اپنے ماقبل سے منقطع ہو جیسے ماتَ فلانٌ رحمه الله، میں رحمه الله اسی طرح قُلْ سَاَتْلُوا عليكم منه ذكرا اِنَّا مكنا له فی الارض۔ میں اِنَّا مکنّا۔ (اہل بیان استیناف کو سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص فرماتے ہیں مگر دوسرے حضرات جملہ مستانفہ کو سوال مقدر کا جواب ہونے کے ساتھ خاص نہیں فرماتے اور جو جملہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے اس کو جملہ مستانفہ بیانیہ کہتے ہیں)

حرف میں موافق ہوں جیسے والشمس وضحٰها والقمر اِذا تلٰها اس کو سجع بھی کہتے ہیں، تفصیل در ''مشکل ترکیبوں کا حل'': ص ۳۱۸) مُخْتَلِفُوْنَ، شبہ فعل اپنے فاعل (ھم ضمیر مستتر) اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، (لا محل لہا من الاعراب) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل محذوف یَتَسَاءَلُوْنَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (کانّہ قیل عن ای شی یتسائلون ھَلْ اُخبرکم بہ ثم قیل بطریق الجواب عن النبأ العظیم. روح المعانی) كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ.. كَلَّا حرفِ ردع، دونوں جگہ (اَیْ لیس الامرُ کما زَعَمَ المشرکون مِنْ اِنْکَارِ البعث) سین برائے استقبال قریب دونوں جگہ يَعْلَمُوْنَ فعل، واو ضمیر فاعل (والضمیر للمتسائلین) اور مفعول بہ محذوف ہے۔ اَیْ ما یَحِلُّ بھم پھر مکمل جملہ معطوف علیہ، ثُمَّ حرف عطف كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ حسبِ سابق مکمل جملہ معطوف (عطف صرف سیعلمون پر نہیں بلکہ کلا سیعلمون پر ہے اور عطف برائے زیادتِ وعید وتہدید ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لا محل لہا)

تحقیق مفید كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ میں يَعْلَمُوْنَ افعال قلوب میں سے ہے اور افعال قلوب کے دو مفعول بہ آتے ہیں جب کہ کلا سیعلمون میں صرف ایک مفعول بہ محذوف نکالا گیا ہے تو یاد رکھئے کہ بعض افعال قلوب کبھی دوسرے افعال کے معنی میں ہو کر استعمال ہوتے ہیں جیسے: رأیتُ بمعنی اَبْصَرْتُ، ظَنَنْتُ بمعنی اِتَّهَمْتُ، عَلِمْتُ بمعنی عَرَفْتُ، وَجَدْتُّ بمعنی اَصَبْتُ دریں صورت ان افعال کے لئے صرف ایک مفعول بہ ہوگا نہ کہ دو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم، یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے اور صرف ایک مفعول پر اکتفا کر لیا جاتا ہے (رضی) لہٰذا کلا سیعلمون میں ایک مفعول بہ آیا ہے اور وہ بھی محذوف، کیوں کہ مفعول بہ کو حسب موقعہ و مقام حذف کرنا جائز ہے۔

اجراء ھم فیہ الخ عزیز طلبہ! اجرا کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ ھُمْ معرفہ ہے کیوں کہ معرفہ کی سات اقسام میں سے یہ ایک قسم ہے، یعنی ضمیر مرفوع منفصل ہے، مگر آنکھ بند کر کے ہر ضمیر کو معرفہ کہنا صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ وہ ضمیر کہ جو فعل مدح کے اندر ہوتی ہے اسی طرح وہ ضمیر جو مدخول رُبَّ ہو وہ نکرہ مبہم ہوتی ہے، جن کا ابہام ان کے مابعد کی تمیز دور کرتی ہے۔ (کافیہ)

دوسری بات یاد رکھئے کہ مختلفون اسم فاعل ہے اور اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے خواہ واحد کا صیغہ ہو یا تثنیہ و جمع کا جب کہ یہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں اور ضمیر ہمیشہ غائب ہی کی مستتر ہوگی اور ان صفت کے صیغوں سے پہلے موصوف محذوف ہوگا مثلاً انت عالم کی اصل انت رجلٌ عالمٌ ہے۔ اور ماضی کے صرف دو صیغوں میں ضمیر مستتر ہوگی، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوگی، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم اور امر حاضر کے صرف واحد مذکر حاضر میں ضمیر مستتر ہوگی، باقی میں ضمیر بارز ہوگی۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّ جَعَلْنَا

کیا ہم نے زمین کو فرش • اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا • اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا • اور ہم ہی نے تمہارے

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

سونے کوراحت کی چیز بنایا• اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا• اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا• اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات

سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝

مضبوط آسمان بنائے • اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا • اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا •

لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۝ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝

تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی • اور گنجان باغ پیدا کریں•

تشریح کفار مکہ چوں کہ قیامت کو مُستبعَد اور محال سمجھتے تھے حالاں کہ اس کو محال و ناممکن سمجھنا گویا قدرتِ خداوندی کا انکار کرنا ہے، لہٰذا مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمت وصنعت کے چند مناظر کا ذکر فرمایا ہے جن سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے لیے یہ بات کوئی مشکل اور محال نہیں ہے کہ وہ تمام عالم کو فنا کرنے کے بعد بعینہٖ اس کو دوبارہ پیدا کردے، لہٰذا فرمایا: ''اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝'' کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔ اَلَمْ نَجْعَلْ کا ہمزہ، استفہامِ حقیقی کے لیے نہیں ہے کہ حقیقت ہی میں اللہ تعالیٰ سوال کررہے ہوں، بلکہ ہمزہ انکارِ نفی کے لیے ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے، لہٰذا الم نجعل الأرض مهادًا کے معنی ہوں گے جعلنا الارض مهادًا یعنی ہم نے زمین کو بچھونا بنادیا، یعنی تمام مخلوق کے لیے اس کو مطیع کرکے ایسا بنادیا کہ وہ خاموشی کے ساتھ قدموں کے نیچے جمی ہوئی پڑی ہے، اور ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنادیا جس سے زمین کی حرکت اور کپکپاہٹ دور ہوگئی، یعنی جس طرح کسی چیز میں اگر میخیں گاڑ دیں تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی تو اسی طرح ہم نے زمین کو پہاڑوں سے مستقر کردیا تاکہ وہ پہلے کی طرح ہلے نہیں، اب یہ پہاڑ اپنے ثقل اور بوجھ سے زمین کو ڈانواڈول ہونے سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں جس سے زمین پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا، مکان بنانا، کھیتی باڑی کرنا، سب آسان ہوگیا۔

حدیث: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرنے اور لرزنے لگی چناں چہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کرکے زمین کی حرکت اور اس کی کپکپی کو دور کردیا۔

وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا یعنی مرد وعورت بنایا، تاکہ بذریعہ توالد وتناسل نسلِ انسانی کا سلسلہ قائم رہے، اور یوں بھی کہ مرد اپنی بیوی سے سکون حاصل کرے کما فی قولہ تعالیٰ: لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا (پ۲۱) دیکھیے اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ مرد وعورت کی روح ایک جیسی مگر بدن اور شکل وصورت جدا جدا۔

وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔ سُباتًا سَبْتٌ سے مشتق ہے جس کے معنی باب نَصَرَ وَضَرَبَ سے مونڈنے اور قطع کرنے کے ہیں، نیند کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنایا ہے کہ اس کے

ذریعہ دن بھر کی تھکن اور تمام ہموم وغموم قطع ہوکر راحت میسر ہوتی ہے اور آئندہ کام دھام کے لیے بدن تازہ دم ہوجاتا ہے، اور یہ نعمت امیر وغریب، بادشاہ اور فقیر سب کے لیے عام کردی گئی، اس کی قدر ان لوگوں سے پوچھئے جو بے خوابی کے شکار ہیں اور نیند حاصل کرنے کے لیے خواب آور گولیاں کھاتے ہیں اور بعض اوقات وہ بھی فیل ہوجاتی ہیں اور ان کی راتیں بے قراری سے کروٹیں بدلتے بدلتے گزر جاتی ہیں۔

"وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾" اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا مطلب یہ ہے کہ ہم نے صرف نیند کی کیفیت ہی عطا نہیں کی بلکہ سارے عالم میں ایسے حالات بھی پیدا کردیئے کہ جو نیند کے لیے سازگار ہوں لہٰذا جس طرح لباس بدن کو چھپالیتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور اس میں ہر کام چھپا رہتا ہے او رچاروں طرف سناٹا چھا جاتا ہے تاکہ آدمی راحت وآرام سے سوجائے کیوں کہ نیند عموماً اسی وقت اچھی آتی ہے جب کہ شب تاریک ہو یا کم از کم روشنی زیادہ نہ ہو۔

لطیفہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں، فرمایا رات میں' اس لیے کہ رات کو بھی قرآن نے لباس فرمایا ہے اور زوجین کو بھی ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے، کقولہ تعالیٰ: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔

وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ معاش مصدر میمی ہے اور مَعِيشَةٌ کے معنی میں ہے اور معیشت کے معنی ہے "سامانِ زندگی" یہاں ظرفِ زمان کا قصد کیا گیا ہے لہٰذا معاشًا سے پہلے مضاف محذوف ہے اَیْ وقتَ مَعاشٍ سامانِ زندگی کا وقت، یعنی کمائی کرنے کا وقت، اب مطلب واضح ہوگیا کہ ہم ہی نے دن کو کمائی کرنے کا وقت بنایا کہ دن کے اجالے اور روشنی میں آدمی کاروبار کرے اور روزی کما کر اپنی اور اپنی اولاد کی ضرورت پوری کرے۔

وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے سبعًا سے پہلے یا تو موصوف محذوف ہے ای سمٰوٰتٍ سَبْعًا، یا سبعًا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اَی سبع سمٰوٰتٍ، واقعی اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ بغیر کسی ستون اور سہارے کے ہمارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے جن میں مدت دراز گزر جانے کے بعد بھی نہ کوئی جھول آیا نہ شگاف، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی کاریگری کو دیکھ کر اور سمجھ کر اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا (سراج کے معنی ہے چراغ، یہاں اس سے مجازاً سورج مراد ہے کقولہ تعالیٰ: وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے مخلوق کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لیے آفتاب بنایا) وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔ الْمُعْصِرات سے پہلے السحائب موصوف محذوف ہے، لفظی ترجمہ ہوا

ایسے بادل جو نچڑنے کے قریب ہوں اور نچڑنے کے قریب وہی بادل ہوں گے جن میں پانی بھرا ہوا ہو، لہٰذا ترجمہ ہوا پانی بھرے بادل۔ الغرض مذکورہ تمام چیزوں سے ہمارا کمال قدرت ظاہر ہے تو پھر قیامت پر ہمارے قادر ہونے کا کیوں انکار کیا جاتا ہے لہٰذا جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ کے بعد آخرت کا وجود ہوگا۔ (بلاشبہ وہ ایسا قادر ہے کہ کائنات کے پورے نظام کو چشم زدن میں درہم برہم کرسکتا ہے)

اختیاری مطالعہ

قولہ وانزلنا من المعصرات اس سے معلوم ہوا کہ بارش بادل سے نازل ہوتی ہے اور جن آیات میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے تو یا تو ان میں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے یعنی بادل، یا یہ کہا جائے کہ کسی وقت براہِ راست آسمان سے بھی بارش آسکتی ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (معارف)

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا ☆ کیسی زمین بنائی کیا آسماں بنایا
پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرشِ خاکی ☆ اور سر پہ لاجوردی اک سائباں بنایا
سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی ☆ کیا خوب چشمہ تونے اے مہرباں بنایا
سورج بنا کے تونے رونق جہاں کو بخشی ☆ رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکاں بنایا
پیاسی زمیں کے منہ میں مینھ کا چوایا پانی ☆ اور بادلوں کو تو نے مینھ کا نشاں بنایا
ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی ☆ یہ کارخانہ تو نے کب رائیگاں بنایا

لغات لَمْ نَجْعَل (ف) نفی جحد بلم در فعل مضارع معروف جمع متکلم، جَعَلَ اللّٰہُ الشیئَ (ف) جَعْلاً: پیدا کرنا، بنانا، اَلْاَرْضَ، زمین (مؤنث سماعی ہے) جمع اَرْضُوْنَ، اَرَاضٍ، اُرُوْضٌ، مِهَادًا، اسم بروزن فِعَالٌ، بچھونا، فرش، جمع مُهُدٌ واَمْهِدَةٌ۔ اَلْجِبَالَ، الجبلُ کی جمع، پہاڑ، اَوْتَادًا، وَتَدٌ وَتِدٌ، کی جمع، میخ، (تاء کا کسرہ زیادہ مشہور ہے) خَلَقْنَا، (ن) ماضی جمع متکلم، خَلَقَ الشیئَ (ن) خَلْقًا، پیدا کرنا اَزْوَاجًا، زَوْجٌ کی جمع، جوڑا (مراد مرد وعورت) نَوْمٌ، باب سمع کا مصدر، بمعنی سونا، نامَ (س) نَوْمًا ونیامًا: سونا سُبَاتًا، اسم بمعنی راحت وآرام۔ یعنی سبات سبت سے مشتق ہے جس کے معنی مونڈنے اور قطع کرنے کے ہیں اور نیند چوں کہ تمام ہموم وغموم کو قطع کر کے انسان کو راحت بخشتی ہے اس لیے سبات کا ترجمہ بعض حضرات نے راحت سے بھی کیا ہے (معارف) اعراب القرآن وصرفہ پارہ ۱۹، میں لکھا ہے کہ سبات باب نصر کا مصدر ہے بمعنی کاٹنا۔

اللَّیْلَ، رات، اللَّیْلَۃُ، ایک رات، جمع لَیَالٍ۔ لِبَاسًا، پوشاک جمعہ اَلْبِسَۃٌ، لَبِسَ الثوبَ (س) لُبْسًا: پہننا۔ النَّهَارَ، دن، جمع اَنْهُرٌ، ونُهُرٌ۔ مَعَاشًا، مصدر میمی بمعنی الْمَعِیْشَۃِ (سامان زندگی، روزی) یہاں ظرف زمان کا قصد کیا گیا ہے لہٰذا مضاف محذوف مانا جائے گا، ای وقتَ معاشٍ، (کمائی کرنے کا وقت) عاشَ (ض) عَیْشًا وعَیْشَۃً ومَعَاشًا: زندہ رہنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) بَنَیْنَا (ض) ماضی جمع متکلم، بَنٰی، (ض) بِنَاءً وبُنْیَانًا: بنانا،

تعمیر کرنا[1]۔ فَوْق، ظرفِ مکان (ضدِ تحت) بلندوارتفاع کے بیان کے لئے۔ سَبْعًا، ای سَبْعَ سمٰوٰتٍ، شِدَادًا: شَدِیْدٌ وَشَدِیْدَۃٌ صفت مشبہ کی جمع، مضبوط و مستحکم، شَدَّ الشیءُ (ض) شِدَّۃً: سخت ہونا، مضبوط ہونا۔ سِرَاجًا، چراغ، مجازاً اس کا استعمال سورج اور ہر روشن چیز کے لئے بھی ہوتا ہے جمعہٗ سُرُجٌ۔ یہاں سورج مراد ہے۔ وَهَّاجًا، (روشن) صفتِ مشبہ، وقد یُقْصَدُ به المبالغۃُ (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) وَهَجَ الشمسُ (ض) وَهْجًا: آفتاب روشن ہونا۔ اَنْزَلْنَا، (افعال) ماضی جمع متکلم، اَنْزَلَ الشیءَ اِنْزالاً: اتارنا، نَزَلَ (ض) نُزُوْلاً: اترنا۔ الْمُعْصِرات، المُعْصِرَۃُ کی جمع (لفظی معنی ہے نچوڑنے والیاں یعنی بارش برسانے والے بادل) باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اور مجرد میں ہے عَصَرَ الشیءَ (ض) عَصْرًا: نچوڑنا۔ (مزید تحقیق اختیاری مطالعہ میں) ماءً اسم جامد پانی، جمعہٗ مِیاہٌ، وأمواہٌ۔ (دراصل مَوَہٌ تھا، قاعدہ نمبر ۷ سے تعلیل ہوئی پھر آخر کی ہاء کو ہمزہ سے بدلدیا) تصغیر مُوَیْہٌ نسبت کے لیے مائیٌ وماوِیٌ ثَجَّاجًا، اسم مبالغہ (موسلادھار برسنے والا) ثَجَّ الماءُ (ض) ثُجُوْجًا: پانی کا بہنا، ثَجَّ الماءَ (ن) بہانا۔ (لازم ومتعدی) نُخْرِجَ (افعال) مضارع جمع متکلم أخرجَ الشیءَ اخراجاً: نکالنا خَرَجَ (ن) خُروجًا: نکلنا۔

حَبًّا اسم جامد دانہ، غلہ، جمعہٗ حُبوبٌ (ایک دانہ کے لئے حَبَّۃٌ استعمال ہوتا ہے) نَباتًا، گھاس، سبزی، جمع نباتات نبتَ الزَّرعُ (ن) نَبْتًا ونَباتًا: اُگنا جَنّٰتٍ، جنۃٌ کی جمع، باغ (جَنٌّ کے مادہ میں سَتْر کے معنی پائے جاتے ہیں ومنہ الجِنُّ والجنُونُ) اَلْفَافًا (گنجان) قیل لاواحد لہ (۲) لِفٌّ کی جمع ہے جیسے سِرٌّ کی جمع أسْرار یالفیف کی جمع ہے (بمعنی ملفوفٌ) جیسے شریفٌ کی جمع أشرافٌ (کلّہٗ من روح المعانی) لَفَّ (ن) لَفًّا: گنجان ہونا۔

ترکیب اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا... همزہ حرف استفہام برائے انکارِ نفی (وانکارُ النّفی اِثباتٌ اَیْ جَعَلْنَا الْاَرْضَ مِهٰدًا) اوالاستِفْہَام للتقریر (اَیْ حَمْلُ المخاطب علی الاقرار) تفسیر مظہری)[2]

لَمْ نَجْعَلْ فعل، ضمیر نَحْنُ مستتر فاعل اَلْاَرْضَ مفعول بہ اول مِهٰدًا مفعول بہ ثانی (اگر جَعَلَ بجائے صَيَّرَ کے بمعنی خَلَقَ ہو تو اب متعدی بدو مفعول نہ ہوگا بلکہ مِهٰدًا حال ہوگا الاَرْضَ سے، اور اب ترجمہ دوسرا ہوگا) وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا، اَلْاَرْضَ مِهٰدًا، پرعطف ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، بعد کی چند آیتیں یعنی

وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا، معطوفات، (وخلقنٰکم ازواجًا میں اَزْواجًا حال ہے کُمْ ضمیر مفعول بہ سے اور اَزْواجاً بمعنی مُتجانِسِیْن ہے یا بمعنی مُزْدَوِجِین ذَکَرًا واُنثی۔ اور وَجَعَلْنا نومکم سُباتًا میں، نَوْمَكُمْ، مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ اول، اور سُبَاتًا، مفعول بہ ثانی،

[1] بَنَیْنا میں رَفَعْنا کے معنی کی تضمین ہے۔ (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ)

[2] استفہام انکاری وابطالی وغیرہ کی تعریف صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح وجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا میں اللَّيْلَ مفعول بہ اول، لِبَاسًا مفعول بہ ثانی، اسی طرح وجعلنا النهار معاشًا میں النهار مفعول بہ اول، معاشًا مفعول بہ ثانی اور وبَنَيْنَا فوقكم الخ میں فوقكم مفعول فيه (وتقديم الظرف على المفعول للتشويق اليه مع رعاية الفواصل) اور سَبْعًا شِدادًا مرکب توصیفی ہوکر مفعول بہ، اور وجعلنا سراجًا وهّاجًا میں سراجًا وهّاجًا مرکب توصیفی ہوکر جَعَلْنَا بمعنی خَلَقْنَا کا مفعول بہ[1] اور اَنْزَلْنَا مِنَ المعصرات ماءً ثجاجًا میں مِنَ الْمُعْصِرَات متعلق اَنْزَلْنَا کے اور ماءً ثجاجًا مرکب توصیفی ہوکر مفعول بہ، اور لِنُخْرِجَ به حبًّا ونباتًا وجنّٰتٍ اَلْفَافًا میں لام کَيْ کے بعد اَنْ مقدر ہے اور جملہ بتاویل مفرد مجرور ہے اور جار مجرور متعلق ہے اَنْزَلْنَا کے بہٖ متعلق نُخْرِجَ کے، حبًّا ونباتًا وجنّٰتٍ اَلْفَافًا باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مفعول بہ نُخْرِجَ کا، اور اَلْفَافًا صفت ہے جَنّٰتٍ کی، (ای بَسَاتِينَ مُلْتَفَّةً) الغرض معطوف علیہ اول یعنی الم نجعل الارض اپنے جملہ معطوفات سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا (ان سب جملوں کا کوئی محل اعراب نہیں ہے) (استيناف مسوقٌ لِتحقيق النبأ ببعض الشواهد)

اهم قاعده: الم نجعل الارض مهادًا والجبال اَوْتَادًا میں الجبال کا الارض پر عطف ہے اور اَوْتادًا کا مهادًا پر، اور حرف عطف صرف ایک لایا گیا ہے چنانچہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعہ ایک عامل کے دو معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے۔ مغنی اللبیب ص:۴۸۶ ج۲۔

البلاغه: قوله وجعلنا الليلَ لِباسًا. وجه الشِّبْهِ السترُ لانَّ كلاًّ مِنَ اللباسِ والليلِ يَسْتُرُ الملتبسَ به. اس آیت میں تشبیہ بلیغ ہے، تفصیل درحاشیہ[2]

اختیاری مطالعہ

جَعَلَ کے تین استعمال ہیں (۱) افعال قلوب میں سے ہو، (۲) افعال شروع میں سے ہو، (۳) جَعَلَ بمعنی خَلَقَ واَوْجَدَ ہو، جو جَعَلَ افعال قلوب میں سے ہو وہ دو معنی کے لیے آتا ہے: (۱) برائے رجحان: جیسے قول باری تعالیٰ: وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن اناثا. جَعَلُوْا یہاں بمعنی اعتقدوا ہے، یہ جَعَلَ مبتدا وخبر کو نصب دیتا ہے جو اس کے دو مفعول بہ ہوتے ہیں (۲) برائے

[1] یہ بھی درست ہے کہ مفعول بہ اول محذوف مانا جائے اور جَعَلْنَا بمعنی صَيَّرْنَا ہو ای جَعَلْنَا الشمس سراجًا وهّاجًا۔

[2] تشبیہ کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں کسی غرض کے لئے اداۃ تشبیہ کے ذریعہ لاحق کرنا، جس کو لاحق کریں اس کو مشبہ کہتے ہیں اور جس کے ساتھ لاحق کریں اس کو مشبہ بہ کہتے ہیں جیسے زیدٌ کالاسد اس میں زید مشبہ ہے اور اسد (شیر) مشبہ بہ، اور وجہ شبہ یعنی وہ وصف جو دونوں میں مشترک ہے وہ شجاعت ہے اور اداۃ تشبیہ کاف ہے، اگر اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کردیا جائے جیسے زیدٌ اسدٌ تو اس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں کیونکہ اس تشبیہ میں بلاغت زیادہ ہے، وجعلنا اللیل لباسا میں کاف حرف تشبیہ اور فی الستر (وجہ تشبیہ) دونوں کو حذف کردیا، تشبیہ کے لئے عموماً کاف اور کانَّ استعمال ہوتے ہیں جبکہ کانَّ کی خبر اسم جامد ہو، اور اگر کانَّ کی خبر فعل، ظرف، جار مجرور یا اسم مشتق ہو تو کانَّ شک کے لئے ہوگا، جیسے کانک فاهمٌ (شاید کہ تو سمجھدار ہے) حروف تشبیہ اور بھی ہیں مثلاً مثلُ، شِبهُ، نحوُ، مماثلة، مشابهةٌ وغیرہ، کبھی فعل بھی تشبیہ کا معنی دیتا ہے، جیسے واذا رأیتَهم حسبتَهم لؤلؤا منثورًا (جب تو ان غلمان جنت کو دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرے گا)

تصییر یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تحویل جیسے: فَجَعَلناہ ھباءً منثوراً یہ بھی متعدی بدومفعول ہوگا اور جو جَعَلَ افعال شروع میں سے ہو وہ کَادَ کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اور یہ نہ متعدی ہوتا ہے اور نہ دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے جیسے: جَعَلَ زَیْدٌ یقول (زید کہنے لگا) اور جب جَعَلَ بمعنی خلق واو جَدَ ہو اس وقت متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرِ (المنجم)

تحقیق مفید **قولہ** معاشًا: امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ عیش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حیات سے اخص ہے کیوں کہ حیات کا استعمال حیوان، باری تعالیٰ اور ملائکہ سب کے لیے ہوتا ہے (لغات القرآن) قولہ من المعصرات: اِعْصَار میں ہمزہ حینونت کا ہے اور حین کے معنی وقت کے ہیں یعنی فاعل کا ماخذ کے وقت کو پہنچنا، لہٰذا معنی ہوئے نچڑنے کے وقت کو پہنچنا، (روح) بالفاظ دیگر نچڑنے کے قریب ہونا، اور نچڑنے کے قریب وہی ہوگا جو پانی سے بھرا ہوا ہو لہٰذا ترجمہ کر دیا گیا "پانی بھرے بادلوں سے" وفی بیان القرآن المعصر ات مِن اَعْصَرَتِ الْجَارِیَۃُ اِذَا دَنَتْ اَنْ تَحِیضَ یعنی وہ عورت جس کا حیض کا زمانہ قریب آ گیا ہو سُمِّیَتِ السحابُ بذٰلك بمعنی حَانَ اَنْ تَعْصِرَ.

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا ﴿۱۷﴾ . یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّ فُتِحَتِ

بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے • یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے • اور آسمان کھل جائے گا

السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے • اور پہاڑ ہٹا دیے جاویں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے •

تشریح ماقبل میں دلائلِ قدرت اور قیامت کے ممکن ہونے کا بیان تھا، اب یہاں سے وقوعِ قیامت اور اس کے احوال کا ذکر ہے، یعنی قیامت صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہوگی۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں "اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا ﴿۱۷﴾" "بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے" مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہم نے بیکار پیدا نہیں کیا کہ یوں ہی اس کو چھوڑ دیا جائے گا بلکہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کا ایک وقت معین ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اور جس میں تقدیم وتاخیر نہ ہوگی، "یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾" یہ یوم الفصل سے بدل ہے، یعنی وہ دن وہ ہے جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے۔ صور کو اردو میں نرسنگھا کہتے ہیں، یعنی سینگ کے مانند ایک چیز جس کو پھونک مار کر بجایا جائے یعنی اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے تو پہلی مرتبہ پھونک مارنے سے جس کو نفخۂ اولیٰ کہتے ہیں سارا عالم فنا ہو جائے گا، اور پھر چالیس سال بعد جب دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے جس کو نفخۂ ثانیہ کہتے ہیں سب زندہ ہو جائیں گے، یہاں اسی نفخۂ ثانیہ کا ذکر ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی اس میں پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ رب العٰلمین کی بارگاہ میں یعنی میدان محشر میں جمع ہو جائیں گے اور سب لوگ گروہ گروہ یعنی جماعت جماعت بن کر

آئیں گے، یعنی ہر امت جدا، پھر مومن جدا اور کافر جدا، نیک لوگ جدا اور گناہگار جدا[1] اور اتنا بڑا ہجوم ہوگا کہ دنیا کے اندر آنکھوں نے کبھی اتنا بڑا مجمع نہ دیکھا ہوگا، اللہ اکبر اس کے تصور سے دل کانپ اٹھتا ہے، آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ ہوگا کہ ''وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ ''اور آسمان کھل جائے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہوجائیں گے، مطلب یہ ہے کہ آسمان جسے آج تک کسی نے نہ کھلتے دیکھا نہ بند ہوتے دیکھا مگر اس روز اتنا زیادہ کھل جائے گا اور پھٹ جائے گا جیسے بہت سے دروازے کھل کر بہت سی جگہ کھلی ہوتی ہے اور یہ کھلنا نزول ملائکہ کے لیے ہوگا۔ (بیان القرآن)

سوال: ابھی آسمان کھلا نہیں بلکہ آئندہ کھلے گا تو پھر فُتِحَتْ ماضی کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ جواب یہ ہے کہ آسمان کا کھلنا چوں کہ تحقیقی ویقینی بات ہے اور ماضی تحقق ووقوع پر دلالت کرتی ہے اس لیے ماضی کا صیغہ لایا گیا اور ترجمہ مستقبل ہی کا کیا جائے گا۔

فائدہ: فَكَانَتْ اَبْوَابًا ای ذا ابواب آسمان میں چوں کہ بکثرت دروازے ہوجائیں گے اس لیے بطورِ مبالغہ آسمان ہی کو ابواب قرار دے دیا گیا اور یہ کلام حقیقت پر محمول نہیں کہ یہ مطلب ہو کہ اسی دن آسمان میں دروازے بنیں گے بلکہ تشبیہ پر محمول ہے کہ گویا آسمان کھل جانے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوگا جیسے بہت سے دروازے بن گئے ہوں۔ لہٰذا اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں پھر اس دن دروازے ہونے کے کیا معنی۔

''وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ ''اور پہاڑ ہٹادیئے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہوجائیں گے یعنی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹادیئے اور چلادیئے جائیں گے، سو وہ نہایت مضبوط ومستحکم ہونے کے باوجود ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، سَرَاب اسم جامد ہے بمعنی چمکدار ریت یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو، یہاں مجازاً مقید بول کر مطلق مراد ہے یعنی چمکدار ریت بولکر مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن حاشیہ) لہٰذا جب ایسے ایسے احوال اور ہولناکیاں سامنے آنے والی ہیں تو اس بات کا یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک فیصلہ کا دن آنے والا ہے۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید یہاں جن واقعات کا ذکر ہے مثلاً لوگوں کا گروہ گروہ بن کر میدان قیامت میں آنا، اور آسمان کا کھلنا تو یہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا اور اس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہوگا اور یہ حساب وکتاب شروع ہونے کا وقت ہوگا یہ وہ پھٹنا نہیں جو نفخۂ اولیٰ کے وقت اس کو فنا کرنے کے لیے ہوگا، کیوں کہ نزولِ غمام یعنی بدلی کا اترنا جس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی بعد نفخۂ ثانیہ کے ہے جس وقت سب زمین وآسمان دوبارہ درست ہوچکے ہوں گے، اور رہا پہاڑ کا چلنا اور ہٹنا تو یہاں بھی اور جہاں جہاں بھی اس کا ذکر آیا ہے اس میں دونوں احتمال ہیں یا تو نفخۂ ثانیہ کے بعد کہ اگرچہ نفخۂ اولیٰ سے سب چیزیں فنا ہوگئی تھیں مگر نفخۂ ثانیہ کے بعد کل عالم اپنی ہیئت پر عود کر آئے گا لہٰذا پہاڑ بھی دوبارہ اپنی ہیئت پر آجائیں گے تو اب جب حساب کا وقت آئے گا تو پہاڑوں کو ہٹا کر زمین کے برابر کردیا جائے گا

[1] صور کی شکل وصورت کیسی ہوگی اور اس میں پھونک کس طرح ماری جائے گی اس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں اور ان تمام احوال سے واقف ہونا کوئی ضروری بھی نہیں ہے۔

تاکہ زمین پر کوئی آڑ پہاڑ نہ رہے سب ایک ہی میدان میں نظر آئیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ پہاڑ کا ہٹنا نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا جس سے خود فنا کرنا مقصود بالذات ہوگا۔ واللہ اعلم (بیان القرآن پارہ:۱۹، آیت:۳۰)

لغات یَوْمَ، دن جمع اَیَّام، اَلْفَصْلِ، بمعنی فیصلہ، مصدر، فَصَلَ الشیءَ (ض) فَصْلاً جھگڑوں کا فیصلہ کرنا، کَانَ، فعل ناقص واحد مذکر غائب، کانَ الشیئ (ن) کَوْنًا وَکَیْنُوْنَۃً: وجود میں آنا، ہونا، واقع ہونا، مِیْقَاتًا، بروزن اسم آلہ، مگر یہاں برائے ظرف زمان ہے (کسی کام کا معین وقت) جمع مَوَاقِیت، وَقَتَ (ض) وَقْتًا: کسی کام کا مقررہ وقت پر کرنا۔ یُنْفَخُ (ن) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نَفَخَ (ن) نَفْخًا: منہ سے پھونک مارنا۔

الصُّوْر، ترہی ہیئت کی مجوّف شیٔ جس میں حضرت اسرافیلؑ پھونک ماریں گے، صور کو اردو میں نرسنگھا کہتے ہیں۔ جمع اَصْوَارٌ۔ تَاْتُوْنَ (ض) مضارع جمع مذکر حاضر، اَتٰی، (ض) اِتْیَانًا واَتْیًا: آنا اَفْوَاجًا، فَوْجٌ کی جمع، (گروہ، جماعت) جمعُ الجمع اَفَاوِجُ وَاَفَاوِیْجُ۔ فُتِحَتْ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، فَتَحَ (ف) فَتْحًا: کھولنا۔ السَّمَاء آسمان، جمع سَمٰوٰت۔ (دراصل سَمَاوٌ تھا، الف ساکنہ کے بعد واو کنارہ میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل گئی) اَبْوَابًا، بَابٌ کی جمع، دروازہ۔ سُیِّرَتْ، (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی چلانا، اور سَارَ (ض) سَیْرًا: چلنا۔ الْجِبَالُ اَلْجَبَلُ کی جمع، پہاڑ۔ سَرَابًا، اسم جامد بمعنی چمکدار ریت (یعنی جو گرمی کی شدت سے دوپہر کے وقت چمکتا ہو) مطلق ریت مراد ہے (بیان القرآن)[۱]

البلاغۃ: قولہ فُتِحَتْ، ماضی کا صیغہ تحقیق پر دلالت کرنے کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ (باقی تفصیل حاشیہ[۲] میں)

ترکیب اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیقَاتًا...... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، یَوْمَ الْفَصْلِ مرکب اضافی ہو کر اِنَّ کا اسم، کَانَ مِیْقَاتًا، جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، (فی محلِ رفع) یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصور فتاتون اَفْوَاجًا...... (یَوْمَ الْفَصْلِ سے بدل ہے مگر پہلے ضمنی ترکیب ملاحظہ فرمائیں۔ یَوْمَ مضاف یُنْفَخُ فعل مجہول، فی الصور جار مجرور ینفخ کے لئے بمنزلہ نائب فاعل (والنافخ اسرافیلُ) فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف علیہ، (فی محلِ جرٍ) فا عاطفہ، تَاْتُوْنَ

---

۱ سراب کے لفظی معنی ذہاب یعنی چلے جانے کے ہیں جنگل کا وہ ریت جو دور سے چمکتا ہوا پانی کی طرح نظر آتا ہے اسکو بھی اسی مناسبت سے سراب کہتے ہیں۔ کہ وہ قریب پہنچتے ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے والمرادُ ہٰہنا صارتِ الجبالُ شیئًا لا حقیقۃ لہا لتفتتا اجزائہا (مظہری)

۲ **نکتہ:** کبھی کلام کو ظاہر کے تقاضے کے برخلاف استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شیٔ کے وقوع اور تحقق کو یقینی طور سے بتلانے کے لئے بجائے مضارع کے ماضی کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی نیک فالی کی غرض سے بجائے مضارع کے ماضی استعمال کرتے ہیں، جیسے اِنْ شفاکَ اللّٰہُ الیومَ تذھب معی غدًا (اگر اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو شفا دیدی تو آپ کل میرے ساتھ چلیں گے، دیکھئے یہاں یشفی کے بجائے شفاک استعمال ہوا، اور مقصد نیک فال لینا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے شفا دے ہی دی، اور کبھی ماضی کی جگہ مضارع کو استعمال کرتے ہیں، کبھی اس غرض سے کہ سامع کے ذہن میں کسی عجیب وغریب منظر کی تصویر کشی اور عکاسی کرنا ہوتی ہے، جیسے واللّٰہُ الذی أرسلَ الریاحَ فتثیرُ سحابًا، أی فأثارتْ (اور اللہ ایسا ہے جس نے ہوائیں چلائیں، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو) اور کبھی ماضی کی جگہ مضارع لانے کی غرض اوقاتِ ماضیہ میں استمرار کو بتلانا ہوتی ہے، جیسے اللہ کا قول لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِی کَثِیْرٍ مِن الاَمْرِ لَعَنِتُّمْ (اگر وہ رسول بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے)

اَفْوَاجًا جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، (فی محلِ جرّ) (اور اَفْوَاجًا حال ہے تاتُوْنَ کی ضمیر فاعل سے، بمعنی مُقْتَحِمِین، اِقْتِحَام (افتعال) ہجوم کرنا) وَفُتِحَتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ...... واو، عاطفہ فُتِحَتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا باہم معطوف ومعطوف علیہ جملہ ہوکر پھر معطوف علیہ معطوف (فی محل جرّ) (كَانَتْ کے اندر ضمیر اسم، اور اَبْوَابًا خبر، اور اَبْوَابًا کا حمل مبالغۃً ہے یا پھر تقدیرِ عبارت ذا اَبْوَاب ہے اور فکانت کا فا تعقیبیہ ہے) وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ...... واوَ عاطفہ سُيِّرَتِ الجبالُ فكانت سَرَابًا معطوف ومعطوف علیہ ہوکر پھر ماقبل کے لئے معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملاکر يُنْفَخُ پر عطف اور وہ يَوْمَ کا مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی يَوْمَ الفصل سے بدل ہے اور وہ اسم اِنَّ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (جلالین میں ہے اِنّہ کلامٌ مستانفٌ واقعٌ فی جوابِ سوالٍ مقدّرٍ تقدیرہ ما وقتُ البعثِ فقالَ اِنَّ یوم الفصل الخ واَکّدَہٗ بِاَنَّ لِتردُّدِ الکفار فیہ (جلالین حاشیہ)

فائدہ فا کی چند قسمیں حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں [1]

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید قولہ: وفتحت السماء الخ وہ سماء جو زمین کا مقابل ہے مؤنث ہے وقد یذکر ویستعمل للواحد والجمع لقولہ تعالیٰ ثم استوی الی السماء فسوّٰھُنَّ، وقال السماء منفطرٌ بہ اور وہ سماء جس کے معنی بارش کے ہیں مذکر ہے، جمع اَسْمِیَۃ (المعجم)

تحقیق مفید یوم یُنفخُ فِی الصُّور میں فی الصور جار مجرور کو نائب فاعل بنایا گیا تو یاد رکھئے کہ کبھی جار مجرور نائب فاعل بن جاتا ہے، لیکن اب متعلق نہیں کیا جائے گا اسی طرح جار مجرور کبھی فاعل بھی بنتا ہے جیسے: کفی باللہ میں باللہ۔ ما اصاب من مصیبۃ۔ میں من مصیبۃ۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِیْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ

بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے • سرکشوں کا ٹھکانا • جس میں وہ بے انتہاء زمانوں رہیں گے • اس میں نہ وہ کسی

فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾

ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا • بجز گرم پانی اور پیپ کے •

---

[1] قولہ فتاتون، یہ فا فصیحہ بھی ہوسکتا ہے اَیْ فتحیون فتبعثون مِنْ قبورکم فتاتونَ اَفْواجًا (روح المعانی)

فائدہ: فا کی تین قسمیں ہیں (۱) فا عاطفہ (۲) فا رابطہ (۳) فا زائدہ۔

فاء عاطفہ: تین چیزوں کا فائدہ دیتی ہے۔ نمبر ایک ترتیب کا، ترتیب معنوی ہو جیسے قامَ زیدٌ فعمرٌو یا ترتیب ذکری ہو اور وہ مفصل کا مجمل پر عطف کرنا ہے جیسے توضّأ فغسَلَ وجہَہٗ ویدیہ ومَسَحَ راسَہٗ ورِجْلَیْہ نمبر دو تعقیب کا فائدہ دیتی ہے یعنی فاء کے مابعد کا تحقق ماقبل کے بعد متصلا ہے جیسے دَخَلْتُ البصرۃَ فبغداد اور ہر چیز میں تعقیب اسی کے اعتبار سے ہوگی لہٰذا تزوّج زیدٌ فوُلِدَلہ میں فا تعقیبیہ ہے نمبر تین فا کبھی سببیت کا فائدہ دیتی ہے وذلک غالبٌ فی العاطفۃ جملۃً او صفۃً جیسے "فتلقّٰی آدمُ من ربّہ کلماتٍ فتابَ علیہ" "لاکلون من شجرٍ من زقّوم فمالئون منہا البطون فشاربون علیہ من الحمیم" وقد تجیئی فی ذلک لمجرد الترتیب جیسے فراغَ الٰی اھلہٖ فجاءَ بعجلٍ سمینٍ فقرّبَہٗ الیہم

فاء رابطہ اَنْ تکونَ رابطۃً للجوابِ، یعنی جو شرط کے جواب میں ہو، خواہ جواب جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ۔

فاء زائدہ: کبھی فاء زائدہ ہوتی ہے اَیْ دخولہا فی الکلامِ کخروجہا جیسے اَخُوْکَ فَوَجَدَ۔ (فا کبھی استئنافیہ، تعلیلیہ، فصیحہ، اور تفریعیہ بھی ہوتی ہے)

تشریح ماقبل میں یوم الفصل کا ذکر تھا اب یہاں سے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اس کا بیان ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ''اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾'' بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے مرصاد بروزن مفعال اسم ظرف مکان ہے بمعنی ''گھات کی جگہ'' یعنی جہنم کے پل پر جو عذاب کے فرشتے مقرر ہیں وہ انتظار اور گھات میں ہیں کہ کافر آویں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب دینے لگیں[1] ''لِلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾'' سرکشوں کا ٹھکانا (للطاغین، مآباً، کا متعلق مقدم ہے اور مآباً، کَانَتْ کی خبر ثانی ہے، مطلب یہ ہے کہ دوزخ گھات کی جگہ ہے اور سرکشوں کا ٹھکانا ہے، طاغی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سرکش اور نافرمانی میں حد سے گذر جائے اور یہ جبھی ہوسکتا ہے جب کہ وہ ایمان سے نکل جائے اس لیے طاغین سے مراد یہاں کفار ہوں گے (معارف) ''لّٰبِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾'' جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے (لابثین الخ حال ہے ماقبل الطاغین کی ضمیر سے، اور اَحقاباً، حُقُبٌ وحُقُبٌ کی جمع ہے جس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں یعنی ایک حقب چالیس سال کا ہوتا ہے، بعض نے کہا ستر سال کا، بعض نے کہا اَسّی سال کا، بعض نے کہا ستر ہزار سال کا، بعض نے کہا کہ حُقُب زمان غیر محدود کو کہتے ہیں یعنی بے انتہا زمانہ کو (روح) مطلب یہ ہے کہ زمانوں پر زمانے گزرتے چلے جائیں گے، مگر ان کافروں، سرکشوں کی مصیبت کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔

اعتراض: حُقُب کی مقدار ستر سال ہو یا اَسّی یا کم وبیش اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت طویلہ کے بعد کفار جہنم سے نکل جائیں گے حالاں کہ یہ قرآن کی دوسری واضح آیتوں کے خلاف ہے مثلاً قرآن میں ہے خَالِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا، وفی العذاب هم خالدون۔

جواب: بہت سے محققین ومفسرین نے حُقُب کے معنی زمان غیر محدود مراد لیے ہیں یعنی ایسا زمانہ جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو، لہٰذا آیت کے اندر کفار کے جہنم سے نکلنے اور عدم خلود پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ نیز اَحقَاباً کو جمع کے ساتھ استعمال کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جہنم کفار کے لیے شروع ہو کر پھر کبھی ختم نہ ہوگا۔

''لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾'' اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے (بَرْدًا کے معنی ہے ٹھنڈک یعنی ایسی چیز جس سے کلیجے کو ٹھنڈک وراحت میسر ہو، لہٰذا اس سے زمہریر کی نفی نہیں ہوتی یعنی جہنم کا وہ حصہ جس میں بہت سرد ہواؤں کے ذریعہ ٹھنڈک اور جاڑے کا عذاب دیا جاتا ہے[2] اور شراب بمعنی مشروب ہے یعنی پینے کی چیز، مطلب یہ ہے کہ جہنم کے

[1] جہنم کے پل پر ثواب کے فرشتے بھی انتظار کرتے ہیں اور وہ اہل جنت کو ان کے مقام تک پہنچادیتے ہیں، اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ دوزخ سب لوگوں کی گزرگاہ ہوگی جیسا کہ دوسری آیت ہے وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا۔

[2] ابرار کے بارے میں فرمایا گیا مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا (ترجمہ: نیک لوگ جنت میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے اور نہ جاڑا)

اندر جہنمیوں کو پینے کی ایسی کوئی خوشگوار چیز نہیں ملے گی جو پیاس بجھائے ہاں حمیم وغساق پینا پڑے گا۔ حَمِیْم کے معنی ہے کھولتا ہوا گرم پانی جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو، اور غَسَّاق کے معنی ہے جہنمی لوگوں کے بدن سے بہنے والا خون پیپ، حال یہ ہوگا کہ حمیم کے بے انتہا گرم اور غساق کے نہایت بدبودار ہونے کی وجہ سے جہنمی لوگ اس کو پینا نہیں چاہیں گے مگر فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے، جس وقت اس گرم پانی کو منھ کے قریب کریں گے تو شدتِ حرارت سے دماغ تک کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی، پھر وہ منھ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت وکراہت سے ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتارے گا۔ اور جوں ہی وہ پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کرا ستنجے کی راہ سے باہر آجائیں گی، کما فی قولہ تعالیٰ: وسُقُوْا مَاءً حَمِیْمًا فقطَّعَ اَمْعَاءھم۔

لغات جَهَنَّمَ. دوزخ کے ایک طبقہ کا نام بر بنائے علمیت وتانیث غیر منصرف ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ دراصل فارسی لفظ تھا یعنی جَهْنَام معرّب کرلیا گیا۔ (مجم) (ابن جریج سے مروی ہے کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں، جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ھاویہ) مِرْصَادًا. اسم ظرف مکان، گھات کی جگہ، مِفْعَال کا وزن جس طرح اسم آلہ کے لئے آتا ہے اسی طرح اسم ظرف کے لئے بھی آتا ہے جیسے مِضْمَارٌ (وہ جگہ جہاں گھوڑوں کو دوڑ کے لئے سدھاجائے) رَصَدَ (ن) رَصْدًا ورَصَدًا: گھات میں بیٹھنا[1]۔ الطّٰغِیْنَ (ف) اسم فاعل جمع مذکر الطَّاغِی کی جمع (سرکش) طغٰی یطْغٰی (ف) طَغْیًا وطُغْیانًا: ظلم اور گناہوں میں حد سے بڑھ جانا۔ مَآبًا. اسم ظرف، لوٹنے کی جگہ یعنی ٹھکانا، جمع مَآوِب، دراصل مَأْوَبٌ ہے، واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی اور چونکہ واؤ دراصل متحرک تھا اور ماقبل اب مفتوح ہے اس لئے واؤ کو الف سے بدل دیا، آبَ (ن) اَوْبًا ومآبًا وایابًا: لوٹنا، (مہموز الفاء واجوف واوی ہے) لٰبِثِیْنَ (س) اسم فاعل جمع مذکر، لَبِثَ (س) لَبْثًا ولُبْثًا: ٹھہرنا، (فیھا کی ضمیر کا مرجع جہنم ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے) اَحْقَابًا. حُقُبٌ (بضمتین) وحُقْبٌ کی جمع، بے انتہا زمانے (بیان القرآن) لَا یَذُوْقُوْنَ وہ نہیں چکھیں گے، (ن) مضارع منفی جمع مذکر غائب، ذَاقَ (ن) ذَوْقًا ومَذَاقًا: چکھنا۔ بَرْدًا. اسم بمعنی ٹھنڈک، مراد راحت (بیان القرآن)[2] لَا. لا شرابًا میں لا زائدہ ہے، حروفِ زیادت آٹھ ہیں: یعنی جن کو کلام کے اندر زینت کے لئے لایا جاتا ہے، وہ یہ ہیں اِنْ اَنْ مَا لا مِنْ ک ب ل واضح رہے کہ لا تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) واؤ عاطفہ کے بعد، جب کہ وہ نفی کے بعد آیا ہو جیسے آیت مذکورہ میں، (۲) اَنْ مصدریہ کے بعد جیسے ما منعک اَن لا تسجد اِذْ اَمَرْتُکَ؟ (۳) قسم سے پہلے جیسے لا اُقسم بھٰذا البلد۔ مزید تفصیل اختیاری مطالعہ میں شَرَابًا. بمعنی مَشْرُوب، پینے کی چیز، شربت، شراب وغیرہ، جمع اَشْرِبَہ، شَرِبَ (س) شُرْبًا ومَشْرَبًا: پینا۔ اِلاَّ چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے استثناء (۲) برائے حصر، جب کہ نفی کے بعد استثناء ہو، اور اس کے بعد اعراب حسب استعمال ہوتا ہے، (۳) اسمیہ بمعنی غیر جب کہ موصوف جمع منکر ہو یا مشابہ جمع منکر ہو جیسے لَوْ کَانَ فِیْهِمَا

---

[1] قولہ مرصادًا، جاز اَن یکون صیغۃ مبالغۃ، ای ھی راصدۃ للکافرین بمعنی خطر، گھاتی (روح المعانی، قاموس)

[2] بَرَدَ (ن) بَرْدًا وبَرُدَ (ک) بُرُودۃً ٹھنڈا ہونا۔

آلِھۃٌ الا اللہ لفسدتَا اور مشابہ جمع منکر کی مثال میں مغنی اللبیب کے اندر ص ۲۷ پر ایک شعر مذکور ہے اس میں لفظ الاصوات کو پیش کیا ہے وقالَ فاِنَّ تعریفَ "الاَصوات" تعریفُ الجنس (۴) اِنْ اور لاَ سے مرکب جب کہ اس کے بعد فعل مضارع مجزوم ہو جیسے الاّ تنصروہ فقد نصرہ اللہ (المعجم المفصل) مغنی اللبیب میں ہے کہ اِلاّ کوفیوں کے یہاں حرفِ عطف ہے بمنزلہ لا کے اور بعض کے یہاں الاّ زائدہ بھی ہوتا ہے۔ حَمِیْمًا، صفت مشبہ (قاموس القرآن) کھولتا ہوا گرم پانی، جمع حَمَائم، حَمَّ الماءَ ونحوہٗ (ن) حَمًّا: پانی وغیرہ گرم کرنا حَمَّ الماءُ ونحوہ، (س) حَمَمًا: پانی وغیرہ گرم ہونا۔ غَسَّاقًا، اسم بمعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا پیپ۔ وقیل الحمیم یحرق بحرہٖ والغساقُ یحرق ببردہٖ۔

ترکیب اِنَّ جَھَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا لِلطَّاغِیْنَ مَاٰبًا لٰبِثِیْنَ فِیْھَا اَحْقَابًا... اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل جَھَنَّمَ اسم اِنَّ، کَانَتْ فعل ناقص ضمیر مستتر اس کا اسم، مِرْصَادًا خبر اول، لِلطّٰغِین متعلق مقدم مآبًا کے اور وہ کانَتْ کی خبر ثانی (روح المعانی) لابِثِینَ فیھا اَحْقَابًا، الطاغین کی ضمیر سے حال مقدرہ (فِیْھَا متعلق لابثین کے اور اَحْقابًا ظرف لابثین کا) فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، (فی محل رفع) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا، (لا محل لھا) (کلامٌ مستانفٌ مَسُوْقٌ لِلشّروع فی وصفِ اَحْوالِ جھنّم[۱])

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا...... لا یذوقون فعل، واؤ ضمیر فاعل فیھا متعلق بَرْدًا ولا شرابًا مرکب عطفی مفعول بہ، (اور لا اس کے اندر زائدہ ہے برائے تاکید نفی) اِلاّ اداۃِ حصر[۲] حمیمًا وغَسَّاقًا، معطوف ومعطوف علیہ ہو کر شرابًا سے بدل یا مستثنیٰ منقطع، پھر یہ مکمل جملہ، جملہ مستانفہ۔ (جلالین، روح المعانی)[۳]

---

۱ قولہ لِلطّٰغین، کائنًا کے متعلق ہو کر مآبًا سے حال بھی ہو سکتا ہے وقُدِّم لکونہ نکرۃً نیز کائنًا کے متعلق ہو کر مِرْصَادًا کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور مِرْصَادًا کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

۲ **نکتہ**: حصر کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی مخصوص طریقے سے منحصر کرنا، جیسے ما فَھِمَ الا زیدٌ (صرف زید ہی سمجھا) اس مثال میں ایک مخصوص طریقہ یعنی ما اور الا کے ذریعہ قصر کیا گیا ہے قصر کی دو قسمیں ہیں، (۱) قصر حقیقی (۲) قصر اضافی، قصر حقیقی وہ ہے کہ جس میں ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ حقیقتِ حال کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو، جیسے لا کاتب فی المدینۃ الا علیٌّ اس شہر میں سوائے علی کے کوئی کاتب نہیں، (یہ جب درست ہوگا جب کہ حقیقتِ حال ایسی ہی ہو) اور قصر اضافی وہ ہے کہ جس میں ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ کسی متعین چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاص کیا ہو جیسے ما علیٌّ الا قائمٌ، علی تو کھڑا ہی ہے، اس میں صفتِ قیام کو صفتِ قعود کی بنسبت خاص کیا گیا ہے، علی سے دیگر تمام صفات کی نفی مقصود نہیں ہے، مزید تفصیل دروس البلاغہ میں۔

۳ لایذوقونَ الخ یہ اَحْقَابًا کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور لابثین کی ضمیر سے حال متداخلہ بھی، اور حمیمًا وغسّاقًا مستثنیٰ متصل بھی مانا جا سکتا ہے ولا شرابًا کے عموم سے، والاحسنُ اَنّہ بدلٌ مِنْ شرابًا (جلالین) اور غسّاقًا کے حمیمًا سے مؤخر ہونے کی وجہ رعایت فواصل ہے۔

نکتہ: حال کی دو قسمیں ہیں: محققہ ومقدرہ۔ **حال مقدرہ** وہ ہے کہ فعل کے صدور ووقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک نہ ہو جیسے فادخلوھا خالدین کہ بوقت دخول خلود ناممکن ہے۔ **حال محققہ** وہ ہے کہ فعل کے صدور ووقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک ہو، اس کی سات قسمیں ہیں، **حال منتقلہ** یعنی جو اپنے ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے، **حال موکدہ** وہ حال ہے جو اکثر اوقات ذوالحال سے جدا نہ ہو جیسے زیدٌ ابوک عطوفًا۔ **حال دائمہ** وہ حال ہے جو اپنے ذوالحال سے کبھی جدا نہیں ہوتا جیسے کفٰی باللہ شھیدًا۔ **حال متداخلہ** وہ حال ہے کہ جو حال اول کے معمول سے واقع ہو جیسے جاءنی زیدٌ راکبًا ضاحکًا (ضاحکًا حال ہے راکبًا کی ضمیر سے) **حال مترادفہ** ایک ذوالحال سے چند حال آ جائیں جیسے جاءنی زیدٌ راکبًا ضاحکًا۔ **حال مطلوبہ** جس کے ذوالحال کی طلب مقصود ہو جیسے یا زیدُ ضاحکًا۔ **حال معنوی** وہ حال ہے جس کا ذوالحال معنوی ہو جیسے ھٰذا زیدٌ قائمًا ("مشکل ترکیبوں کا حل" ص ۲۸۱)

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید لا کی تین قسمیں ہیں: **پہلی قسم**: لا کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ نافیہ ہو اور نافیہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) لائے نفی جنس، یہ إنَّ جیسا عمل کرتا ہے، مگر یہ صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے، نیز اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں ہوتی، اگرچہ ظرف و جار مجرور ہی کیوں نہ ہو، نیز اس کی خبر عموماً محذوف رہتی ہے۔ (۲) لا مشابہ بلیس۔ (۳) لا عاطفہ، اور اس کی تین شرطیں ہیں، شرط اوّل یہ ہے کہ اس سے پہلے اثبات ہو جیسے جاء زید لا عمروٌ. شرط ثانی یہ ہے کہ یہ حرف عطف کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے جاء نی زید لا بل عمروٌ۔ پس اس میں حرف عطف بَلْ ہوگا۔ شرط ثالث یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ دونوں معاند ہوں یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک دوسرے پر صادق آجائے جیسے جاء نی رجل لا زیدٌ، لہٰذا یہ جائز نہ ہوگا۔ (۴) لا جوابیہ، جو نعم کے برخلاف ہوتا ہے اس کے بعد جملہ اکثر محذوف رہتا ہے جیسے کوئی کہے أجاءك زید، جواب میں کہا جائے۔ لا ای لم یجئنی۔ (۵) وہ لا جو مذکورہ اقسام کے علاوہ ہو، لہٰذا لا کے بعد اگر جملہ اسمیہ ہو تو خواہ اس کا شروع معرفہ ہو جیسے: لا الشمس ینبغی لها ان تدرك القمر و لا اللیل سابق النهار یا نکرہ ہو، یا فعل ماضی ہو لفظاً یا تقدیراً، اس میں یہ لا عمل نہیں کرے گا، اور تکرار واجب ہوگا۔ نکرہ کی مثال لا فیها غولٌ و لا هم عنها ینزفون فعل ماضی کی مثال فلا صدق و لا صلّٰی اسی طرح اگر مفرد پر بھی داخل ہوگا خواہ وہ مفرد خبرہو یا صفت ہو یا حال ہو تکرار واجب ہوگا جیسے: زیدٌ لا شاعر، و لا کاتبٌ اور اگر مضارع پر داخل ہوگا تو تکرار واجب نہ ہوگا۔

دوسری قسم: لا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ طلب ترک کے لیے موضوع ہو، اس کا دخول مضارع پر ہوگا اور وہ مضارع مجزوم ہوگا اور معنی مستقبل کے ہوں گے، خواہ طلب مخاطب سے ہو یا غائب سے یا متکلم سے جیسے یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء.

تیسری قسم: لا کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ زائدہ ہو اور اس کے تین مقامات ہیں جو تحت اللغات آچکے ہیں۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾

یہ پورا بدلہ ملے گا • وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے • اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے •

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے • سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے •

تشریح ماقبل میں کفار کے جہنم رسید ہونے اور وہاں کی کچھ سزاؤں کا ذکر تھا، اب یہاں سے یہ فرما رہے ہیں کہ کفار کو جہنم کے اندر جو سزا دی جائے گی وہ بغیر کسی کمی و زیادتی کے ان کے عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ کا پورا پورا بدلہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر رتی برابر ظلم نہیں کرتے تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

"جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾" یہ (ان کو) پورا بدلہ ملے گا یعنی ایسا بدلہ جو ان کے اعمال کے موافق ہوگا، وِفَاق مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اَیْ مُوَافِقًا لِاَعْمالهم کسی نے سچ کہا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ ☆ جنت دوزخ حق پر ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں: ''اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا'' وہ لوگ حساب یعنی قیامت کا اندیشہ نہ رکھتے تھے۔ ''وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا'' اور وہ لوگ ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو یوں ہی بیکار اور ضائع کر دیا، ''وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا'' اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے یعنی ہم نے ان کے اعمال میں سے ہر چھوٹی بڑی چیز کو ان کے نامۂ اعمال میں لکھ کر ضبط و محفوظ کر رکھا ہے، ''فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا'' سو (ان اعمال پر ان کو مطلع کر کے کہا جائے گا کہ اب ان اعمال کا) مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے یعنی جس طرح تم تکذیب و انکار میں بڑھتے ہی چلے گئے اسی طرح ہم بھی تمہارے اوپر عذاب کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے، (یہاں صیغۂ امر برائے اہانت و تحقیر ہے، (روح)

یارب میری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

لغات جزاءً مصدر، جَزیٰ (ض) جزاءً: بدلہ دینا۔ وِفَاقًا مصدر از مفاعلت، بمعنی اسم فاعل، وافَقَ الشیءَ مُوافقۃً ووِفاقًا: موافق ومطابق ہونا، وَفِقَ (حَسِبَ) وَفقًا: موافق ہونا۔ لا يَرْجُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، رَجَا (ن) رَجاءً: امید رکھنا، اندیشہ رکھنا، (اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر واؤ بعد ضمہ واقع ہو، اور اس کے بعد واؤ ہو، یا یاء بعد کسرہ واقع ہو اور اس کے بعد یاء ہو تو یہ واؤ اور یاء ساکن ہو جاتی ہے اور پھر بوجہ اجتماعِ ساکنین گر جاتی ہے) حِسَابًا بمعنی حساب ومحاسبہ، مصدر از باب نَصَرَ، حَسَبَ (ن) حِسَابًا وحُسْبانًا: حساب کرنا، شمار کرنا، قرآن میں ہے وکفٰی بنا حاسبین باب مفاعلت سے ماننا بھی درست ہے قرآن میں ہے فحاسبناھا حسابا شدیداً (باب سَمِعَ وحَسِبَ وکرُمَ سے دوسرے معنی آتے ہیں) كَذَّبُوْا (تفعیل) ماضی جمع مذکر غائب، كَذَّبَ بالأمرِ تکذِیبًا وکِذَّابًا: کسی بات کا انکار کرنا، کَذَبَ (ض) کِذْبًا وکَذِبًا: جھوٹ بولنا، آیات واحد آیۃٌ، آیت، حکم، نشانی، كِذَّابًا باب تفعیل کا مصدر شیٔ باب فتح کا مصدر، حاصل مصدر کے معنی میں مستعمل ہے، بالفاظِ دیگر ہر وہ چیز جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ (اعراب القرآن وصرفہ) اَحْصَيْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، اَحْصَی الشیءَ اِحْصاءً: شمار کرنا، محفوظ کرنا، مادہ حَصْيٌ، حَصٰی (ض) حَصْیًا: کنکری مارنا۔ کِتَابًا مصدر از نصَرَ، کَتَبَ (ن) کَتْبًا وکِتَابًا وکِتَابَۃً: لکھنا[1]۔ ذُوْقُوْا (ن) امر جمع مذکر حاضر، ذَاقَ (ن) ذَوْقًا ومَذَاقًا، چکھنا، (اس میں قولوا کی طرح تعلیل ہوئی ہے) لَنْ نَزِيْدَ (ض) نفی تاکید بلن در فعل مضارع، جمع متکلم، زادَ الشیءَ (ض) زَیْدًا وزیادۃً ومَزِیدًا: زیادہ کرنا، زادَ الشیءُ: زیادہ ہونا (لازم ومتعدی) (نَزِیْد میں قاعدہ نمبر ۸ جاری ہوا ہے) عَذَابًا تعذیب (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، دکھ وغیرہ، جمع اَعْذِبَۃ۔

ترکیب جَزَاءً وِفَاقًا... مرکب توصیفی ہو کر فعل محذوف يُجْزَوْنَ کا مفعول مطلق اور پھر جملہ مستانفہ (لامحل لہا) (وِفاقًا، مصدر یا تو بمعنی اسم فاعل ہے اَیْ مُوَافِقًا لِاَعْمالِھِم، یا بتقدیر مضاف صفت ہے اَیْ ذَا وِفَاقٍ، اَوْ حُمِلَ بناءً

[1] کتاب کا لفظ جو مروّج ہے یعنی بمعنی رسالہ وہ بروزن فِعال ہے بمعنی مفعول ''لکھا ہوا''۔

علی المبالغة) اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا...... (هذه الجملةُ تعليلٌ لقوله جزاءً) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، هُمْ ضمیر اسم اِنَّ، کانوا فعل ناقص مع اسم، لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا جملہ ہو کر خبر (محل نصب میں) فعل ناقص مع اسم وخبر کے جملہ ہو کر معطوف علیہ (محل رفع میں) وكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا...... جملہ ہو کر معطوف (محل رفع میں) (كِذَّابًا مفعول مطلق) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہو کر معطوف علیہ، وكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا... واوٗ عاطفہ كُلَّ شَيْءٍ ما اضمر عامله على شريطة التفسير سے ہے اور مفعول بہ ہے فعل محذوف اَحْصَيْنَا کا، (لامحل لها من الاعراب) اور اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا اس کی تفسیر (ضمیر منصوب متصل مفعول بہ كِتٰبًا، مكْتُوبًا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر اَحْصَيْنٰهُ کی ضمیر مفعول سے حال) مفسر اپنی تفسیر سے مل کر اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُوْنَ پر معطوف[1] فَذُوْقُوا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا...... فا تعلیلیہ (مسبّبٌ عَنْ كفرهم بالحساب وتكذيبهم بالآيات ذُوْقُوا، فعل، واوٗ ضمیر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ (اعراب القرآن) لَنْ نزيدكم اِلَّا عَذَابًا جملہ ہو کر معطوف، (كُمْ مفعول بہ لَنْ نزيدكا، اِلَّا اداۃِ حصر، عذابًا مفعول بہ ثانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (یہ جملہ، ماقبل اِنَّهُمْ كانوا لايرجون الخ کا مسبّب ہے تدریس قرآن اور بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے فذوقوا سے پہلے يُقَالُ محذوف نکالا جائے گا اور جملۂ ذوقوا الخ اس کا نائب فاعل ہوگا ای فیقالُ لهم فی الآخرة عند وقوع العذاب عليهم ذوقوا) (جلالین)[2] (فحذفَ القولُ وانتقلتِ الفاءُ الى المقول، مغنی اللبیب: ص ۵۶)

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے • یعنی باغ اور انگور • اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں • اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب •

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ •

---

[1] قوله وكل شيءٍ اَحْصَيْنَاه كتابًا، كتابًا کو بعض نے مفعول مطلق ماننا بھی صحیح قرار دیا ہے لِاَنَّ الاحصاءَ والكتابةَ يَشْتَرِكَانِ فی معنی الضبطِ، اَوْ لِاَنَّ اَحْصَيْنَاه بمعنی كتبناهُ، اَوْ كتابًا بمعنی اِحصاءً: (جلالین) بعض نے وكُلَّ شيءٍ الخ کو سبب ومسبب کے درمیان جملہ معترضہ مانا ہے سبب ہے انهم كانوا لايرجون حسابًا اور مسبب ہے فذوقوا (اعراب القرآن) (ما اضمر عاملهٗ على شريطة التفسير، یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر مابعد فعل یا شبہ فعل کر رہا ہو۔

[2] قوله فَذُوْقُوا الخ بعض نے کہا کہ یہ فا جزائیہ ہے اَیْ اِنْ كَذَّبْتُمْ فی الدنيا فذوقوا العذاب فی الآخرة، اور یہ جملہ قول مقدر کا مقولہ ہوگا اَیْ فيقالُ لهم ذوقوا الخ (اعراب القرآن وصرفهٗ وبيانهٗ)

فائدہ عطف الخبر على الانشاء کو اہل بیان منع فرماتے ہیں مگر دیگر حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں مغنی اللبیب ص: ۴۸۲ ج ۲ مزید تفصیل در نجوم الحواشی، اور عطف الاسمية على الفعلية وبالعكس کی بھی مغنی اللبیب کی عبارت سے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

تشریح ماقبل میں کفار کے لیے عذاب کا ذکر تھا، اب یہاں سے مومنین کے لیے ثواب کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ ''خدا سے ڈرنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی باغ اور انگور، متقیوں یعنی خدا سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والوں اور اطاعت پر پابند رہنے والوں کے لیے بیشک کامیابی ہے یعنی کھانے اور سیر وتفریح کے لیے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے، مثلاً کھجور، انار، انگور جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ بلکہ ہر وہ چیز ملے گی جس کو طبیعت چاہے گی، حدائق میں انگور بھی داخل ہیں، مگر بوجہ اہتمام اس کو علیحدہ بیان کیا، اس کو تخصیص بعد التعمیم کہتے ہیں، کیوں کہ انگور میں فرحت اور لطف زیادہ ہے، مگر یاد رکھئے کہ جنت کی نعمتوں اور پھلوں کا دنیوی نعمتوں اور پھلوں کے ساتھ صرف اسمی اشتراک ہے یعنی فقط نام میں شرکت ہے لطف اور ذائقہ میں نہیں، چناں چہ آقائے مدنی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی کہ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا۔

''وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ ''اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں یعنی جنت کے اندر دل بہلانے اور مزید راحت کا سامان بننے کے لیے نوخاستہ عورتیں ہوں گی، یعنی جنت کی حوریں جن کو جنت کے اندر کسی عورت سے ولادت کے بغیر ہی پیدا کیا جائے گا، كَوَاعِب كَاعِبٌ کی جمع ہے یعنی نوخاستہ اور نوخاستہ کا مطلب ہے نوجوان کہ جن کی اٹھتی اور ابھرتی ہوئی جوانی ہوگی اور ان کی پستان قدرے ابھری ہوئی اور گول ہوں گی، اَتْرَاب تِرْبٌ کی جمع ہے یعنی ہم عمر عورتیں، اور ہم عمری کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ شوہر کے ہم عمر، تاکہ ہم عمری کے باعث عیش وتنعم کا لطف کامل نصیب ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور ایک شوہر کے ساتھ چوں کہ کئی کئی ہوں گی۔ اس لیے جب ان کی عمریں مساوی ہوں گی اور اونچ نیچ نہ ہوگی تو ان میں باہم محبت ہوگی اور یہ بات دماغ میں نہ رہے گی کہ شوہر کو مجھ سے رغبت زیادہ ہو کہ میری عمر کم ہے اور فلاں کی زیادہ ہے، ''وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ ''اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب یعنی اوپر تک بھرے ہوئے شراب کے پیالے پیش کیے جائیں گے کَاْس کے معنی پیالہ مگر عموماً خالی پیالہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ ایسے پیالہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں شربت یا شراب بھری ہوئی ہو، اور دِهَاق صفت مشبہ بمعنی مَدْهُوْق اسم مفعول ہے یعنی بھرا ہوا، ''لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ ''وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ یعنی جنت کی شراب چوں کہ پاکیزہ ہوگی جیسا کہ اس کو دوسری آیت میں شراب طَهُور فرمایا گیا اس لیے اس کو پی کر کوئی برا اثر دماغ پر نہ ہوگا اس لیے جنت کے اندر جنتی لوگ نہ بیہودہ اور لغو گفتگو سنیں گے اور نہ جھوٹ وفریب بلکہ سراپا امن وسلامتی کا ماحول ہوگا، برخلاف دنیوی ناپاک شراب کے کہ اس کو پی کر گالی گلوچ اور لغو بکواس سنی جاتی ہے۔ (روح، مظہری)

فیھا کی ضمیر کا مرجع: لایسمعون فیھا میں ھا ضمیر کا مرجع جنت ہے یا کاس (روح) جنت کا مرجع ہونا بایں طور ہوگا کہ مرجع ہے مَفَازًا اور مَفَازًا سے مراد حدائق ہے اور حدائق کے معنی ہے باغات وجنات (مظہری) یا مرجع کاس ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے (مظہری)

اختیاری مطالعہ

قرآن میں آم کا ذکر کیوں نہیں؟ جنتی جس چیز کی تمنا کرے گا وہ اس کو ملے گی قرآن میں ہے وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین، رہی وہ نعمتیں اور پھل فروٹ جو قرآن بیان کرتا ہے تو وہ مخاطبین کے انداز فکر اور انکی چند پسندیدہ چیزوں کا ذکر ہوتا ہے چناں چہ اہل عرب جن پھلوں کے خوگر تھے ان کا ذکر کر دیا، احصاو تحدید مقصود نہیں ہے کہ یہ شبہ ہو کہ شاید جنت میں آم نہ ملے گا ان شاء اللہ ملے گا۔

قولہ وکواعب: عورتوں کا ذکر کیوں؟ حدائق واعنابا کے بعد عورتوں کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بغیر عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لیے بہشتی عورتوں کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔

مردوں کو حوریں ملیں گی، عورتوں کو کیا ملے گا جنت کے اندر مومنہ عورتوں کو ان کے شوہر ملیں گے، اگر کسی عورت نے دنیا میں نکاح کیا ہی نہ تھا تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس آدمی کو چاہے پسند کرلے اس سے ہی اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر وہ کسی مرد کو پسند نہ کرے تو حُورٌ عِیۡنٌ میں سے ایک مرد پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس سے نکاح کر دے گا، اور جس نے دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی شوہر کئے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کو پسند کرے گی وہ مل جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اخیر والے شوہر کو ملے گی، اور جس مرد نے دنیا میں کئی عورتوں سے نکاح کیا وہ سب اس کو ملیں گی، اور اگر عورت نیک تھی کہ وہ شروع سے ہی جنت میں گئی اور شوہر جہنم میں گیا تو شوہر جہنم سے سزا بھگت کر جب واپس آجائے گا تو اب دونوں ساتھ رہیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ: جلد سوم)

کیا جنت میں جماع ہوگا؟ ہاں ہوگا مگر وہاں مجامعت کرنے سے نہ منی خارج ہوگی اور نہ غسل واجب ہوگا اور نہ ناپاکی ہوگی اور غلمان وخدام خدمت کے لیے ہوں گے، جماع کے لیے نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

لغات المتَّقِیۡن، (افتعال) اسم فاعل جمع مذکر، المتَّقِی کی جمع ہے (متقی وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کرے) اِتَّقی الشیئَ اِتِّقاءً: بچنا، ڈرنا، وقٰی (ض) وقیا ووِقایۃ: بچانا[1]۔ مُتّقی دراصل مُوتَقِیٌ تھا، واوٗ کو تا سے بدل کرتا کا تا میں ادغام کر دیا۔

قاعدہ: اگر بابِ افتعال کے فاکلمہ میں واوٗ یا یا اصلی ہو تو اس کو تا سے بدل کرتا کا تا میں ادغام کر دیتے ہیں۔ مَفَازًا مصدر میمی (کامیابی) فَازَ (ن) فَوۡزًا ومَفَازًا ومَفَازَۃً: کامیاب ہونا۔ (یا اسم مکان بمعنی موضع فوز) حدائق، حدِیۡقۃٌ کی جمع، وہ باغ جس کی چہار دیواری ہو[2]۔ اَعۡنَابًا، عِنَبٌ کی جمع، انگور، (انگور کی بیل کو بھی عنب کہتے ہیں، روح المعانی) ایک دانہ کو عِنَبَۃٌ کہتے ہیں۔ کواعِبَ، کاعبٌ کی جمع، نوخاستہ یعنی وہ لڑکی جس کی پستان قدرے ابھری ہوئی ہوں اور گول ہوں۔ کَعَبَ الثدیُ (ن) کُعُوۡبًا: پستان ابھرنا۔ کَعَبَتِ الفتاۃُ (ن) کُعُوۡبًا: لڑکی کا ابھری ہوئی

---

[1] تقویٰ کے تین درجے ہیں (۱) ادنیٰ یعنی جس کے ذریعہ خلود فی النار سے بچ جائے یعنی کفر وشرک سے اجتناب، (۲) اوسط یعنی کبائر سے بالکلیہ اجتناب اور صغائر پر عدم اصرار (۳) اعلیٰ یعنی ماسوی اللہ سے کلی انقطاع اور کبائر وصغائر سے احتراز۔

[2] حَدَقَۃُ العین سے تشبیہ مقصود ہے کہ جس طرح آنکھ کی پتلی پرنم اور گھری ہوئی ہوتی ہے اسی طرح حدیقۃ سے وہ باغیچہ مراد ہے جس میں پانی بھی ہو اور شجر بھی اور وہ مثل آنکھ کے چاروں طرف سے گھرا ہوا ہو (روح المعانی میں ہے وھی بُستانٌ فیہا انواع الشجر المثمر) توسیع استعمال کے بعد اس باغ پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا جس کی چار دیواری نہ ہو۔

پستان والی ہونا (لازم) کَعَبَ الاناءَ (ف) کَعْبًا: برتن وغیرہ بھرنا۔ (متعدی) اَتْرَابًا، تِرْبٌ کی جمع، ہم عمر عورتیں، ہم جولیاں۔ یعنی جو بچپن میں مٹی میں ساتھ کھیلا ہو، جنت میں مرد و عورت سب ہم عمر کر دئے جائیں گے، بعض روایاتِ حدیث میں ہے کہ سب کی عمر تینتیس (۳۳) سال کی ہوگی۔ (مظہری) کَأْسًا، جام شراب جمع اکْؤسٌ وکُؤُوسٌ (مونث سماعی ہے[1]) دِھَاقًا، قاموس القرآن میں ہے کہ فِعالٌ بمعنی مفعول ہے، بھرا ہوا، چھلکتا ہوا، دَھَقَ الکاسَ (ف) دَھْقًا و دِھَاقًا: پیالہ یا گلاس کو بھرنا، جام کو چھلکانا[2] لَغْوًا، مصدر، بیہودہ بات، لَغَا (ن) لَغْوًا: ولَغِیَ (س) لَغًا: فی القول۔ کلام میں غلطی کرنا۔ کِذّابًا مصدر از باب تفعیل: جھٹلانا۔

ترکیب اِنَّ للمتقین مفازًا حدائق واَعنابًا و کواعبَ اترابًا وکأساً دھاقًا... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، لِلمتقینَ جار مجرور کائنٌ محذوف کے متعلق ہوکر اِنَّ کی خبر مقدم، مفازًا، مبدل منہ، حَدَائِقَ واَعْنابًا و کواعِبَ اَترابًا وکأسًا دھاقًا...... باہم معطوف و معطوف علیہ ہوکر بدل اشتمال[3] (اَترابًا صفت ہے کواعِبَ کی، اور دِھَاقًا صفت ہے کأسًا کی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر اِنَّ کا اسم موخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لامحل لہا) (کلامٌ مستانفٌ مسوقٌ لبیانِ احوالِ اھل الجنۃ، اعراب القرآن) لاَ یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا وَّلاَ کِذّٰابًا...... لاَیَسْمَعُوْنَ فعل، واوٌ ضمیر فاعل، فیہا، جار مجرور متعلق، لَغْوًا ولا کذّابا، معطوف و معطوف علیہ ہوکر مفعول بہ (دوسرا لا زائدہ ہے برائے تاکید نفی) پھر یہ مکمل جملہ المتّقِیْنَ کی ضمیر سے حال ہے یا جملہ مستانفہ[4] (لامحل لہا)

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ

یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے • جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں، رحمن ہے،

لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ صَفًّا ۗ لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ

کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے • جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے • کوئی بول نہ سکے گا بجز اس

اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

کے جس کو رحمن اجازت دیدے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے •

---

[1] کأس کا اطلاق ظرف پر بھی ہوتا ہے اور مظروف پر بھی یعنی گلاس اور شراب دونوں پر مگر عموماً وہ جام یعنی وہ پیالہ مراد ہوتا ہے جو شراب یا شربت سے لبریز ہو۔ خالی پیالہ کو کوبٌ اور قدح کہتے ہیں۔ (لغات القرآن)

[2] دِھاقًا، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ میں ہے کہ دِھاق بروزن فِعال، صفت مشبہ ہے۔

[3] اگر مفازًا کو مصدر میمی مانیں تو حدائق واعنابًا الخ بدل اشتمال بنے گا اور اگر ظرف مکان مانیں تو بدل بعض بنے گا، اور رابطہ مقدر ہوگا، اَیْ حدائق فیہا یا پھر حدائق سے پہلے اَعْنی فعل مقدر ہے (روح المعانی)

[4] تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ جملہ کأسًا کی صفت بھی بن سکتا ہے اور اس صورت میں فِیْھا کی ضمیر کا مرجع کأسًا ہوگا اَیْ لایَسْمَعُوْنَ فی شربہا۔

تشریح ماقبل میں جن نعمتوں کا ذکر ہوا وہ مومنین کو ان کے اعمالِ صالحہ اور مساعیٔ جمیلہ کا بدلہ ملے گا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾'' یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے عطاءً حسابًا بدل ہے جزاءً سے، عطاءً کا معنی ہے انعام، اور حسابًا بمعنی کافیًا ہے، اور دونوں کو ملا کر ترجمہ ہوا کافی انعام۔

غور طلب بات: ان نعمتوں کو اولاً جزا کہا پھر عطا یعنی انعام، بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے کیوں کہ جزا اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے عوض میں ہو اور عطا وہ چیز کہلاتی ہے جو بلاعوض بطور انعام واحسان ہو، دونوں میں تطبیق بایں طور ہے کہ جنت کی نعمتیں صرف صورۃً مومنین کے اعمال صالحہ کی جزاء ہے اور درحقیقت وہ خالص عطائے ربانی اور اس کا انعام ہے، کیوں کہ انسانی اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں بن سکتے جو نعمتیں دنیا میں میسر ہیں چہ جائیکہ آخرت کی نعمتیں انسانی اعمال کے بعوض ہوں۔ ''رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ'' یہ آیت ربك سے بدل ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان ہیں، رحمن ہے۔ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾'' کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا کہ عرض معروض کر سکے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال ایسا ہے کہ کسی کو اس کی جانب سے مستقل طور پر یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کے سامنے لب کشائی کی جرأت اور عرض ومعروض کرے۔ مستقل اختیار کا مطلب یہ ہے کہ ہر کس وناکس آ کر خدا کے سامنے بولنے لگے، اور جو جی میں آئے اس کو بولے ایسا نہ ہوگا جیسا کہ آگے آ رہا ہے: ''یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۗ لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾'' جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو رحمن اجازت دے دے، اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے، لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ میں جو مضمون تھا یہاں سے اسی کی تاکید اور مزید وضاحت ہے کہ جس روز تمام ذی ارواح یعنی تمام جاندار اور فرشتے خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوں گے اس روز اس کے سامنے کوئی لب بھی نہیں ہلا سکے گا بلکہ صرف وہی شخص بولے گا جس کو رحمن بولنے کی اجازت دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے، ای قال قولاً صوابًا، یعنی صرف وہ بات بولے جس کی اجازت دی گئی، یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کافر والدین یا دوست احباب کی سفارش کرنے لگے تو اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

تخصیص بعد التعمیم: یوم یقوم الروح میں الروح سے مراد جاندار ہیں تو اس میں ملائکہ بھی آ گئے، پھر بوجہ اہتمام شان ان کو علیحدہ سے بھی بیان کیا اور فرمایا والملائکۃُ۔

نکتہ: مَنْ اَذِنَ له الرحمٰن میں ضمیر کی جگہ لفظ الرحمن کو لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکلم کی اجازت دے دینا محض اس کا رحم وکرم ہے۔

لغات جزاءً، باب ضرب کا مصدر، بدلہ دینا۔ رَبّ، مالک، پروردگار، حاجت روا، جمعہٗ اَرْبَابٌ، دراصل باب نصر کا مصدر ہے بمعنی التربیۃ اور تربیت کے معنی ہیں کسی چیز کو دھیرے دھیرے درجۂ کمال تک پہنچانا، پھر بطور مبالغہ،

مصدر (رب) کو بطور صفت استعمال کیا جانے لگا جیسے زیدٌ عَدْلٌ اَیْ عَادِلٌ[1] عطاءً، اِعْطاءٌ کا اسم مصدر، عطیۃ، بخشش، انعام، جمع اَعْطِیۃ، عَطا الشیئ والیہ (ن) عَطْوًا: لینا اَعْطیٰ اِعْطاءً (افعال) دینا[2]۔ حِسَابًا، باب نصر کا مصدر، وقد مضیٰ تشریحہ، یہاں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) کافیًا کے معنی میں یعنی ایسا انعام جو ان کو کافی ہوگا، ماخوذ ہے عربوں کے قول اَحْسَبَہ الشیئ سے، جب کہ وہ شئ اس کو کافی ہو جائے حتی کہ وہ کہنے لگے حَسْبِی (یعنی بس یہ میرے لئے بہت ہے) (روح المعانی) (۲) بمعنی حساب وشمار یعنی ایسا انعام جو ان کے اعمال کے خلوص کے اعتبار سے شمار کر کے دیا جائے گا۔ السمٰوٰت، السماء کی جمع، آسمان (دوسرے معنی السماء کے بادل اور بارش کے بھی آتے ہیں قرآن میں ہے، یُرْسِلِ السماء علیکم مدرارًا) اَلرَّحْمٰن بڑا رحم والا، صیغۂ مبالغہ ہے رَحِمَ فلانًا (س) رَحْمَۃً ومَرْحَمَۃً: رحم کرنا۔ لا یَمْلِکُوْنَ (ض) مضارع جمع مذکر غائب، مَلَکَ (ض) مِلْکًا: مالک ہونا، با اختیار ہونا۔ خِطَابًا، مصدر از مفاعلت، خاطَبَ مخاطَبَۃً وخِطابًا: بات کرنا[3]۔ یَوْم، (۱) دن (۲) مطلق وقت، جمع اَیّام۔ یَقُوْمُ، مضارع واحد مذکر غائب، قامَ (ن) قَوْمًا، وقِیامًا، وقَوْمَۃً: کھڑا ہونا۔ الرُّوْحُ، بحذف المضاف اَیْ ذُو الروح مراد اَرْوَاحُ الناس، (بیان القرآن)[4] الملٰئکۃ، الملکُ کی جمع، فرشتہ، اللہ تعالیٰ شانہ کی ایک نورانی مخلوق جو معصوم ہے۔ لفظ ملك دراصل مألَكٌ تھا اور وہ بقول کسائی صفت مشبہ ہے، ہمزہ اور لام میں قلب مکانی کیا گیا مَلْأَكٌ ہوگیا پھر ہمزہ کی حرکت ماقبل کو دی اور ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (روح) صَفًّا، باب نصر کا مصدر، قطار باندھنا، جمع صُفُوْف۔ لا یتکلَّمُوْنَ، (تفعل) مضارع جمع مذکر غائب، بات چیت کرنا۔ اَذِنَ، (س) اِذْنًا: اجازت دینا، ماضی واحد مذکر غائب قَالَ، ماضی واحد مذکر غائب، قالَ لہ (ن) قَوْلاً ومَقَالاً ومَقَالَۃً: کہنا، بولنا، صَوَابًا، اسم بمعنی ٹھیک بات، درست، خطاء کی ضد ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ میں ہے کہ صواب اسم مصدر ہے از اصاب رباعی مجرد)

[1] **فائدہ**: لفظ رَبّ بلا اضافت، اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے رَبُّ المال، قرآن میں ہے قال معاذ اللہ اِنَّہ ربی، مراد عزیز مصر ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رَبٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اسم فاعل ہے اور اس کا الف حذف کر دیا گیا کما قیل بارٌّ وبَرٌّ (اعراب القرآن)

[2] عطاءٌ دراصل عطاوٌ تھا، اہل عرب کا دستور یہ ہے کہ جب الف کے بعد واؤ یا یاء آئے تو اس کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں کیونکہ ہمزہ ان دونوں کے بالمقابل حرکت کو زیادہ قبول کرتا ہے۔

[3] **قولہ** خِطابًا: خَطَبَ الناسَ (ن) خُطْبَۃً وخَطَابۃً: خطبہ دینا، تقریر کرنا، خَطَبَ خَطْبًا وخِطْبَۃً: پیغام نکاح دینا۔

[4] بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک روح سے مراد حضرت جبرئیل ہیں اور ان کا ذکر عام ملائکہ سے پہلے ان کی عظمت شان کے اظہار کے لئے ہے (کبھی اس کا برعکس کرتے ہیں یعنی خاص کو عام کے بعد لاتے ہیں، گویا وہ خاص اپنی رفعت کی وجہ سے اپنے ماقبل کی جنس سے علیحدہ ہے جیسے اجتہدوا فی دروسکم واللغۃ العربیۃ، اسی طرح تنزل الملائکۃ والروح کے اندر روح سے حضرت جبرئیل مراد ہیں تو ان کو علیحدہ سے ذکر کرنا ان کی فضیلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ بعض روایات مرفوعہ میں ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان لشکر ہے ان کے سر اور ہاتھ پاؤں ہیں گویا دو صفیں ہوں گی ایک صف روح کی اور دوسری ملائکہ کی، قرآن پاک میں روح مختلف معانی کے لئے آیا ہے، جان (جیسے یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی) قرآن (جیسے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اسی طرح فرشتہ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لئے بھی آیا ہے)

ترکیب جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ ...... جزاءً موصوف مِنْ رَبّك، کائنًا کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مبدل منہ۔ عطاءً حسابًا، مرکب توصیفی ہو کر جزاءً سے بدل (حسابًا نعتٌ لعطاءٍ والمعنی کافیاً فهو مصدرٌ اُقِيمَ مَقَامَ الوَصْفِ او باقٍ علی مصدریّته مبالغة) (اعراب القرآن) رَبّ مضاف السمٰوٰت والارض وما بینهما معطوف ومعطوف علیہ ہو کر مضاف الیہ (بینهما کسی فعل کا ظرف ہو کر ما کا صلہ ہے) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر موصوف یا مبدل منہ الرحمٰن اس کی صفت یا بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر ربّک سے بدل، الغرض! جزاءً من ربك عطاءً الخ مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر يُجْزَونَ فعل محذوف کا مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا (لامحل لہا) لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا...... یہ جملہ مستانفہ ہے (منہ ای مِنَ الرحمن متعلق لا یملکون کے اور خطابًا مفعول بہ) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا...... يومَ مضاف، يقومُ فعل، الروح والملائکةُ معطوف ومعطوف علیہ ہو کر ذوالحال صفًّا بمعنی صافین (اسم فاعل) ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، (فی محل جر) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف مقدم لایتکلّمُون کا، لایتکلمون فعل، ضمیر مستثنیٰ منہ اِلّا حرف استثناء مَنْ اسم موصول اَذِنَ لہ الرحمٰنُ جملہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف قالَ صوابًا جملہ ہو کر معطوف (صوابًا، ای قولاً صوابًا، مفعول بہ اور قالَ کی ضمیر کا مرجع مَنْ ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مَنْ کا صلہ، (لامحل لہا) موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ (یا بدل بعض از ضمیر لایتکلمون، اعراب القرآن) مستثنیٰ منہ مع مستثنیٰ کے لایتکلمون کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور ظرف مقدم سے مل کر ماقبل جملہ لایملکون الخ کی تاکید وتقریر، یا پھر جملہ مستانفہ (لامحل لہا) (اعراب القرآن)

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ

یہ یقینی دن ہے • سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے • ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے •

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کیے ہوں گے اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا•

تشریح ''ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ'' یہ یقینی دن ہے۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ یوم یقوم الروح ہے یعنی وہ دن جس کا اوپر ذکر ہوا اس کا آنا یقینی ہے، ''فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾'' سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے فمن شاء کے اندر فا فصیحہ ہے ای اذا کان الامرُ کما ذُکر مِنْ تحقق الامر المذکور یعنی جب معاملہ ایسا ہے کہ اس دن کا آنا یقینی ہے تو جس کا جی چاہے اس کے حالات سن کر مرنے سے پہلے پہلے اچھے اعمال کر لے اور اپنے رب

کے پاس اچھا ٹھکانا بنالے، اسی میں آدمی کی فلاح ونجات ہے، آگے اتمام حجت کے لیے فرمایا، ''اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ '' ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے۔ دیکھئے کس قدر کرم ہے کہ اس نے ہمیں آنے والے عذاب سے پہلے ہی مطلع کردیا تاکہ انسان سنبھل جائے، اور اپنا طرزِ زندگی بدل دے، اور نزدیک آنے والے عذاب سے مراد عذابِ آخرت ہے۔ اس کا آنا چوں کہ یقینی ہے اس لیے اس کو نزدیک فرمایا، نیز آخرت اتنی قریب ہے کہ ایک آیت میں اس کو لفظ غدٌ ''یعنی آئندہ کل'' سے تعبیر فرمایا، اور وہ عذاب اس دن میں واقع ہونے والا ہے جس دن ہر شخص خواہ مومن ہو خواہ کافر اپنے کئے ہوئے اچھے برے اعمال کو اپنے سامنے دیکھ لے گا۔[1]

رویتِ اعمال اپنے اعمال کو یا تو اس طرح دیکھ لے گا کہ نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں آجائے گا، یا اس طرح کہ محشر میں اعمال مجسم ومتشکل ہو کر سامنے آجائیں گے، جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ مثلاً جس مال کی زکوٰۃ نہ دی گئی تھی وہ ایک زہریلے اژدہے کی شکل میں اس پر مسلط کردیا جائے گا۔

''وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾ '' اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوجاتا اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ جب ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال سے آگاہ کیا جائے گا تو اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں مٹی ہوتا، پیدا ہی نہ کیا جاتا کہ پیدا ہو کر اور آدمی بن کر ہی اس حساب کتاب کی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے آپس کے قصاص دلوائے جائیں گے حتی کہ اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہوجاؤ چناں چہ وہ سب جانور مٹی ہوجائیں گے، اس وقت یہ کافر بھی کہے گا کہ ہائے ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی ہوجاتا، اور حساب کتاب اور جہنم کی سزا سے بچ جاتا۔ (ابن کثیر)

لغات الیوم (گذر چکا) الحقُّ بطور صفت کے مستعمل ہے بمعنی برحق، سچا، ثابت۔ (۲) مصدر ای حَقَّ الامرُ (ض) حقًّا، وحَقَّةً وحُقُوْقًا: صحیح ہونا، ثابت ہونا، حَقَّ الْاَمْرَ، (ن) حقًّا: ثابت کرنا، یقین کرنا۔ (لازم ومتعدی) شَآءَ، (ف) ماضی واحد مذکر غائب، شاءَ (ف) شَیْئًا، ومَشِیْئَةً: چاہنا۔ اِتَّخَذَ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب (دراصل اِءْ تَخَذَ تھا، ہمزۂ ثانیہ بقاعدہ اِیْمانٌ یا ہوگیا، پھر خلافِ قیاس تا سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام ہوگیا، مادہ اَخْذٌ ہے، اَخَذَ، (ن) اَخْذًا ومأخَذًا: لینا، پانا) (بصریین کے نزدیک اسکا مادّہ تَخْذٌ ہے لہٰذا اصل اتتخذ ہے تا کا تا میں ادغام کردیا) مَاٰبًا، (گذر چکا) اَنْذَرْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، اَنْذَرَہُ الشیءَ اِنْذَارًا: ڈرانا۔ عَذَابًا، (مَرَّ تحقیقُہٗ) قَرِیْبًا، صفتِ مشبہ بمعنی نزدیک، قرِبَ الشیءَ (س) قُرْبًا وقُرْبَانًا: کسی چیز سے قریب ہونا، قرآن

[1] اس عذاب کو بایں وجہ بھی قریب فرمایا کہ لانہٗ قریبٌ بالنسبۃ الیہ عزّوجلّ اویقالُ البرزخ داخل فی الآخرۃ ومبدأہٗ الموتُ وھو قریبٌ حقیقۃ کما لایخفی علی من عرَفَ القرب والبعید۔

میں ہے ولا تقربوا الزّنا ، قَرُبَ الشیئُ (ک) قُرْبًا وَقَرَابَۃً وقُرْبٰی ومَقْرَبَۃً: قریب ہونا۔ یَنظُرُ (ن) مضارع واحد مذکر غائب، نَظَرَ الیہ (ن) نظرًا : دیکھنا، نَظَر فیہ غور وفکر کرنا۔ اَلْمَرْءُ اسم بمعنیٰ انسان، آدمی، جمع رجالٌ، (من غیر لفظہٖ) قَدَّمَتْ، (تفعیل) ماضی واحد مؤنث غائب، آگے بھیجنا، قَدَمَ (ن) قَدْمًا، وقُدُومًا، آگے آگے ہونا، قرآن میں ہے یَقْدُمُ قومَہٗ یوم القیمۃ۔ یَدَا ، تثنیہ، بوجہ اضافت نون تثنیہ ساقط ہوگیا۔ (ہاتھ) الکافِرُ (بے ایمان) جمعہٗ کُفَّارٌ، کَفَرَ الرجلُ (ن) کُفْرًا و کُفْرَانًا : کافر ہونا، کفر کرنا۔ تُرابًا، مٹی، جمع اَتْربَہ و تِرْبان۔

ترکیب ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ... ذٰلک مبتدا (والاشارۃ الی یوم یقوم الروح) الیومُ الحقُّ مرکب توصیفی ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لامحل لہا) فَمَنْ شاء اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مآبًا..... فا فصیحہ (شرط مقدر ہے ای اذا کان الامر کما ذُکر مِنْ تحقُّقِ الْاَمْرِ المذکورِ) (روح المعانی) مَنْ اسم شرط مبتدا شاءَ فعل، ضمیر مستتر فاعل، (مفعول بہ محذوف ہے، اَی اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَرْجِعًا) فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مآبًا. جزاء (لامحل لہا) (اِلٰی رَبِّہٖ متعلق مآبًا کے اور مآبًا، اِتَّخَذَ کا مفعول بہ، اور رعایت فواصل کی بنا پر جار مجرور کو مقدم کیا گیا ہے) شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہوکر شرط مقدر کی جزا، (محل جزم میں) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا[1]۔ اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نا ضمیر متکلم اس کا اسم، اَنْذَرْنَا. فعل بافاعل کُمْ. ضمیر مفعول بہ اول. عذابًا. موصوف قَرِیْبًا صفت اول یَوْمَ یَنْظُرُ المرءُ الخ یَوْمَ مضاف یَنْظُرُ فعل، المرءُ فاعل (الف لام استغراقی ای کل امرءٍ) ما اسم موصول قَدَّمَتْ یَدَاہُ. فعل فاعل ہوکر صلہ (لامحل لہا) (والعائد محذوفٌ) موصول اپنے صلہ سے مل کر یَنْظُرُ کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ (محل جر میں) واؤ حرف عطف یَقُولُ فعل الکافرُ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، (فی محل جر) یا حرف تنبیہ یا پھر اس کو حرف ندا مانا جائے اور منادیٰ محذوف مثلاً قوم، اَیُّہَا الحاضرون وغیرہ، لیتَ حرف مشبہ بالفعل یا ضمیر اس کا اسم، کُنْتُ ترابًا. جملہ ہوکر خبر، (فی محل رفع) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر مقولہ (مفعول بہ) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (ینظر الخ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر کائنًا محذوف کا ظرف اور کائنًا، صفت ثانی عَذَابًا کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل مذکور اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا[2]۔ (لامحل لہا)

---

[1] **قولہ** اِلٰی رَبِّہٖ، جار مجرور ظرف مستقر ہوکر مآبًا سے حال بھی ہوسکتا ہے، اور فمن شاء الخ کی فا سببیہ بھی ہوسکتی ہے فان کون ذٰلک الیوم حقًا موجب لاتخاذ السبیل الی ربہ

[2] **قولہ** یوم ینظر، یہ عذابًا کا ظرف بھی ہوسکتا ہے فانہ بمعنی التعذیب (تفسیر مظہری)

قولہ لیتنی الخ لیتَ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر صورۃً جملہ اسمیہ خبریہ اور معنیً جملہ انشائیہ ہوتا ہے۔

تحقیق مفید کُنْتُ یا اس طرح کے واحد متکلم کے صیغے مثلاً ضَرَبْتُ وغیرہ میں ترکیب کرتے ہوئے "تُ" فاعل نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس ضمیر کو یا تو اس کے اسم عام کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا یا اسم خاص کے ساتھ، اسم عام کے ساتھ تو اس طرح کہ تاء فاعل، یا ضمیر فاعل، اور اسم خاص کے ساتھ "تُوْ" تا کے ضمہ اور واو کی تشدید کے ساتھ، زینی زادہ ص ۲۳ پر درج ہے ولا یقال تُ فاعلۃ کما یقول بعض المعلمین من الجہلاء القاصرین فانہ خطأ فاحش کما فی مغنی اللبیب اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ حرف واحد متحرک جو کسی دوسرے کلمہ کا بعض حصہ نہ ہو تو جب اس کو کسی نام سے موسوم کیا جائے تو اس کو اس کی حرکت کے ہم جنس حرف سے مضاعف کر کے پڑھا جائے گا لہٰذا تائے متکلم میں تُوْ کہا جائے کیونکہ ضمہ کی حرکت کے ہم جنس حرف واو ہے، اور تاء مخاطبہ کو "تی" یاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے گا، اور تاء مخاطب میں تاء کہا جائے گا، دوسرے الف کو ہمزہ سے بدلنے کے ساتھ، اسی طرح ھل اتاک وغیرہ میں "ک" مفعول بہ نہیں کہا جائے گا بلکہ کاف مفعول بہ یا پھر ضمیر مفعول بہ کہا جائے گا اسی طرح فأراہُ میں ہاء ضمیر مفعول بہ یا پھر ضمیر مفعول بہ کہا جائے گا۔

سورۃ النّٰزعٰت مکیّۃ

وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿١﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿٢﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿٣﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿٤﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں • اور جو بند کھول دیتے ہیں • اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں • پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں •

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿٥﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں • قیامت ضرور آوے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی • جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجاوے گی •

ربط سورتِ سابقہ میں قیامت کا امکان، اس کا وقوع، اور اس کے متعلق واقعات واحوال کا بیان تھا اس سورت کے اندر بھی تقریباً یہی مضامین ہیں، یعنی شروع سورت میں قیامت کا وقوع اور اس کے واقعات واحوال کا ذکر ہے پھر هَلْ اَتٰىكَ میں مکذبین قیامت کی تکذیب پر آپ ﷺ کو تسلی دینا مذکور ہے، اور ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا میں امکان قیامت کا بیان ہے، اور چوں کہ اس کا ابتدائی لفظ وَالنّٰزِعٰت ہے اس لیے اس کا نام سورۃ النّٰزعٰت رکھا گیا۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھا کر قیامت کے وقوع اور اس کے برحق ہونے کو بیان کیا ہے چناں چہ جواب قسم محذوف ہے یعنی "لَتُبْعَثُنَّ" "تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھانے کے ساتھ ساتھ ان کی پانچ صفات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔

پہلی صفت "وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿١﴾" "قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں۔ النزعت کا موصوف محذوف ہے جو بقول جمہور مفسرین الملائکۃ ہے، نٰزِعٰت. نَزْعٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو کھینچ کر نکالنے کے آتے ہیں، یعنی سختی سے نکالنا، اور غَرْقًا مصدر محذوف الزوائد اس کی تاکید ہے جو مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے، اور غَرْق اور اغراق کا معنی ہے کسی کام میں پوری قوت خرچ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم کھائی کہ جو

کافروں کی جان سختی اور شدت سے جسم کی رگوں سے گھسیٹ کر نکالتے ہیں، بغویؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بیان کیا ہے کہ ملک الموت کافر کی جان ہر بال اور ناخن اور قدموں کے تلووں کے نیچے سے کھینچتا ہے، اور پھر جسم کے اندر اس کو لوٹا دیتا ہے، پھر کھینچتا ہے یہاں تک کہ جب وہ نکلنے کے قریب آجاتی ہے تو پھر بدن کے اندر لوٹا دیتا ہے، گویا خوب اوپر نیچے غوطہ دیتا ہے، اور کافر کی جان اور اس کی روح کے ساتھ اس کا یہ عمل کئی بار ہوتا ہے۔ (مظہری)

ملک الموت ایک ہے تو النازعات جمع کیوں؟ جان نکالنے والا فرشتہ یعنی ملک الموت ایک ہے مگر علماء نے لکھا ہے کہ ملک الموت کے اعوان و مددگار دوسرے کچھ اور فرشتے بھی ہیں لہٰذا ملابست اور ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کی طرف بھی جان نکالنے کی اسناد کردی، واللہ اعلم (بیان القرآن، پ۳۰)

دوسری صفت: ''وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝'' اور جو بند کھول دیتے ہیں (یہاں بھی الملائکۃ موصوف محذوف ہے، اور ناشطات، نَشطٌ سے مشتق ہے جس کے معنی بند کھولنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں پانی یا ہوا وغیرہ بھری ہوئی ہو اس کا بندھن کھول دینے سے وہ پانی وغیرہ آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے، بس اسی طرح سمجھئے کہ جو فرشتے مومن کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں وہ آسانی سے اس کو قبض کرتے ہیں، سختی نہیں کرتے گویا بند کھل گیا اور روح نکل گئی، یا جیسے پیشانی کے پسینہ کا قطرہ ٹپک گیا۔

سختی و آسانی سے مراد کافر کی روح سختی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد روحانی سختی ہے جسمانی نہیں، لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ دیکھنے والوں کو بھی اس سختی کا احساس ہو اور مسلمان کی روح جو آسانی سے نکالی جاتی ہے اس سے مراد بھی روحانی آسانی ہے، اس لیے اگر کبھی ایسا ہو کہ مسلمان کی روح نکلنے میں دیر لگے تو اس کو سختی پر محمول نہ کرنا چاہیے (معارف) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح نکلنے کے وقت کافر کے سامنے برزخ کا عذاب آجاتا ہے اس لیے اس کی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں اور مومن کی روح کے سامنے برزخ کا ثواب اور نعمتیں آجاتی ہیں اس لیے اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔

تیسری صفت: ''وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝'' اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں سَبحٌ کے لغوی معنی تیرنے کے ہیں یہاں مراد ہے تیزی سے چلنا یعنی وہ فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح سرعت و سہولت سے چلتے ہیں جیسے کوئی دریا میں تیر رہا ہو کہ دریا میں کوئی آڑ یا پہاڑ نہیں ہوتا، تیرنے والا جلدی اور تیزی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ (گویا فرشتوں کا روحوں کو لے کر تیزی سے اڑنا دریا میں تیرنے کے مثل ہے)

چوتھی صفت: ''فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝'' پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ روح جن فرشتوں کے قبضہ میں ہے تو روحوں کے سلسلہ میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کو بجالانے کے لیے وہ فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے اور سبقت کرتے ہیں، اور روحوں کو اچھے یا برے ٹھکانے پر پہنچا دیتے ہیں۔

پانچویں صفت: ''فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝'' پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یعنی وہ فرشتے امر الٰہی کی تدبیر

وتنفیذ کرتے ہیں یعنی جس روح کو راحت دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے راحت کا سامان جمع کردیتے ہیں اور جس کو تکلیف دینے کا حکم ہوتا ہے اس کے لیے اسی کا انتظام کرتے ہیں، (یہ عذاب وثواب برزخ میں ہوگا، حشر کا عذاب وثواب اس کے بعد ہے) ان قسموں کے بعد اب جواب قسم محذوف ہے یعنی لَتُبۡعَثُنَّ تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے یعنی قیامت ضرور آئے گی۔ ''یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝'' جس روز ہلادینے والی چیز ہلا ڈالے گی، جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجائے گی۔ راجفه بمعنی ہلادینے والی چیز مراد اس سے نفخۂ اولیٰ ہے جس سے ہر چیز اپنی جگہ سے ہل جائے گی اور ساری مخلوق ختم ہوجائے گی، پھر اس کے پیچھے ایک آنے والی چیز آئے گی رادفه کے معنی ہے پیچھے یعنی بعد میں آنے والی، مراد اس سے ایک آواز ہے یعنی نفخۂ ثانیہ جو نفخۂ اولیٰ سے چالیس سال بعد ہوگا، جس کا اثر یہ ہوگا کہ تمام مخلوق زندہ ہوجائے گی، اور حشر اور حساب کتاب کا معاملہ شروع ہوگا۔

قسم وجواب قسم میں مناسبت فرشتوں کی قسم شاید اس لیے کھائی گئی کہ اگرچہ فرشتے اس وقت بھی تمام عالم کے نظام میں دخل رکھتے ہیں، لیکن قیامت کے دن جب کہ اسبابِ مادیہ کے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو اس وقت فرشتے ہی تمام کام انجام دیں گے۔ (معارف)

فائدہ اس سورت کو سورۃ الساھرۃ، اور سورۃ الطامّۃ بھی کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

لغات النّٰزعات (کھینچنے والے، مراد فرشتے ہیں) (ض) اسم فاعل جمع مؤنث، نَزَعَ الشیئَ (ض) نَزۡعًا: کھینچ کر نکالنا۔ غَرۡقًا. روح المعانی میں ہے کہ یہ مصدر ہے محذوف الزوائد از باب افعال، اَیۡ اِغۡرَاقًا فی النَّزۡعِ، لہٰذا اِغۡرَاق مصدر سے زائد حروف حذف کرکے غَرۡق بنا دیا گیا۔ محاورہ ہے اَغۡرَقَ النازِعُ فی القوس، کمان کھینچنے والے نے اس کے کھینچنے میں اپنی پوری قوت خرچ کردی۔ غَرِقَ فی الماءِ (س) غَرَقًا: ڈوبنا، یہاں مراد ہے غوطہ لگا کر کافروں کی جان سختی سے نکالنا[1]۔ النّٰشِطات (ن،ض) اسم فاعل جمع مؤنث (بند کھولنے والے، مراد فرشتے ہیں) نَشۡطٌ (ن،ض) اور اِنۡشَاطٌ دونوں کے معنی ہیں کسی چیز کو اتنا کھینچنا کہ وہ کھل جائے، لہٰذا ترجمہ ہوگا کہ اتنا کھینچنے والے کہ روحوں کے بند کھل جائیں۔ السّٰبحات (ف) اسم فاعل جمع مؤنث (تیرنے والے یعنی فرشتے کہ جو روحوں کو لے کر تیزی سے اڑتے ہیں) سَبۡحًا. مصدر از فتح بمعنی تیرنا، السّٰبقات (ن،ض) اسم فاعل جمع مؤنث (تیزی کے ساتھ دوڑنے والے یعنی فرشتے) سَبۡقًا: مصدر (ن،ض) الی کذا، آگے بڑھ جانا، المدبّرات: (تفعیل) اسم فاعل جمع مؤنث (تدبیر کرنے والے فرشتے) دَبَّرَ الۡاَمۡرَ وفیه: کسی کام کی تدبیر کرنا، غور وفکر کرنا[2]۔ اَمۡرًا: اسم بمعنی کام، جمعہٗ اُمُوۡرٌ (لفظِ اَمر تمام اقوال وافعال، معاملہ، حالت، حکم وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے) تَرۡجُفُ: (ن) مضارع واحد

---

1. اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ میں ہے کہ یہ مصدر سماعی ہے از باب نصر، یا اسم مصدر ہے از اَغۡرَقَ، اَغۡرَقَهٗ وغَرَّقَهٗ، ڈبودینا، تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھ دیا گیا۔
2. پہلے معنی مجازی ہیں اور غور وفکر کرنا معنی حقیقی ہیں، مجرد میں ہے دَبَرَ (ن) دَبۡرًا، ودُبُوۡرًا، پیچھے آنا۔

مؤنث غائب، رَجَفَ (ن) رَجْفًا ورُجُوْفًا: کانپنا، زور زور سے ہلنا، ہلا دینا (لازم ومتعدی) الراجفة. (ن) اسم فاعل (مراد نفخۂ اولیٰ ہے) تَتْبَعُ (س) مضارع واحد مؤنث غائب تَبِعَ (س) تَبَعًا وتُبُوعًا: پیچھے چلنا، کسی کے بعد آنا۔ الرادفۃُ. (ن،س) اسم فاعل واحد مؤنث (پیچھے آنے والی صور کی دوسری آواز، مراد نفخۂ ثانیہ ہے) رَدَفَهٗ (ن) وَرَدِفَ له (س) رَدْفًا: پیچھے ہونا۔

ترکیب وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا... واو جارہ قسمیہ النازعات صیغہ اسم فاعل ضمیر هُنَّ اس کے اندر فاعل (موصوف محذوف ہے ای الملائکة یا طوائف الملائکة التی تنزع الارواح مِنَ الاجساد) غَرْقًا ای اِغراقًا، مفعول مطلق من غیر لفظہٖ، جیسے: قعدت جلوسًا۔ مابعد آیات، فالمدبراتِ اَمْرًا تک باہم معطوف ومعطوف علیہ ہیں اور واوٗ اور فاء حروف عاطفہ ہیں [1] اور نشطًا. سَبْحًا اور سَبْقًا اپنے اپنے عامل کے لئے مفعول مطلق ہیں اور اَمْرًا مفعول بہ ہے، النازعات معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل محذوف اُقْسِمُ کے، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (لامحل لہا، ابتدائیہ) جواب قسم محذوف ہے ای لَتُبْعَثُنَّ (تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے [2]) يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ... یومَ مضاف، ترجُفُ فعل الرجفةُ ذوالحال [3] تَتْبَعُها الرادفة فعل، مفعول بہ، فاعل، علی الترتیب مکمل جملہ حال ہے الراجفۃُ سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر تَرْجُفُ کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، (فی محل جر) پھر مرکب اضافی ظرف ہے لتبعثنَّ محذوف جواب قسم کا، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔ (جواب قسم کو قسم کے ساتھ ملا کر ترکیب کرنا بچوں کی سہولت کے پیش نظر ہے، ورنہ جوابِ قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا، اور نہ ہی جوابِ قسم کا انشاء سے کوئی تعلق ہے)

نکتہ: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یَوْمَ ترجفُ کا عامل لَتُبْعَثُنَّ کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ یوم ترجف میں نفخۂ اولیٰ مراد ہے جب کہ بعث نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ وہ دن اتنا بڑا ہوگا کہ اس میں دونوں نفخوں کی گنجائش ہوگی، لہٰذا یَوْمَ ترجف کا لَتُبْعَثُنَّ کے لئے ظرف بننا صحیح ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ غَرْقًا: غَرْقًا اِغْرَاقًا سے بنا ہے تو اِغْرَاقًا ہی کیوں نہ استعمال کرلیا؟ جواب یہ ہے کہ قرآن صرف مفہوم ہی کو ادا نہیں کرتا بلکہ مفہوم کو اس کی لغوی ومعنوی تمام تر فصاحت وبلاغت کے ساتھ ادا کرتا ہے لہٰذا جو زور بیان غَرْقًا میں ہے وہ اغْرَاقًا میں نہیں ہے جس کو اہل لسان ہی محسوس کرسکتے ہیں

[1] والفاء فی الاخیرین للدلالة علی ترتیبهما علی ما قبلهما بغیر مهلة (روح المعانی)

[2] یجبُ حذفُ جواب القسم اذا تقدم علیه او اکتنفهُ ما یغنی عن الجواب فالاوّل نحو زیدٌ قائمٌ واللّٰہ والثانی نحو زیدٌ واللّٰہ قائمٌ ویجوزُ فی غیر ذلک نحو والنازعاتِ غرقًا ای لتُبعثنَّ بدلیل ما بعدهٗ (مغنی اللبیب ص: ۶۳۶ ج: ۲)

[3] قوله الراجفة، الاسناد الیها مجازیٌ لأنّها سببُ الرجفة

قاعدہ والنازعات غرقًا الخ اگر کسی جگہ معطوف ومعطوف علیہ متعدد ہوں اور حرف عطف برائے ترتیب نہ ہو بلکہ برائے جمع ہو تو بعد والے معطوف کا عطف قریب والے معطوف علیہ پر کیا جائے یا شروع والے معطوف علیہ پر دونوں باتیں درست ہیں، بعض نے شروع والے معطوف علیہ پر عطف کرنے کو اصح قرار دیا ہے، اور اگر حرف عطف فا یا ثم ہو جو کہ ترتیب کا فائدہ دیتے ہیں تو عطف قریب کے معطوف علیہ پر ہوگا۔

تحقیق لطیف: والناشطات، والسابحات میں واو اور فالسابقات، فالمدبرات میں فا استعمال ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟

وجہ یہ ہے کہ نازعات اور ناشطات کے معنی روح نکالنے کے ہیں اور روح نکالنے کے بعد چوں کہ فوراً اس کو آسمان پر نہیں پہنچایا جاتا اس لیے السابحات میں واو استعمال ہوا جو معطوف ومعطوف علیہ کے مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے، حدیث میں ہے کہ مومن بندہ کی روح کو فرشتے جنت کے کپڑوں اور خوشبو میں لپیٹتے ہیں اور کافر کی روح کو گندی ٹاٹ میں پھر اس کو لے کر آسمان کی طرف اڑتے ہیں، جب روح آسمان پر پہنچ گئی تو اب جو خدا کا حکم ہوتا ہے تو چوں کہ فرشتے اس میں کسی طرح کی تاخیر نہیں کرتے اس لیے فالسابقات اور فالمدبرات میں فا استعمال ہوا جو ترتیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠

بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے • ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی • کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے •

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝١٣

کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھر واپس ہوں گے • کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی • تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی •

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝١٤

جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے •

تشریح نفخۂ ثانیہ کے بعد کچھ لوگوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی اسی کو بیان کیا جارہا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨" "بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے یعنی جب نفخۂ ثانیہ کے بعد سب زندہ ہو کر جمع ہو جائیں گے تو اس دن مارے گھبراہٹ کے بہت سے دل دھڑک رہے ہوں گے کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا ہوتا ہے، "اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩" "ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔ یعنی مارے ندامت کے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی، ابصارھا میں ھا ضمیر کا مرجع قُلوبٌ ہے اور مراد اصحاب القلوب ہیں (یعنی ان دل والوں کی آنکھیں الخ) "يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠" "مگر یہ لوگ پھر بھی قیامت کا انکار کر رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے حافرۃ کے معنی ہے الٹے پاؤں، یعنی پہلی حالت، اور پہلی حالت سے مراد حیات قبل الموت ہے یعنی کیا ہم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ "ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١" "کیا

جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے۔ یعنی جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی اور ہم گل سڑ جائیں گے تو کیا پھر زندگی کی طرف واپس ہوں گے؟ یہ لوگ ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے اور چوراچورا ہوکر مٹی بن جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال اور مشکل سمجھتے تھے، چناں چہ ازراہ تمسخر ومذاق کہا کرتے تھے۔ ''قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾'' کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی۔ یعنی بطورِ استہزاء وتمسخر کہنے لگے کہ اگر ایسا ہوا جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو یہ واپسی ہمارے لیے بڑے خسارہ کی ہوگی، کیوں کہ ہم نے تو اس کے لیے کچھ سامان کیا نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو خیرخواہی میں ڈرائے کہ اس راستہ کو مت جانا شیر ملے گا، اور مخاطب تکذیب کے طور پر کسے سے کہے کہ اُدھر مت جانا شیر کھا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ وہاں شیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ''فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾'' تو وہ (یعنی رادفۃ) بس ایک ہی سخت آواز ہوگی، جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو مستبعد اور محال سمجھتے تھے تو مذکورہ آیت میں ان کے اس محال سمجھنے کا رد ہے کہ اس کو مشکل مت سمجھو کیوں کہ یہ ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں بلکہ جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی جوں ہی صور پھونکا جائے گا اور ایک سخت آواز ہوگی تو اس وقت سب اگلے پچھلے بغیر کسی تاخیر کے میدان محشر میں کھڑے دکھائی دیں گے یعنی فوراً سب زندہ ہوجائیں گے۔ (خواہ جسم زمین میں مل کر خاک ہوچکا ہو یا ہواؤں میں اس کے ذرات اڑ رہے ہوں، یا پانی میں بہہ رہے ہوں)

لغات قُلُوْبٌ، قَلْبٌ کی جمع ہے مرادی معنی ہیں ''دل''[۱] وَاجِفَةٌ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، وَجَفَ الشَّئُ (ض) وَجْفًا، وَوَجِيْفًا، وَوُجُوْفًا: تھرتھرانا، دھڑکنا، اَبْصَار، آنکھیں، بَصَرٌ کی جمع۔ خَاشِعَةٌ (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، خَشَعَ (ف) خُشُوْعًا: پست اور ذلیل ہونا، مَرْدُوْدُوْنَ (ن) اسم مفعول جمع مذکر، رَدَّهٗ (ن) رَدًّا: روکنا، واپس کرنا، اِلَیْهِ: لوٹانا۔ الحافرۃ، الٹے پاؤں، یعنی جس راستہ سے چل کر آیا تھا، مراد پہلی حالت، یعنی حیات قبل الممات) (۲) حَفَرَ (ض) حَفْرًا: گڑھا کھودنا۔ حافرۃ بمعنی محفورۃ کھدی ہوئی زمین، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کیا ہم دوبارہ لوٹائے جائیں گے حالانکہ ہم کھدی ہوئی زمین یعنی قبر میں ہوں گے، عبارت ہوگی ءَاِنَّا لَمردودون ونحنُ فی الحافرۃ، کُنَّا فعل ناقص جمع متکلم عِظَامًا ہڈیاں، عَظْمٌ کی جمع، نَخِرَةٌ، نَخِرٌ کا مؤنث، باب سمع سے صفت مشبہ (قاموس القرآن) نَخِرَ (س) نَخَرًا: بوسیدہ ہونا، چوراچورا ہونا۔ اِذًا جمہور کے نزدیک حرف ہے، اور بسیط ہے، اور اس کے معنی جواب وجزا کے ہیں، لاعمل لها، اصل لفظ اِذَنْ ہے، بحالت وقف نون کو الف سے بدل دیتے ہیں۔

---

[۱] قَلْبٌ کے لغوی معنی ہیں الٹنا پلٹنا، قلب گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو انسان کے سینہ کے بائیں پہلو میں ہے اور چونکہ یہ ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں یہ معنی علم تشریح بالاعضاء میں ہے اور ادب کی زبان میں قلب کے دو معنی ہیں (۱) عقل (۲) وجدان روحانی، قرآن میں دونوں معانی کا استعمال ہوا ہے، اَفَلَمْ یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوبٌ یعقلون بها الخ یہاں قلب سے مراد عقل ہے اور سألقی فی قلوب الذین کفروا الرعب اور اذا ذُکر اللّٰہ وجِلَتْ قلوبهم جیسی آیات میں قلب سے مراد وجدان ہے، ظاہر ہے کہ مرعوب ہونا اور ہیبت وخوف وغیرہ سب وجدانی چیزیں ہیں۔

کَرَّۃٌ، باب ضرب کا مصدر، اور "ۃ" برائے وحدت ہے، معنی ہوں گے ایک بار لوٹنا، کَرَّ الشیءُ (ض) کرًّا: لوٹنا، مراد دنیا سے لوٹ کر عالم آخرت کی طرف جانا، خَاسِرَۃٌ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، خَسِرَ (س) خَسَرًا وخُسْرًا وخُسْرانًا: نقصان اٹھانا (یہاں اسناد مجازی ہے ای اُسْنِدَ الخسارۃُ للکرّۃ والمرادُ اصحابہا) زجرۃٌ، زَجْرٌ سے مصدر مرّۃ، بمعنی ایک ڈانٹ (القاموس الوحید، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) زَجَرَ (ن) زَجْرًا: ڈانٹنا، واحدۃٌ مؤنثُ واحِد، ایک (حساب کا پہلا عدد) وَحدَ (ض) (س) وَحْدًا وحِدَۃً تنہا ہونا۔ السَّاھِرۃ، صاف وہموار زمین، میدانِ قیامت، جمعُہٗ سواھر، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، بیدار رہنا، نیند اڑ جانا (اس زمین کے اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر چلنے والا شدتِ خوف کی وجہ سے سوتا نہیں ہے بلکہ بیدار رہتا ہے، بولتے ہیں قطعُوا ساھرۃً، انہوں نے ایسی لمبی چوڑی زمین کو طے کیا جس پر چلنے والا جاگتا رہتا ہے) پھر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ ارضِ آخرت ہے اور دوسرے بعض کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی زمین ہے۔

ترکیب قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ اَبْصَارُھَا خَاشِعَۃٌ... قلوبٌ مبتدا اور تنوین برائے تنویع جو بمنزلہ وصف کے ہے یا برائے تکثیر لہٰذا مبتدا نکرہ مخصصہ ہے، جب تنوین برائے تنویع ہو تو ترجمہ ہوگا کچھ قسم کے دل اور برائے تکثیر ہو تو ترجمہ ہوگا بہت سے دل، (روح المعانی) یومئذٍ، واجفۃٌ کا ظرف مقدم، واجفۃٌ شبہ فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر خبر اول، ابصارُھا مرکب اضافی ہو کر مبتدا، ای ابصارُ اصحابہا، والضمیر للقلوب، خاشِعَۃٌ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کی خبر ثانی (محل رفع میں) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (لا محل لہا)۔ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)[1]

یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ... ھُمْ مبتدا محذوف یقولون فعل، ضمیر واوٗ فاعل (مراد منکرین قیامت) ھمزہ برائے استفہام (استفہام انکاری، لانہم انکروا الردَّ) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، نَا اس کا اسم (محلاً منصوب) لام برائے تاکید مزحلقہ۔ مَرْدُوْدُوْنَ، صیغہ اسم مفعول، ضمیر ھم نائب فاعل، فی الحافرۃِ (ایْ اِلی الحافرۃ) متعلق، شبہ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر یقولُوْنَ کا مقولہ، پھر مکمل جملہ مبتدا محذوف ھُمْ کی خبر (محل رفع میں)، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا جو کہ منکرین بعث کے قول کو بیان کرنے کے لئے لاگیا گیا ہے۔ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ)

ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً... ھمزہ برائے استفہام انکاری، (الاستفہام ھٰھنا تاکید لمضمون انکار البعث) اِذَا اسم ظرف بمعنی وقت مضاف کُنَّا فعل ناقص، نَا ضمیر اسم، عِظَامًا نَّخِرَۃً مرکب توصیفی ہو کر اس کی خبر، فعل ناقص مع اسم وخبر کے مضاف الیہ اور اس مرکب اضافی کا عامل وہ فعل محذوف ہے جس پر لَمَرْدُوْدُوْنَ شبہ فعل مذکور دال ہے، ایْ ھل نُرَدُّ ونُبْعَثُ مِن جدیدٍ اِذَا کُنَّا الخ (بترکیبِ دیگر وہی فعل محذوف ءَاِذَا کُنَّا کا جواب وجزاء ہے)

---

[1] دوسری ترکیب: قلوبٌ واجفۃٌ مرکب توصیفی مبتدا اور ابصارھا خاشعۃٌ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا کی خبر، اب ترجمہ دوسرا ہوگا۔

قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ... قالوا فعل، واؤ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول۔ تلك مبتدا (والاشارة الی الرجعة المفهومة من قوله ءانا لمردودون الخ مظهری) اِذًا حرف جواب وجزا لاعمل لها (جیئی بها لافادة تاکید الرجعةِ الخاسرة) كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ مرکب توصیفی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لا محل لها) (کلامٌ مسوقٌ لحکایة کُفر آخر متفرع علی کُفرهم السابق) فَاِنَّمَا هِيَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ... یہ فاء محذوف کے جواب میں ہے یعنی قول مقدر کی تعلیل کے لئے ہے ای لا تستصعبوها (یعنی اس کو مشکل مت سمجھو) فانما هی زجرةٌ واحدةٌ (اعراب القرآن، روح المعانی) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، مَا کافہ هِيَ مبتدا (ای النفخة الثانیة) زجرةٌ واحدةٌ مرکب توصیفی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لامحل لها) فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ... فا فصیحہ اور شرط مقدر ہے ای اذا نُفِخَ فی الصور شرط اِذَا مفاجاتیہ، هُمۡ، مبتدا بالساهرة کائنون محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط محذوف کی جزاء، (لامحل لها) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ﴿۱۵﴾ اِذۡ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ

کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے • جبکہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں پکارا • کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلۡ هَلۡ لَّكَ اِلٰٓى اَنۡ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهۡدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخۡشٰى ﴿۱۹﴾

اختیار کی ہے • سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے • اور میں تجھ کو تیرے رب کے طرف رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے •

تشریح منکرین قیامت کے الٹے سیدھے سوالات اور قیامت کی تکذیب کرنے سے حضور ﷺ کو تکلیف وایذا پہنچتی تھی اس لیے ان آیات میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ایسی ایذائیں کچھ آپ کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیائے سابقین کو بھی بڑی بڑی ایذائیں پہنچی اور انھوں نے صبر کیا، آپ بھی صبر سے کام لیں، لہٰذا ان آیات میں ایک طرف تو آپ ﷺ کے لیے تکذیبِ قوم پر صبر آفرینی مقصود ہے اور دوسری طرف کافروں کے لیے تباہی کی دھمکی ہے کہ فرعون جو لاکھوں انسانوں کا بادشاہ تھا اس کا یہ حشر ہوا تو پھر یہ مکہ کے کافر کس گنتی میں ہیں، یہ کس منھ سے اللہ کے اعلان یعنی قیامت کی تکذیب کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ﴿۱۵﴾'' کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے استفہام برائے تقریر ہے یعنی وہ قصہ آپ کو پہنچا ہے، قصہ یہ ہوا کہ ''اِذۡ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾'' جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں پکارا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وادی مقدس یعنی کوہ طور کے پاس طوی میں موسیٰ سے ہم کلامی کی اور فرمایا ''اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾'' کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے اس کی

شرارت وسرکشی اور تکبر یہ تھا کہ خدا پر ایمان نہ رکھتا تھا بلکہ اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کرتا تھا ''فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ ''سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں، تو تو ڈرنے لگے، درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تو کفر وشرک اور شرارت وسرکشی کو چھوڑ دے، اور میں تیری درستگی کی غرض سے تجھ کو تیرے رب کی طرف یعنی اس کی ذات وصفات کی طرف راہ دکھلاؤں یعنی تیرے سامنے اس کی ذات وصفات کو بیان کروں اور پھر تو اس سے ڈرنے لگے اور ایمان لے آئے، (معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح معرفت الٰہی اور خشیتِ خداوندی پر موقوف ہے)

اختیاری مطالعہ

واقعہ موسیٰ: واقعہ یہ پیش آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام میں یہ معاہدہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ یا دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کریں گے، چناں چہ مدین کے اندر شعیب علیہ السلام کے مکان پر یہ مدت پوری کرکے موسیٰ علیہ السلام نے رخصت چاہی کہ میں اپنی والدہ اور بہن سے ملنے کے لیے مصر جاتا ہوں اور جس خطرہ کی وجہ سے مصر چھوڑا تھا کہ فرعونی سپاہی ان کی گرفتاری اور قتل کے درپے تھے عرصۂ دراز گزر جانے کے بعد اب وہ خطرہ بھی باقی نہ رہا تھا، شعیب علیہ السلام نے ان کو مع ان کی اہلیہ یعنی اپنی صاحبزادی کے کچھ مال اور سامان دے کر رخصت کر دیا، راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے **خطرہ تھا** اس لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا، موسم سردی کا تھا اور اہلیہ محترمہ حاملہ قریب الولادۃ تھیں، جنگل میں راستہ سے ہٹ کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت جانکلے، اہلیہ کو دردِ زہ شروع ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام نے سردی سے حفاظت کے لیے آگ جلانا چاہا اسی حیرانی وپریشانی کے عالم میں کوہِ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا، گھر والوں سے کہا کہ میں آگ لانے جاتا ہوں اور ممکن ہے کہ آگ کے پاس کوئی راستہ جاننے والا مل جائے تو راستہ بھی معلوم کرلوں فلما اتٰها نودی یاموسیٰ اِنّی انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوی وانا اخترتك فاستمع لما یوحی مختصر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو ایک عجیب حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت پر شعلے مار رہی ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے کچھ گھاس پھونس آگ کے قریب کیا کہ ان میں آگ لگ جائے گی اور ان کا مقصد پورا ہو جائے گا مگر جب یہ گھاس پھونس آگ کے قریب کیا تو آگ پیچھے ہٹ گئی، بہر حال آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہوا۔ اور ایک آواز آئی کہ اپنے جوتے اتار لے کہ یہ مقام ادب ہے اور آپ وادی مقدس یعنی طوی میں ہیں، جو کلام اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا یعنی اننی انا اللّٰہ، لاالٰہ الا انا فاعبدنی واَقِمِ الصلوۃ لِذکری ان الساعۃ آتیۃ الخ۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دین کے تمام اصول کی تعلیم دے دی گئی یعنی توحید رسالت اور آخرت اور آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اور آپ کو کچھ معجزات بھی دیئے گئے یعنی آپ کے ہاتھوں میں جو عصا تھا اس کا اژدہا بننے کا معجزہ، دوسرا معجزہ یہ کہ جب آپ بغل کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالتے تو ہاتھ آفتاب کی طرح چمکنے لگے پھر آپ کو حکم ہوا اِذهب الیٰ فرعون انه طغی الخ.

لغات اَتٰى (ض) ماضی واحد مذکر غائب، اَتْی، (ض) اَتْيًا واِتْيانًا: آنا۔ حدیث بات، قصہ، جمع احادیث

(محدثین کی اصطلاح میں حضور ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں) موسیٰ، بنی اسرائیل کے پیغمبر کا نام۔ علیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے (مزید سورۃ الاعلیٰ میں) اِذْ چند معانی کے لئے آتا ہے، تفصیل دراختیاری مطالعہ۔ نَادٰی، (مفاعلت) ماضی واحد مذکر غائب، نَادٰی مناداۃً ونِداءً، فلانًا وبہٖ: آواز دینا۔ الواد المقدس، پاک وادی، (وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل کیا تھا) لغت کے اندر وادی دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں، جمع اَوْدِیَہ۔

فائدہ الوادِ، رسم مصحف بغیر یاء کے ہے اور یاء کو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر رکھا ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) (۲) یاء تلفظ کی اتباع میں رسم الخط سے بھی حذف ہوگئی۔ المقدس، باب تفعیل سے اسم مفعول، قَدَّسَ اللہُ فلانًا: خدا کا کسی کو پاک وصاف بنانا، قَدُسَ (ک) قُدْسًا وقُدُسًا: پاک ہونا، بابرکت ہونا، طُوًی، اسی وادیٔ مقدس کا نام طُوٰی ہے جو ملک شام میں ہے اور اس کو وادی ایمن بھی کہتے ہیں، طُوًی بضم الطاء وبکسرھا، بالتنوین وبلاتنوین ہر طرح پڑھا جاتا ہے، نیز منصرف وغیر منصرف دونوں، منصرف بایں طور کہ وہ وادی اور مکان کا اسم ہے اور نکرہ ہے اور غیر منصرف بایں وجہ کہ وہ مؤنث کا علم ہے یعنی بتاویل بقعۃ اور معرفہ ہے لہٰذا علیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہوگا اور اب اس پر تنوین نہیں آئے گی۔ (مظہری، اعراب القرآن) اذْهَبْ (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر ذَهَبَ (ف) ذَهَابًا وَمَذْهَبًا، جانا فرعون، قدیم مصری بادشاہوں کا لقب، جیسا کہ شاہ ایران کو کسریٰ اور شاہِ روم کو قیصر اور شاہ یمن کو تُبَّعْ کہا جاتا ہے (۲) ہر ظالم وسرکش کا لقب، جمع فراعنہ (حضرت موسیٰؑ نے جس فرعون کے محل میں پرورش پائی اس کا نام رعمسیس دوم تھا) (قاموس القرآن) فرعون عجمی لفظ ہے اور بربنائے عجمہ وعلیت غیر منصرف ہے، طغٰی (ف) ماضی واحد مذکر غائب، طغٰی (ف) طَغْیًا، وطُغْیانًا: سرکشی کرنا، حد سے بڑھ جانا، قرآن شریف میں یہ صیغہ باب فتح سے ہی استعمال ہوا ہے اگرچہ باب نصر وسمع سے بھی اس کا استعمال آتا ہے باب نصر سے واوی اور باب سمع وفتح سے یائی ہے تزکّٰی (تفعل) مضارع واحد مذکر حاضر (تو سنور جائے) دراصل تتزکّٰی ہے ایک تاء تخفیفاً حذف ہوگئی مصدر تزکّی ہے بمعنی سنورنا، پاک ہونا، مجرد میں ہے زَکَا (ن) زُکَاءً وزَکِیَ (س) زَکِیَ: بڑھنا، نیک ہونا۔ اَهْدِیَ، (ض) مضارع واحد متکلم، هدیٰ فلانًا هُدًی وهَدْیًا، وهِدَایَۃً: راہ دکھلانا، هَدٰی فلانٌ: رہنمائی حاصل کرنا، تَخْشٰی (س) مضارع واحد مذکر حاضر خَشِیَ (س) خَشْیَۃً ڈرنا۔

ترکیب هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی اِذْنَادَاهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی... (کَلَامٌ مُسْتَأْنِفٌ وَارِدٌ لِتَسْلِیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَکْذِیْبِ قَوْمِهٖ وَتہدیدھم عَلَیْهِ) هل برائے استفہام تقریری (وَقِیْلَ هَلْ بِمَعْنٰی قَدْ) اَتٰكَ فعل مع مفعول بہ حَدِیْثُ مُوْسٰی مرکب اضافی ہو کر فاعل مکمل جملہ جملہ مستانفہ (لامحل لہا) اِذْ اسم ظرف بمعنی وقت، مضاف نَادَاهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حَدِیْثُ کا ظرف (ظَرْفٌ لِلْحَدِیْثِ لا لِلْاِتْیَانِ لِاَخْتِلَافِ وَقْتَیْهِمَا) (روح المعانی واعراب القرآن) اور تفسیر

مظہری میں اس طرح ہے اَلظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِمَفْهُوْمِ حَدِيْثِ مُوْسٰى اَىْ هَلْ اَتَاكَ الْحَدِيْثُ الْمُتَعَلِّقُ بِمُوْسٰى وَقْتَ نِدَاءِ رَبِّهٖ اِيَّاهُ، یا پھر اِذْ نَادَاهُ کو اُذْکُرْ فعل مقدر کا مفعول بہ مانا جائے (روح المعانی) (بِالْوَادِ متعلق نادیٰ کے، طُوًى، بدل ہے اَلْوَاد الْمُقَدَّس سے، بالواد ای فی الواد) اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى... اِذْهَبْ سے پہلے وقَالَ محذوف ہے لہٰذا قال فعل فاعل ہو کر قول ا؎۔ اِذْهَبْ فعل، ضمیر انت فاعل، الیٰ فرعون متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معلّل (فی محل نصب) اِنَّهٗ طَغٰى جملہ تعلیلیہ (تعلیلٌ لِلْاَمْرِ) معلّل اپنی تعلیل سے مل کر معطوف علیہ فَا عاطفہ قُلْ فعل، انت ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هل برائے استفہام (معناه ألعرض لاستدعائه بالملاطفة) لك جار مجرور ثابتةٌ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، الیٰ حرف جار اَنْ ناصبہ تزکّٰی فعل مضارع، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَهْدِيَ، فعل ضمیر انا فاعل کاف مفعول بہ الیٰ ربّك متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاء حرف عطف برائے تفریع تخشٰی فعل فاعل ہو کر معطوف (تخشٰی کا مفعول بہ هٗ ضمیر بوجہ رعایت فواصل محذوف ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا تزکّٰی کا پھر معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق رَغْبَةٌ مصدر کے، اور وہ مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر قول کا مقولہ، (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر اِذْهَبْ کا معطوف، (فی محل نصب) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر قال محذوف کا مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید لفظ اِذْ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) ظرف اس وقت ماضی یا مستقبل یا جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور عموماً زمانہ ماضی کے لیے ظرف بنتا ہے جیسے اِلّا تنصروه فقد نصرہ اللّٰہ اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنين اذ هما فی الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان اللّٰه معنا۔ اور کبھی مفعول بہ بنتا ہے جیسے واذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد قوم نوح اور کبھی مفعول بہ سے بدل بنتا ہے جیسے: واذكر فی الكتاب مريم اذ انتبذتْ من اهلها مكانا شرقيًّا، لفظ اِذ یہاں لفظ مریم سے بدل اشتمال ہے اور کبھی مضاف الیہ کے بعوض اس پر تنوین داخل کردی جاتی ہے جیسے: یومئذٍ (۲) حرف تعلیل جیسے: ضربته اذ اساء (میں نے اس کی پٹائی کی کیوں کہ اس نے برا کام کیا) (۳) حرف مفاجات جیسے: نفحۃ العرب میں ہے فبينما العسر اذ دارت مياسير (چوں کہ تنگی کے دوران اچانک گھومنے لگتے ہیں جوئے کے پاسے)

اجراء هل اتاك حديث موسٰى۔ عزیز طلبہ! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ لفظ موسیٰ معرفہ ہے بوجہ علم ہونے کے، مگر میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھو اور وہ یہ ہے کہ اگر علم سے مراد اس کا وصف مشہور لیا جائے، تو پھر علم معرفہ نہیں رہے گا۔

ا؎ قوله اذهب الخ ایک قول یہ ہے کہ اذهب، تفسیر ہے ناداه، کی، وقيل هو على حذفِ اَنْ المفسرة ای ان اذهب، اور یہ بھی جائز ہے کہ اَنْ مصدریہ سے پہلے حرف جر مقدر ہو ای بأن اذهب

جیسے لِکُلِّ فِرْعَوْنِ مُوْسٰی یہاں فرعون سے مراد وصف فرعون اور موسیٰ سے مراد وصفِ موسیٰ ہے اَیْ لِکُلِّ مُبْطِلٍ مُحِقٌّ اسی طرح اور بھی کچھ شکلیں ہیں دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۴۷۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی • تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا • پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا • اور جمع کیا پھر باواز بلند تقریر کی •

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں • سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا • بیشک اس میں

لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے •

تشریح ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس جانے کا حکم کیا تھا، چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فرعون کے پاس گئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾" یہ آیت فعل محذوف پر معطوف ہے ای ذَھَبَ اِلٰی فرعون فاراہ الخ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے پھر جب فرعون نے دلیل نبوت طلب کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی دکھلائی یعنی اپنے نبی ہونے کی نشانی دکھلائی، اس نشانی یعنی آیت کبریٰ سے بعض مفسرین نے عصا کا معجزہ مراد لیا ہے کہ آپ نے اپنے عصا کو زمین پر ڈالا تو سانپ بن گیا اور بعض مفسرین نے آیتِ کبریٰ کو اسم جنس قرار دے کر عصا و ید بیضا دونوں کا مجموعہ مراد لیا ہے، اور اسم جنس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر ہوتا ہے، مگر وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔ "فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾" تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلایا اور کہنا نہ مانا، پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کی کوشش کرنے لگا۔ "فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾" اور جمع کیا یعنی لوگوں کو جمع کیا پھر (ان کے سامنے) باواز بلند تقریر کی، اور کہا میں تمہارا ربِ اعلیٰ ہوں یہ موسیٰ کہاں سے آ گیا، اور کس نے اس کو بھیجا، رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں اَعْلٰى کی قید قیدِ احترازی نہیں ہے کہ وہ اپنے کو تو بڑا رب اور کسی دوسرے کو چھوٹا رب بھی مانتا ہو، بلکہ یہ قید قیدِ واقعی اور صفت مادِحہ کے طور پر استعمال کی کہ میں درحقیقت تمہارا بڑا رب ہوں، الغرض فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ "فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾" سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا دنیوی عذاب تو غرق، اور اخروی عذاب حرق، یعنی دنیا کے اندر تو اس کو دریا میں غرق کر دیا اور آخرت کے اندر نارِ جہنم میں جلے گا۔ نکالَ اسم مصدر ہے بمعنی عبرتناک سزا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں سزائیں بڑی عبرت ناک تھیں، "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾" ذٰلک کا

مشارالیہ ہے المذکور ای فی الاخذ والنکال بے شک اس میں ایسے شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عبرت حاصل کرے کہ پیغام خدا کو ٹھکرانے اور فرستادۂ خدا کی تکذیب کرنے سے ہلاکت وبربادی کے سوا کچھ نہیں، اے اللہ ہم سب کی حفاظت فرما۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دل جوئی نہیں ☆ طعنہ دیں گے بُت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

لغات اَرٰاہُ ہمزہ اول زائد ہے یہ اَفْعَلَ کا ہمزہ ہے اور ہاء سے پہلے جو الف ہے وہ لام کلمہ ہے جو کہ دراصل یاء تھا اور عین کلمہ (ہمزہ) تخفیفاً حذف کردیا گیا، مادہ رأیٌ ہے، اَرٰی کی اصل اَرْآ ہے (اَرْأَا) اور اس کی اصل اَرْأَیَ ہے (باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، مصدر اِرَائۃٌ) یاء متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا اَرْأَا ہوا، پھر ہمزہ کی حرکت نقل کرکے راء کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کردیا، اَرٰی ہوگیا (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) (اور یہاں چوں کہ آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے اس لیے متعدی بدو مفعول ہے نہ کہ متعدی بسہ مفعولہ)

اَلْاٰیَۃ نشانی، معجزہ، جمع آیات، آیت کے اصل معنی ظاہری نشانی کے ہیں، اسی اعتبار سے قرآن کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ کلام کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ اَلْکُبْرٰی (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، جمع الکُبَرُ، کَبُرَ (ک) کِبَرًا وکُبْرًا، شان ومرتبہ میں بڑا ہونا کَذَّبَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، کَذَّبَ فلانًا: کسی کو جھٹلانا، کَذَبَ (ض) کِذْبًا وکَذِبًا: جھوٹ بولنا، عَصٰی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَصٰی (ض) عِصْیَانًا، ومَعْصِیَۃً: نافرمانی کرنا، اَدْبَرَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَدْبَرَ اِدْبَارًا: پیٹھ پھیرنا، یَسْعٰی (ف) مضارع واحد مذکر غائب سَعٰی (ف) سَعْیًا: کوشش کرنا، دوڑنا حَشَرَ (ن،ض) حَشْرًا: جمع کرنا، نَادٰی (مفاعلت) ماضی واحد مذکر غائب، نَادٰی مناداۃً ونِدَاءً: آواز دینا، الْاَعْلٰی (ن) اسم تفضیل واحد مذکر، عَلَا یَعْلُو (ن) عُلُوًّا: بلند ہونا، (اَعْلٰی صفت مادحہ ہے، احترازی نہیں ہے کہ ارباب غیر اعلی کے وجود کو مستلزم ہو ای لَمْ یُقْصَد بہ التفضیلُ بل الوصفُ) اَخَذَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، اَخَذَ (ن) اَخْذًا، لینا، پکڑنا، نَکَال، تَنْکِیل کا اسم مصدر (جیسے سلام، تسلیم کا ہے، تفسیر مدارک ص: ۳۲۶) بمعنی سزا، عبرت ناک سزا، عذاب، نَکَّلَ، (ن) نَکَّلَہٗ بفلانٍ: کسی کو عبرت ناک سزا دینا، اَلْاٰخِرَۃ موت کے بعد کا زمانہ، اسم فاعل کے وزن پر ہے مگر یہاں بطور اسم جامد مستعمل ہے۔ (اعراب القرآن وصرفہٗ) ثلاثی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا، اَلْاُوْلٰی پہلی، مراد دنیا، جمع اُوَل، یہ اوّل کا مؤنث ہے، قرآن کے اندر جہاں لفظ آخرت کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے، (مزید تفصیل سورۃ التطفیف میں) عِبْرَۃً نصیحت، جمع عِبَرٌ (قال الرازی العبرۃُ من العُبور (ن) گذرنا، ایک جانب سے دوسری جانب پہنچنا، نصیحت حاصل کرنے میں بھی انسان جہالت سے عبور کرکے علم تک پہنچتا ہے) یَخْشٰی مضارع واحد مذکر غائب، خَشِیَ (س) خَشْیَۃً: ڈرنا۔

ترکیب فَاَرٰاہُ الْاٰیَۃَ الْکُبْرٰی فَکَذَّبَ وَعَصٰی ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی... فا حرف عطف اور معطوف علیہ محذوف ہے

اَیْ ذَھَبَ الٰی فرعون فَاَرَاہ الخ۔ اَرٰی فعل ضمیر ھو فاعل، ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اول الاٰیۃ الکبرٰی مرکب توصیفی مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فا عاطفہ کَذَّبَ وعَصٰی باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر حسب سابق معطوف علیہ معطوف، ثُمَّ حرف عطف، اَدْبَرَ فعل، ضمیر ھو مستتر ذوالحال یَسْعٰی جملہ فعلیہ حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (اَدْبَرَ کا عطف کَذَّبَ پر ہے) فَحَشَرَ فَنَادٰی فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی... یہ سب باہم معطوف ومعطوف علیہ ہیں اوران کا تعلق بھی ماقبل معطوف علیہ سے ہے، پھر تمام معطوفات مل ملا کر جملہ مستانفہ ہے۔ (لامحل لہا)

فَاَخَذَہٗ کی فا سببیہ ہے یعنی ماقبل سبب ہے مابعد کے لئے الاٰخرۃ والاولٰی مرکب عطفی ہوکر نکال کا مضاف الیہ ہے، پھر مرکب اضافی اَخَذَ فعل کا مفعول مطلق ہے کیونکہ دونوں میں معنیً اتحاد ہے اور نکال، تنکیل کا اسم مصدر ہے اور اسم مصدر کا مفعول مطلق بننا صحیح ہے کیونکہ مفعول مطلق کے لئے معنی حدثی ہونا کافی ہے، اس سے افعال کا مشتق ہونا ضروری نہیں ہے یا پھر نکال سے پہلے مضاف محذوف مانا جائے ای فاخذہ اللّٰہ اَخْذَ نکالِ الخ یا پھر اس طرح عبارت مانی جائے، فنکل بالاخذِ نکالَ الاٰخرۃ والاولٰی۔

اِنَّ فی ذٰلك لَعِبْرَۃً لمن یَّخْشٰی... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، فی ذٰلك متعلق ثابت محذوف کے ہوکر خبر مقدم (ای فی المذکور، ای فی الاخذ والنکال) لام، مزحلقہ، برائے تاکید عِبْرَۃً موصوف، لام جارہ من یخشٰی اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار مجرور کائنۃً محذوف کے متعلق ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم موخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (لامحل لہا)

فائدہ لام ابتدائیہ ومزحلقہ کا بیان صفحہ ۱۰ ر اور حاشیہ [۲] میں دیکھیں۔

[۱] روح المعانی میں اس فا کو فصیحہ لکھا ہے اور معطوف علیہ ذَھَبَ ثم محذوف ہے۔

[۲] لام کی مختلف قسمیں ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو لام مفردہ کی تین قسمیں ہیں (۱) لام جارہ، (۲) لام جازمہ (۳) لام غیر عاملہ۔

قسم اول: لام جارہ مختلف معانی کے لئے آتا ہے مثلاً اختصاص، استحقاق، تعلیل، تاکید، نفی، تملیک، ملک وغیرہ کے لئے، ومنہا التوکید وھی اللام الزائدۃ وھی انواعٌ منہا اللام المعترضۃ بین الفعل المتعدی ومفعولہ، ومنہا اللام المسمّاۃُ بِالْمُقْحَمَۃِ وھی المعترضۃُ بین المتضائفین کما فی قولہم یابُؤسَ لِلْحَرْبِ والاصلُ یا بُؤسَ الحربِ ومنہا اللام المسماۃُ بلام التقویۃ وھی المزیدۃُ لتقویۃ عاملٍ ضَعُفَ (اِمّا بتاخر العامل نحو ھُدًی ورحمۃ للذین ھُمْ لربّھم یَرھبون، او بکونہٖ فرعًا فی العمل نحو فعّالٌ لما یرید)

قسم ثانی: دوسری قسم کا لام وہ ہے جو طلب کے لئے آتا ہے اور اپنے مابعد کو جزم دیتا ہے اور خود مکسور ہوتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے واو، فا، اور ثُمَّ ہو تو ساکن ہو جاتا ہے جیسے فَلْیستجیبوا لی ولْیؤمنوا بی، ثُمَّ لْیَقْضُوا۔

قسم ثالث: تیسری قسم کا لام وہ ہے جو غیر عامل ہوتا ہے اور اس کی سات قسمیں ہیں، لام ابتدائیہ اور یہ مضمون جملہ کی تاکید کا فائدہ دیتا ہے اسی وجہ سے باب اِنَّ میں اس کو صدر جملہ سے ہٹا کر پیچھے آگے بڑھا دیا جاتا ہے کیونکہ اِنَّ خود تاکید کلام کے لئے آتا ہے تو اگر اس لام کو بھی شروع کلام میں رکھیں تو ابتدائے کلام میں دو تاکیدوں کا اجتماع لازم آئے گا، اور یہ مکروہ ہے، اس لام کو لام مزحلقہ (بفتح اللام وبکسرھا) کہتے ہیں (یعنی جس کو اپنی جگہ سے پھسلا دیا اور ہٹا دیا گیا ہو) جیسے اِنَّ ربک لیحکم بینہم یوم القیامۃ، اِنَّ ربی لسمیع الدعاء، اِنَّ لك الاتجوع... غیر ممنون، اسم موخر اور خبر دونوں ☜

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا ● اللہ نے اس کو بنایا ● اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا ● اور اس کی رات کو تاریک بنایا

وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾

اور اس کے دن کو ظاہر کیا ● اور اس کے بعد زمین کو بچھایا ● اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا ●

وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا ● تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کے لئے ●

تشریح ماقبل آیت یعنی ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ میں کفار کا قیامت کو مستبعد و محال سمجھنا مذکور تھا، پھر فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ سے وقوع قیامت کا نقلی جواب دیا گیا، پھر درمیان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ مذکور ہوا اب ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا سے وقوع قیامت کا عقلی جواب دے رہے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ" بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ یعنی تم یہ بتلاؤ کہ کیا تمہارا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد، زیادہ سخت ہے یا آسمان کا، ظاہر ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے جیسا کہ دوسری آیت ہے لَخَلْقُ السموات والارض اکبر من خلق الناس یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل ہے کہ آسمان انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ حالاں کہ ہم نے زمین و آسمان کو پیدا کر دیا تو پھر تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ لہٰذا ایک بار نہیں، ہزار بار زندہ کئے جا سکتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ "بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾" اللہ نے اس کو بنایا بایں طور کہ اس کی چھت کو بلند کیا واقعی حیرت ہے کہ کس قدر اونچا بنایا اور اتنی اونچائی پر اس کو کس طرح روک دیا، اور اس کو درست بنایا کہ اس میں کوئی شگاف اور کمی نہیں ہے، "وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾" اور اس کی رات کو تاریک بنایا،

☜ پر آتا ہے۔ (لہٰذا لَاِنَّ یہاں دراصل لَاَنْ تھا) اگر اِنَّ کو مؤخر کر دیتے تو حرف (حرف مشبہ) کے معمول کا اس پر مقدم کرنا لازم آتا، اور محض لام ابتداء جو مزحلقہ نہ ہو جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رهبۃً میں ہے۔

دوسری قسم لام زائدہ ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہوتا ہے جیسے: اُمُّ الْحُلَيْسِ لَعَجُوْزٌ شَهْرَبَةٌ اَلْاَصْلُ لَهِيَ عجوزٌ اور یہ لام اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر بھی آتا ہے جیسے اَلَا اَنَّهُمْ لَيَاكلون الطعام (بفتح الہمزہ، سعید ابن جبیر کی قرأت کے مطابق) اس لام کے اور بھی مواقع ہیں تفصیل در مغنی اللبیب، تیسری قسم لام الجواب ہے یعنی جواب لو کا لام جیسے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا، اور لولا کے جواب کا لام جیسے ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض، اور جواب قسم کا لام جیسے تاللہ لاکیدنّ اصنامکم۔ چوتھی قسم کا لام وہ ہے جو اداۃ شرط پر داخل ہو خبر دینے کے لئے کہ جواب اس کے بعد ہے ماقبل قسم پر بنا کرتے ہوئے نہ کہ شرط پر، بناء بریں اس لام کو لام موذِنہ اور لام موطِّئہ بھی کہتے ہیں جیسے لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ۔ پانچویں قسم کا لام جیسے الرجل کا لام۔ چھٹی قسم کا لام اسماء اشارات کا لام جیسے ذٰلک، تلک، (للدلالۃ علی البعد أو علی توکیدہ) ساتویں قسم کا لام لام التعجب جو غیر جارہ ہو جیسے لَظَرُفَ زیدٌ ای ما اظرفہ

اور اس کے دن کو ظاہر کیا، لیلھا اور ضحٰھا کی ضمیر سماء کی طرف راجع ہے، اور رات و دن کو آسمان کی طرف اس لیے منسوب کیا کہ رات اور دن آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتے ہیں، اور آفتاب آسمان میں ہے، یہ نہیں فرمایا گیا کہ رات اور دن خود بخود پیدا ہو گئے، بلکہ رات کو تاریک بنانے اور دن کو ظاہر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی تا کہ اس کی صناعی کی طرف ذہن منتقل ہو اور معلوم ہو کہ یہ دونوں کام کرنے والا بڑی قدرت و طاقت والا ہے لہٰذا ایسے قادر اور طاقت ور کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں'' وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ '' اور اس کے بعد زمین کو بچھایا کہ جس پر چلنا پھرنا اور کھیتی باڑی کرنا آسان ہو گیا،'' اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ '' اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا، یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کو جاری کر کے سبزی، غلے پھل پھول، اور طرح طرح کی غذائیں پیدا کیں،'' وَ الْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ ''اور پہاڑوں کو قائم کر دیا جس سے زمین کی سطح رک گئی، '' مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ '' تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کے لیے یعنی زمین کا بچھانا، اس پر پہاڑوں کا گاڑنا، اور زمین سے چشموں، نہروں اور غلہ و چارہ کا نکالنا یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ رسانی کے لیے ہے۔ لہٰذا جب ایسی ایسی چیزیں ہم نے بنا دیں تو تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

فائدہ اصل استدلال خلق سماء سے تھا، مگر زمین کا ذکر شاید اس لیے کر دیا کہ اس کے احوال ہر وقت پیش نظر ہیں اور زمین کی تخلیق گو آسمان کے برابر نہ سہی لیکن بہ نسبت انسان کے اس کی تخلیق بھی اشد ہے، اور آسمان و زمین کی تخلیق کا اشد و مشکل کام ہونا یہ انسان کو سمجھانے کے اعتبار سے ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کام کا کرنا دقیق اور مشکل ہو، قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

نکتہ: قولہ دَحٰهَا جلالین میں ہے کہ زمین کے مادّہ کی تخلیق، تخلیق آسمان سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچھانا تخلیق آسمان کے بعد ہوا۔

لغات اَشَدُّ، زیادہ سخت، اسم تفضیل واحد مذکر، از باب ضرب شَدَّ الشیءُ (ض) شِدَّةً: سخت ہونا، (۲) بھاری ہونا، شَدَّ الشیءَ (ن) شَدًّا: سخت کرنا، خَلْقًا، باب نصر کا مصدر مجہول، پیدا کیا جانا[1]، السماءُ، آسمان، جمع سمٰوٰت، بنٰی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، بنٰی (ض) بِنَاءً: بنانا (دراصل بَنَیَ تھا قاعدہ ۷ جاری ہوا ہے) رَفَعَ ماضی واحد مذکر غائب، رَفَعَ (ف) رَفْعًا: بلند کرنا، اونچا کرنا، سَمْكَ، اسم بمعنی چھت، جمع سموک، سَوّٰی (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، سَوَّی الشیءَ تَسْوِيَةً: درست کرنا (اس میں قاعدہ ۷ سے تعلیل ہوئی ہے) سَوِیَ الرجلُ (س) سِوًی: درستکار ہونا، اَغْطَشَ، (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، (لازم و متعدی) تاریک کرنا، تاریک ہونا، مجرد میں باب

[1] جب خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو تو معنی ہوں گے ایک چیز کو دوسری چیز کی صورت میں تبدیل کرنا حضرت عیسیٰ کے متعلق ہے واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني (اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے ہو) اور کبھی خلق کے معنی اندازہ کرنے کے آتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین اسی معنی کے اعتبار سے کہا ہے۔

ضَرَبَ سے ہے، غَطَشَ، (ض) غَطْشًا: تاریک ہونا، اَخْرَجَ ماضی واحد مذکر غائب، اَخْرَجَ الشیئ اِخْرَاجًا: نکالنا، خَرَجَ، (ن) خُرُوْجًا: نکلنا، ضُحٰی، اسم ہے اور معنی دھوپ پھیلنے اور دن چڑھنے کے ہیں پھر اس وقت کو بھی ضحیٰ کہنے لگے جس میں دھوپ خوب پھیل جائے یعنی چاشت کا وقت، مراد دن ہے، (لیل کے مقابلہ میں آنے کے قرینہ سے) اور دن کو ضُحٰی سے بایں وجہ تعبیر کیا کہ چاشت کا وقت اجزائے نہار میں نور اور روشنی میں اکمل ہوتا ہے۔ اور جب اس کی اضافت شمس کی طرف ہو تو مجازاً روشنی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے والشمس وضُحٰھا یعنی کامل روشنی جیسے بوقت چاشت ہوتی ہے۔ (روح) دَحٰا (ن) ماضی واحد مذکر غائب، دَحَا (ن) دَحْوًا: بچھانا، ہموار کرنا، (اس میں الف، واؤ یا یاء سے بدلا ہوا ہے بقاعدہ ۷، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) مَاءٌ پانی، جمع، میاہ، مَرْعٰی، مصدر میمی، بمعنی المفعول بمعنی چارہ، (مظہری) یہاں مجاز مرسل ہے، یعنی مرعٰی بمعنی گھاس بول کر مطلق ماکول مراد ہے خواہ جانوروں کا یا انسانوں کا، مزید تفصیل در روح المعانی) مرعٰی کا دوسرا معنی ہے چراگاہ، جمع مراعٍ، اس صورت میں یہ باب فتح سے اسم ظرف ہوگا (لہٰذا تسمیۃ الحال باسم المحل کے قبیل سے ہوگا) رعٰی (ف) رَعْیًا ومرعیً: جانور کا چرنا، چرانا اَرْسٰی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَرْسی الشیء ارساءً: قائم کرنا رَسَا (ن) رَسْوًا: قائم ہونا۔ بقاعدہ ۷ الف مزید فیہ میں یاء سے بدل کر آیا ہے اور مجرد میں واؤ سے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) مَتَاعًا اسم مصدر بمعنی تمتیعًا (فائدہ پہنچانا) اَنْعَام، نعمٌ کی جمع چوپائے (ای الابل والبقر والغنم، جلالین) (یاد رکھئے کہ انعام کا اطلاق گائے، بھینس، بیل، بکری پر اسی وقت ہوگا جب ان میں اونٹ بھی ہو کیوں کہ اَنْعَام نَعَم بمعنی اونٹ کی جمع ہے اور اونٹ کو نعم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اہل عرب کے یہاں بڑی نعمت ہے اور دوسرے جانوروں پر اس کا استعمال تغلیبا ہے)

ترکیب ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا...... ھمزہ حرف استفہام برائے توبیخ، اَنْتُمْ مبتدا اَشَدُّ اسم تفضیل واحد مذکر، ضمیر اس کے اندر ممیز خَلْقًا تمیز، ممیز اپنی تمیز سے مل کر فاعل، اسم تفضیل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ، اَمْ حرف عطف السَّمَاءُ مبتدا اور خبر محذوف ہے اَیْ اَشَدُّ خَلْقًا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (لا محل لہا) بَنٰهَا... بنٰی فعل ضمیر ھو فاعل، (مرجع اللہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہو رہا ہے لہٰذا مرجع معنیً مذکور ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۱۴۰) ھَا مفعول بہ، مکمل جملہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے (یعنی السماء اَشَدُّ خَلْقًا کا بیان اور کیفیت ہے)[1] رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا... رَفَعَ فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، سَمْكَهَا مرکب اضافی مفعول بہ، پھر جملہ ہو کر معطوف علیہ، فَسَوّٰهَا، عطف رَفَعَ پر، پھر دونوں مل کر معطوف علیہ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا معطوف علیہ معطوف، وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا، معطوف، یہ سب مل ملا کر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے، (یعنی بنٰھا کا بیان ہے (لا محل لہا) (روح)[2] وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اَخْرَجَ مِنْهَا

[1] دوسری ترکیب یہ بھی ہے کہ السماءُ ذوالحال، بنٰھا، حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر اَنْتُم پر عطف ہو۔

[2] رَفَعَ سمکھا تا ضُحٰھا کو بنٰھا سے بدل بھی بنا سکتے ہیں۔

مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا... واوٗ حرف عطف، (ماقبل جملہ پر عطف ہے) الارض مفعول بہ ہے، فعل محذوف دحا کا جس پر مابعد فعل دال ہے کیونکہ یہ ما اضمر عاملہ علیٰ شریطۃ التفسیر کے قبیل سے ہے، بعد ذٰلک (ای بعدخَلْقِ السماء) مرکب اضافی ہوکر فعل محذوف دَحَا کا ظرف۔ دَحٰهَا مکمل جملہ تفسیر ہے، فعل محذوف دَحا کی، (لامحل لہا) مفسر اپنی تفسیر سے مل کر معطوف علیہ، والجبالَ اَرْسٰها یہ بھی ما اُضمر عاملہ الخ کے قبیل سے ہے اوراس کی ترکیب بھی والارض بعدذلک کی طرح ہے اَی اَرْسا الجبال اَرْسٰہا اور یہ جملہ بھی ماقبل پر عطف ہے (یعنی اَرْسا کا عطف دَحا پر ہے، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اور درمیان میں اَخْرَجَ منہا مائہا ومَرْعٰہا، یہ جملہ دَحا کا بیان اور تفسیر ہے[1] مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ... لَکم ولِاَنعامِکم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر متاعاً بمعنی تمتیعًا کا متعلق اور متاعًا فعل محذوف فَعَلَ کا مفعول لہٗ ہے اَیْ فَعَلَ ذٰلک تمتیعًا لکم الخ[2]۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا ● یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا ● اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ

لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

ظاہر کی جاوے گی ● تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی ● اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی ● سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا ●

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا ● سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا ●

تشریح ماقبل آیات میں بعث بعدالموت کو نقلی وعقلی دونوں طریقوں سے ثابت کیا گیا تھا، اب ان آیات کے اندر بعث کے بعد اہل جنت اور اہل دوزخ کی جو جزا وسزا ہوگی اس کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: '' فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ ''سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا، یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا (طَمَّ الشَّیْءُ) (ضَ) طَمًّا وطمومًا کا معنی ہے چھا جانا، لہٰذا یہاں طامہ سے مراد ہنگامۂ قیامت ہے کیوں کہ وہ سب پر چھاجائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا پھر اذا سے بدل آیا یوم یتذکر الخ یعنی جس دن انسان اپنے کئے دھرے کو یاد کرے گا کہ اس کا ہر چھوٹا بڑا عمل نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔

تحقیق مفید زمخشریؒ نے کشاف میں لکھا ہے کہ طامّۃ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیزوں پر غالب آجائے اور قیامت چوں کہ تمام دنیا پر غالب آجائے گی اس لیے اس کا نام طامّۃ بھی ہوا، یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے مختلف پہلو

---

[1] قولہ اَخرجَ الخ دوسری ترکیب یہ ہے کہ قَدْ محذوف مان کر اس کو حال بنانا بھی صحیح ہے ای قَدْ اخرج الخ

[2] متاعًا الخ کو مفعول مطلق بنانا بھی درست ہے اَیْ مَتَّعْنا کم بہا تمتیعًا لکم الخ

سامنے رکھ کر خدا تعالیٰ نے اس کے مختلف نام رکھے ہیں مثلاً واقعہ، حاقہ، طامہ، صاخہ، غاشیۃ، قارعۃ، الساعۃ وغیرہ۔ "وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝" "اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی یعنی درمیان میں کوئی آڑ نہ رہے گی، اور لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، انسان نہ بھی دیکھنا چاہے تب بھی دیکھنے پر مجبور ہوگا تو اس روز یہ حالت ہوگی کہ "فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝" "تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا یعنی جو شخص دنیا کے اندر دو بلاؤں میں مبتلا رہا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ (۱) ایک بلا تو یہ کہ اس نے خدا اور رسول کے احکام کو ماننے کے بجائے سرکشی و نافرمانی کی ہوگی (۲) دوسری بلا یہ کہ آخرت کا منکر و کافر ہو کر آخرت پر دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی یعنی جب ایسا کوئی کام سامنے آیا کہ اس کے اختیار کرنے میں دنیا میں تو لذت و آرام ملتا ہے مگر آخرت میں اس پر عذاب کی وعید ہے تو اس وقت یہ دنیا کی لذت کو ترجیح دے اور آخرت کو نظر انداز کر دے، لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا، "وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝" اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا یعنی اہل جنت کی بھی اسی طرح دو علامتیں ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ وہ شخص دنیا کے اندر اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ ذوالجلال کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونا ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو آخرت کا عقیدہ ہے۔ (۲) اس ڈر کی وجہ سے اس نے اپنے نفس کو حرام خواہشات سے روکا یعنی اعتقاد صحیح کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی کیا تو اس کے لیے بشارت فرمائی کہ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ کہ جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

لغات اِذَا اس کا تفصیلی بیان ترکیب کے تحت حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ جَآءَتْ (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، جاءَ (ض) جَيْئًا و مَجِيْئًا: آنا۔ جاءہٗ و جاءَ الیہ دونوں طرح استعمال ہے، الطَّآمَّةُ بڑا ہنگامہ یعنی قیامت، باب ضرب سے اسم فاعل، طَمَّ الشیئ (ض) طُمُوْمًا: پھیلنا، چھا جانا، طامۃ سے مراد ہنگامہ قیامت ہے کیونکہ وہ سب پر چھا جائے گا اور سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ طَمَّ الشیئَ (ن) طَمًّا: ڈھانکنا، (الکبریٰ صفت لانا محض تاکید کے لئے ہے، تفسیر مظہری روح المعانی) (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ میں ہے کہ الطامۃ کی تاء برائے مبالغہ ہے) الْكُبْرٰى (ک) اسم تفضیل واحد مؤنث، كَبُرَ (ک) كِبَرًا و كُبْرًا شان و مرتبہ میں بڑا ہونا، جسامت یا حجم میں بڑا ہونا۔ يَتَذَكَّرُ (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب، تَذَكَّرَ الشیئَ: یاد کرنا، ذَكَرَ (ن) ذِكْرًا: یاد کرنا، نصیحت قبول کرنا۔ الانسانُ، آدمی، جمعُہٗ اَنَاسِیّ (مزید تحقیق در رکوع/۵) سَعٰى (ف) ماضی واحد مذکر غائب، سعی، (ف) سَعْيًا: کوشش کرنا، کوئی کام کرنا (۲) چلنا دوڑنا۔ بُرِّزَتْ، (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ظاہر کرنا، بَرَزَ (ن) بُرُوْزًا: ظاہر ہونا۔ الجحیم، دوزخ، دہکتی ہوئی آگ صفت مشبہ ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے جَحِمَتِ النَّارُ (س)

جَحْمًا وَجَحَمًا وَجُحُوْمًا: آگ بھڑکنا[1]۔ یَرٰی (ف) مضارع واحد مذکر غائب، رأی (ف) رُؤیۃ: آنکھ سے دیکھنا۔ اَمَّا حرفِ شرط وتفصیل ہے، بنابریں اس کے جواب میں فا آئے گا، اَمَّا اکثر اوقات تفصیل کے لئے آتا ہے، جیسے اَمَّا السفینۃُ فکانتْ لمساکین کبھی غیر تفصیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَمَّا زیدٌ فمنطلِقٌ[2] طَغٰی (دیکھئے اِذْھَبْ الٰی فرعونَ اِنَّہٗ طغٰی) اٰثَرَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آثَرَ ایثارًا: ترجیح دینا، پسند کرنا[3]۔

الحیٰوۃ جینا، زندگی، باب سمع کا مصدر، حَیِیَ (س) حَیَاۃً وحَیَوانًا: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی حاصل مصدر ہے) الدنیا (موجودہ زندگی) اسم تفضیل واحد مؤنث از باب نصر وسمع۔ دَنَا للشیئِ ومنہ والیہ (ن) دُنُوًّا، ودَنَاوَۃً: قریب ہونا، دَنِیَ (س) دَنًا ودَنَایَۃً۔ ردی ہونا، (دنیا بمقابلۂ آخرت قریب بھی ہے اور ردّی بھی ہے) (اختیاری مطالعہ ضرور دیکھیں) الجحیمُ (ابھی ابھی تحقیق گذر چکی) الماویٰ ٹھکانا، رہنے کی جگہ، باب ضرب سے اسم ظرف (لفیف مقرون) اَوٰی المکانَ والیہ (ض) اُوِیًّا: قیام کرنا، پناہ لینا۔ خَافَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، خافَ (س) خَوْفًا ومَخَافۃً وخِیْفَۃً: ڈرنا۔ مَقَامَ، مصدر میمی مِنْ قَامَ یقومُ (ن) قِیامًا (۲) اسم ظرف۔ نہیٰ (ف) ماضی واحد مذکر غائب، نہی عن الشیئِ (ف) نَہْیًا: روکنا، جھڑکنا (النُّہیۃُ العقلُ فانَّہٗ یمنع النفس عن الرذائل) النَّفْسَ قلب، روح، شخص[4]۔ الھویٰ نفسانی خواہش، اسم ومصدر از باب سمع ھَوِیَ (س) ھوی: چاہنا، محبت کرنا۔ الجنّۃ بہشت، جمع الجنّٰت۔

ترکیب فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ...... فا عاطفہ (للدلالۃِ علی ترتبِ ما بعدھا علی ماقبلھا، اعراب القرآن[5]) اِذَا ظرفیہ متضمن معنیٔ شرط، مضاف[6]

---

[1] جَحَمَ (ف) جَحْمًا: آگ بھڑکانا، آگ روشن کرنا۔

[2] **قولہ** فامّا الخ اَمّا اور فا کے درمیان چھ چیزوں میں سے کسی ایک کو لایا جاتا ہے: (۱) مبتدا کو (۲) خبر کو جیسے اَمّا فی الدار فزیدٌ (۳) جملہ شرطیہ کو جیسے فامّا اِنْ کانَ من المقربینَ فروحٌ الخ (۴) جواب شرط کے معمول منصوب کو جیسے فامّا الیتیم فلا تقہر (۵) محذوف کے معمول کو جس کی مابعدِ فا تفسیر کرے جیسے امّا زیدًا فاضربْہٗ (۶) اَمّا کے معمول ظرف کو لِمَا فیہا مِنْ معنی الفعلِ نابتٌ عنہ جیسے اَمّا الیوم فانی ذاھبٌ ولا یکون العامل مابعد الفاء ھذا قول سیبویہ والجمہور۔ (مغنی اللبیب: ص ۵۷)

[3] آثِرَ (س) اَثْرًا: ترجیح دینا، (اَثَرَ الحدیث (ن) اَثْرًا: روایت نقل کرنا، ومنہ الماثورۃ ای المنقولۃ)

[4] **قولہ** النفس اس کے مختلف معانی آتے ہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا قُوا انفسکم واھلیکم نارًا أیْ ذواتِکم، یا ایہا الناس اتّقوا ربّکم الذی خلقکم مِنْ نفسٍ واحدۃٍ ای اصلٍ واحدٍ، وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ ما فی انفسکم فاحذروہ أیْ فی قلوبکم، اَخْرِجوا انفسکم أیْ ارواحکم، وما تدری نفسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تموتُ ای شَخْصٌ۔

[5] اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ میں اس فا کو استینافیہ لکھا ہے۔

[6] اِنْ اور اِذَا مستقبل کی شرط کے لئے آتے ہیں اور لَوْ ماضی کی شرط کے لئے، البتہ کبھی لَوْ مستقبل کے لئے بھی آتا ہے، اور کبھی اذا ماضی کے لئے بھی آجاتا ہے، جیسے واذا رأو تجارۃً الخ اِنْ اور اذا میں فرق یہ ہے کہ اِنْ کے اندر وقوعِ شرط کا یقین نہیں ہوتا اور اذا میں وقوعِ شرط کا یقین ہوتا ہے، اسی وجہ سے اذا کے ساتھ اکثر وبیشتر ماضی کا صیغہ استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ماضی تحقق وتیقن پر دلالت کرتی ہے، اور لَوْ ایسی شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے جو محض فرضی

جاءت فعل، الطامّۃُ الکبرٰی مرکب توصیفی فاعل، فعل مع فاعل کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، یومَ مضاف یتذکّرُ الانسانُ ما سَعٰی، جملہ ہوکر مضاف الیہ (محل جر میں) (ما سعٰی موصول صلہ ہوکر مفعول بہ، اور صلہ میں عائد محذوف ہے اَیْ لَہٗ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اِذَا جاءت سے۔ وبُرّزتِ الجحیمُ الخ اس جملہ کا عطف جاءَتْ پر ہے، الجحیمُ نائب فاعل، مَنْ یرٰی اسم موصول صلہ ہوکر مجرور، جار مجرور متعلق بُرِّزَتْ کے اور اذا جاءتِ الطامّۃ الکبرٰی کا جواب مابعد آیت فامّا مَنْ طغٰی الخ ہے گویا اِذا جاءت میں عامل اس کا جواب وجزا ہی ہے (دوسرا قول یہ ہے کہ اذا جاءت کا جواب وجزا محذوف ہے، والتقدیرُ کانَ مِنْ عظائم الامور، اعراب القرآن[1]) فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی...... فا جزائیہ (جب کہ اس آیت کو فاذا جاءت الطامّۃ الخ کا جواب مانیں" ورنہ فا استینافیہ ہوگا، اعراب القرآن) اَمّا حرف شرط وتفصیل، مَنْ اسم موصول طغٰی فعل ضمیر ھو مستتر فاعل پھر جملہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ آثَرَ فعل با فاعل الحیٰوۃَ الدنیا، مرکب توصیفی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فَاِنَّ الجحیمَ الخ۔ فا واقع در جواب امّا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، الجحیم اسم اِنَّ، ھِیَ ضمیر فصل الماوٰی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر مبتدا کی خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ۔ (اور عائد مقدر ہے ای ھی الماوٰی لہ) واؤ حرف عطف اَمّا حرف شرط وتفصیل، مَنْ اسم موصول، خَافَ فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، مقامَ ربِّہٖ مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نھی النفس عن الھوٰی جملہ معطوفہ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (قائم مقام شرط) فاِنَّ الجنّۃَ ھی الماوٰی، خبر (قائم مقام جزا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر فامّا مَنْ طغٰی الخ پر عطف اور وہ ماقبل اذا جاءتِ الطامۃُ الخ کی جزا وجواب (یا بشکل دیگر جملہ مستانفہ)

ہوتی ہے اور اس شرط کے عدم وقوع کا جزم ہوتا ہے جیسے ولو علم اللہ فیھم خیراً لاسمعھم کبھی اِذا ظرفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شرطیہ ہوتا ہے جیسے اذا جاءت الطامۃ الکبرٰی، اذا الشمس کوّرت وغیرہ اور کبھی فقط ظرف کے لئے آتا ہے، جیسے والضحٰی واللیل اذا سجٰی کے اندر، بعض کا خیال ہے کہ اذا کبھی ظرفیت سے نکل جاتا ہے مگر جمہور اس کے قائل نہیں والجمھور علٰی اَنّ "اذا" لا تخرج عن الظرفیۃ (مغنی اللبیب ص ٩٢، ج ا) کبھی اِذا مفاجاۃ کے لئے آتا ہے، تفصیل در "مشکل ترکیبوں کا حل" ص ٥١، ٣٣٩)

نکتہ: شرط وجزا میں مقصود بالذات جزا ہوتی ہے لہٰذا اگر جزا جملہ خبریہ ہے تو پورا جملہ، جملہ خبریہ کہلائے گا، اور اگر جزا جملہ انشائیہ ہے تو پورا جملہ، جملہ انشائیہ کہلائے گا رہی نفس شرط تو وہ ادات شرط کی وجہ سے خبریہ اور انشائیہ ہونے سے خارج ہوگئی۔ (دروس البلاغۃ)

[1] بُرِّزت کا عطف یتذکّر پر بھی کرسکتے ہیں۔

فائدہ: اذا کے عامل ناصب کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اس کا عامل شرط ہے وھو قول المحققین ان کے نزدیک اذا مضاف نہیں ہوگا کما یقولہ الجمیعُ اذا جَزَمْتُ کقولہ واذا تُصِبْکَ خصاصۃٌ فتَحَیَّل (۲) اس کا عامل وہ ہے جو اس کے جواب میں ہے یعنی فعل یا شبہ فعل وھو قول الاکثرین۔ (مغنی اللبیب: ص ٩٦، ج ا)

نوٹ: قولہ ھی الماوٰی یہاں ضمیر فصل کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو مبتدا اور مابعد کو خبر بنایا جائے، پھر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل اِنّ حرف مشبہ بالفعل کی خبر۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں، اب ان پر اسمیت غالب آگئی، اسم سے مراد اسم ذات ہے یعنی وہ لفظ جو ذات غیر مبہم پر دلالت کرے اور اس میں کسی صفت کا لحاظ نہ ہو، اور صفت ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو ذات مبہم پر دلالت کرے جیسے ناصرٌ (کوئی بھی مدد کرنے والا) لفظ دنیا میں قاعدہ نمبر ۲۶، جاری ہوا ہے، یعنی لام فُعلی کا واو اسم جامد میں یا ہو جاتا ہے اور صفت میں اپنی حالت پر رہتا ہے جیسے غُزوٰی (جنگ کرنے والی عورت)، اور اسم تفضیل چوں کہ اسم جامد کے حکم میں ہے اس لیے دنیا وعلیا کہ جو دراصل دُنْوا وعُلْوا تھے واو کو یا سے بدل دیا، اور جب دنیا باب نصر کے بجائے باب سمع سے ہو، بمعنی ردی ہونا تو اس وقت اپنی اصل پر رہے گا۔

اشکال وجواب: فان الجحیم ھی الماوٰی ترکیب میں ماقبل مَنْ مبتدا کی خبر ہے، اور جب خبر جملہ ہو تو اس میں مبتدا سے ربط کے لیے عائد کا ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے۔

جواب: کوفیین کے نزدیک الماویٰ کا الف لام بعوض مضاف الیہ ہے ای ماواہ لہٰذا الف لام ضمیر کے بدلہ میں ہے تو عائد موجود ہے۔ اور بصریین کے نزدیک عائد مقدر ہے (ای ھی الماویٰ) (مظہری) عائد ورابط کی متعدد شکلیں ہوتی ہیں تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝۴۲ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ اِلٰى رَبِّكَ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا • اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق • اس کا مدار صرف آپ کے

مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝۴۵ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

رب کی طرف ہے • آپ تو صرف اس شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو • جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن

عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶

کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں •

تشریح ان آیات میں کفار کے ایک سوال کا ذکر کیا گیا ہے جس کو وہ مذاق کے انداز میں آپ ﷺ کو تکلیف دینے کی غرض سے کرتے تھے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝۴۲" یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔ یعنی قیامت کب آئے گی، اس کا دن اور تاریخ کیا ہے، اَیَّانَ اسم استفہام ثابت کا ظرف ہو کر خبر مقدم، مرسی مصدر میمی بمعنی قائم کرنا مبتدا موخر، لفظی ترجمہ ہوا کب ہوگا اس کا قائم کرنا، اس کا ایک ہی جواب ہے، فرمایا۔ "فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳" اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ فیم ای فی اَیِّ شَیء، مبدل منہ اور من ذکرھا اَیْ مِنْ ذِکْرِی وقتھا، بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر خبر مقدم۔ اَنْتَ

مبتدا موخر، لفظی ترجمہ ہوگا اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کس چیز یعنی کس تعلق میں ہیں؟ اور استفہام چوں کہ انکاری ہے جو مثبت کو منفی بنا دیتا ہے لہٰذا اب اس کا مطلب ہوا کہ اس کے وقت کو بیان کرنے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اگر یہ کفار بے تکے سوال کر رہے ہیں تو کرنے دو [1] "اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾" "اس کا مدار آپ کے رب کی طرف ہے۔ لفظی ترجمہ ہوگا تیرے رب کی طرف ہے اس کی پہنچ یعنی اسکا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا (پ ۱۶) (بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں) "اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾" "آپ تو صرف اس شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو یعنی آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ صرف قیامت کی اجمالی خبر سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، اور اجمالی خبر یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، رہی اس کی تفصیل کہ کب آئے گی تو اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، اور مَنْ يَّخْشٰهَا کی قید اس لیے لگائی کہ اگر چہ آپ بالعموم سبھوں کو ڈرانے والے ہیں مگر ڈرانے اور سمجھانے کا فائدہ اسی کو ہوگا جو قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو، اور یہ لوگ جو جلدی مچا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آخر وہ کہاں چلی گئی، تو وہ کان کھول کر سن لیں۔ "كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾" "جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اوّل حصہ میں رہے ہیں۔ یعنی جب قیامت آجائے گی اور اس کا جگر خراش منظر سامنے ہوگا تو دنیا کی مدتِ طویلہ مختصر معلوم ہوگی اور یہ سمجھیں گے کہ عذاب بہت جلد آ گیا اور ایسا محسوس ہوگا کہ ہم دنیا میں صرف دن کے آخری حصہ یعنی ایک شام یا اس کی صرف ایک صبح ہی ٹھہرے ہیں [2]۔ لہٰذا جلدی کیوں مچاتے ہو، جب وہ واقع ہوگی اس کو تم جلدی آنا ہی محسوس کرو گے۔

ضُحٰی کی اضافت عَشِيَّة کی ضمیر کی طرف کیوں؟ عشِيَّةٌ دن کا نصف اخیر یعنی شام، اور ضُحٰی کا معنی نصفِ اوّل یعنی صبح، اور ضُحٰی کی اضافت عشِيَّةٌ کی ضمیر کی جانب اس لیے کی گئی کہ دونوں ایک ہی دن کے جزء ہیں۔ (مظہری)

اے اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے ہماری حفاظت فرما۔

لغات يَسْئَلُوْن (ف) مضارع جمع مذکر غائب، سَاَلَهٗ عَنْ كذا وبكذا (ف) سُؤالاً و مَسَالَةً پوچھنا، سأل فلانًا الشيئ: کوئی چیز مانگنا۔ السَّاعَة، قیامت، (دراصل السَّوْعَة ہے، قاعدہ ۷، جاری ہوا ہے) قیامت کو ساعت بایں مناسبت کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اتنی جلدی لے لیں گے گویا وہ ایک ساعت ہوئی (ساعت کے معنی وقت بتانے کے آلہ کے بھی آتے ہیں یعنی گھڑی (۲) ایک گھنٹہ، جمع سَاعٌ وسَوَاعٌ) اَيَّانَ بمعنی اَیَّ حِينٍ، متٰی

[1] بالفاظ دیگر یوں ترجمہ کیا جائے۔ آپ قیامت کے کس ذکر میں پڑے ہیں اور استفہام چوں کہ انکاری برائے نفی ہے اس لیے معنی ہوئے کہ آپ کو اس کے ذکر میں نہیں پڑنا ہے کیوں کہ آپ کو اس کا علم نہیں ہے، اور نہ علم ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں مصلحت ہے، نیز یوں بھی ترجمہ کر سکتے ہیں کہ کس فکر میں پڑے ہو آپ اس کا وقت بتانے کے بارے میں، یعنی آپ کو اس کی فکر نہیں کرنی۔

[2] جیسے سو کر بیدار ہونے والا شخص محسوس نہیں کر سکتا کہ نیند کی حالت میں اس پر کتنا طویل وقت گزرا ہے۔ بس یہی لگتا ہے کہ آنکھ لگی تھی اور اب کھل گئی۔

کی طرح ظرفِ زمان ہے۔ اور کسی شیٔ کا وقت دریافت کرنے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مُرْسٰی، مصدر میمی از ثلاثی مزید فیہ اِرْسَاءٌ، (مراد وقوع وقیام) اَرْسی الشیٔ (افعال) ٹھہرنا، جمنا، اَرْسی الشیٔ: ٹھہرانا جمانا، رَسَا الشیئُ (ن) رَسْوًا ورُسُوًّا: جم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ ذِکرٰی (ذکر) مصدر از باب نصر، ذَکَرَ (ن) ذِکرًا وذُکرًا وذکرٰی وتذکارًا: یاد کرنا (دوسرے معنی اس کے نصیحت کرنے کے بھی آتے ہیں) مُنْتَہٰی، مصدر میمی، بمعنی انتہاء، پہنچ (قاموس القرآن) (۲) اس کا اسم ظرف ہونا بھی صحیح ہے، ظرف مکان بمعنی آخری حد، یا ظرف زمان بمعنی آخری وقت (لغات القرآن) اِنْتَہی الشیئُ: مکمل ہونا، ختم ہونا، (مراد یہ ہے کہ قیامت کی معین تاریخ صرف اللہ عزوجلّ ہی کو معلوم ہے) مُنْذِرُ (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَنْذَرَ اِنْذَارًا: ڈرانا۔ یَخْشٰی، مضارع واحد مذکر غائب، خَشِیَ (س) خَشْیَۃً: ڈرنا۔ یَرَوْنَ، (ف) مضارع جمع مذکر غائب، (تحقیق گذر چکی ہے[۱]) لَمْ یَلْبَثُوا (س) جمع مذکر غائب، لَبِثَ بالمکان (س) لُبْثًا ولَبْثًا: ٹھہرنا، قیام کرنا۔ عَشِیَّۃً، اسم بمعنی ایک شام، جمع عشایا، ضُحٰی، اسم بمعنی صبح، (مزید تحقیق اسی رکوع میں گذر چکی)

ترکیب یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ...... فعل فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لہا) (الجملۃُ مستانفۃٌ مَسوقۃٌ لحکایۃِ نوعٍ آخر مِنْ تعنُّتِہم، اعراب القرآن) اَیَّانَ مُرْسٰھَا...... ایّان اسم استفہام ثابتٌ وغیرہ کا ظرف ہوکر خبر مقدم مُرْسٰہا، مرکب اضافی ہوکر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ تفسیر ہے ماقبل قیامت کے متعلق سوال کی، بالفاظِ دیگر جملہ مستانفہ بیانیہ ہے) (لامحل لہا) فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰھَا... (ای فی ای شیٍٔ اَنتَ مِنْ اَن تذکر لہم وقتہا فالاستفہام لِلانکار) فِیْمَ (مثل عَمَّ) جار مجرور کسی شبہ فعل وغیرہ کے متعلق ہوکر خبر مقدم مِنْ حرف جار ذِکرٰھا، مرکب اضافی ہوکر مجرور (بتقدیر مضاف ای ذکری وقتہا) جار مجرور متعلق خبر کے (یعنی جس کے متعلق فِیْمَ ہے) اَنْتَ، مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔ (ھذہ الجملۃُ انکارٌ وردٌّ لِسُوالہم عن الساعۃ وبیانٌ لبطلانِ سُوالہم) اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَھٰھَا...... اِلٰی حرف جار، ربّك مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابتٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم مُنْتَہاھا، مرکب اضافی ہوکر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا[۲]۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰھَا...... اِنَّما کافّہ ومکفوفہ اَنْتَ مبتدا مُنْذِرُ مضاف مَنْ یَّخْشٰہا، اسم موصول مع صلہ کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ كَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً

---

[۱] یَرَوْنَ، دراصل یَرْاَیُوْنَ تھا، ہمزہ کی حرکت بقاعدہ یَسْئَل ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا پھر قاعدہ نمبر ۷ جاری ہوا اور الف بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہوگیا، یَرَوْنَ ہوگیا، قاعدہ یَسْئَل یہ ہے کہ جو ہمزہ متحرک حرف ساکن غیر مدہ زائدہ وغیر یائے تصغیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جوازاً ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور یہ قاعدہ تمام افعال رؤیت میں وجوباً جاری ہوتا ہے۔

[۲] اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہ میں ہے کہ اِلٰی ربک منتہاھا اور انما انت منذر الخ یہ دونوں تعلیل ہیں اس استفہام کی جو فیم اَنت میں ہے اور وہ استفہام معنی انکار کو متضمن ہے۔

اَوْ ضُحٰهَا...... کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر اس کا اسم (ای الناس) یومَ مضاف یَرَوْنَهَا جملہ ہوکر مضاف الیہ، پھر اس مرکب اضافی یعنی یوم یرونہا کا عامل معنی فعل ہے جس پر کاَنَّ دال ہے اور ھا ضمیر کا مرجع الساعۃ ہے لم یلبثوا، فعل با فاعل اِلاَّ اداۃ حصر عشیۃً او ضحٰہا معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر کاَنَّ کی خبر (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لہا)[1]

اجراء کانّہم یوم یرونہا آپ حضرات اجراء کرتے وقت یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کانّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے اور حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں، اِنَّ، اَنَّ، کاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ، لَعَلَّ اور ان کا عمل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دینا ہے، مگر دو باتیں یاد رکھیں، (۱) کاَنَّ تشبیہ کے لئے اس وقت ہوگا، جب کہ اس کی خبر اسم جامد ہو (۲) کبھی حرف مشبہ بالفعل کے اسم وخبر دونوں ہی مرفوع ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ دیکھئے ''مشکل ترکیبوں کا حل'' ص: ۲۰۳۔

سُورۃُ عَبَسَ مکیۃ

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤى ③ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④

پیغمبر چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے • اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا • اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا • یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا •

ربط اس سورت کے اندر مثل سورت سابقہ کے قیامت کا مضمون زیادہ ہے۔

تشریح وشان نزول: ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ محسن اعظم، ہادیٔ اکرم محبوب دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض روسائے مشرکین یعنی ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، شیبہ بن ربیعہ کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے اور خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر ہوئے[2]۔ اور کچھ پوچھا، ابن کثیر کی روایت میں ہے کہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آیت قرآن پڑھوانے کا سوال کیا اور اس سوال کے فوری جواب دینے پر اصرار کیا، مجسمۂ رشد وہدایت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قطع کلام اور محض ایک آیت کے الفاظ درست کرانے کی غرض سے فوراً اپنی طرف متوجہ کرنے کا اصرار ناگوار گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیں بجبیں

---

[1] یوم یرونہا سے قبل یقولون محذوف ماننا بھی جائز ہے ای کانہم یقولون الخ اب یوم الخ اس کا ظرف اور لم یلبثوا الخ اس کا مقولہ، اور یقولون الخ کانّ کی خبر ہوگی۔

[2] یعنی عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ الفہری کی من بنی عامر بن لوی، یہ اپنی دادی کی کنیت سے مشہور ہیں، وقیل اسمہ عمرو، واسم امہ عاتکہ بنت عبداللہ المخزومیۃ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

یعنی ترش رو ہو گئے اور آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک اہم کام میں مشغول ہوں کہ اگر یہ بڑے بڑے سردار اسلام لے آئے تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے اور رہے عبداللہ بن ام مکتوم تو وہ تو دوسرے اوقات میں بھی سوال کر سکتے ہیں، برخلاف رؤسائے قریش کے کہ وہ ہر وقت آپ کی خدمت میں نہیں رہتے تھے۔ پھر جب یہ مجلس ختم ہوئی اور آپ گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ الخ نازل ہوئیں۔ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ عمل کو ناپسندیدہ قرار دے کر آپ کو ہدایت کی گئی، اس کے بعد جب وہ نابینا صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ بڑی خاطر اور عزت کرتے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ؕ﴿۲﴾'' عَبَسَ عَبْسًا وَعُبُوسًا کے معنی ہیں چیں بجبیں یعنی ترش رو ہونا، یعنی چہرہ سے اظہار ناگواری کرنا، اور تولی کے معنی ہیں منہ موڑنا، لہٰذا ترجمہ ہوا۔ پیغمبر چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا۔

دو قابلِ غور باتیں یہاں دو باتیں سمجھ لینی چاہیے ایک بات تو یہ ہے کہ اس جگہ موقع اس کا تھا کہ عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ الخ کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصیغہ خطاب کہے جاتے کہ آپ نے ایسا کیا لیکن قرآن کریم نے غائب کے صیغے استعمال کئے جو متکلم یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی لطف وکرم اور اعزاز واکرام کے پیش نظر ہے کہ رُو در رُو اس امر کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں فرمائی، گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موڑا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا ہے، تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو، اور پھر آگے خطاب کا صیغہ یعنی وما یدریک بطور التفات اس لیے اختیار کیا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض فرمالیا ہے[1]۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ عبداللہ بن ام مکتوم سے جو آدابِ مجلس کی خلاف ورزی ہوئی تو ان کا عذر قرآن کریم نے لفظ اعمٰی کہہ کر بتلا دیا کہ وہ بوجہ نابینا ہونے کے یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ کس کام میں مشغول ہیں نیز لفظ اعمٰی کے استعمال میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ توجہ اور ملاطفت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ''وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ۙ﴿۳﴾ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ؕ﴿۴﴾'' اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

تحقیق مفید یَزَّكّٰی کے معنی ہیں پاک صاف ہونا یعنی سنور جانا یہ مقام ابرار اور اتقیاء کا ہے جو اپنے نفس کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی گندگیوں سے پاک وصاف کرلیں، اور یذّکّر کے معنی ہے نصیحت قبول کرنا یہ دین پر چلنے کا ابتدائی حال ہے کہ مبتدی کو اللہ کی یاد دلائی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ نابینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر سنور جاتا یا کم از کم کسی کام میں نصیحت قبول کرتا یعنی ان کی پوری اصلاح ہو جاتی یا کچھ اصلاح ہوتی، تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت میں آپ

---

[1] التفات کہتے ہیں کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبوبت کی حالت سے ان ہی میں سے کسی ایک کیطرف پھیرنا التفات کی کل چھ صورتیں ہیں: (۱) کلام کو تکلم سے خطاب کیطرف پھیرنا (۲) تکلم سے غیبوبت کیطرف پھیرنا (۳) خطاب سے تکلم کیطرف پھیرنا۔ (۴) خطاب سے غیبوبت کی طرف پھیرنا۔ (۵) غیبوبت سے تکلم کی طرف پھیرنا (۶) غیبوبت سے خطاب کیطرف، اور التفات کی غرض سے سامع کے ذہن میں نشاط اور لذت پیدا کرنا ہوتی ہے۔ کل جدید لذیذ۔

ﷺ کے عذر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ وما یدریك (آپ کو کیا خبر) یعنی آپ کا دھیان اس طرف نہیں گیا کہ یہ نابینا صحابی جو دریافت کررہے ہیں اس کا اثر یقینی ہے اور غیروں سے گفتگو کا اثر موہوم اور غیر یقینی ہے۔

لغات عبس (ض) ماضی واحد مذکر غائب، عَبَسَ (ض) عَبْسًا وعُبُوْسًا تُرش رو ہونا۔ تَوَلّٰی (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، مصدر تولّیًا، پیٹھ پھیرنا، منہ موڑنا، مادہ وَلْیٌ ہے[1]۔

جاءَ ماضی واحد مذکر غائب، جاء (ض) جَیْئًا ومَجیئًا وجَیئَۃً آنا، جائہٗ وجاء الیہ دونوں استعمال ہیں۔ (جاء کا استعمال اعیان اور معانی اور خود آنے اور کسی کے حکم سے آنے، سب کے لئے ہوتا ہے، نیز اس کے معنی قصد کرنے کے بھی آتے ہیں، اور جب اس کا صلہ با آئے تو معنی ہوں گے ''لانا'' الأعمٰی (اندھا) صفت مشبہ عَمِیَ (س) عَمیً: نابینا ہونا، اَعْمٰی جمع عُمْیٌ وعُمْیانٌ۔ مَا یُدْرِیكَ (آپ کو کون خبر کرے یعنی آپ کو کیا خبر) یُدْرِیْ (افعال) مضارع واحد مذکر غائب بمعنی خبر کرنا اور مجرد میں دَرِیَ (ض) دَرْیًا ودِرَایَۃً: جاننا، یَزَّکّٰی (وہ سنور جاتا) (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب تَزَکّٰی فُلَانٌ (تفعل) نیک وصالح ہونا۔ یَزَّکّٰی دراصل یَتَزَکّٰی تھا قاعدہ یہ ہے کہ جب تفعل اور تفاعل کے فاء کلمے میں تا، ثا، جیم، دال، ذال، زا، سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظا ہو تو تفعل وتفاعل کی تا کو فا کلمہ سے بدل کر فا کلمہ میں ادغام کرنا جائز ہے، باب اِفَّعُّلْ واِفَّاعل اسی قاعدے سے بنے ہیں۔ یَذَّکَّرُ (وہ نصیحت قبول کرتا) (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب، اس میں بھی مذکورہ قاعدہ جاری ہوا ہے۔ (تَذَکَّرَ الشَّیءَ، یاد کرنا، مجرد میں باب نصر سے ہے بمعنی یاد کرنا) تَنْفَعُ (ف) مضارع واحد مؤنث غائب، نَفَعَ (ف) نَفْعًا، نفع پہنچانا الذِّکْرٰی (نصیحت کرنا) باب نصر کا مصدر ہے۔

ترکیب عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَاءَہُ الْاَعْمٰی...... عَبَسَ فعل اپنے فاعل (ضمیر ھو) سے مل کر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ تولّٰی فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف اَنْ جاءہ الأعمٰی (ای لأن جاءہ) اَنْ مصدریہ (اَنْ مصدریہ کے ماضی پر داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، مزید تفصیل در اختیاری مطالعہ) جاءہ الأعمٰی فعل فاعل اور مفعول بہ بتاویل مصدر مجرور، جار مجرور متعلق عَبَسَ یا تَوَلّٰی کے (بطریق تنازع فعلان) عَبَسَ وتولّٰی الخ مکمل جملہ معطوف علیہ۔ (لامحل لہا)

وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی...... واو عاطفہ (اعراب القرآن) ما اسم استفہام مبتدا (الاستفہام للانکار ومعناہ النفی یعنی ما أدریت بحالہ) یدری فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر اس کا اسم یَزَّکّٰی اَوْ یَذَّکَّرُ باہم معطوف ومعطوف علیہ ہو کر لَعَلَّ کی خبر فاسبیہ تَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی فعل فاعل مفعول بہ، یہ جواب لعلّ ہے، لعلّ اپنے جواب سے مل کر یدریک کا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر ما کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، (لامحل لہا) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل

---

[1] وَلِیَہٗ (حسب) وَلْیًا قریب ہونا، وَلِیَ فُلَانًا وَعَلَیْهِ وِلَایَۃً: مدد کرنا، تَوَلّٰی اگر عن (لفظا یا تقدیرا) کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی منہ پھیرنے کے ہوں گے اور اگر بلا واسطہ متعدی ہو تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوں گے۔

کرجملہ ابتدائیہ ہوا۔[1] اس آیت کی دوسری ترکیبیں حاشیہ میں ہیں مگر طلبہ سوم کے لیے تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ عَبَسَ: ماتھے پر بل ڈالنا، اگر ماتھے پر بل ڈالنے یعنی ترش روئی کے ساتھ دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو پھر کَلَحَ بولتے ہیں اور اگر منھ بھی بنایا تو اس کو بُسر کہتے ہیں، اور اگر ساتھ ساتھ غصہ بھی ہو تو اس کو بَسَل کہا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

قولہ أنْ جاءہ: جاء فعل لازم ہے تو اس کا مفعول بہ کیسے آ گیا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حذف وایصال ہے اس کی اصل جاء الیہ ہے حرف جر کو حذف کر دیا اور پھر ضمیر کی طرف فعل کا ایصال وملان کر دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ جاء بمعنی قَصدَ ہے۔

لعل کا استعمال: لَعَلَّ چند معانی کے لیے آتا ہے (۱) امید یا اندیشہ کے لیے، لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے لہٰذا لَعَلَّ الشباب یعودُ کہنا غلط ہے، (۲) تعلیل کے لیے جیسے: فقولا لہ قولا لیّنا لعلہ یتذکّر او یخشی۔ یعنی فرعون سے نرمی سے بات کہنا تا کہ وہ نصیحت قبول کرے، (۳) استفہام کے لیے اس کے قائل کوفی ادیب ہیں جیسے وما یدریك لعلہ یزکّی اب ترجمہ دوسرا ہوگا "تم کو کیا خبر کہ کیا وہ پاک نفس بن جائے گا۔

ماضی پر أنْ: أنْ جاءہ الاعمٰی میں أنْ داخل ہے، أنْ چار قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) مصدریہ، یہ مضارع اور ماضی دونوں پر داخل ہوتا ہے، البتہ ماضی پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ (۲) تفسیریہ جب کہ دو جملوں کے درمیان میں آئے اور جملہ اول قول کے معنی میں ہو، جیسے فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک (۳) زائدہ، جیسے فلمّا أن جاء البشیرُ (۴) مخففہ من المثقلہ "مشکل ترکیبوں کا حل" ص ۴۸۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝۶ وَ مَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ۝۷ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ

تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے ● آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں ● حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے ● اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

یَسْعٰی ۝۸ وَ هُوَ یَخْشٰی ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝۱۰

ہوا آتا ہے ● اور وہ ڈرتا ہے ● آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں ●

تشریح ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے آپ سے اجتہادی لغزش یہ ہوئی کہ آپ نے عبداللہ ابن ام مکتوم کی طرف توجہ نہیں کی اور وہ اس لیے کہ وہ تو مسلمان تھے ہی، کسی دوسرے وقت میں بھی اپنا سوال کر سکتے تھے، برخلاف رؤسائے مشرکین کے کہ وہ کافر تھے اور آپ ان سے مذہب اسلام کے متعلق خاموشی کے ساتھ

---

[1] تفسیر مظہری اور جلالین میں ہے کہ تنفعہ جواب لعل ہے بناء بریں منصوب ہے، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ میں ہے کہ تَنْفَعَہٗ سے پہلے أنْ مقدر ہے، اور یہ مصدر مؤول محل رفع میں ہے کیونکہ اس کا عطف اس مصدر پر ہے جو ماقبل ترجی سے منتزع ہے أيْ عَسٰی لَدَیْکَ تَزَکِّیْہٗ او تَذَکُّرُہٗ فَنَفْعٌ مِنْ ذِکْرِی۔ بعض نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اور یذَّکَّرُ پر عطف ہے۔ **فائدہ**: فا کے بعد أن مقدر ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض ہو اس میں ترجی کا ذکر نہیں لہٰذا ترجی تمنی میں داخل ہے، شرح جامی ص: ۳۲۸ پر ہے۔ ویدخل فی التمنی ما وقع علی صیغۃ الترجی نحو لعلی أبلغُ الأسباب أسباب السموت فأطّلعَ إلی العموسٰی پھر حاشیہ شرح جامی میں لکھا ہے المراد من التمنی ہو طلب حصول الأمر لم یکن حاصلاً سواء کان علی سبیل التمنی او الترجی وسواء کان ممتنعا أو ممکنا مزید تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۲ و مصطلحات النحو ص: ۶۱

گفتگو کر رہے تھے اس لیے آپ نے کفر کی اشدّیت کو اہم کام سمجھا اور اہم ہی کو مقدم کیا جاتا ہے مگر اہم کو مقدم کرنے کا ضابطہ اس وقت ہے جب دونوں فریق طالبِ اصلاح ہوں، حالاں کہ رؤسائے مشرکین طالب نہیں تھے اور عبداللہ بن ام مکتوم طالب تھے اور دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تھے اس لیے انھیں کو مقدم اور اہم سمجھنا چاہیے تھا۔ اور انھیں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے تھی۔

بے وفا سمجھیں تمھیں اہلِ حرم اس سے بچو ☆ دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ”اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ۝“ تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالاں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے (جیسے رؤسائے مشرکین) ”وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ۝ وَهُوَ یَخْشٰی ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝“ اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے، آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (یعنی بے توجہی کرتے ہیں جیسے عبداللہ بن ام مکتوم سے کی، تو آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا)

فائدہ اِستَغنی اور جَاءَكَ اگرچہ ماضی کے صیغے ہیں مگر بوجہ شرط ان کا ترجمہ مضارع سے کیا گیا ہے۔

لغات اِسْتَغْنٰی: (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب، استغنٰی عنه: بے نیاز ہونا، پرواہ نہ کرنا، مادّہ غَنِیٌ ہے[1]۔ تَصَدّٰی (تفعّل) مضارع واحد مذکر حاضر، تصدّٰی له تصدّیًا: درپے ہونا، کسی کی فکر میں پڑنا، دراصل تتصدّٰی ہے ایک تا حذف ہوگئی[2]۔ یَسْعٰی (رکوع: ۳ میں گذر چکا، ثم اَدْبَرَ یَسْعٰی کے تحت) یَخْشٰی (رکوع: ۳ میں گذر چکا) تَلَهّٰی (تفعّل) مضارع واحد مذکر حاضر، دراصل تَتَلَهّٰی ہے، ایک تا حذف ہوگئی تَلَهّٰی بالشیءِ تَلَهِّیًا: مشغول ہونا، عَنْهُ: بے توجہ ہونا، مادہ لَهْوٌ ہے[3]۔

ترکیب اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْكَ اَنْ لَّا یَزَّكّٰی... اَمَّا حرف شرط وتفصیل مَنْ اسم موصول استغنٰی فعل اپنے فاعل ضمیر ھو مستتر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا (لامحل لها) فا جزائیہ کیونکہ یہاں مبتدا میں شرط کے معنی ہیں (اہل عرب عموماً اس فا کو رابطہ سے تعبیر کرتے ہیں ای رابطۃٌ لِجوابِ اَمَّا) اَنت

[1] مجرد میں باب سمع سے ہے، غَنِیَ فلانٌ (س) غِنًی وغِناءً: مالدار ہونا، بے نیاز ہونا۔

[2] اصلہٗ تَتَصَدَّیُ بقاعدہ اسْتَغْلِیْتُ واؤ یاء ہوگیا، قاعدہ استعلیت یہ ہے کہ جو واؤ چوتھے یا پانچویں سے زائد نمبر پر ہو اور ضمہ اور واؤ ساکن کے بعد نہ ہو تو وہ یاء ہو جاتا ہے (علم الصیغہ) بیان القرآن میں ہے کہ (تصدّٰی) کی اصل تَصَدَّدَ ہے، مشتق مِنَ الصَّدَد ایک دال کو حرف علت سے بدل دیا، پھر یا متحرک ماقبل مفتوح یا کو الف سے بدل دیا، وقیل من الصدی وهو الصوتُ المسموعُ فی الاماکن الخالیۃ اعراب القرآن) یعنی صدی کے معنی آواز بازگشت کے بھی آتے ہیں، اس اعتبار سے تصدی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔ اس وقت اس کے مادہ میں دال نہ آئے گا (لغات القرآن)

[3] مجرد میں ہے لَهَا ولَهِیَ عن الشیءِ (ن، س) لُهِیًّا ولِهیانًا: غافل ہونا، تَلَهّٰی میں قاعدہ بھی جاری ہوا ہے اصلہٗ تتلهّو واؤ کو یاء سے بدلا اور یاء کو الف سے بدل دیا۔

مبتدا، لہ متعلق مقدم تصدّٰی کا، (اور وجہِ تقدیم رعایت فواصل ہے) تصدّٰی فعل، ضمیر أنتَ ذوالحال وما علیك ان لا یزکّٰی جملہ اسمیہ ہوکر حال، (واوَ حالیہ مانافیہ علیك اِلزام مصدر محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم اَنْ ناصبہ مصدریہ لا یزکی فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہوکر مبتدا موخر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال) ذوالحال اپنے حال سے مل کر تصدیٰ کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر مَنِ اسْتَغْنٰی کی خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى... واو حرف عطف امّا حرف شرط وتفصیل مَنْ اسم موصول جاء فعل ضمیر ھو ذوالحال کاف مفعول بہ یَسْعٰی فعل اس کے اندر ضمیر ذوالحال واو حالیہ ھو یخشٰی مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر یَسْعٰی کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل جاء کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فاء جزائیہ، انت مبتدا، عنہ متعلق مقدم تلھی کا، تَلَهّٰى فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا مع خبر کے جملہ اسمیہ ہوکر مبتدا اول کی خبر (مَنْ جائک کی) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (وھو یخشی، یہ جاءَ کی ضمیر سے حال مترادفہ بھی بن سکتا ہے) (کلہ من اعراب القرآن)

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾

ہرگز ایسا نہ کیجئے، قرآن نصیحت کی چیز ہے • سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے • وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں • رفیع المکان ہیں، مقدس ہیں •

بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں • کہ وہ مکرم، نیک ہیں •

تشریح ماقبل میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوگیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ روٴسائے مشرکین کے ساتھ مشغول رہے، لہٰذا ان آیات میں مشرکین کی طرف اس قدر توجہ ضروری نہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ آپ آئندہ ہرگز ایسا نہ کیجئے۔ "كَلَّآ" ہرگز ایسا نہ کیجئے "اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾" (کیوں کہ) قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے (اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے، زبردستی ایمان میں داخل کرنا نہیں، اِنَّھَا کی ضمیر کا مرجع قرآن ہونا اس لیے درست ہے کہ اس کی خبر موٴنث ہے، یا پھر مرجع سورۃ یا آیات ہیں (جلالین) "فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾" سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے (اور جو قبول نہ کرے وہ جانے۔

درفیضِ محمد ہے وہ آئے جس کا جی چاہے ☆ نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

آگے قرآن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ "فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾" وہ ایسے

صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں (یعنی قرآن کریم لوح محفوظ کے ایسے صحیفوں میں ثبت ہے کہ جو عند اللہ مکرم اور مقبول ہیں، اور لوحِ محفوظ اگر چہ شئ واحد ہے مگر اس کو باعتبار اجزاء کے جمع سے تعبیر فرمایا کہ اس کے اجزاء میں سب صحائف آسمانی لکھے ہوئے ہیں) (روح وبیان) مَّرْفُوْعَةٍ وہ صحیفے رفیع المکان یعنی اونچے رکھے ہوئے ہیں (کیوں کہ لوح محفوظ ساتویں آسمان کے اوپر تحت العرش ہے) مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ وہ صحیفے مقدس ہیں (یعنی نہایت صاف ستھرے ہیں کہ شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی" بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ "جو ایسے لکھنے والوں یعنی فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں کہ جو مکرم ہیں، نیک ہیں، (سَفَرَةٌ، سافِرٌ کی جمع ہے بمعنی لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں، اور فرشتوں کو لکھنے والے اس لیے کہا کہ یہ فرشتے لوح محفوظ سے اپنے صحیفے بحکم الٰہی نقل کرتے ہیں اور پھر اسی کے موافق وحی اترتی ہے کِرَام کریم کی جمع ہے یعنی عند اللہ مکرم و باعزت، بَرَرَةٌ، بَرٌّ صفت مشبہ کی جمع ہے یعنی نیک کہ ذرہ برابر خدا کی نافرمانی نہیں کرتے)

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ قرآن من جانب اللہ نصیحت کے لیے ہے، آپ نصیحت وتبلیغ کر کے اپنے فرض منصبی سے بری ہوجائیں گے خواہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے لہٰذا رؤسائے مشرکین وکفار قریش کو مقدم رکھنے اور کسی کو مؤخر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بیان القرآن)

لغات تَذْكِرَةٌ نصیحت، باب تفعیل سے مصدر ہے (قرآن کریم کو بطور مبالغہ تذکرہ کہا گیا ہے) ذَكَّرَ النَّاسَ: تذکیرًا وتذکِرۃً: وعظ ونصیحت کرنا، شَاءَ: (رکوع: ۲ میں گذر چکا) صُحُف، اوراق جن میں کوئی تحریر ہو، کتابیں، صحیفے، واحد، صَحِیْفَۃٌ مُكَرَّمَةٍ (عزت دیے ہوئے) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث، کَرَّمَ فلانًا (تفعیل) عزت کرنا، کَرُمَ (ک) کَرَمًا وکَرَامَۃً: صاحب عزت ہونا، مَرْفوعۃ (اونچے رکھے ہوئے، کیونکہ لوح محفوظ تحت العرش ہے کما فی الدر المنثور) باب فتح سے اسم مفعول واحد مؤنث، رَفَعَ الشیءَ (ف) رَفْعًا ورِفَاعًا: (اوپر اٹھانا، بلند کرنا) مُطَهَّرَۃ (مقدس، نہایت ستھرے، یعنی شیاطین کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی) باب تفعیل سے اسم مفعول واحد مؤنث[1] اَیْدِی، یَدٌ کی جمع (ہاتھ) سَفَرَۃ (لکھنے والے، مراد فرشتے ہیں) سافِرٌ کی جمع، سَفَرَ الورَقَ او الکتابَ (ض) سَفْرًا: لکھنا۔ کِرَامٍ، (عزت والے) کریمٌ کی جمع[2] (ابھی ابھی مُكَرَّمَةٍ کے تحت اس کا استعمالِ مجرد گذر چکا ہے) بَرَرَۃ، (نیک) بَرٌّ صفت مشبہ کی جمع، وقیل جمع بارٍّ، بَرَّ (ض، س) بِرًّا: نیک ہونا۔

ترکیب كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهٗ... كَلَّا حرف ردع، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، ھا ضمیر اس کا اسم (ضمیر کا

1. اس کا استعمال اس طرح ہے طَهَّرَ الشیءَ بالماءِ وغیرہ: پانی وغیرہ سے دھوکر صاف کرنا (۲) عیوب ونقائص سے پاک کرنا مجرد میں باب کرم سے آتا ہے طَهُرَ (ک) طُهْرًا وطہارۃً: پاک صاف ہونا۔

2. **نکتہ:** کرم، اللہ کی بھی صفت ہے، بندوں کی بھی، فرشتوں کی بھی، قرآن اور دوسری چیزوں کی بھی، اللہ کے کریم ہونے کا مطلب اس کا بندوں پر احسانات کرنا ہے اور بندوں کے کریم ہونے کا مطلب اس کا اخلاق پسندیدہ اور صفات حمیدہ کا حامل ہونا ہے، اور فرشتوں کے کریم ہونے کا مطلب دربار الٰہی میں ان کا صاحب عزت ہونا ہے، اور قرآن کے کریم ہونے کا مطلب عزت اور شرف والا قرآن ہونا ہے۔

مرجع قرآن ہے اور ضمیر کو خبر کی رعایت میں مؤنث لایا گیا ہے) تذکرۃ خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (لا محل لھا، استئنافیہ) فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهٗ، فا معترضہ، مَنْ اسم شرط مبتدا شاءَ فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، (شاء کا مفعول بہ محذوف ہے ای الاتعاظ) ذَكَرَ فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، ضمیر غائب، مفعول بہ (مرجع قرآن ہے) جملہ فعلیہ جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ (الجملۃ اعتراض جیئ بہ للترغیب فی القرآن، روح المعانی) فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ... فی حرف جار صُحُفٍ موصوف مُكَرَّمَةٍ صفت اول، مَرْفُوْعَةٍ صفت ثانی مُطَهَّرَةٍ صفت ثالث، با حرف جار اَيْدِيْ مضاف، سَفَرَةٍ موصوف كِرَامٍ صفت اول بَرَرَةٍ صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنۃٌ محذوف کے متعلق ہو کر صفت رابع، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہو کر انّ حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی، یا مبتدا محذوف ھو کی خبر۔[1]

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ

آدمی پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے ● اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا ● نطفہ سے ● اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا ● پھر اس کا راستہ

السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

آسان کر دیا ● پھر اسکو موت دی پھر اسکو قبر میں لے گیا ● پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسکو دوبارہ زندہ کر دے گا ● ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا ●

تشریح ماقبل آیت كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهٗ میں آدابِ تذکیر وتبلیغ اور پھر اوصافِ قرآن کا ذکر تھا، اب مذکورہ آیات میں عدمِ تذکر یعنی نصیحت قبول نہ کرنے پر کفار کی مذمت بیان کی جا رہی ہے فرمایا: "قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾" آدمی پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے قُتِلَ بمعنی لُعِنَ یعنی منکر وکافر آدمی پر خدا کی مار اور اس کی لعنت کہ وہ کیسا ناشکرا ہے کہ قرآن جیسی نعمتِ عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور نہ نصیحت حاصل کی جیسے ابوجہل وغیرہ جن کو آپ سمجھاتے تھے مگر وہ نہیں مانے، ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا، فرمایا: "مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾" "اللہ نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا۔ چوں کہ اس کا جواب متعین ہے اس لیے خود ہی فرمایا" مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ" "نطفہ سے یعنی اس کو ایک ناچیز اور بے قدر قطرۂ منی سے پیدا کیا، آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ" خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ "اس کی صورت بنائی، پھر اس کو انداز سے بنایا یعنی یہی نہیں کہ نطفہ سے ایک جاندار کا وجود بنا دیا بلکہ اس کو پیدا کیا اور پھر اس کے اعضا اور قد وقامت میں ایک خاص انداز اور تناسب رکھا کہ اگر آنکھ کان ناک کی تخلیق وترتیب اس کے خلاف ہو جائے تو انسان کی صورت بگڑ جائے اور کام کاج دشوار ہو جائے۔

[1] **قولہ** فی صُحُفٍ مکرّمۃ، غیر ذوی العقول کی جمع چونکہ واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے صُحُف کی صفات واحد مؤنث لائی گئی (دیکھئے آپ ترکیب نحوی کیسے کریں)

صورت بنائی اَحسن آنکھیں بنائی روشن ☆ شیریں دہن بنایا کیا خوش نما اُگایا

''ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهٗ'' پھراس کا راستہ آسان کردیا یعنی بطنِ مادر سے نکلنے کا راستہ آسان کردیا کہ تنگ مقام سے اچھا خاصا تنومند بچہ باہر نکل آیا جو صاف دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق اور بندہ کے مقدور ہونے کی، ''ثُمَّ أَمَاتَهٗ فَأَقْبَرَهٗ'' پھراس کو موت دی پھراس کو قبر میں لے گیا یعنی عمر ختم ہونے کے بعد اس کو موت دی، اور پیدا کرنا جس طرح نعمت ہے، موت دینا بھی نعمت ہے کہ یہ دارالقرار اور محبوب حقیقی تک پہنچانے والی ہے، حدیث میں ہے الموتُ تحفۃُ المؤمن (موت مؤمن کا تحفہ ہے) اور احسان بر احسان یہ کیا کہ مرنے کے بعد اس کو قبر میں رکھوادیا، عام جانوروں کی طرح نہیں کہ زمین پر سڑتا رہے۔

قبر سے مراد عالم برزخ ہے یاد رکھنا چاہیے کہ قبر سے مراد گڑھا نہیں بلکہ وہ عالم ہے جو اس دنیا اور آخرت کے درمیان ہے یعنی عالم برزخ لہٰذا اگر کوئی ڈوب کر مرے یا جل کر جان دے دے بہرحال جائے گا وہ قبر یعنی عالم برزخ ہی میں اور بالآخر وہ خاک ہی میں مل جائے گا'' ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهٗ '' پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کردے گا کیوں کہ جو خدا اوّل پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ قبر سے زندہ اٹھانے کی بھی قدرت رکھتا ہے، اگر حشر اور جزا نہ ہو تو شاکر بھی کافر کی طرح ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ یہ سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے اور انسان کے داخلِ قدرت ہونے کی دلیل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ طرح طرح کی نعمتیں بھی ہیں، بعض حسی، بعض معنوی، جس کا مقتضا یہ تھا کہ انسان ایمان لاکر اطاعت بجالاتا مگر کافر انسان نے کوئی توجہ نہیں کی چناں چہ فرمایا'' كَلَّا '' ہرگز نہیں یعنی ہرگز شکر ادا نہیں کیا اور '' لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهٗ'' اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا یعنی یہ بدنصیب کافر انسان نہ ایمان لایا اور نہ شکر ادا کیا۔

اشکال: قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهٗ سے بددعا کا وہم ہوتا ہے حالاں کہ دعا یا بددعا کرنا عاجز کی شان ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور عاجز ہونے سے وراء الوراء ہے۔

الجواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں بددعا کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑا تو کوئی ہے نہیں جس سے وہ بددعا مانگے لہٰذا کلام کو محاورۂ عرب پر محمول کیا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ یہ شخص مستحقِ قتل ہے اور ماضی بمعنی مستقبل ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل کیا جانا یا اس کو اپنی رحمت سے دور کرنا مقرر کرلیا۔

اہم اشکال: مَا أَكْفَرَهٗ. مَا أَفْعَلَهٗ کے وزن پر فعلِ تعجب ہے، اور تعجب مجہول السبب کے ادراک کا نام ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مجہول ومخفی نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیوں تعجب ہوا۔

جواب: یہاں تعجب بمعنی تعجیب ہے یعنی دوسروں کو تعجب دلانا کہ یہ لوگ ایسے ناشکرے اور نمک حرام ہیں کہ لوگوں کو ان پر تعجب کرنا چاہیے۔

لغات قُتِلَ الانسانُ یہ جملہ دعائیہ ہے، قَتَلَهٗ (ن) قَتْلاً: مارڈالنا، الانسانُ (آدمی) یہاں کافر مراد ہے

لکون اللّام للعهد، جمع اَنَاسِیُّ (قال تعالی وَاَنَاسِیَّ کَثِیرًا)[1] مَا اَکْفَرَهٗ (کیسا ناشکرا ہے وہ) یہ فعل تعجب ہے، اَیّ، (بفتح الهمزة وتشدید الیاء) پانچ معانی کے لئے آتا ہے: (۱) برائے استفہام جیسے آیت مذکورہ میں (۲) برائے شرط جیسے اَیًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۳) موصولہ جیسے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا (۴) برائے بیان کمال جیسے محمدٌ رجلٌ ایُّ رجلٍ، اس صورت میں یہ ترکیب میں نکرہ کی صفت بنے گا، ای کاملٌ فی صفات الرجال، اور معرفہ کے بعد حال بنے گا، جیسے مررتُ بعبد اللّٰہ ایَّ رجلٍ (۵) جس پر الف لام داخل ہو اس کی نداء کا وُصلہ اور رابطہ ہوتا ہے، جیسے یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ۔ (مغنی اللبیب) نطفة (قطرۂ منی) جمع نُطَفٌ، قَدَّرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، قَدَّرَ تقدیرًا: اندازہ لگانا۔ السَّبِیْل اسم جامد (راستہ) جمع سُبُلٌ (المراد ههنا طریق الخروج من بطن الامّ) یَسَّرَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، یسَّرَ تیسیرًا: آسان کرنا۔[2] اَمَاتَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اماتَ اِماتةً: موت دینا، مادہ مَوْتٌ ہے، ماتَ موتًا (ن): مرنا (دراصل اَمْوَتَ ہے، واوَ کی حرکت ماقبل کو دیدی اب واوَ کا ماقبل مفتوح ہے اور واوَ دراصل متحرک تھا، ماقبل مفتوح اس لئے واوَ کو الف سے بدل دیا (اعراب القرآن وصرفهٗ وبیانهٗ) اَقْبَرَ (اس نے قبر میں رکھ دیا) (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَقْبَرَ فلانًا (کسی کے لئے قبر بنانا) قَبَرَ المیتَ (ن) قَبْرًا: مردہ کو قبر میں رکھنا، اَنْشَرَهٗ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَنْشَرَ اِنْشَارًا: زندہ کرکے اٹھانا[3]۔ لَمَّا یَقْضِ[4] (ض) نفی جحد مضارع کا واحد مذکر غائب، قضی (ض) قَضْیًا وقضاءً: ادا کرنا، اَمَرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، اَمَرَهٗ (ن) اَمْرًا واِمارةً: حکم دینا۔

---

[1] لفظ انسان مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، انسان، اُنْس سے مشتق ہے جس کے معنی مانوس ہونے کے ہیں، چونکہ انسانی زندگی بغیر اُنس ومحبت کے گذرنا ممکن نہیں اس لئے آدمی کو انسان کہا گیا ہے، اَنِسَ (ض) اُنسًا واَنُسَ (ک) اُنسًا: مانوس ہونا، اہل عرب کبھی مؤنث بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ بولتے ہیں اِنسانۃٌ۔

[2] مجرد میں باب ضرب، سمع، کرم سے آتا ہے یَسَرَ (ض) یَسْرًا ویَسِرَ (س) یَسَرًا ویَسُرَ (ک) یُسْرًا: آسان ہونا۔

[3] مجرد میں ہے نَشَرَ الشیءَ (ک) نُشُورًا: پھیلانا منتشر کرنا، نَشَرَ اللّٰہُ الموتٰی (ن) نَشْرًا ونُشُورًا: مردوں کو زندہ کرکے اٹھانا۔

[4] لمّا تین قسم کا ہوتا ہے: (۱) حرف جازم، لہٰذا لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوکر اس کو مجزوم بنا دیتا ہے اور اس کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے، لم اور لمّا میں پانچ طریقے سے فرق ہے: (۱) لم مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور لمّا تکلم کے وقت تک کی نفی کرتا ہے۔ (۲) لم کے اوپر حرف شرط داخل ہوجاتا ہے، جیسے فان لم تفعل (۳) لمّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے وقوع کی توقع ہوتی ہے۔ (۴) لمّا کا مدخول جائز الحذف ہوتا ہے۔ (۵) لمّا کی نفی نہیں ہوتی مگر حال سے قریب لہٰذا لم یکن زید فی العام الماضی مقیمًا درست ہے مگر لمّا یکن الخ درست نہیں۔ (۲) لمّا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ ماضی کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس وقت یہ دو جملوں کا تقاضا کرے گا جن میں سے دوسرا پہلے کے وجود کے وقت پایا جائے گا جیسے لمّا جائنی زیدٌ اکرمتُهٗ ویقالُ فیها حرفُ وجودٍ لوجودٍ وبعضهم یقول حرفُ وجوبٍ لوجوبٍ، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ لمّا ظرفیہ ہے بمعنی حِین اور یہ چونکہ متضمن بمعنی الشرط ہوتا ہے اس لئے اس کا جواب بالاتفاق فعل ماضی ہوگا، ابن مالک کے نزدیک جملہ اسمیہ بھی ہوسکتا ہے جس کے شروع میں اذا مفاجاتیہ ہو، یا فا ہو جیسے فلمّا نَجّٰهُمْ اِلَی البرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِکُوْنَ، فلمّا نَجّٰهُمْ اِلَی البَرِّ فمنهم مقتصد، اور ابن عصفور کے نزدیک اس کا جواب فعل مضارع بھی ہوسکتا ہے۔ (۳) تیسری قسم لمّا کی یہ ہے کہ وہ حرف استثناء ہو لہٰذا اب جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا، جیسے اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ۔ (مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۲۲۷)

ترکیب قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ... قُتِلَ فعل مجہول الانسانُ نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ دعائیہ ہوا (لامحل لہا) (صورۃً خبریہ، معنیً انشائیہ) مَا اسم استفہام مبتدا بمعنی اَیُّ شَیْءٍ (الاستفہام لِلتَّوبیخ) اَكْفَرَهٗ فعل فاعل مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ انشائیہ مستانفہ ہوا[1] (لامحل لہا) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ... مِن اَيِّ شيءٍ متعلق مقدم ہے خلَقَ کا (الاِسْتِفْهَامُ للتقرير مَعَ التحقير) خلَقَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا مِنْ نُطْفَةٍ۔ خلَقَ محذوف کے متعلق اور یہ جملہ فعلیہ ماقبل استفہام کا جواب ہے، ماقبل استفہام حقیقی استفہام نہیں بلکہ تحقیر کے لئے ہے مگر چونکہ صورۃً استفہام ہی ہے اس لئے مِنْ نُطْفَةٍ سے اسی مبہم استفہام کا جواب دیا، پھر مابعد آیت سے انسان کے مبدأ خلق سے لے کر اس کے منتہیٰ تک کا حال اور کیفیت کو بیان کیا ہے۔ (مظہری) خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ... خَلَقَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ فاء عاطفہ قَدَّرَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف ثُمَّ حرف عطف السَّبِيْلَ فعل محذوف يَسَّرَ کا مفعول بہ (از قبیل مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسَّر، معطوف علیہ معطوف يَسَّرَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مفسِّر، ثُمَّ حرف عطف اَمَاتَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف فاء عاطفہ اَقْبَرَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، ثُمَّ حرف عطف اِذَا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط شاء فعل، ضمیر ھو فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے اَیْ اِنْشَارَهٗ) فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ اور پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب اَنْشَرَهٗ کا (اَیْ اَنْشَرَهٗ اِذَا شَآءَ) (شاء کا ظرف نہیں ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ ہے، اور مضاف الیہ اپنے مضاف میں عمل نہیں کرتا) اَنْشَرَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرفِ مقدم سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لا محل لہا من الاعراب) (یہ ترکیب بیان القرآن کی تفسیر کے مطابق ہے جس کو اہل عقل ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ اہل سفاہت) اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ میں دوسری ترکیب مذکور ہے کہ مِنْ اَيِّ شيءٍ متعلق مقدم خلَقَ کے اور وہ مبدل منہ، مِنْ نُطْفَةٍ متعلق مقدم خَلَقَهٗ کے اور وہ تمام معطوفات سے مل ملا کر بدل، بعض نے مِنْ نُطْفَةٍ کو مِنْ اَيِّ شَيْءٍ سے بدل بنایا ہے۔ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ... كَلَّا حرف ردع وزجر (اَیْ رَدْعٌ لِلْاِنْسَانِ عَمَّا هو عليه مِنْ كُفْرَانِ النِّعَمِ) لَمَّا حرف نفی يَقْضِ فعل ضمیر مستتر فاعل مَا اسم موصول اَمَرَهٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مرجع انسان) سے مل کر صلہ، (عائد محذوف ہے اَیْ مَآ اَمَرَهٗ بِهٖ)[2] اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

[1] یا ما بمعنی شیءٌ مبتدا اور مابعد خبر اور شیءٌ میں تخصیص شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ کے طریقے سے ہے۔

[2] **قولہ** ما أمرہ الخ ایک قول یہ ہے کہ اَمَرَهٗ کی ضمیر منصوب کا مرجع اسم موصول ہے اور انسان کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اَیْ اِیَّاهُ اور عائد کے حذف کرنے سے مفعول کا حذف کرنا ھون ہے۔ (روح المعانی)

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾

سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے • کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا • پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا •

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾

پھر ہم نے اس میں غلہ • اور انگور اور ترکاری • اور زیتون اور کھجور • اور گنجان باغ •

وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اور میوے اور چارہ پیدا کیا • تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کے لئے •

تشریح ماقبل آیات میں انسان کی تخلیق، موت، گویا مختلف نعمتوں کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں جو اس کی زندگی کی بقاء کے سامان ہیں، فرمایا: "فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾" سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔ "ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾" پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا (یعنی زمین سے غلہ اور ننھے ننھے پودے وغیرہ نکلنے کے وقت) "فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾" پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری (قَضْبٌ یعنی ساگ سبزی، ترکاری) اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ، اور میوے اور چارہ پیدا کیا "مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾" تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کے لیے یعنی ان میں سے بعض چیزیں تمہارے لیے ہیں جیسے غلہ یعنی گیہوں وغیرہ اور بعض چیزیں تمہارے چوپاؤں کے لیے ہیں جیسے چارہ یعنی گھاس وغیرہ، لہٰذا ان سب انعامات پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنے خالق ومنعم کی عبادت کرنی چاہیے اور کافر انسان کو کفر سے باز آجانا چاہیے۔

ہمیشہ تیرے در پر ہو سرِ تسلیم خم میرا ☆ رہے تیرے تصرف میں زباں میری قلم میرا

لغات لِيَنْظُرْ (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ الی الشَّیْءِ (ن) نَظَرًا وَنَظْرًا: غور سے دیکھنا۔ الْاِنسان (آدمی) جمع اَنَاسِیّ طعامٌ (اطلاقًا للمصدر علی المفعول) (کھانا) ای المطعوم جمع اَطْعِمَۃٌ، طَعِمَ (س) طَعْمًا وطَعَامًا: کھانا (۲) چکھنا۔ صَبَبْنَا (ن) ماضی جمع متکلم صَبَّ المآءَ (ن) صَبًّا: اوپر سے پانی ڈالنا صبًّا: مصدر از باب نصر۔ شَقَقْنَا (ن) ماضی جمع متکلم (اسناده الی ضمیره تعالی مجازٌ مِن باب الاسناد الی السبب) شَقَّ الشَّیْءَ (ن) شَقًّا: پھاڑنا۔ اَنْبَتْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم اَنْبَتَ اِنْبَاتًا: اُگانا، مجرد میں باب نصر سے آتا ہے نَبَتَ الزَّرْعُ (ن) نَبَاتًا ونَبْتًا: اُگنا، حَبًّا غلہ، اناج، گیہوں، جو، وغیرہ جمع حبوب (حَبًّا کا مفرد حَبَّۃٌ ہے ایک دانہ) عِنَبًا (انگور) واحد کے لئے عِنَبَۃٌ استعمال ہوگا جمع أعناب۔ قَضْبًا (ترکاری) اس کے معنی لمبی اور پھیلی

ہوئی شاخوں والے درخت کے بھی آتے ہیں، (تفسیر مظہری) قَضَبَ (ض) قَضْبًا، کاٹنا، سبزی کو بھی چونکہ بار بار کاٹا جاتا ہے اس لئے مصدر کے نام کے ساتھ سبزی کا نام قَضْب رکھ دیا (تفسیر مظہری) زَیْتُوْنًا: (زیتون ایک پھل ہے جو عناب کی شکل کا ہوتا ہے اس کو کھایا جاتا ہے اور اس کا تیل استعمال کیا جاتا ہے، اس کے درخت کو بھی زیتون کہتے ہیں) واحد زَیْتُوْنَۃٌ بمعنی زیتون کا ایک درخت۔ نَخْلًا، اسم جنس ہے (کھجور) (۲) کھجور کے درخت اور اَلنَّخْلَۃُ بمعنی کھجور کا ایک درخت، جمع نَخْلٌ ونَخِیْلٌ۔ حَدَائِقَ (باغ) واحد حَدِیْقَۃٌ غُلْبًا اَغْلَبُ صفت مشبہ کی جمع ہے (موٹی گردن والی، مجازاً گھنے باغ کو کہتے ہیں) غَلِبَ الحَدِیْقَۃُ (س) غَلَبًا: باغیچہ کا گھنا اور گنجان ہونا، فَاکِہَۃٌ (میوے، پھل) جمع فَوَاکِہُ، فَکِہَ (س) فَکَاہَۃً وفَکَہًا: ہنس مکھ ہونا، میوے کو اسی مناسبت سے فاکہہ کہتے ہیں کہ وہ مفرح قلب ہوتا ہے۔ اَبًّا (چارہ، گھاس) جمع اُبٌّ (وفی بیان القرآن اَبًّا مِن اَبَّ یَأُبُّ (ن) اَبًّا: قصد کرنا لِاَنَّہٗ یُقْصَدُ۔ وفی اعراب القرآن الأبّ المرعی الذی لم یزرعہ الناس) متاعًا (اس کی تحقیق گذر چکی) اَنْعَام (اس کی تحقیق گذر چکی)

ترکیب فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا...... فاء استینافیہ، لینظر فعل امر الانسانُ فاعل الی حرف جار طعامہ مرکبِ اضافی مبدل منہ اَنَّا حرف مشبہ بالفعل مع اسم صببنا فعل، ضمیر نا فاعل (عائد محذوف ہے ای لَہٗ) الماءَ مفعول بہ صَبًّا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ (محل رفع میں) ثُمَّ حرف عطف شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف فَاَنْبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاکِهَۃً وَّاَبًّا... فاء عاطفہ اَنْبَتْنَا فعل ضمیر نا فاعل فیھا (ای فی الأرض) متعلق، حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاکِهَۃً وَّاَبًّا باہم معطوف و معطوف علیہ ہو کر انبتنا کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر طَعَامَ سے بدل اشتمال (محل جر میں) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر لِیَنْظُرْ کے متعلق اور وہ جملہ انشائیہ مستانفہ (لا محل لہا)[1]۔ (غُلْبًا صفت ہے حَدَائِقَ کی) مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِاَنْعَامِکُمْ کی ترکیب سورۃ النازعات میں گذر چکی ہے[2]۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ ﴿۳۳﴾ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ

پھر جس وقت کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا ○ جس روز آدمی اپنے بھائی سے ○ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے ○ اور اپنی بیوی سے

---

[1] فلینظر کا فا جزائیہ بھی ہو سکتا ہے أی إن أردتم معرفۃ قدرۃ اللّٰہ وتدبیرہ فلینظر الانسان الخ اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ فا عاطفہ ہے اور ماقبل کے مفہوم پر عطف ہے أی لینظر أولاً الی نفسہ من مبدأ خلقہ الی منتہاہ وما أنعم علیہ وفیہ فلینظر الانسان الی طعامہ الخ اور روح المعانی میں ہے اذا کان ھذا حال الانسان وھو أنہ الی الأن لم یقض ما أمرہ الخ

[2] قولہ متاعا لکم الخ یہ عبارت فعل مذکور انبتنا کا مفعول لہ بھی بن سکتی ہے۔ (تفسیر مظہری)

وَ بَنِيهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾

اور اپنی اولاد سے بھاگے گا • ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا • بہت سے چہرے اس روز روشن •

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ

خنداں، شاداں ہوں گے • اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی • ان پر کدورت چھائی ہوگی • یہی لوگ

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

کافر فاجر ہیں •

تشریح ماقبل میں انعامات یاد دلا کر انسان کو بار بار تنبیہ کی گئی تھی اب آخر میں پھر قیامت اور نصیحت قبول کرنے اور نہ کرنے پر جزا وسزا کا ذکر ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾'' پھر جس وقت کانوں کو بہرہ کردینے والا شور برپا ہوگا صَاخَّة اسم فاعل ہے یعنی ایسا شور اور سخت آواز جو کانوں کو بہرا کردے، مراد اس سے شورِ قیامت اور دوسرے مرتبہ کا نفخ صور ہے، صاخّۃ میں تا برائے مبالغہ ہے، اور اِذا کا جواب محذوف ہے ای یشتغل کل واحدٍ بنفسہٖ (جلالین، اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) یعنی محشر میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ حتی کہ انسان دنیا کے اندر جس پر اپنی جان قربان کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتا تھا آج قیامت کے دن اس سے بھی گریز کرے گا، گویا ایک چیخ نے سب رشتوں کو کاٹ کر رکھ دیا، آگے اسی دن کا بیان ہے کہ ''يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿۳۴﴾ وَ أُمِّهِ وَ أَبِيهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهِ وَ بَنِيهِ ﴿۳۶﴾'' یہ اِذا جاءتِ الصّاخّۃ سے بدل ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کرے گا بلکہ منہ چھپاتا بھاگتا پھرے گا، اس وجہ سے کہ ''لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿۳۷﴾'' ان میں ہر شخص کو اس دن ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (شَأْنٌ بمعنی فکر، اہم معاملہ ومشغلہ، یعنی ہر ایک کو اپنی ہی فکر اور اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو دوسری طرف متوجہ ہی نہ ہونے دے گا، کقولہ تعالیٰ لا یسألُ حمیمٌ حمیمًا، اور واضح رہے کہ یہ کافر انسانوں کا حال ہوگا جس کا ذکر ''قتلَ الانسانُ ما اَکفرَہٗ'' میں ہوا، مؤمنین اس طرح کی بے رخی نہیں کریں گے، بلکہ ایک دوسرے کے کام آئیں گے) (بیان القرآن) آگے مومنین وکفار دونوں کی تفصیل ہے فرمایا ''وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾'' بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (خوشی ومسرت سے) خنداں، شاداں ہوں گے (یہ مسکراتے چہرے ایمان والوں کے ہوں گے جو اپنے پالنہار کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتے تھے) ''وَ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾'' اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی، ان پر

کدورت چھائی ہوگی (یعنی غم کی وجہ سے کدورت وسیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہ کالے کلوٹے جھلسے جھلسائے منہ کافروں کے ہوں گے جو نہ اللہ پر ایمان لائے، نہ رسول پر) ''اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ'' یہی لوگ کافر، فاجر ہیں (کافر کے لفظ سے اشارہ فساد عقائد کی طرف ہے اور فاجر کے لفظ سے فساد اعمال کی طرف) لہٰذا انسان کو عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی آخرت کو سدھارنے کی فکر کرنی چاہیے۔

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں یہ اپنے دل میں ہنستے ہیں ☆ ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

قرآن کا زور بیان | یوم یفرّ المرء من اخیہ الخ میں کم محبوب کو مقدم اور زیادہ محبوب کو مؤخر کیا ہے اور اس سے کلام میں زور اور قوت پیدا کرنا مقصود ہے گویا یوں فرمایا کہ اس روز آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا بلکہ ماں باپ سے بھی بھاگے گا، بلکہ بیوی اور اولاد سے بھی بھاگے گا۔

لغات صَاخَّةٌ (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، صَخَّ سَمعَهُ (ن) صَخًّا: بہرا کر دینا۔ یَفِرُّ (ض) مضارع واحد مذکر غائب، فَرَّ یَفِرُّ (ض) فَرًّا و فِرَارًا وَمَفَرًّا بھاگنا، المرء (اس کی تحقیق یوم ینظر المرء رکوع ۲ میں گذر چکی ہے) اَخٌ (بھائی) اَخٌ کی اصل اَخَوٌ ہے جمع اِخْوَانٌ واِخْوَةٌ ہے۔ (مجازاً ہر اس شخص کو بھی اخ کہہ دیتے ہیں جو قبیلہ یا مذہب یا صنعت وحرفت یا تعلق ودوستی وغیرہ میں کسی دوسرے کا شریک ہو، حالت جری میں یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے) اُمٌّ (ماں) جمع اُمَّهَات۔ (نانی اور پرنانی کو بھی اُمّ کہتے ہیں، قال تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ) اَبٌ (باپ) جمع اٰباء (اصلہ اَبَوٌ) صَاحِبَةٌ (بیوی) دراصل اسم فاعل ہے بمعنی ساتھ رہنے والی، مگر اس پر اسمیت کا غلبہ ہو گیا اس لیے اسم جامد کے حکم میں ہے، جمع صَوَاحِب، صَحِبَهُ (س) صَحَابَةً وصُحْبَةً: ساتھ ہونا، بنین اِبْنٌ کی جمع ہے، اور جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے، بنا بریں اسی کا اعراب دیا گیا اور اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا، دوسری جمع اَبناء آتی ہے شأن: فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو شأنٌ کہتے ہیں خواہ وہ برا ہو یا بھلا جمع شُئُونٌ یُغْنِی (افعال) مضارع واحد مذکر غائب، اَغْنٰی اِغْنَاءً: بے نیاز کرنا، مالدار کر دینا، کافی ہونا، غَنِیَ فُلَانٌ (س) غِنًی وَغَنَاءً: مالدار ہونا، عَنِ الشَّیءِ۔ بے نیاز ہونا۔ وُجُوْهٌ (بہت سے چہرے) وَجْهٌ کی جمع ہے۔ مُسْفِرَةٌ (روشن) (افعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اَسْفَرَ الْوَجْهُ (افعال) چہرہ چمکنا۔ سَفَرَ (ض) سُفُوْرًا: روشن ہونا، ضَاحِكَةٌ (خنداں) (س) اسم فاعل واحد مؤنث، ضَحِكَ (س) ضَحْكًا وَضَحِكًا: ہنسنا، باب افعال سے بمعنی ہنسانا، مُسْتَبْشِرَةٌ (شاداں) (استفعال) اسم فاعل واحد مؤنث، اور مجرد میں ہے (بَشِرَ بِهٖ (س) بِشْرًا خوش ہونا) غَبَرَةٌ اسم (ظلمت، گرد) (غَبِرَ الشَّیءُ (س) غَبَرًا وغُبْرَةً: گرد آلود ہونا) تَرْهَقُ (س) مضارع واحد مؤنث غائب، رَهِقَ الشَّیءُ فُلَانًا (س) رَهَقًا: لگ جانا، لاحق ہونا، قَتَرَةٌ اسم (کدورت، سیاہی دھویں کی طرح) (قَتَرَ (ن، ض) قَتْرًا وقُتُوْرًا، وَقَتِرَ (س) قَتَرًا: النَّارُ، آگ کا دھویں والی ہونا) الکفرۃ (کافر لوگ، یعنی ناشکرے لوگ) کافِرٌ کی جمع ہے الفجرۃ (بدکار لوگ) فاجِرٌ کی جمع، فَجَرَ (ن) فَجْرًا وفُجُوْرًا: بدکار ہونا۔

ترکیب فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ... فاء استینافیہ (والکلام مستانفٌ مَسُوْقٌ للشُّروعِ فی بیان احوالهم یوم المَعَاد) اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف جَآءَتِ الصَّآخَّةُ فعل اپنے فاعل سے مل کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے اپنے محذوف جواب یَشْتَغِلُ کُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهٖ کا یوم مضاف یَفِرُّ المرءُ فعل فاعل مِنْ حرف جار اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے اِذَا جاءت الخ سے[1]۔ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ... لام حرف جار کلّ مضاف اِمْرِئٍ موصوف مِنْهُمْ (ای مِنَ النّاس) کائنٍ محذوف کے متعلق ہوکر امرءٍ کی صفت، موصوف مع صفت کے مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم یَوْمَئِذٍ ای خبر محذوف کا ظرف۔ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ شانٌ موصوف یغنیہ فعل فاعل مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ ہوکر صفت (محل رفع میں) پھر مرکب توصیفی ہوکر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (لامحل لہا)[2]۔ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِکَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ وَّوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ... وجوہ مبتدا (تنوین برائے تنویع اَیْ وجوہ المؤمنین او وجوہٌ کثیرۃٌ) یومَئِذٍ مسفرۃٌ کا ظرف مقدم مسفرۃٌ ضاحکۃ مستبشرۃٌ تینوں خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف وجوہٌ مبتدا یومئذٍ خبر محذوف ثابتۃ کا ظرف اور علیہا بھی ثابتۃ کے متعلق اور پھر ثابتۃ خبر مقدم غَبَرَةٌ مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مبتدا کی خبر اول[3]۔ ترھقھا قترۃ جملہ ہوکر خبر ثانی (اور قترۃ فاعل ترھق کا) مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَفَرَةُ الْفَجَرَةُ... اُولٰئک مبتدا ھم ضمیر فصل (اشارۃ الی أصحاب تلک الوجوہ اَیْ اولئک الموصوفون بما ذُکِرَ، والاشارۃ للبعید للایذانِ ببعد درجتھم فی سُوءِ الحَالِ) (روح المعانی) الکفرۃ الفجرۃ دونوں خبر، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لامحل لہا) (الجملۃ مستانفۃ کأنہا جواب من اصحاب تلک الوجوہ، تفسیر مظہری)

اجراء یوم یفر المرء من أخیہ وامہ وأبیہ وصاحبتہ وبنیہ عزیز طلبہ! اخیہ، امّہ، ابیہ وغیرہ میں اضافت معنوی ہے، اضافت لفظی ومعنوی کی تعریف تو آپ حضرات جانتے ہی ہیں، بس اتنا ضرور یاد رکھیں کہ اضافت لفظی محض تخفیف کا فائدہ دیتی ہے،

---

[1] اس فاء کو عاطفہ کہنا بھی صحیح ہے مابعد کی ماقبل پر ترتیب کو بیان کرنے کے لئے (اعراب القرآن)

[2] یومئذٍ کو یغنیہ کا ظرف مقدم بھی بنا سکتے ہیں **قولہ** لکل امرئ ذکر المرء بناء علی أنہ الرجل لیعلم منہ حال المرئۃ من باب أولی (روح المعانی)

[3] یومئذٍ اس کو اعراب القرآن میں ترھَقُ کا ظرف لغو قرار دیا ہے لیکن تفسیر مظہری میں اس کو ظرف مستقر ہی مانا ہے سہولت کے پیش نظر ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ **قولہ** علیہا غبرۃ ایک ترکیب یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ثبت یا استقر فعل محذوف مانا جائے اور علیہا اور یومئذٍ اسی کے متعلق اور غبرۃ اس کا فاعل پھر جملہ ہوکر مبتدا کی خبر، نیز ترھقھا مبتدا کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے، اور غبرۃٌ کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

الآیہ کہ مضاف معرف باللام ہو جیسے مررت بالرجل الحسن الوجہ (الاشباہ ص: ۴۴ ج: ۲) (تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ اضافت کے بعد مضاف پر سے تنوین اور نون تثنیہ وجمع حذف ہو جاتا ہے) اور اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرفہ ہے تو تعریف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہے، تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، مگر عزیز من! ایک سخن بندۂ عاجز کی رہے یاد، اور وہ یہ ہے کہ اگر اضافت معنوی میں مضاف لفظ مثلٌ، شبہٌ، غیرٌ وغیرہ ہو یا مضاف نکرہ کی جگہ واقع ہو، مثلاً حال، تمیز، یا لائے نفی جنس کے اسم کی جگہ تو اب یہ اضافت نکرہ کے حکم میں ہوگی۔

سورۃُ التَّکْوِیر مکّیّۃٌ

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۞ وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۞

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا ● اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے ● اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے ●

وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۞ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۞ وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۞

اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی ● اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جاویں گے ● اور جب دریا بھڑکائے جاویں گے ●

وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۞ وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۞ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۞ وَ اِذَا الصُّحُفُ

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے ● اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا ● کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی ● اور جب نامۂ اعمال

نُشِرَتۡ ۞ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۞ وَ اِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۞ وَ اِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۞

کھول دئے جاویں گے ● اور جب آسمان کھل جاوے گا ● اور جب دوزخ دہکائی جاوے گی ● اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی ●

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۞

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے ●

ربط اس سورت کے اندر بھی سورتِ سابقہ کی طرح قیامت کا ذکر کرنا مقصود ہے اور اسی کی تقویت کے لیے آخر میں قرآن کی حقانیت مذکور ہے، اور چوں کہ اس سورت کا ایک لفظ کُوِّرَتۡ ہے تو اسی کی مناسبت سے پوری سورت کا نام سورۃ التکویر رکھ دیا۔

تشریح اس سورت کی شروع کی تیرہ آیات میں احوالِ قیامت کا ذکر ہے، جن میں سے شروع کی چھ آیات یعنی اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞ سے وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۞ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت پیش آئیں گے جب کہ یہ دنیا آباد ہوگی اور اس کے بعد کی سات آیات یعنی وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۞ سے وَ

اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ تک میں ان چھ احوال کا ذکر ہے جو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد پیش آئیں گے، (گویا تیرہ آیات میں بارہ احوال ہیں) پھر جواب شرط لایا گیا یعنی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ کہ ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾'' جب آفتاب بے نور ہو جائے گا یعنی سورج جو آج ساری دنیا کو روشنی پہنچا رہا ہے ایک دن بے نور ہو کر رہ جائے گا۔ ''وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾'' اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اِنْكَدَرَتْ، اِنْكِدَار سے مشتق ہے بمعنی ٹوٹ کر گرنا، مطلب یہ ہے کہ آسمان کے سب ستارے سمندر میں گر پڑیں گے، ''وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾'' اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے دیکھئے چلائے جانے کے لیے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ ان کو ان کی جگہ سے ہٹایا جائے لہٰذا یہاں یہی لازمی معنی مراد ہے کہ پہاڑوں کو مضبوط و مستحکم ہونے کے باوجود ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا اور وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ''وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾'' اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ یہ بات عرب کی عادت کے مطابق بطور مثال کے بیان فرمائی کیوں کہ قرآن کریم کے پہلے مخاطب عرب لوگ تھے، ان کے نزدیک دس مہینے کی گابھن اونٹنی ایک بڑی دولت سمجھی جاتی تھی کہ اس سے بچہ اور دودھ کا انتظار ہوتا تھا، مگر قیامت کے جگر خراش منظر کے سامنے ایسے نفیس وعمدہ مال کی کوئی شخص پرواہ نہ کرے گا اور دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں یوں ہی بغیر چرواہے کے بیکار چھٹی پھریں گی۔ ''وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾'' اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جائیں گے یعنی جب نفخۂ اولیٰ ہوگا تو جنگلی جانور جو انسان سے بدکتے ہیں اور اس کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں وہ مارے گھبراہٹ کے سب جمع ہو جائیں گے جیسا کہ خوف کے وقت اکثر ہوتا ہے، اندازہ کیجئے جب جانوروں کا یہ حال ہوگا تو انسانوں کا کیا حال ہوگا اور کیسی گھبراہٹ چھائی ہوئی ہوگی۔ ''وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾'' اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے سُجِّرَتْ تسجیر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آگ لگانے اور بھڑکانے کے بھی آتے ہیں، اور خلط ملط کرنے کے بھی، اور ان دونوں معنی میں کوئی تضاد نہیں ہے، اولاً دریاؤں میں طغیانی پیدا ہوگی اور زمین میں دراڑیں جس سے میٹھے اور کھاری دریاؤں کے پانی آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے، پھر شمس وقمر اور ستاروں کو اس میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر اس تمام پانی کو آگ بنا دیا جائے گا جو جہنم میں شامل ہو جائے گا اور اس کو بھڑکا دیا جائے گا اور بس عالم فنا ہو جائے گا، ''وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾'' اور جب ایک ایک قسم کے لوگ سب اکٹھے کیے جائیں گے اب یہاں سے نفخۂ ثانیہ کے بعد کے چھ احوال کا بیان ہے کہ حاضرینِ محشر کے جوڑے جوڑے اور جتھے بنا دیئے جائیں گے یعنی کافر الگ، مسلمان الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طبقہ کے لوگ الگ الگ ہوں گے مثلاً علماء الگ، عابدین الگ، مجاہدین الگ، وغیرہ وغیرہ اسی طرح چور ڈاکو ایک جگہ، زنا کار دوسری جگہ علیٰ ہذا القیاس[1]۔

''وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾'' اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ

---

[1] قرآن میں دوسری جگہ ہے اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو۔

وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔ ''موءٗدۃ'' وہ لڑکی جس کو زندہ دفن کردیا گیا ہو، اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عرب کے اندر یہ رسم بد تھی کہ باپ نہایت بے رحمی اور سنگ دلی سے اپنی بیٹی کو زندہ زمین کے اندر گاڑ دیتا تھا، بعض لوگ تنگ دستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کی وجہ سے اور بعض اس عار اور شرم سے کہ کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

اگر لڑکی کی پیدائش کا گھر میں ذکر سن لیتے ☆ تو اس معصوم کو زندہ زمیں میں دفن کردیتے

ایک اہم سوال اور جواب آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال لڑکی سے ہوگا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی حالاں کہ یہ ظلم تو ظالم باپ نے ڈھایا ہے تو یاد رکھئے کہ اس سے مقصود اس لڑکی کو تسلی دینا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی اور مظلوم ہونے کی پوری فریاد بارگاہِ رب العزت میں پیش کرے تاکہ اس کے قاتل سے انتقام لیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ موءٗدہ لڑکی کے بارے میں اس کے قاتل سے سوال کیا جائے کہ اس کو تم نے کس جرم میں قتل کیا؟

''وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾'' اور جب نامۂ اعمال کھول دیئے جائیں گے یعنی موت واقع ہونے کی وجہ سے جو نامۂ اعمال لپیٹ دیا گیا تھا، اب وہ کھول دیا جائے گا تاکہ سب لوگ اپنے اپنے عمل دیکھ لیں۔ ''وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾'' اور جب آسمان کھل جائے گا۔ کَشْطٌ کے لغوی معنی جانور کی کھال اتارنے کے ہیں اور جب کسی چیز کی کھال اتار لی جاتی ہے تو اس کے اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں لہٰذا آسمان کے کھلنے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی، نیز اس کے کھلنے سے غمام کا نزول ہوگا یعنی سائباں کی طرح ایک بدلی ہوگی، اور اس بدلی کے ساتھ آسمان سے فرشتے زمین پر بکثرت اتارے جائیں گے، اور اسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے تجلی فرمائیں گے،'' وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ '' اور جب دوزخ دہکائی جائے گی دوزخ اگرچہ اب بھی دہک رہی ہے مگر اس وقت دشمنانِ خدا کے لیے اس کو اور زیادہ دہکایا جائے گا۔ ''وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾'' اور جب جنت نزدیک کردی جائے گی یعنی اتنی قریب کہ اس کی تروتازگی اور رونق و بہار نظر آئے گی جس کے دیکھنے سے مومنین کو عجیب مسرت و فرحت حاصل ہوگی، (واللہ قادر علی نقل الجنۃ من السماء الی الارض. روح) ''عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾'' ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔ یعنی جب قیامت کے حالات مذکورہ پیش آویں گے اس وقت ہر انسان جان لے گا کہ وہ اپنے ساتھ کیا نیک یا بد عمل لایا ہے جو اس نے دنیا میں کئے تھے (خواہ اس طرح جان لے گا کہ صحائف اعمال اس کے ہاتھ میں آجائیں گے یا اس طرح کہ یہ اعمال کسی خاص شکل و صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے، (معارف)

اختیاری مطالعہ

زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کی کیا خصوصیت ہے؟ قیامت کے دن تو سب کا کچا چٹھا کھل جائے گا تو موءٗدہ لڑکی کے معاملہ کی ہی کیا خصوصیت ہے؟ خصوصیت یہ ہے کہ اس مظلوم لڑکی کو خود اس کے ماں باپ نے قتل کیا ہے لہٰذا اس کی طرف سے اس کے خون کے انتقام کا کوئی دعوے دار بھی نہیں ہے مگر وہ ایسی عدل و انصاف کی عدالت الٰہیہ ہے جو ایسے مظالم کو بھی سامنے لائے گی جس کے اوپر نہ کوئی شہادت ہے اور نہ ان مظلوموں کا کوئی پرسان حال۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری ☆ یہ عقبیٰ ہے یہاں سننی پڑے گی داستاں میری

اسقاطِ حمل بحکم قتل چار ماہ کے بعد وضع حمل کرانا بحکم قتل ہے کیوں کہ چوتھے مہینہ میں حمل کے اندر روح پڑ جاتی ہے اسی طرح ایسی کوئی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل ضبطِ تولید کے نام سے اس کی سیکڑوں شکلیں رائج ہو گئیں اس کو بھی رسول اللہ ﷺ نے وأدِ خفی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کرنا اور چار ماہ سے پہلے بھی بغیر ضرورتِ شدیدہ کے اسقاطِ حمل حرام ہے۔اور عزل کا حکم احقر کی دوسری کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی میں ہے۔

ایک اشکال: جب آفتاب بے نور اور ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے تو جانوروں کا وجود ہی کہاں رہے گا کہ گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں اور وحوش جمع ہوں، جواب یہ ہے کہ واو مطلق جمع کے لیے ہے لہٰذا ان واقعات وحادثات میں ترتیب نہیں کہ پہلے سورج بے نور ہو اور ستارے ٹوٹ کر گریں جس کی بنا پر مذکورہ اشکال پیدا ہوا، بلکہ ان کی اہمیت کی بناء پر ان کو مقدم کر دیا، اور اولاً انس وجن اور حیوانات ہلاک ہوں گے پھر سورج ستارے وغیرہ۔

لغات الشمسُ سورج، (۲) دھوپ، (مجازی معنی) جمع شموس، یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، کُوِّرَتْ[۱] (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، کُوِّرَتِ الشمسُ تکویرًا: سورج کی روشنی سمیٹ کر گولا بنا دینا (۲) سورج کی روشنی دھیمی یا بالکل ختم ہو جانا۔ النجوم اسم جامد (ستارے) نَجم کی جمع ہے، اِنْکَدَرَتْ، اَیْ اِنْقَضَّتْ وَسَقَطَتْ (انفعال) ماضی واحد مؤنث غائب، مجرد میں ہے کَدِرَ الماءُ (س) کَدَرًا وکَدَرَ الماءُ (ک) کَدَارَۃً وکُدُوْرَۃً: گدلا ہونا۔ الجبالُ سُیِّرَتْ (دونوں کی تحقیق رکوع ا میں گذر چکی ہے) العِشَارُ (دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں) عُشَراءُ صفت مشبہ کی جمع، جیسے نِفاس، نُفَساءُ کی جمع۔ عُطِّلَتْ ای تُرِکَتْ مُهملةً لا راعیَ له ولا طالب (یعنی یونہی چھٹی پھرنا) (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، عَطَّلَ الابلَ تَعْطِیلًا: اونٹوں کو چرانے کے لئے بلا چرواہا چھوڑنا۔[۲] الوحوشُ اسم جامد، جنگلی جانور کہ ان کی طبیعتوں میں انسانوں سے کوئی اُنس نہیں ہوتا، مراد مطلق جانور (روح المعانی) الوحشُ کی جمع ہے حُشِرَتْ (ن،ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، حَشَرَ (ن،ض) حَشْرًا: جمع کرنا، البحارُ (دریا، سمندر) البحرُ کی جمع وَیُجمَع، بُحُوْر، وَاَبْحُرٌ، سُجِّرَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بھڑکانا[۳]۔ النفوسُ اسم جامد (اشخاص) النفسُ کی جمع، زُوِّجَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زَوَّجَ تزویجًا وزواجًا: باہم ملانا، جوڑ لگانا[۴]

[۱] یہ صیغہ کُوِّرتِ العمامۃُ سے مشتق ہے بمعنی پگڑی کو لپیٹنا، اور یہ مجاز ہے اس کو اٹھانے اور ہٹانے سے کیونکہ جب کسی چیز کو لپیٹ دیا جاتا ہے تو اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جاتا ہے لہٰذا تکویر شمس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ اور روشنی پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی اور آفتاب بے نور ہو جائے گا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ یا پھر لپیٹنے سے مراد اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا ہے۔ (روح المعانی) مجرد میں باب نصر سے ہے کارَ العمامۃَ (ن) کَوْرًا: پگڑی لپیٹنا۔

[۲] مجرد میں باب سمع سے ہے عَطِلَ الابلُ (س) عَطَلًا: اونٹوں کا بغیر چرواہے کے ہونا۔

[۳] مجرد میں ہے سَجَرَ (ن) سَجْرًا وسُجُوْرًا: بھر جانا، وَسَجَرَ التنورَ: تنور کو گرم کرنا۔

[۴] مجرد میں باب نصر سے ہے، زاجَ (ن) زَوْجًا: پھوٹ ڈالنا۔

اَلْمَوْءُوْدَۃُ (زندہ گاڑی ہوئی لڑکی) (ض) اسم مفعول واحد مؤنث، وَأَدَ ابنتہ یَئِدُ (ض) وَأْدًا: اپنی لڑکی کو زندہ دفن کرنا۔ سُئِلَتْ (ف) ماضی واحد مؤنث غائب، سَأَلَ (ف) سُؤَالاً: پوچھنا ذَنْب (گناہ) جمع ذُنُوْب، قُتِلَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، قَتَلَ (ن) قَتْلاً: مارڈالنا، الصُّحُفُ (نامۂ اعمال) الصحیفۃُ کی جمع ہے۔ نُشِرَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَشَرَ (ن) نُشُوْرًا: کھولنا پھیلانا۔ کُشِطَتْ (ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، کَشَطَہٗ عنہ (ض) کَشْطًا: ہٹانا، کھال اتارنا[1]۔ الجحیم (رکوع ۳ میں تحقیق گذر چکی) سُعِّرَتْ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، بمعنی دہکانا، سَعَّرَ النَّارَ تسعِیرًا: آگ بھڑکانا، سَعَرَ النارَ (ف) سَعْرًا: آگ جلانا، الجنۃُ (تحقیق گذر چکی رکوع ۳ میں) اُزْلِفَتْ (افعال) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، اَزْلَفَہٗ اِزْلافًا: نزدیک کرنا، مجرد میں ہے، زَلَفَ اِلیہ (ن) زَلْفًا وزَلِیْفًا: نزدیک ہونا، الشیءَ، نزدیک کرنا، (لازم ومتعدی) عَلِمَتْ (س) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، عَلِمَ (س) عِلْمًا: جاننا نَفْسٌ ای کلُّ نفس (ہر شخص) جمع نُفُوْس واَنْفُس۔ اَحْضَرَتْ (افعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اَحْضَرَ الشیءَ: حاضر کرنا) حَضَرَ (ن) حُضُوْرًا: حاضر ہونا۔

ترکیب اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ ... اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف الشمسُ فعل محذوف کا نائب فاعل جس کی مابعد فعل تفسیر کر رہا ہے اَیْ کُوِّرَتِ الشمسُ کُوِّرَتْ (الشمسُ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع نہیں ہے کیونکہ جمہور بصریین کے نزدیک اذا شرطیہ فعل کے ساتھ خاص ہے) کُوِّرَت الشَمسُ فعل فاعل سے مل کر مفسر کُوِّرَتْ تفسیر، مفسر اپنی تفسیر سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب وجزا عَلِمَتْ نفسٌ ما اَحضرَتْ کا اور اِذا الشمسُ کُوِّرَتْ کے مابعد گیارہ جملے باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر اذا الشمسُ کُوِّرَتْ پر عطف ہے (اور ہر جگہ اذا کے مابعد، بعد والے فعل جیسا ایک فعل محذوف ہے مثلاً واذا النجومُ انکدرت واذا الجبالُ سُیِّرَتْ کی تقدیری عبارت واذا انکدرتِ النجومُ انکدرَتْ وَاذا سُیِّرتِ الجبالُ سُیِّرت ہے وعلی ھذا القیاس اور بِاَیِّ ذَنْب قتلت میں بِاَیِّ ذَنْب متعلق مقدم ہے قُتِلَتْ کا، اور قُتِلتْ سُئِلَتْ کے لئے بمنزلہ مفعول ثانی کے ہے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ... [2] عَلِمَتْ فعل نفسٌ فاعل ما اَحْضَرَتْ اسم موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط (اذا الشمسُ کے اندر چونکہ ظرفیت کے معنی بھی ہیں لہٰذا وہ اپنے جواب

---

[1] جب کسی چیز کی کھال اتاری جائے تو اندر کی چیزیں کھل جاتی ہیں اور ظاہر ہو جاتی ہیں اسی لئے حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ کھلنے سے کیا ہے۔

[2] **قولہ** علمت نفسٌ، النکرۃ تعمُّ فی الاثبات بالقرائن (۲) النکرۃُ ہٰہنا وقعتْ فی سیاق الشرط وسیاق الشرط کسیاق النکرۃ فی اَنّ النکرۃَ للعموم اذا وَقعتْ فی کلٍ منہما... دیکھئے "مشکل ترکیبوں کا حل"۔

وجزا کا ظرف ہے۔ عبارت یہ ہوگی: علمت نفسٌ ما اَحضرتْ اذا کورت الشمس کوّرتْ، پھر یہ جملہ مستانفہ ہوگا)

فائدہ یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہدہ کرنا ہے علمتْ کا تعلق فعل قلب سے نہیں ہے۔ (روح المعانی)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَا

تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں • چلتے رہتے ہیں، جا چھپتے ہیں • اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے • اور قسم ہے صبح کی جب

تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ

وہ آنے لگے • کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا • جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے • وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت

اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

دار ہے • اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں • اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے • اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے

بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

والے بھی نہیں • اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے • تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو •

تشریح ماقبل آیات یعنی اِذَا الشمس کوّرت الخ قیامت کی شان میں نازل کی گئیں کہ ایک خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے، سو جان لو کہ وہ آیات جن میں یہ واقعہ مذکور ہے وہ کلام اللہ ہے جو کسی کا گھڑا ہوا نہیں ہے چناں چہ مذکورہ آیات میں قسم کھا کر قرآن کی صداقت وحقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

"فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾" تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں، چلتے رہتے ہیں، جا چھپتے ہیں (الخُنَّس، خانس کی جمع ہے بمعنی پیچھے کو ہٹنے والے، یعنی وہ ستارے جو سیدھے چلتے چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں الجوار جاریۃٌ کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں۔ الکُنَّس کانس کی جمع، یعنی پھر وہ ستارے کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں اور یہ بات پانچ ستاروں کو پیش آتی ہے جن کو خمسۂ متحیرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں زُحَلْ، زُهْرَة، مِرِّيْخ، مُشْتَرِی، عُطَارِدْ [1]۔

"وَ الَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾" اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے آگے جواب قسم ہے یعنی "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾" کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا یعنی اللہ کا کلام ہے جو ایک معزز فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا ہے، کسی شیطان کے ذریعہ آپ تک نہیں پہنچا، یہاں رسول سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

[1] **متحیرہ کی وجہ تسمیہ:** ان پانچ ستاروں کو متحیرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی رفتار دنیا میں کچھ اس طرح کی دکھائی دیتی ہے کہ مشرق سے مغرب کی طرف جاتے جاتے لوٹ پڑتے ہیں، اور کبھی یہ ٹھہرے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

فائدہ قرآن مجید کی احتیاط کی کہاں تک داد دیجئے لفظ استعمال کیا ہے ''رسول'' جس سے صاف ظاہر ہے کہ جبرئیل محض ایک قاصد تھے۔

آگے جبرئیل علیہ السلام کی کچھ مزید صفات بیان کرتے ہیں کہ '' ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ '' جو قوت والا ہے۔ ان کی قوت کا حال یہ ہے کہ قوم لوط کی بستیوں کو اکھاڑ پھینکا، لہٰذا یہ احتمال بھی جاتا رہا کہ کلام الٰہی کو لے کر تو فرشتہ ہی چلا ہو مگر جبرئیل کو کمزور سمجھ کر کسی شیطان جن نے درمیان میں تصرف کر دیا ہو، مالکِ عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ مالکِ عرش یعنی اللہ کے نزدیک جبرئیلؑ ذی رتبہ ہیں '' مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ '' وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے، مُطاع یعنی اطاعت کیا ہوا کہ آسمان کے فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کہنے سے فرشتوں نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے، اور امانت دار ہے کہ وحی کو صحیح پہنچا دیتا ہے، یعنی کمی بیشی اور خیانت کا امکان نہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہم تک دو واسطوں سے پہنچا ہے ایک لانے والا فرشتہ یعنی جبرئیلؑ اور دوسرے پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لہٰذا آگے چند صفات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مذکور ہیں، '' وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ '' اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہے۔ جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں کہ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ (پ۲۲) (معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے یعنی دماغ ٹھکانے نہیں کہ دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے)

نکتہ: لفظ محمد کے بجائے صاحبکم کے استعمال میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ رسول تمہارے ساتھ کے رہنے والے ہیں یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم ان کے ساتھ رہے ہو اور ان کے احوال سے تم اچھی طرح واقف ہو، اتنی طویل مدت میں ان کا تم نے کوئی جھوٹ اور فریب نہیں دیکھا، بلکہ ہمیشہ ان کے صدق وصفا اور عقل ودانائی کے معترف رہے ہو، تو اب بلا وجہ انکو جھوٹا یا دیوانہ کیوں کہتے ہو۔

'' وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ '' اور انھوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔ رأی کی ضمیر فاعل کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے، صافِ کنارہ سے مراد بلند کنارہ ہے کہ صاف نظر آتا ہے یعنی بجانب مشرق بالائی کنارہ پر دیکھا۔ (مظہری) اس آیت میں پہلی مرتبہ کا دیکھنا مذکور ہوا، دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں ہے ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ الخ یعنی انھوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فرشتہ سے خوب واقف تھے اس لیے اس وحی میں اس شبہ کی بھی گنجائش نہیں کہ ممکن ہے جس کو فرشتہ سمجھ لیا ہو وہ واقع میں فرشتہ نہ ہو۔ '' وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ '' اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں یعنی غیب کی باتیں جو بذریعۂ وحی معلوم ہوئیں ان کے بتلانے میں بخیل بھی نہیں ہیں جیسا کہ کاہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیب کی کسی جزئی اور نامکمل بات کو اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں اور اس پر بھی بخل سے کام لیتے ہیں

اور رقم اور اجرت کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ (اس سے کہانت کی بھی نفی ہوگئی) ''وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾'' اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ظاہر ہے کہ شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھائے گا جس میں خود اس کی مذمت مذکور ہو اور بنی آدم کا فائدہ ہو[1]۔ ''فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾'' تو تم لوگ کدھر کو چلے جارہے ہو یعنی جب قرآن اور حضور ﷺ کے متعلق تمام باتیں تمہارے سامنے آگئیں تو تم کدھر کو چلے جارہے ہو کہ نبوت کے منکر ہورہے ہو، (خدا کے بندو ایسا نہ کرو)

قسم وجواب قسم کے درمیان مناسبت | ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا) میں جا چھپنے کے، اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے بسبب ظلمتِ کفر کے رفع ہوجانے اور نورِ ہدایت کے ظاہر ہوجانے کے۔

لغات فلا اقسم الخ (میں قسم کھاتا ہوں)[2] باب افعال سے مضارع واحد متکلم، اَقْسَمَ باللّٰہِ اِقْسَامًا: خدا کی قسم کھانا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ اَلْخُنَّس (پیچھے کو ہٹنے والے ستارے، موصوف محذوف ہے، ای الکواکبُ) خَانِسٌ کی جمع ہے، خَنَسَ (ن) خَنْسًا وخُنُوْسًا وخِنَاسًا: پیچھے ہٹنا (خَنَسَ فلانًا: پیچھے کرنا) (لازم ومتعدی) (المعجم الوسیط) الجوار (پیچھے ہی کو چلتے رہنے والے) الجاریۃ کی جمع، جَرَی النجومُ (ض) جَرْیًا: ستارہ کا چلنا۔ الکُنَّس (چھپ جانے والے ستارے یعنی اپنے مطالع میں) الکانِس کی جمع، کَنَسَ الظبیُ (ض) کُنُسًا: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں جانا، -النجومُ کُنُوسًا: ستاروں کا اپنے راستہ پر ٹھہر کر واپس آجانا۔ عَسْعَسَ باب فعللۃ (عسعسۃٌ) یعنی رباعی مجرد سے ماضی واحد مذکر غائب عَسْعَسَ اللیلُ۔ رات ہوجانا (حضرت تھانویؒ نے بقرینۂ واللیل اذا ادبر والصبح اذا اسفر ترجمہ کیا ہے کہ جب رات جانے لگے) الصبح (صبح یعنی دن کا ابتدائی حصہ) جمع أَصْباح تَنَفَّسَ (صبح آنے لگے) (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب تنفس الصبحُ: صبح کی روشنی ہوجانا (مجرد میں

[1] قرآن میں دوسری جگہ ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ نہ اسے لے کر شیطان اترے، نہ انھیں یہ لائق ہے، نہ اس کی انھیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہے۔

[2] لا اُقْسِمُ کے شروع کا لا زائد ہے اور قسموں پر یہ حرف زائد لانا عربوں کے محاورہ میں معروف ہے مگر اصح قول یہ ہے کہ یہ حرف مخاطب کے باطل خیال کی تردید کے لئے شروع قسم میں لایا جاتا ہے۔ (معارف القرآن) جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لا برائے تاکید ہے (لغات القرآن) حروف قسم تین ہیں۔ واؤ، با، تا جیسے واللہ، باللہ تاللہ کبھی جملہ پر لام قسم داخل کرکے قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَمْرُکَ الخ۔

فائدہ: بندے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد قسم اپنے بیان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کسی چیز کی حقانیت کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو مقصود اس چیز کو بطور دلیل اور شہادت کے پیش کرکے مُقْسَم علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے گویا جن چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے وہ سب بزبانِ حال اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی عظمت اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔ (عرب والوں کے یہاں جھوٹی قسم کھانا باعث ہلاکت شمار ہوتا تھا اسی بناء پر اگر کوئی شخص قسم کھا کر کوئی بات کہتا تو اہل عرب بلا چوں وچرا اس کو مان لیتے تھے، اسی بنا پر قیامت کے ہولناک واقعات کے بعد آیات مذکورہ کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا)

دوسرے معنی ہیں) قَوْلُ (یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے، کہا ہوا) جمع أقوال رَسُوْل پیغمبر (حضرت جبرئیلؑ مراد ہیں) رسولٌ بمعنی مُرْسَلٌ ہے (المعجم الوسیط) شیخ شمس الدین قہستانی لکھتے ہیں کہ رسولٌ بروزن فَعُوْلٌ صیغہ مبالغہ ہے مُرْسَلٌ کا مگر فعولٌ کا استعمال اس طرح پر نادر ہی ہوتا ہے (لغات القرآن) واضح رہے کہ قرآن مجید میں رسول سے کہیں فرشتہ مراد ہے اور کہیں نبی، اس لئے حسب موقعہ معنی لئے جائیں گے، رسُوْلٌ کی جمع رُسُلٌ آتی ہے۔

نوٹ: اگر رسول اور نبی کا فرق جاننا چاہیں تو "نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی" (ص:٦) کا مطالعہ فرمائیں۔

کَرِیْمٍ (معزز) باب کرم سے صفت مشبہ، جمع کِرَامٌ، کَرُمَ فُلَانٌ (ک) کَرَمًا وکَرَامَۃً: صاحب عزت ہونا قُوَّۃٍ (طاقت) جمع قُوًی (طاقتیں) قَوِیَ (س) قُوَّۃً: طاقتور ہونا (قوۃ بمعنی طاقت ور ہونا مصدر ہے اور بمعنی طاقت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، اور قوِیَ دراصل قَوِوَ تھا قاعدہ نمبر/۱۱، جاری ہوا) اَلْعَرْشِ (عرش اللہ) بشر کو بجز نام کے اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں اور عوام کے اوہام اس بارے میں جس طرف جاتے ہیں وہ صحیح نہیں عَرَشَ الْعَرْشَ (ن) تخت بنانا[1] مَکِیْنٍ (صاحب رتبہ) مکانۃٌ سے صفت مشبہ ہے مَکُنَ (ک) مکانۃً: بلند مرتبہ ہونا، جمع مُکَنَاءُ[2] مُطَاعٍ جس کی بات مانی جائے، باب افعال سے اسم مفعول، أطاع فلاناً اطاعۃً: فرماں برداری کرنا طَوْعٌ مادہ ہے طاع (ن) طوعًا: فرماں بردار ہونا ثَمَّ (وہاں أی عندذی العرش) ظرف مکان برائے بعید (دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل) اَمِیْنٍ (امانت دار) باب کَرُمَ سے صیغہ صفت، جمع أُمَنَاءُ، اَمُنَ (ک) أمانۃً دیانت دار ہونا[3]۔

صَاحِبُ (رفیق، یعنی ساتھ رہنے والا، اضافت برائے عہد ہے اور مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اسم فاعل واحد مذکر، جمع صَحْبٌ وَاَصْحَابٌ، صَحِبَہ (س) صَحَابَۃً وصُحْبَۃً: ساتھ رہنا۔ مَجْنُوْنٍ (دیوانہ) (ن) اسم مفعول واحد مذکر، جمع مَجَانِیْن، جُنَّ (ن) جَنًّا، وجُنُوْنًا وجِنَّۃً ومَجَنَّۃً: عقل زائل ہونا، دیوانہ ہونا، یہ اس معنی میں مجہول استعمال ہوتا ہے اَلْاُفُقِ (کنارۂ آسمان) جمع آفَاق، المُبِیْنِ (کھلا ہوا، ظاہر) (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَبَانَ (افعال) اِبَانَۃً: ظاہر ہونا، ظاہر کرنا (لازم ومتعدی دونوں، اسی وجہ سے مبین کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی، اور الافق المبین سے مراد یہاں بلند کنارہ ہے کما فی سورۃ النجم وھو بالافق الاعلیٰ)[4]

---

[1] مفسرین کے اقوال یہ ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہے، جو ایک مجسم شئی ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کو اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجالائیں، عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں رقم طراز ہیں کہ عرش کو اس کے احاطہ کے اعتبار سے دیکھو تو وہ لفظ عظیم سے موصوف ہوگا کیونکہ وہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے تو وہ کریم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی جسم اس کا احاطہ کرے اس سے وہ بالاتر ہے تو وہ مجید ہے۔ (بحوالہ لغات القرآن مطبوعہ پاکستان)

[2] لغات القرآن میں ہے کہ مکین (ذی مرتبہ) کون سے صفت مشبہ ہے۔

[3] اَمِنَ (س) اَمْنًا، اَمَنًا، اَمَانًا، اَمَانَۃً، اَمَنَۃً: مطمئن ہونا۔

[4] (بَانَ منہ (ض) بَیْنًا وبُیُوْنًا وبَیْنُوْنَۃً: الگ ہونا بانَ الشّئُ بیانًا: واضح ہونا، بان الشئ: واضح کرنا) **نوٹ:** آپ حضرات کی اگر طبیعت چاہے تو مجرد بھی یاد کرلیں ورنہ نہیں۔

اَلْغَیْبِ (مخفی بات، غیب کی بات) یہ دراصل باب ضرب غابَ (ض) غَیْبًا وَغَیْبَۃً وغَیْبُوْبَۃً کا مصدر ہے، مگر مجازاً اسم فاعل یعنی غائب کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ضَنِیْنٍ (بخیل، یعنی وحی کے معاملہ میں) صفت مشبہ، جمع اَضِنَّاءُ۔ ضَنَّ (س) ضَنًّا وَضَنَانَۃً: بخل کرنا۔ شیطان (شیطان، سرکش) صفت مشبہ جمع شیاطین، لفظِ شیطان کے مشتق منہ میں اختلاف ہے یعنی بصریوں کے نزدیک اس کا وزن فَیْعَالٌ ہے لہٰذا اس کا نون اصلی ہے اور یہ شَطَنٌ سے مشتق ہے اس کے معنیٰ دور ہونے کے ہیں چونکہ وہ خیر اور نیکی سے دور ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں شَیْطَنَ: (فَیْعَلَۃ) شیطان بن جانا۔ اور کوفیوں کے نزدیک وہ شاطَ (ض) شَیْطًا سے مشتق ہے جس کے معنیٰ جلنے کے ہیں چونکہ وہ آگ میں جلے گا اور آگ سے ہی بنا ہے اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں، اس وقت اس کا وزن فَعْلَان ہے اور نون زائد ہے۔

نوٹ: ہر شریر جن وانس کو شیطان کہتے ہیں قرآن میں ہے وکذلک جعلنا لکل نبیٍ عَدُوًّا شیاطِینَ الانسِ والجنِّ، رَجِیْمٍ (مردود) فَعِیْلٌ بمعنیٰ مفعول ہے از باب نصر رَجَمَ (ن) رَجْمًا: لعنت بھیجنا، دھتکارنا، اَیْنَ (کہاں) برائے ظرف، لفظِ اَیْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔

ترکیب فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ... فاء استینافیہ (اعراب القرآن) (تفسیر مظہری میں ہے لَمّا أنزلنا علیکم الاٰیاتِ فی شان السَاعۃ فاعملوا انّہ کلام اللّٰہ غیر مُتَقوَّل) لا زائدہ أقسم فعل ضمیر انا فاعل با حرف جار الخنس موصوف الجوار الکنس دونوں صفت، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اللیل، سے پہلے مضاف محذوف ہے اَیْ عظمۃ اللیل، اذا عسعس مرکب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واو عاطفہ الصبح سے پہلے بھی لفظ عظمۃ مضاف محذوف مانا جائے، الصبح مضاف الیہ اور اذا تنفس مرکب اضافی ہو کر عظمۃ کا ظرف، مضاف اپنے مضاف الیہ اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، الخنّس کا، پھر معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقْسِمُ کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم انّہ لقول رسول کریم ذی قوّۃٍ عند ذی العرش مکین مطاعٍ ثَمَّ امین... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم لام قسمیہ برائے تاکید بعوض مزحلقہ قول مضاف رسول موصوف کریمٍ صفت اول۔ ذی قُوَّۃٍ مرکب اضافی ہو کر صفت ثانی، عند ذی العرش مرکب اضافی ہو کر ظرف مقدم مکین کا، اور مکینٍ صفت ثالث مُطاعٍ صفت رابع اور ثَمَّ مُطَاعٍ کا ظرف (اَمِیْنٍ کا ظرف بنانا بھی درست ہے) اَمِیْنٍ صفتِ خامس، موصوف اپنی صفات خمسہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وما صاحِبُکم بمجنونٍ... واؤ عاطفہ ما مشابہ بلیس صاحبُکم مرکب اضافی ہو کر ما کا اسم با زائدہ برائے تحسین کلام وتاکید مجنون لفظاً مجرور محلاً منصوب ما کی خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ... واؤ

حرف عطف لام، لامُ القسم (أی باللہ تعالی) قَدْ حرف تحقیق رَاٰی فعل ضمیر ھو مستتر فاعل (جس کا مرجع صاحب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ضمیر مفعول کا مرجع رسول کریم ہے والمرادُ بالرسولِ جبرئیل علیہ السلام) ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ با جارہ الافق المبین مرکب توصیفی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ... واؤ عاطفہ ما مشابہ بلیس ھو ضمیر اس کا اسم علی الغیب متعلق مقدم ضَنِیْنٍ کے بضنین با زائدہ ضنین صفت مشبہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر ما مشابہ بلیس کی خبر (جو کہ لفظاً مجرور اور محلاً منصوب ہے) پھر یہ جملہ معطوف علیہ معطوف وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ... کی ترکیب بھی حسب سابق ہے پھر یہ جملہ معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر جواب قسم اور قسم کو جملہ قسمیہ انشائیہ کہا جائے یا مستانفہ یا ابتدائیہ اور جوابِ قسم کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ: ص ۲۵۶، ج ۱۵) فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ... فا رابطہ اور شرط مقدر ہے ای اِذَا تبیّن لکم اَمْرُ محمدٍ والقرآن۔ اَیْنَ اسم استفہام منصوب ظرف مکان مقدم تذھبون کا اور وہ جملہ جزائیہ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) (اور این کو صدر کلام کا مقتضی ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے)

اختیاری مطالعہ

تحقیق مفید واللیلِ اِذَا عَسْعَسَ والصبحِ اِذَا تَنَفَّسَ جیسی ترکیب میں اذا مصاف مجرد عن الشرط ہے، اور مابعد جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر یہ مرکب اضافی ظرف ہے اللیل کے مضاف محذوف عَظَمَۃ کا، کیوں کہ کسی شیٔ کی قسم کھانا اس کی عظمت واہمیت پر دلالت کرتا ہے کانہ قیل اُقْسِمُ بِعَظَمَۃِ اللَّیْل زمانَ عَسْعَسَۃٍ وبِعظمۃِ النھار زمانَ تنفُّس، اگر اِذَا عَسْعَسَ کو فعل اُقسِمُ کا ظرف بنایا جائے تو معنی میں فساد لازم آتا ہے، اور وہ فساد یہ ہے کہ یہ قسم زمانہ کے ساتھ مقید ہو جائے گی کیوں کہ ترجمہ ہوگا کہ میں قسم کھاتا ہوں رات کی اس وقت میں کہ وہ جانے لگے، دیکھئے یہ قسم زمانہ لیل یعنی رات کے وقت کے ساتھ مقید ہو گئی حالاں کہ قسم کو زمانہ کے ساتھ مقید کرنا مراد نہیں ہے خواہ زمانہ حال ہو یا استقبال (روح)

تحقیق: وما صاحبکم بمجنون، با زائدہ ہے اور با زائد ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) قیاسی (۲) سماعی۔ قیاسی زیادتی مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتی ہے، (۱) ھَلْ استفہامیہ کے بعد مبتدا کی خبر پر، (۲) ما مشابہ بلیس کی خبر پر (۳) لیس فعل ناقص کی خبر پر (لائے نفی جنس کی خبر پر با زائد نہیں ہوتا) سماعی زیادتی مندرجہ ذیل مقامات میں مسموع ہے (۱) فاعل پر جیسے کفی باللہ شہیداً، (۲) مفعول بہ پر جیسے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ (۳) مبتدا پر جیسے بحسبک درھم (۴) خبر پر جیسے بحسبک زیدٌ مجرور پر جیسے عَنْ بما بہ در اصل عن ما بہ ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ

بس یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے ● ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے ● اور تم بدون خدائے

یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾

رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو ●

تشریح کفار لوگ قرآن کے متعلق جو احتمالات پیدا کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں کیوں کہ فرمانِ باری ہے ''اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾'' بس یہ تو دنیا جہان والوں کے لیے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔ (یعنی انسان وجنات سب کے لیے اور بالخصوص[1]) ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ یعنی عناد اور کجروی اختیار نہ کریں کہ ایسے ہی لوگ اس سے فائدہ اٹھاپاتے ہیں، ''وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾'' اور تم بدون خدائے رب العٰلمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو۔ یعنی استقامت علی الحق، مطلب یہ ہے کہ فی نفسہٖ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لیے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لیے کسی حکمت سے ان کی سوءِ استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

لغات ذِكْرٌ (نصیحت) مصدر از باب نصر، (مذکورہ معنی بطور حاصل مصدر کے ہیں) (باقی تحقیق رکوع ۳ میں فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الْعٰلَمِيْنَ (سب جہان، دنیا بھر) عَالَمٌ کی جمع ہے بمعنی جاننے کا آلہ (اسم آلہ) چونکہ جہان کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی عظمت وجلالت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عالم کہتے ہیں[2]۔ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ بابِ استفعال سے مضارع واحد مذکر غائب، اِسْتَقَامَ الشَّیْءُ استقامۃ: سیدھا ہونا، درست ہونا، قَامَ (ن) قَوْمًا وقِيَامًا وقَوْمَةً: سیدھا ہونا، درست ہونا۔

ترکیب اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ... اِنْ نافیہ، (اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے دیکھیے حاشیہ[3] میں) هو مبتدا، (ای القرآن) اِلَّا اداۃِ حصر ذِكْرٌ موصوف

---

[1] کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام جن وانس کے لیے تھی، بلکہ آپ کی ذات رحمۃ للعٰلمین تھی اور قرآن کا فیض ملائکہ کو بھی حاصل ہے جس پر یہ آیت دال ہے۔ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔

[2] عالمین کو جمع اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل عالم ہے مثلاً عالم الانسان، عالم الماء، عالم النار، وغیرھا، اور جمع سالم جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اس لئے لائی گئی کہ عالمین میں عالم انسان بھی شامل ہے اس لئے اس کو غلبہ دے کر جمع سالم لائی گئی، علم بلاغت میں آپ حضرات پڑھیں گے کہ کبھی کلام کو مقتضی الظاہر کے خلاف پیش کیا جاتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں جن میں سے ایک تغلیب ہے پھر تغلیب کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے ایک شکل یہ ہے کہ ایسے مذکر لفظ کو مونث پر ترجیح دی جائے کہ ان دونوں کا مادۂ اشتقاق اور ہیئت علیحدہ علیحدہ ہوں، جیسے ''ابوانِ'' اَبْ اور اُمّ کے لئے، اَبْ کا مادہ اشتقاق اُبوّۃ ہے اور اُمّ کا اُمومۃ کبھی دو ہم شکلوں میں سے مذکر کو مؤنث پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے قمرین، قمر اور شمس کے لئے، کبھی دونوں لفظوں کا مادہ اشتقاق ایک ہوتا ہے مگر پھر بھی مذکر کو مؤنث پر ترجیح دیدیتے ہیں جیسے وکانت من القانتین، بجائے وکانت من القانتات کے (حضرت مریمؑ کے لئے) دیکھئے قانتٌ اور قانتۃ کا مادہ ایک ہے یعنی قنوت، تغلیب کی ایک شکل یہ ہے کہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر ترجیح دیتے ہیں جیسے ربُّ العلمین، کبھی مخاطب کو غیر مخاطب پر ترجیح دے کر کلام کرتے ہیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ عالم سے مراد فرشتے، جن اور انسان ہیں لہٰذا اس صورت میں جمع سالم لانا قرین قیاس ہے بقیہ تفصیل در لغات القرآن۔

[3] اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے (۱) اِنْ شرطیہ خواہ مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر، (۲) اِنْ نافیہ، یہ جملہ فعلیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ اسمیہ پر بھی، جیسے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظن وان ھم الا یخرصون، اِن نافیہ کے بعد عموماً اَلَّا یا لَمَّا آتا ہے۔ مگر ہر جگہ ضروری نہیں جیسے اِنِ المرءُ میتًا بانقضاء حیوتہٖ (اس وقت اِنْ بمعنی ما مشابہ بلیس ہوگا (۳) اِنْ مخففہ من المثقلہ جیسے واِنْ کادوا لیستفزّونک من الارض (۴) اِنْ زائدہ جیسے: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (مشکل ترکیبوں کا حل)

لِلْعٰلَمِیْنَ جار مجرور مبدل منہ لام حرف جر مَنْ اسم موصول شآءَ فعل ضمیر ھو مستتر فاعل مِنْکُمْ شاء کے متعلق اَنْ یَّسْتَقِیْمَ بتاویل مصدر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ماتشاءون فعل منفی، ضمیر واؤ فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے ای الاستقامۃ علی الحق اِلاَّ اداۃ حصر اَنْ ناصبہ مصدریہ یشاء فعل اللہ مبدل منہ ربُّ العٰلمین مرکب اضافی بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر منصوب بنزع الخافض اَیْ باَنْ یشاء اللہ الخ جار مجرور فعل مذکور تشاءون کا متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ۔[1]

سورۃُ الانفِطار مکیّۃٌ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳

جب آسمان پھٹ جاوے گا • اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے • اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے •

وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵

اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی • ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا •

ربط اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے قیامت اور جزا وسزا کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تفریع ہے۔

تشریح ان آیات میں احوالِ قیامت کا ذکر ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱'' جب آسمان پھٹ جاوے گا (یعنی بوقت نفخۂ اولیٰ) ''وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲'' اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے (یعنی ٹوٹ کر گر جائیں گے، یہ بھی بوقت نفخہ اولیٰ ہوگا) ''وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳'' اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے۔ (یعنی میٹھے اور کھاری دریا بہہ پڑیں گے یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے گا اور دونوں قسم کے دریا بہہ کر ایک ہو جائیں گے، یہ بھی بوقت نفخۂ اولیٰ ہوگا) ''وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴'' اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی۔ (یعنی ان کے اندر کے مردے نکل نکل کر کھڑے ہو جاویں گے، اور یہ نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا، اس کے بعد جزا مذکور ہے) یعنی ''عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵'' ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا (اور پھر ان اعمال کی جزا وسزا پائے گا، ما قَدَّمَتْ میں مَا اسم موصول ہے اور قَدَّمَتْ الخ صلہ، اور قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کی ضمیر کا مرجع نفس ہے، لفظی

[1] قولہٗ: اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ یہ وقت مضاف محذوف کا مضاف الیہ بن کر فعل مذکور کا ظرف بھی بن سکتا ہے اور تشاءون اور یشآء کا مفعول بہ محذوف ہے ای الاستقامۃ علی الحق، قولہ مِنکم یہ متعلق ہو کر شآء کی ضمیر سے حال بھی واقع ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ہوگا کہ ہر نفس یعنی ہر شخص جان لے گا ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے، آگے بھیجنے سے مراد اس پر عمل کرلینا ہے، کہ جس کا اس کو مکلف بنایا گیا تھا، اور پیچھے چھوڑنے سے مراد ترک عمل ہے، اور آگے بھیجنے کی دوسری مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جو خود اس نے اچھے یا برے عمل کئے، اور پیچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس نے اچھی یا بری رسم دنیا میں جاری کی، اور اس کے مرنے کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، لہٰذا اگر کسی نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تھا، مثلاً مدرسہ بنوایا، کسی غیر مسلم کو مسلمان بنادیا وغیرہ وغیرہ تو اس کا ثواب اس کو آخرت میں ملتا رہے گا اور اگر کوئی بری رسم جاری کرکے مرگیا مثلاً سینما، فلم وغیرہ تو اس کی سزا بھی بھگتے گا۔ (روح المعانی)

لغات السماء رکوع ۱ و ۳ میں تحقیق گذر چکی اِنۡفَطَرَتۡ (انفعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب بمعنی پھٹنا الکواکبُ (ستارے) کوکبٌ کی جمع ہے۔ اِنۡتَثَرَتۡ (افتعال) ماضی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب، جھڑنا، بکھرنا۔ نَثَرَ الشیءَ (ن، ض) نَثۡرًا: بکھیرنا، البحارُ (سورۃ التکویر میں تحقیق گذر چکی) فُجِّرَتۡ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، فَجَّرَ النَّهۡرَ (تفجیرًا) نہر جاری کرنا، بہانا۔ مجرد میں ہے فَجَرَ الماءَ (ن) فَجۡرًا: چشمہ جاری کرنا۔ القبورُ (قبریں) واحد قَبۡرٌ، قَبَرَ (ن) قَبۡرًا: دفن کرنا بُعۡثِرَتۡ باب فَعۡلَلَه (رباعی مجرد) سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب بَعۡثَرَ بَعۡثَرَۃً: منتشر کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ (یعنی قبر کی مٹی کو متفرق کرنا تاکہ اس کے مردوں کو نکال لیا جائے اسی کو حضرت تھانویؒ نے قبروں کو اکھاڑ دینے سے تعبیر کیا ہے) نَفۡسٌ (شخص) جمع نُفُوسٌ و اَنۡفُسٌ قَدَّمَتۡ (اس نے آگے بھیجا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، قَدَّمَ فلانًا: آگے کرنا، پہلے بھیجنا۔ قَدَمَ القومَ (ن) قُدُوۡمًا: آگے آگے ہونا۔ اَخَّرَتۡ (اس نے پیچھے چھوڑا) باب تفعیل سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اَخَّرَ الشیءَ تاخیرًا: پیچھے کرنا، مؤخر کرنا، (لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے) (دونوں صیغوں میں ضمیر کا مرجع نَفۡسٌ ہے)

ترکیب اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۝۱ وَ اِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ۝۲ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۝۳ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۝۴ کی ترکیب بعینہٖ اذا الشمسُ کُوِّرَتۡ الخ کی طرح ہے ای اذا انفطرتِ السماءُ انفطرتۡ پھر اذا السماء الخ تمام مل ملا کر اپنے جواب و جزا عَلِمَتۡ نفسٌ ما قَدَّمَتۡ وَاَخَّرَتۡ کا ظرف ہے (ای علمتۡ کلُّ نفسٍ وقتَ هٰذه المذکوراتِ وهو یومُ القیامة جلالین) ما قَدَّمَتۡ وَاَخَّرَتۡ. اسم موصول مع صلہ علمتۡ کا مفعول بہ (جملةُ علمتۡ نَفۡسٌ لا محل لها، جوابُ شرطٍ غیر جازم) (اعراب القرآن و صرفہٗ)

نوٹ: یہاں علم سے مراد مطلع ہونا اور مشاہد کرنا ہے۔ لہٰذا دو مفعولوں کا محتاج نہیں ہوگا۔ (روح المعانی)

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ۝۶ الَّذِىۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ فَعَدَلَكَ ۝۷

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کیساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے • جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا •

فِىۡۤ اَىِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸

جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا •

تشریح ماقبل میں احوالِ قیامت کا ذکر تھا جس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خوابِ غفلت سے بیدار ہوتا اور خدا اور رسول پر ایمان لے آتا اور ان کے احکام کی بجا آوری کرتا، مگر افسوس کہ انسان خوابِ غفلت سے باز نہ آیا، اس لیے اب مذکورہ آیت میں غفلت پر تنبیہ اور زجر وتوبیخ ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ۝۶ الَّذِیْ خَلَقَكَ" اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا (یعنی انسان بنایا، اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہاں "انسان" سے کافر مراد ہے، اہلِ اسلام وایمان سرے سے مراد ہی نہیں) "فَسَوّٰىكَ" پھر تیرے اعضاء کو درست کیا (یعنی اعضاء کو ٹھیک بنایا ای جعلك مستوی الخَلْقِ، سالم الاعضاء) "فَعَدَلَكَۙ۝۷" پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا (یعنی مناسب اعتدال پر بنایا کہ اعضاء میں تناسب رکھا، ایسا نہیں کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے یا ایک پیر دوسرے پیر سے زیادہ طویل ہو، اور مزاج اور طبیعت میں بھی تناسب رکھا) "فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَؕ۝۸" اور جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا یعنی پیدا ہونے اور اعضاء کی درستگی اور اعتدال میں اگرچہ سب شریک ہیں مگر باوجود اس اشتراک کے ہر ایک کی صورت میں کچھ نہ کچھ تفاوت رکھا ورنہ باہم امتیاز دشوار ہو جاتا۔

یہ بھی اس کی شانِ یکتائی کا ہے بیّن ثبوت ☆ ایک کی صورت کسی بھی ایک سے ملتی نہیں

ان تمام انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان راہِ راست پر آتا اور دھوکہ اور بھول میں نہ پڑتا، مگر انسان اپنے پالنہار وکردگار ہی کو بھول بیٹھا۔

نکتہ: یاایھا الانسان ما غَرَّكَ میں انسان سے سوال ہے کہ تو نے کیوں کر دھوکہ کھایا اور بھول میں پڑ گیا، لہٰذا آیت بالا بربك الکریم میں رب کی صفت کریم ذکر کر کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ انسان کے دھوکہ کھانے کا سبب حق تعالیٰ کا کریم ہونا ہے کہ وہ اپنے لطف وکرم سے گناہ پر فوری سزا نہیں دیتا تو یہ لطف وکرم اس کے دھوکہ کا سبب بن گیا۔

مرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت ☆ کریم تو ہی بتادے حساب کر کے مجھے

فائدہ یا ایہا الانسان میں اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ اس سے کافر انسان مراد ہے، بغویؒ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ولید بن مغیرہ کے حق میں ہوا، بعض نے کہا کہ ابی ابن خلف کے بارے میں نازل ہوئی۔

لغات الاِنسانُ (تحقیق گذر چکی ہے) غَرَّ (ن) ماضی معروف واحد مذکر غائب غَرَّ فلاناً (ن) غَرّاً وغُروراً: دھوکہ دینا، بہکانا رَبّ (رکوع ۲) میں تحقیق گذر چکی) الکریم (اس کی تحقیق سورۃ التکویر میں اِنّه لقولُ رسولٍ کریم کے تحت گذر چکی) سَوّٰی (تفعیل) ماضی معروف واحد مذکر غائب، سَوَّی الشیئَ تَسْوِیَۃً: درست کرنا، ٹھیک کرنا سَوِیَ الرجلُ (س) سِوًی: درست کام والا ہونا، عَدَلَ (اس نے برابر کیا، یعنی اعتدال پر بنایا) (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، عَدَلَ الشیئَ (ض) عَدْلاً: سیدھا کرنا، برابر کرنا، صورۃ (شکل، صورت) جمع صُوَرٌ، رَكَّبَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب رَكَّبَ الشیئ ترکیباً، جوڑنا، (مجرد میں دوسرے معنی ہیں)

ترکیب يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ... یا حرف ندا اَیُّ موصوف ھا برائے تنبیہ بعوض مضاف الیہ الانسانُ صفت (وقیل انہ بدلٌ وقیل عطف بیان، زینی زادہ: ص ۹۵، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ: ص ۲۶۲) موصوف اپنی صفت سے مل کر منادیٰ ما اسم استفہام بمعنی اَیُّ شیءٍ مبتدا (والاستفہام بمعنی الاستہجان والتوبیخ جلالین) غَرَّ فعل ضمیر ھو مستتر فاعل کاف مفعول بہ، با جارہ (بمعنی عن) رَبِّكَ مرکب اضافی ہو کر موصوف الکریم صفتِ اول الذی اسم موصول خَلَقَكَ فسوّٰكَ فَعَدَلَكَ معطوف ومعطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا (لامحل لہا) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ندائیہ ہوا۔ (لامحل لہا) فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ... فی جارہ اَیِّ مضاف صورۃ شاءَ مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ، ما زائدہ ہے برائے تاکید تنکیر والتنکیر للتکثیر (مظہری) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل متعلق مقدم رکّب کے (جار مجرور کو رعایت سجع کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے) رکّبَ فعل اپنے فاعل اور کاف ضمیر مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ عَدَلَ کا بیان، والتقدیر فَعَدَلَکَ رَکَّبَکَ فی اَیِّ صورۃٍ مِنَ الصُّوَرِ العجیبۃِ الحسنۃِ التی شائہا جلالین حاشیہ)[1]

نکتہ: بربک الکریم میں با بمعنی عَنْ ہے واضح رہے کہ با مختلف معانی کے لیے آتا ہے مثلاً الصاق، استعانت، تعلیل، مصاحبت، تعدیہ، مقابلہ، قسم، ظرفیت اور زیادتی وغیرہ کے لئے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا

ہرگز نہیں بلکہ تم جزا وسزا کو جھٹلاتے ہو ● اور تم پر یاد رکھنے والے ● معزز لکھنے والے مقرر ہیں ● جو تمہارے سب افعال

تَفْعَلُوْنَ ۝١٢ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ

کو جانتے ہیں ● نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے ● اور بدکار لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے ● روز جزا کو اس میں

الدِّيْنِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝١٦

داخل ہوں گے ● اور اس سے باہر نہ ہوں گے ●

تشریح ان آیات سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ انسان اپنے رب کریم کے سلسلہ میں دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، اب اس پر ڈانٹ اور تنبیہ ہے کہ ہرگز مغرور نہ ہونا چاہیے اور اللہ کے لطف وکرم کو ذریعۂ کفر ومعصیت نہ بنانا چاہیے تفسیر ملاحظہ فرمائیں ''کَلَّا'' ہرگز نہیں یعنی تم کو ہرگز مغرور نہیں ہونا چاہیے، مگر تم اس اغترار اور غفلت سے باز نہیں آتے۔

[1] **قولہ** فی ای صورۃٍ، الترکیب الثانی اَنْ یتعلق بمحذوفٍ علی انہ حالٌ ای رَکَّبَکَ حال کونک حاصلاً فی بعض الصور۔

''بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹'' بلکہ (تمہارا حال تو یہ ہے کہ) تم جزاوسزا (ہی) کو جھٹلاتے ہو اور یہی تمہارے دھوکہ میں پڑے رہنے کی وجہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انصاف کا کوئی دن آنے والا نہیں اور ہم جو حرکتیں کرتے ہیں ان کو کون لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا بس مر گئے تو قصہ ختم ہوا۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ''وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱'' اور تم پر یاد رکھنے والے، معزز، لکھنے والے، مقرر ہیں (یعنی ہماری طرف سے تم پر تمہارے سب اعمال کے یاد رکھنے والے یعنی نگہبانی کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو ہمارے نزدیک کرام یعنی معزز ہیں اور وہ تمہارے اعمال کو لکھتے ہیں۔ ''يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲'' جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں (اور ان کو لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور قیامت میں یہ سب اعمال پیش ہوں گے اور سب پر مناسب جزاوسزا ملے گی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ) ''اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴'' نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے، (یعنی اللہ کی نعمتوں میں مسرور ہوں گے) اور بدکار یعنی کافر لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے ''يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵'' دوزخ میں روز جزا کو داخل ہوں گے ''وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝۱۶'' اور اس سے باہر نہ ہوں گے یعنی دوزخ میں داخل ہو کر پھر اس سے باہر نہ نکل سکیں گے کیوں کہ ان کے لیے عذاب دائمی ہوگا

لغات كَلَّا اس کی تفصیل كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ کے تحت گزر چکی، یہاں غفلت پر ڈانٹ ڈپٹ ہے، بَلْ (بلکہ) بَلْ کے بعد مفرد واقع ہوگا یا جملہ، اگر مفرد ہو تو اس صورت میں یہ حرف عطف ہوگا مگر قرآن شریف میں بَلْ کے بعد کہیں مفرد نہیں آیا، اور اگر بَلْ کے بعد جملہ واقع ہو تو اب یہ حرف اضراب ہوگا یعنی ماقبل سے اعراض کے لیے ہوگا، اور تدارک یعنی اصلاح کے لیے استعمال ہوگا، بَلْ یہاں تصحیح ثانی وابطال اوّل کے لیے ہے (روح) تفصیل در حاشیہ[1] تُكَذِّبُوْنَ (تفعیل) مضارع جمع مذکر حاضر كَذَّبَ بالامر تكذيبًا وكِذَّابًا تسلیم نہ کرنا، جھٹلانا كَذَبَ (ض) كَذِبًا وكِذْبًا: جھوٹ بولنا۔ الدین (جزاوسزا، بیان القرآن) ومنہ قول العرب ''كما تدين تُدان'' اس کے معنی اطاعت، شریعت، مذہب اور اطاعت کرنا، بدلہ دینا بھی آتے ہیں دَانَ يَدِيْنُ دِيْنًا: فرماں بردار ہونا (۲) بدلہ دینا لہٰذا اصل کے اعتبار سے دین مصدر ہے، اور بمعنی بدلہ یعنی بمعنی جزاوسزا اسم ہے، حافظین (یاد رکھنے والے) باب سمع سے اسم فاعل جمع مذکر، حَفِظَ (سمع)

[1] تدارک کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ مابعد ماقبل کا مناقض ہو لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برخلاف ثانی کا ابطال اور ماقبل کی تصحیح منظور ہوتی ہے، جیسے اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاوّلین کلا بَلْ رانَ علی قلوبھم ما کانوا یکسبون یہاں زنگ کے اثبات سے اساطیر الاولین ہونے کا ابطال ہے، اور فامّا الانسان اذا ما ابتلٰہ ربّہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن وامّا اذا ما ابتلٰہ فقدّر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن کلا بَلْ لا تکرمون الیتیم میں دوسرے امر کا ابطال منظور ہے اور اول کی تصحیح یعنی آزمائش کا اثبات کیا جا رہا ہے اور روزی کی کشائش یا تنگی کی بناء پر عزت یا اہانت کا ابطال ہو رہا ہے، پھر اس فعل قبیح کے ابطال سے انتقال کیا فعل اقبح کے ابطال کی طرف اور فرمایا بل لا تکرمون الخ یعنی یتیم کا اکرام نہ کرنا اور زیادہ قبیح ہے۔ بَلْ کی دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے جیسے بَلْ قَالُوا اضغاثُ احلام بل افتراہُ بَلْ ھو شاعرٌ (بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں بلکہ اس کو آنحضرت ﷺ نے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، راغب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے ان ہی دو معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حِفْظًا: یادرکھنا، حفاظت کرنا، کِرَامًا صیغہ صفت (معزز) کرِیْمٌ کی جمع (مزید تحقیق سورہ تکویر میں اِنَّہ لقولُ رسولٍ کریمٍ کے تحت) کاتبین (لکھنے والے) باب نصر سے اسم فاعل جمع مذکر کَتَبَ الکتابَ (ن) کَتْبًا وکِتَابًا وکِتَابَۃً: لکھنا، کاتِبٌ کی جمع کُتَّابٌ وکَتَبَۃٌ، یَعْلَمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، عَلِمَ (س) عِلْمًا: جاننا، تَفْعَلُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ فَعَلَ (ف) فَعْلاً وفَعَالاً: کرنا، بنانا، کام کرنا اَلْاَبْرَار (نیک لوگ) واحد بَرٌّ، بَرَّ (ض، س) بِرًّا: نیک ہونا، نَعِیْم (عیش وآرام، نعمت) نَعِمَ الرجلُ (س) نَعَمًا وَنَعْمَۃً وَنَعِیْمًا: خوش حال ہونا۔ (لہٰذا نعیم بمعنی خوشحال ہونا مصدر ہے اور بمعنی خوشحالی وعیش وآرام حاصل مصدر یعنی اسم ہے) اَلْفُجَّار (بدکار لوگ) واحد فاجِرٌ، فَجَرَ (ن) فَجْرًا وفُجُوْرًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ جَحِیْم (دوزخ) بروزن فعیلٌ بمعنی فاعل (صیغۂ صفت) جَحمتِ النارُ (س) جَحْمًا وجَحَمًا وجُحُوْمًا: آگ بھڑکنا۔ یَصْلَوْنَ باب سمع سے مضارع جمع مذکر غائب، صَلِیَ النارَ وبِہا (س) صَلْیًا وصِلِیًّا: آگ میں جلنا، آگ میں داخل ہونا، اس صیغہ میں تعلیل ہوئی ہے اصلہٗ یَصْلَیُوْنَ، تعلیل آسان ہے۔ غائبین (جدا ہونے والے) باب ضرب سے اسم فاعل جمع مذکر، غَابَ، (ض) غَیْبًا وَغَیْبَۃً وغُیُوْبَۃً: غیر موجود ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔

ترکیب کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ... کَلَّا حرفِ ردع (ردعٌ علی الاغترار بکرم اللہ تعالٰی، تفسیر مظہری) بَلْ برائے اضراب وانتقال یعنی ان کے اغترار کے سبب اصلی کو بیان کرنے کی طرف انتقال ہے (اَیْ لَاتَرْتَدِعُوْنَ عَنْ ذٰلک بَلْ تکذِّبون، اِرْتِدَاع، افتعال، باز رہنا)[1] تکذِّبون فعل، ضمیر ذوالحال (ای اھل مکۃ) بالدین متعلق، واوٴ حالیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل علیکم متعلق مَوْجُوْدُوْنَ کے ہوکر اِنَّ کی خبر مقدم لام برائے تاکید حٰفظین موصوف کراماً صفت اول، کاتبین صفت ثانی، یعلمون فعل بافاعل ما تفعلون اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم موخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر تُکَذِّبُوْنَ کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر، جملہ مستانفہ (لامحل لہا)[2] (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الابرارَ اس کا اسم لام برائے تاکید مزحلقہ، فی نعیمٍ متعلق کائنون کے ہوکر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ (لامحل لہا) واوٴ عاطفہ، اِنَّ الفجار لفی جحیمٍ جملہ ہوکر معطوف (اس کی ترکیب اِنَّ الابرارَ لفی نعیم کی طرح ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ بیانیہ[3]

---

[1] وقیل تقدیر الکلام اِنّکم لا تستقیمون علی ما توجبہٗ نعمی علیکم وارشادی لکم بل تکذبون الخ وعن الراغب بل ھٰھنا التصحیح الثانی وابطال الاول کانّہ قیل لیس ھٰنا مُقتضٍ لغرورھم ولکن تکذیبھم حَمَلَھم علٰی ما ارتکبوہ (روح المعانی)

[2] واِنَّ علیکم الخ میں واوٴ استینافیہ بھی مانا جاسکتا ہے ای الجملۃُ مستانفۃٌ مسوقۃٌ لاخبارھم بذلک لیَرْتدعوا عما ھم علیہ، (اعراب القرآن) قولہ الحٰفظین، اسکو ملائکۃٌ موصوف محذوف کی صفت بھی بنایا جاسکتا ہے۔

[3] الجملہ مستانفۃٌ مسوقۃٌ للاجابۃ عن سوالٍ مقدر تقدیرہ لم یکتبون ذٰلک؟ فکانہ قیل لیجازی الابرار بالنعیم والفجار بالجحیم

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ... يَصْلَوْنَ فعل بافاعل ھا مفعول فیہ یا مفعول بہ یومَ الدین مرکب اضافی ہوکر یَصْلَوْنَ کا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ ما مشابہ بلیس ھم اس کا اسم (ای الفجار والمراد بالفجار الکفار) عنھا (ای عن الجحیم) متعلق مقدم غائبین کے، با زائدہ غائبین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (غائبین لفظاً مجرور اور محلاً منصوب ہے) ماشابہ بلیس اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ بیانیہ ہوا، استیناف مبنیٌ علی سوالٍ نشأَ مِنْ تہویلہا کانّہ قیل ما حالہم فیہا (روح المعانی)[1]

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ

اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے • پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے • وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے

لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

کچھ بس نہ چلے گا • اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی •

تشریح ماقبل میں فجار کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا "يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾" اب ما یوم الدین سے بطور استفہام اس دن کی ہولناکی اور عظمتِ شان کو بیان کر رہے ہیں "وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾" اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے پھر بطور تاکید کے مکرر فرماتے ہیں کہ "ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾" پھر آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے۔ آگے يَوْمَ لَا تَمْلِكُ سے خود اس کا اجمالی بیان فرماتے ہیں، رہی اس کی پوری تفصیل اور کیفیت تو وہ محض سوچنے، سننے اور غور کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی، فرمایا: "يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ" وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کے نفع کے لیے کچھ بس نہ چلے گا، یعنی محشر میں اپنی مرضی سے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچا سکے گا اور نہ کسی کی تکلیف کو کم کر سکے گا، اس سے شفاعت کی نفی نہیں ہوتی، کیوں کہ کوئی کسی کی شفاعت محض اپنے اختیار سے نہ کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اجازت نہ مرحمت فرمادیں، "وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾" اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا حکم اولاد پر، اور آقا کا حکم نوکر پر جاری ہوتا ہے، اس دن یہ سب احکام ختم ہوجائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سامنے کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی[2]۔

[1] **قولہ** یصلَوْنَ الخ یہ جحیم کی صفت بھی بن سکتا ہے اور انّ الفجار الخ میں حرف مشبہ بالفعل کی خبر محذوف کی ضمیر سے حال بھی ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی)

[2] قرآن میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القھار، ایک جگہ ارشاد ہے الملکُ یومئذٍ الحق للرحمن اور فرمایا مٰلِكِ یوم الدین گو آج بھی اسی کی ملکیت ہے وہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو ہاشم اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لیے نیک اعمال کی تیاریاں کرو، میں تمھیں اس دن کے عذاب سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

لغات مَا اَدْرٰكَ (آپ کو کیا خبر) مَا استفہامیہ برائے انکار بمعنی اَیّ شیءٍ (مَا کی پوری تفصیل مشکل ترکیوں کا حل ص: ۱۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں) اَدْرٰی: باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، لفظی ترجمہ ہوگا "کیا ہے وہ شیٔ جس نے آپ کو خبر دی" یعنی آپ کو اس کی خبر نہیں ہے، اَدْراہ وبہ: باخبر کرنا۔ لَاتَمْلِكُ باب ضرب سے مضارع واحد مؤنث غائب، مَلَکَ الشیءَ (ض) مُلْکاً مالک ہونا۔ نَفْسٌ (شخص) جمع، نُفُوْسٌ واَنْفُسٌ شیئٌ (چیز) جمع اَشْیاء[1]۔ اَلْاَمْرُ (حکم) جمع اَوَامِر، دوسرا معنی ہے کام، معاملہ، جمع اُمُوْرٌ، اَمْر کا لفظ تمام اقوال وافعال کیلئے عام ہے۔

ترکیب وَمَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ... واو استینافیہ (دوسرا قول، واؤ عاطفہ ہے) ما اسم استفہام بمعنی ایُّ شیئٍ مبتدا (محل رفع میں) (الاستفہام للانکار) اَدْرٰی فعل ضمیر ہو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول، ما اسم استفہام برائے تہویل وتعظیم۔ (اعراب القرآن، جلالین) مبتدا یوم الدین مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر بمنزلہ مفعول بہ ثانی برائے اَدْرٰی، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف مَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدين کی ترکیب بھی اسی طرح ہے اور یہ جملہ معطوفہ، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا... يوم مضاف لاتَمْلِكُ فعل نَفْسٌ فاعل لِنَفْسٍ، لاتَمْلِكُ کا متعلق پھر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر اَعْنی فعل محذوف کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ، سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ[2] والامرُ یومئذٍ لِلّٰه... واوَ استینافیہ اَلْاَمْرُ مبتدا یومَئِذٍ ثابتٌ شبہ فعل محذوف کا ظرف اور لِلّٰه جار مجرور اس کا متعلق، شبہ فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا[3]

سورۃُ التَّطْفِیف — مکیّۃ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَ اِذَا كَالُوْهُمْ

بڑی خرابی ہے • ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں۔ • اور جب ان کو

---

[1] لغات القرآن میں ہے کہ شیٔ ہر اس چیز کے لیے آتا ہے کہ جس کو معلوم کیا جا سکے اور اسکے متعلق خبر دی جا سکے خواہ کچھ بھی ہو، علامہ حسن بن محمد نظام نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ لفظ شیٔ اعم العام ہے جس طرح کہ لفظ اللہ اخص الخاص ہے اور یہ جو ہر وعرض قدیم وحادث بلکہ محال ومعدوم تک کے لیے آتا ہے۔

[2] يَوْمَ اُذْکُرْ فعل محذوف کا مفعول بہ بھی مانا جا سکتا ہے۔

[3] یومئذٍ، کائناً محذوف کا ظرف ہو کر اَلْاَمْرُ سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝

ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔

ربط اس سورت میں بھی مثل سورت سابقہ کے اعمال کی جزا وسزا کا بیان ہے، اور اعمال کی جزا وسزا کا تعلق چونکہ عدل سے ہے اس لیے شروع سورت میں بعض ان چیزوں پر وعید فرمائی جو مخل عدل ہیں یعنی ناپ تول میں کمی کرنا۔

تشریح روح المعانی میں ان آیات کا نزول بروایت نسائی و ابن ماجہ و بیہقی اہل مدینہ کے متعلق لکھا ہے چنانچہ امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کی یہ عادت دیکھی کہ وہ کم ناپتے ہیں تو اس پر ویل للمطففین نازل ہوئی، اس سورت کے نزول کے بعد وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرنے سے باز آ گئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک وہ لوگ ناپ تول پورا کرنے میں مشہور ہیں (اس سورت کے متعلق مکی یا مدنی ہونے کا اختلاف اگر دیکھنا ہو تو روح المعانی ص ۱۹ ج ۱۶ کا ملاحظہ فرمائیں) "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ "بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں مطففین تطفیف سے مشتق ہے جس کے معنی ناپ تول میں کمی کرنے کے ہیں اور ایسا کرنے والے کو مطفِّف کہا جاتا ہے، جمع اس کی مطففین، اور یستوفون استیفاءؔ سے مشتق ہے جس کے معنی پورا وصول کرنے کے ہیں۔ یعنی جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں یعنی کوئی سامان خریدتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ایک دو گرام بھی کم کرنا نہیں چاہتے، واضح رہے کہ لوگوں سے اپنا حق پورا لینا کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ یہاں اس کے ذکر سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا ہے کہ اپنا حق پورا کیوں وصول کیا بلکہ اس کو بیان کر کے اس کے مقابل آیت واذا کالو الخ میں جو مضمون ہے یعنی دوسروں کو کم دینے کی جو مذمت ہے اس کو مؤکد کرنا ہے کہ جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں یعنی کوئی سامان فروخت کرتے ہیں تو اس میں کمی اور چوری کرتے ہیں، دیکھئے کس قدر بری بات ہے کہ یہ شخص اپنا حق تو پورا وصول کرے اور دوسروں کا حق دیتے وقت کمی کرے، برخلاف اس شخص کے کہ اگر وہ دوسروں کو کم ناپ تول کر دیتا ہے اور اس میں یہ واقعی عیب کی بات ہے لیکن اگر یہ اپنا حق وصول کرتے وقت بھی کم وصول کرے تو یہ اس میں ہنر اور خوبی کی بات بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کیا، اب ظاہر ہو گیا کہ اوّل شخص کا عیب جس کو آیت میں بیان کیا زیادہ شدید ہے کہ اس میں عیب تو ہے یعنی دیتے وقت کم دینا اور خوبی نہیں کہ اپنا حق لیتے وقت دوسروں کی رعایت کرنا اور کم وصول کرنا[1]۔

---

[1] قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ یعنی جب ناپو تو ناپو پورا، اور روزن بھی سیدھے ترازو سے تولکر دیا کرو، دوسری جگہ ہے اوفوا الکیل والمیزان بالقسط الخ یعنی ناپ تول انصاف کے ساتھ کیا کرو، ایک آیت میں ہے واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان، یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں، حضرت شعیبؑ کی قوم کو خدا نے اس بری عادت کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا۔

مقصودِ اصلی کم دینے کی مذمت ہے پہلی آیت میں صرف کیل اور دوسری میں کیل اور وزن دونوں کا ذکر اس لیے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا تاکہ خوب صراحت ہو جائے کہ ناپ میں بھی کم دیتے ہیں اور تولنے میں بھی کم دیتے ہیں، اور چوں کہ اپنا حق پورا لینا فی نفسہٖ مذموم نہیں ہے، اس لیے پہلی آیت میں صرف ایک کا ذکر کیا، پھر ناپ اور تول دونوں میں سے ناپ کی تخصیص شاید اس لیے کی کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ دستور کیل یعنی ناپ کا تھا۔

مسئلہ: مزدور اور ملازم نے جتنے وقت کام کرنے کا معاہدہ کیا ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف کی وعید میں داخل ہے، نیز کسی حقدار کے ادائے حق میں کمی کرنے کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا لکل شیئٍ وفاءٌ وتطفیفٌ یعنی پورا حق دینا یا کمی کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو اور طہارت میں بھی) طلبہ عزیز کو بھی اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرنا چاہیے:

لغات وَيْلٌ اسم بمعنی خرابی، (۲) جہنم میں ایک وادی، (اور اگر ویل کے معنی یہ ہوں ''شر اور بدی میں داخل ہونا'' مصیبت زدہ بنانا، دردمند کرنا، تو ان معانی میں یہ مصدر ہے، بقیہ تفصیل در مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد ونکات المطفّفین (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، طَفَّفَ المکیالَ تطفیفًا: کم ناپنا (مجرد میں دوسرے معنی آتے ہیں) اِكْتَالُوْا (افتعال) ماضی جمع مذکر غائب، اِكْتَالَ منه وعلیه: ناپ کر لینا (اصلُهٗ اِكْتَيَلَ قاعدہ، ۷، جاری ہے) النّاس (لوگ) اسم جمع، واحد انسانٌ ہے خلافِ قیاس، بعض کا خیال یہ ہے کہ النّاس کی اصل أُناس ہے، ہمزۂ محذوفہ کے عوض الف لام حرفِ تعریف داخل کر دیا گیا۔ نکرہ کی صورت میں ناس اور اناس دونوں مستعمل ہیں، يَسْتَوْفُوْنَ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب، (دراصل يَسْتَوْفِيُوْنَ تھا، بوجہ ثقل یاء کی حرکت فا کو دیدی اس کی حرکت زائل کر کے، پھر بوجہ اجتماع ساکنین یاء ساقط ہوگئی) اِسْتَوْفٰى حقَّهٗ: پورا حق وصول کرنا، مجرد میں ہے، وفی یفی (ض) وَفْيًا ووفاء: پورا اور مکمل ہونا، کَالُوْ (ناپ کر دیں وہ) (ض) ماضی جمع مذکر غائب (اصلُهٗ كَيَلُوْ، قاعدہ، ۷، جاری ہوا ہے) کالَ (ض) کَیْلاً: ناپنا، کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے كِلْتُ فلانًا الطعام، کبھی مفعول اول پر لام داخل ہوتا ہے جیسے كِلْتُ له الطعام، وَزَنُوْا (ض) ماضی جمع مذکر غائب، وَزَنَ الشیئَ (ض) وَزْنًا وزِنَةً: تولنا، يُخْسِرُوْن (افعال) مضارع جمع مذکر غائب، أَخْسَرَ الشیئَ: کم کرنا، گھٹانا، مادہ خُسْرٌ (خَسِرَ) (ض، س) خَسْرًا وخُسْرًا وخُسْرانًا وخَسارَةً: نقصان اٹھانا، تجارت میں گھاٹا ہونا۔

ترکیب وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ ..... وَيْلٌ مبتدا (مرفوع) دعا یا بددعا کے مقام میں بلا تخصیص، نکرہ مبتدا بن جاتا ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ یہاں تنوین برائے تعظیم ہے اَیْ وَيْلٌ عظیمٌ[1] لام حرف جار المطففین موصوف الذین اسم

[1] یا یہ جواب دیا جائے کہ نکرہ کے مبتدا ہونے کا مدار افادہ واستفادہ پر ہے لہٰذا مخاطب کو کوئی نئی بات معلوم ہو تو پھر نکرہ کا مبتدا بننا صحیح ہوگا، ''مشکل ترکیبوں کا حل''۔

موصول اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف اِکْتَالُوْا فعل، ضمیر واؤ بارز فاعل علی الناس متعلق (ای من الناس، متعلق اِکْتَالُوْا کے عُدّی بِعلی لتضمین الاکتیال معنی الاستیلاء دوسرا قول یہ ہے کہ متعلق ہے یستوفون کے[۱]) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط، پھر جملہ شرطیہ مضاف الیہ ہے اذا کا اور وہ ظرف ہے اپنے جواب وجزا یستوفون کا اور پھر یہ مکمل جملہ معطوف علیہ (لامحل لہا) یا بالفاظ دیگر شرط وجزا مل کر معطوف علیہ) واو عاطفہ اذا مضاف متضمن بمعنی الشرط کالوھم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) او حرف عطف وزنوھم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ مضاف الیہ اور وہ ظرف ہے اپنے جواب وجزا یخسرون کا اور پھر مکمل جملہ معطوف، (لامحل لہا) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت محضہ، یا صفت کاشفہ برائے احوال آنہا) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثابت کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ (لامحل لہا) (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)[۲]

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے • جس دن تمام آدمی رب العالمین

الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸

کے سامنے کھڑے ہوں گے • ہرگز نہیں، بدکار لوگوں کا نامۂ عمل سجین میں رہے گا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے •

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹

وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے •

تشریح یہاں سے مطففین پر تہدید وتوبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ اور انھوں نے کم تولنے اور ناپنے کا جو ارتکاب کیا ہے اس کی ہولناکی کو بیان کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ: ”اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵

[۱] قولہ علی الناس، لفظ علیٰ کی دو قسمیں ہیں، (۱) اسمی، (۲) حرفی، اسمی فوق کے معنی میں ہوتا ہے جب کہ اس پر من داخل ہو جیسے مررتُ مِنْ علیہ ای فوقہٗ، میں اس کے اوپر کی جانب گذرا، اور حرفی آٹھ معانی کے لیے آتا ہے (۱) یعنی استعلاء کے لیے جیسے زیدٌ علی السطح، (۲) بمعنی با جیسے مررتُ علیہ، (۳) بمعنی فی جیسے ان کنتم علی سفر (۴) مصاحبت کے لیے جیسے واٰتی المالَ علٰی حُبّہٖ ای مع حُبّہٖ (۵) برائے تعلیل جیسے ولتکبّروا اللّٰہ علی ما ھداکم، ای لاجل ھدایتہ ایاکم (۶) بمعنی عن جیسے اذا رضیتْ علیّ (۷) بمعنی مِنْ جیسے اذا اکتالوا علی الناس (۸) برائے اضراب یعنی کلام سابق سے اعراض کرنے کے لیے۔

[۲] قولہ کالوھم أی کالوا لھم أو کالوا مکیلھم ھکذا وزنوھم، منصوب بنزع الخافض ہے وفی الروح أنہ من الحذف والایصال یعنی حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کا مابعد کلمہ کی طرف ایصال کر دیا والضمیر المنصوب راجع الی الناس۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؀ ''کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العٰلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، رب العٰلمین کے سامنے کھڑے ہونے سے مراد حساب کتاب اور فیصلہ کے لیے کھڑا ہونا ہے، یعنی اس عظیم دن سے ڈرنا چاہیے اور تطفیف سے توبہ کر لینی چاہیے، مگر اس بعث بعد الموت کی خبر سن کر کفار انکار کرنے لگے کہ ایسا دن نہیں آئے گا لہٰذا اس انکار پر لفظ ''كَلَّا'' سے ردع یعنی زجر و توبیخ فرمائی کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا تم سمجھتے ہو بلکہ جزا و سزا کا وقوع ضرور ہوگا اور جن اعمال پر جزا و سزا ہوگی وہ سب منضبط اور محفوظ ہیں، جس کا بیان یہ ہے کہ ''اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ؀'' بدکار یعنی کافر لوگوں کا نامۂ عمل سجین میں رہے گا یعنی کفار و فجار کے اعمال نامے مہر لگا کر سجین میں محفوظ کر دیئے جائیں گے کہ ان میں کسی کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہے۔ ''وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ؀'' (ای وما ادراك ماكتابُ سجين) اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے۔ ''كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؀'' ای هو كتابٌ مرقومٌ ای مختومٌ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (جواب میں چوں کہ کتاب مذکور ہے اس لیے سوال میں بھی کتاب کا لفظ محذوف مانا گیا، اور دفتر سے مراد ہے اعمال نامہ یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہو، اور نشان سے مراد ہے مہر، اور مہر لگانے کے بعد چوں کہ کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اس لیے جب اعمال نامہ پر مہر لگ گئی تو اب ان اعمال میں کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہا لہٰذا اعمال کی سزا بھی کفار کو پوری دی جائے گی)

سجین: ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے جہاں کفار و فجار کی ارواح رہتی ہیں اور اسی مقام میں ان کے اعمال نامے رہتے ہیں لہٰذا اس تفسیر کے اعتبار سے لفظ سجین ایک متعین مقام (قید خانہ) کا اسم علم ہے مشتق مِنَ السَّجن، (ن) قید کرنا[1] دوسری تفسیر یہ ہے کہ لفظ سجین کتاب کا اسم علم ہے لہٰذا ممکن ہے کہ اس جگہ ایسی کوئی کتاب ہو جس میں تمام دنیا کے کفار و فجار کے اعمال لکھ دیئے جاتے ہوں۔

فائدہ قولہ الا يَظُنُّ اولئك انهم مبعوثون، بعث بعد الموت تو یقینی چیز ہے تو یقین کے مقام میں يَظُنُّ کا لفظ کیوں لایا گیا۔

جواب: یقین کے مقام میں ظن کا لفظ بایں مصلحت لایا گیا کہ جو شخص بعث بعد الموت کا محض گمان ہی رکھتا ہو اس کو بھی اس دن کی مصیبت کے اسباب کا ہرگز ارتکاب نہ کرنا چاہیے، چہ جائے کہ وہ شخص ارتکابِ گناہ کرے جو اس کا یقین رکھتا ہے، مگر ان انجام سے بے فکر لوگوں سے ایسی ایسی نازیبا حرکتیں صادر ہوتی ہیں گویا انکو اس دن کا بالکل وہم و گمان اور خوف بھی نہیں ہے، فیا للعجب (مظہری، بتغیر یسیر)

[1] اس تفسیر کے اعتبار سے جب سجین ایک مقام کا نام ہے تو وما ادريك ما سجين کے جواب میں كتب مرقوم کیوں آیا، جب کہ کتاب کسی مقام کا نام نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ وما ادريك ما سجين میں سجين سے پہلے مضاف محذوف ہے ای وَمَا ادريك ما كتب سجين لہٰذا جواب سوال کے مطابق ہے۔

سوال وجواب: سجین کو مفرد اور علیین کو جمع کیوں لایا گیا۔

جواب: سجین کو بایں مصلحت مفرد لایا گیا تا کہ اس کے تنگ وتاریک ہونے کی طرف اشارہ ہوجائے کہ ایک مکان بہت سی مخلوق کے اژدہام سے تنگ وتاریک ہوجاتا ہے، اور علیین کو جمع بایں مصلحت لایا گیا کہ اس کی فراخی وکشادگی کی طرف اشارہ ہوجائے کہ جنت ہر ایک مردِ مومن کو وسیع ترین اور کشادہ جگہ کے ساتھ عنایت کی جائے گی۔

لغات لایظن، (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، ظنّ الشیئَ (ن) ظنًّا: گمان کرنا، مبعوثون (ف) اسم مفعول جمع مذکر بعث المیت (ف) بَعْثًا وَبِعْثَۃً دوبارہ زندہ کرنا، عظیم (رکوع/۱، میں گذر چکا، اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یوم قیامت کو یوم عظیم اس لیے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے، لہٰذا مقدار میں بڑا ہونا مراد نہیں بلکہ سختی وحیرانی میں بڑا ہونا مراد ہے) یَقُوْمُ (رکوع/۲ میں گذر چکا) رب اللغلمین (دونوں لفظوں کی تحقیق علیحدہ علیحدہ گذر چکی) کتاب بروزن فِعال بمعنی مفعول (لکھا ہوا) جمع کُتُبٌ (یہاں مراد نامۂ اعمال ہے) بقیہ تفصیل رکوع/۱ میں گذر چکی۔ الفجار (بدکار لوگ) واحد فاجر، فَجَرَ (ن) فُجُوْرًا: بدکار ہونا، گناہ کرنا۔ سِجِّیْنٌ تشریح کے ضمن میں دیکھئے[1] مرقوم اسم مفعول، نشان لگایا ہوا، رَقَمَ (ن) رَقْمًا: نشان لگانا۔

ترکیب اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ... ھمزہ برائے استفہام انکاری وفیہ توبیخ وتعجیبٌ (روح المعانی) لایظنّ فعل منفی اولئك (ای المطففون) فاعل اَنّ حرف مشبہ بالفعل ھُمْ ضمیر اس کا اسم، مَبْعُوْثُوْن صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل لام حرف جر یَوْمٍ عظیمٍ مرکب توصیفی مجرور، جار مجرور متعلق ہوا مَبْعُوْثُوْنَ کا یَوْمَ مضاف یقوم الناسُ لِرَبِّ الغلمین جملہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا مَبْعُوثون اسم مفعول کا[2] صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر یَظُنّ کے لیے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لہا) (استیناف وارد لتہویل ما ارتکبوہ من التطفیف روح المعانی) کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا سِجِّیْنٌ ۝ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ ... کَلَّا حرف ردع (ردع عن التطفیف والغفلۃ عن البعث

---

۱ (وقیل النون عوض من اللام والأصل سجیلٌ وھو مشتق من السّجل وھو الکتاب) اور یہ لفظ منصرف ہے کیونکہ اس میں صرف ایک سبب ہے یعنی تعریف، وسُمّیَ سِجّیْنًا من السّجن وھو الحبس والتضییق لُقّب بہ الکتاب لأنہ سبب الحبس والتضییق فی جھنم اسمُ عَلَمٍ منقولٌ مِنْ وصفٍ کحاتم (بعض نے کہا کہ صیغۂ صفت ہے بروزن سِکّیْنٌ) بمعنی دوامی سخت قید، اخفش نے کہا کہ سجین سَجْنٌ سے بروزن فِعّیل ہے جیسے شِرّیب، بہت پینے والا اور فِسّیق بڑا فاسق، بس ایسے ہی ہے سجین، دوامی سخت قید۔

۲ قولہ یوم الخ یہ اَعْنِی فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے، نیز اگر اس کو مرفوع المحل مان لیا جائے تو یہ مبتدا محذوف ھو یا ذلک کی خبر بھی بن سکتا ہے، اور اگر اس کو مجرور مانا جائے تو پھر یہ یوم عظیم سے بدل بنے گا۔

والحساب روح المعانی یا کلّا بمعنی حقّا، جلالین) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کِتٰبَ الْفُجَّارِ مرکب اضافی حرف مشبہ بالفعل کا اسم لام مزحلقہ فِیْ سِجِّیْنٍ جار مجرور ثابتٌ کے متعلق ہوکر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وما اَدْرٰكَ الخ واوَ استینافیہ یا اعتراضیہ، ما اسم استفہام برائے تہویل بمعنی اَیُّ شیءٍ مبتدا (محل رفع میں) اَدْرٰی فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول ما اسم استفہام مبتدا سِجِّیْنٌ خبر، (مضاف کو مقدر ماننا زیادہ راجح ہے ای ما کتابُ سجین) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر اَدْرٰی کا مفعول بہ ثانی، (محل نصب میں) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (یہ جملہ استینافیہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اعتراضیہ بھی یعنی کتاب الفجار اور کتابٌ مرقومٌ کے درمیان اعتراضیہ، دونوں احتمال اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ میں ہیں) کتابٌ مَرْقُوْمٌ مبتدا محذوف ھو کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔[1]

جملہ معترضہ کی تعریف: جملہ معترضہ وہ جملہ ہے جو ایک کلام کے اجزا یا ایسے دو کلاموں کے درمیان کسی نکتہ کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو کہ وہ دو کلام آپس میں مربوط ہوں، یعنی دوسرا کلام اوّل کلام کا بدل ہو یا بیان ہو یا معطوف ہو۔[2]

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی • جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں • اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے

مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى

والا ہو مجرم ہو • جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں • ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان

قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے • ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے •

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے • پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے •

---

[1] کتابٌ مرقومٌ، حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی بن سکتا ہے۔

[2] المعترضۃ بین الشیئین لافادۃ الکلام تقویۃً وتسدیدًا اوتحسینًا وقد وقعتْ فی مواضع (جملہ معترضہ کے چند مواقع استعمال (۱) فعل اور اس کے مرفوع کے درمیان (۲) فعل اور اس کے مفعول کے درمیان (۳) مبتدا اور خبر کے درمیان جیسے زیدٌ اظنُّ قائمٌ (۴) شرط اور جواب شرط کے درمیان جیسے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ (۵) قسم اور جواب قسم کے درمیان جیسے فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم انہ لقرآن کریم میں انہ لقسم الخ قسم اور جواب قسم کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور لو تعلمون موصوف وصفت کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ (۶) موصوف اور اس کی صفت کے درمیان جیسے وانّہ لقسم لو تعلمون عظیم میں لو تعلمون (۷) موصول اور اس کے صلہ کے درمیان (۸) دو مستقل جملوں کے درمیان وغیرہ وغیرہ (مغنی اللبیب)

تشریح ماقبل میں یہ بیان کیا تھا کہ سجین کے اندر اعمال نامے محفوظ ومنضبط ہوجائیں گے لہٰذا اب یہاں سے ان اعمال کی جزاء کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ ہو: ''وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۱۱﴾ '' اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو کہ روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں (اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور روزِ جزاء کو جھٹلانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل وحکمت سب کو جھٹلانا ہے)'' وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ﴿۱۲﴾ ''اور اس کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہو، مجرم ہو۔ یعنی حد عبدیت سے گزرنے والا، اور مجرم وگناہ گار ہو، اور تیسری صفت اس کی یہ ہے کہ '' اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۳﴾ '' جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں آساطِیر اُسطُوْرَۃ کی جمع ہے یعنی بے سند ومن گھڑت باتیں، یعنی یہ شخص یہ کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں، پہلے سے لوگ باگ ایسی باتیں کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کہانیوں اور بے سند باتوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں، مذکورہ تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو روزِ جزاء کی تکذیب کرتا ہے اس میں تین صفتیں ہیں: (۱) معتدی یعنی حد عبدیت سے گزرنے والا (۲) اثیم یعنی مجرم وگناہ گار (۳) قرآن کو اساطیر الاوّلین کہنے والا یعنی مکذب بالقرآن، (بیان القرآن) '' كَلَّا '' ہرگز ایسا نہیں لفظ کَلَّا کے ذریعہ مکذبین پر ڈانٹ ڈپٹ ہے اور مکذبین سے مراد قرآن کو کہانیاں کہہ کر جھٹلانے والے ہیں، اس میں یوم الدین کو جھٹلانا بھی داخل ہے، لہٰذا فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یوم الدین برحق نہیں اور قرآن اساطیر الاوّلین ہے، اور اس پر نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے بلکہ تکذیب کی اصل وجہ دلوں کا زنگ آلود ہونا ہے چناں چہ فرمایا کہ '' بَلۡ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ '' بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے جس سے قبول حق کی استعداد فاسد ہوگئی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرلے تو وہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہوں میں زیادتی کرتا چلا گیا تو وہ سیاہی اس کے سارے قلب پر چھا جاتی ہے اور اس کو حق وباطل کی تمیز نہیں رہتی، بس یہی حال ان مکذبین کا ہے۔'' كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ﴿۱۵﴾ '' لفظ کلا کے ذریعہ پھر دوبارہ مکذبین کے انکار پر ردع اور زجر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا یہ سمجھ رہے ہیں، اب آگے اِنَّھم عَنۡ رَّبِّہِمۡ میں وَیۡل کا مجمل ذکر ہے کہ یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جاویں گے یعنی اپنے رب کا دیدار کرنے سے روک دیئے جائیں گے اور یہ روک دینا اور دیدار سے محروم کردیا جانا سب سے بڑا عذاب ہے کہ اس قدر بدقسمت کہ اس کی نظر اس قابل بھی نہیں کہ اپنے پروردگار کو دیکھ سکے۔

حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس آیت سے بطورِ مفہوم مخالف معلوم ہوا کہ مومنین اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے جس سے ان کے دل مسرور اور آنکھیں پرنور ہوجائیں گی، اللھم ارزقنا سعادۃ زیارتك۔'' ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۶﴾ '' پھر یہ لوگ (جن کو دیدار خداوندی سے روک دیا گیا تھا) دوزخ

میں داخل ہوں گے، "ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾" پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، یعنی ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ عذاب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب بے شرمو! چکھو مزہ، بہت انکار کیا کرتے تھے، (والقائلون اهل الجنة او الملائكة)

اختیاری مطالعہ

کفار کو بھی دیدارِ خدا کا شوق اگر کفار کو حق تعالیٰ کی زیارت کا شوق نہ ہوتا تو ان کی سزا میں یہ نہ کہا جاتا کہ وہ زیارت سے محروم رہیں گے کیوں کہ جو شخص کسی کی زیارت کا طالب ہی نہیں بلکہ متنفر ہے تو یہ اس کے لیے کوئی سزا نہیں کہ اس کو اس کی زیارت سے محروم کیا جائے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے مگر تلاش حق کا راستہ غلط اختیار کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اہل کفر منزل مقصود پر نہیں پہنچتے۔ (معارف)

دیدارِ خداوندی عام مومنوں کو جمعہ کے دن دیدار ہوا کرے گا (آخرت میں جمعہ کا نام یوم المزید ہوگا) اور خواص کو روزانہ دو بار صبح وشام دیدار ہوگا، اور اخص الخواص کو ہر لحہ یہ دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ نصیب ہوگی۔

لغات المکذبین جھٹلانے والے (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، كَذَّبَ فلاناً تکذیباً وكِذَّاباً: کسی کو جھٹلانا۔ يُكَذِّبُوْنَ (تفعیل) مضارع جمع مذکر غائب، یوم الدین (روز جزا) تحقیق گذر چکی ہے، مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا، (افتعال) اسم فاعل واحد مذکر، اعتدیٰ اعتداءً: حد سے گذرنا، مادہ عَدْوٌ ہے عَدَا عَلَيْهِ (ن) عَدْوًا وعُدُوًّا وعُدْوانًا: زیادتی کرنا، اَثِيْمٍ کثیر الآثام یعنی بڑا گنہگار (روح المعانی) مبالغہ کا صیغہ ہے (جلالین) اَثِمَ (س) اَثْمًا واِثْمًا: گنہگار ہونا، جرم کرنا۔ تُتْلٰی (ن) مضارع مجہول واحد مونث غائب، تلاَ (ن) تِلاوۃ: پڑھنا، آیاتُنا واحد آیَۃٌ، اَسَاطِيْرُ واحد اُسْطُوْرَۃٌ، بے سند باتیں، من گھڑت باتیں۔ اوّلین (پہلے، اگلے) واحد اَوَّلُ۔ خلیل علیہ السلام کا بیان ہے کہ یہ لفظ ہمزہ، واو اور لام سے بنا ہے اس لیے یہ فَعَّلُ کے وزن پر صیغۂ صفت ہے مشتق من الاَوْل، اس کی اصل آوَوُلُ ہے، ادغام کے بعد اوّل ہوگیا۔ اَوِلَ (س) اَوْلاً: سبقت لے جانا، پہلے ہونا[1] رَانَ (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب (اصلہٗ رَيَنَ قاعدہ/ ۷، جاری ہوا ہے، اجوف یائی) رانَ علی قلبہ الذنبُ یَرِیْنُ (ض) رَیْنًا ورُیُوْنًا: دل پر گناہ چھا جانا، بالفاظِ دیگر گناہ کا زنگ لگنا، قلوب، واحد قَلْبٌ (تحقیق رکوع ۳ میں قلوبٌ یومئذٍ واجفۃٌ کے تحت گذر چکی ہے) يَكْسِبُوْنَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، كَسَبَ الاثمَ (ض) كَسْبًا: گناہ کرنا۔

نوٹ: قرآن شریف میں نیکی اور بدی دونوں کے لیے کَسْب کا لفظ استعمال ہوا ہے، مذکورہ لفظ میں بدی مراد

---

[1] بعض کا خیال ہے کہ اس میں دو واو اور ایک لام تھا اس لیے اَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل ہے لیکن اوپر والی شکل زیادہ فصیح ہے کیوں کہ فا اور عین کا ایک ہی حرف ہونا قلیل الوجود ہے (لغات القرآن: مولانا عبدالرشید پاکستان) مشکل ترکیبوں کا حل میں بحوالہ الفوائد العجیبہ لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک اس کی اصل اَوْءَلُ بمعنیٰ لیل اوائل اور بعض کے نزدیک اس کی اصل اَءْوَلُ ہے دونوں صورتوں میں خلاف قیاس ہمزہ کو واو سے بدل کر ادغام کر دیا، لہٰذا اَوَّلُ ہوگیا۔

ہے اور لھا ما کسبتْ میں کَسْب سے نیکی مراد ہے، نیز صلات کے بدلنے سے معانی بدل جاتے ہے چنانچہ کَسَبَ کے معنی لغات کی کتابوں میں بہت سارے لکھے ہیں۔ (مثلاً کوئی عمل کرنا، کمائی کرنا)

محجوبون، (ن) اسم مفعول جمع مذکر، حَجَبَ (ن) حَجْبًا وَحِجَابًا چھپانا، اندر آنے سے روکنا (حاجب بمعنی دربان، اسی سے ہے) صالُوا، داخل ہونے والے، اسم فاعل (دراصل صالِیُوْ تھا، بعد کسرہ یاء پر ضمہ دشوار ہوا اس کی حرکت ماقبل کو دیدی بعد ازالۂ حرکتِ او، پھر یاء بوجہ اجتماع ساکنین ساقط ہوگئی) (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یَصْلَونھا کے تحت) اَلجحیم رکوع ۳ میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

ترکیب وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ... وَيْلٌ مبتدا یومئذٍ مرکب اضافی ہوکر ماقبل یَوْمَ یقومُ الخ سے بدل (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہ) لام جارہ، المکذّبین موصوف الذین اسم موصول یُکَذِّبُوْنَ، بیوم الدین جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، (لامحل لہا) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت (صفت ذامّہ) (محل جر میں) موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار مع مجرور متعلق ثابت محذوف کے ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيَاتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ... واؤ استینافیہ[1] (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) ما یُکَذِّبُ فعل منفی بہٖ اس کا متعلق اِلّا اداۃ حصر کلُّ مضاف مُعْتَدٍ موصوف اثیمٍ صفت اول اِذَا تُتْلٰی الخ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط تُتلٰی فعل علیہ اس کا متعلق آیاتُنا مرکب اضافی ہوکر اس کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مضاف الیہ پھر یہ مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب قال کا، قَالَ فعل اپنے فاعل ضمیر ھو مستتر سے مل کر قول اساطیرُ الاولین مرکب اضافی ہوکر مبتدا محذوف ھیَ کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جواب شرط، پھر یہ جملہ شرطیہ صفت ثانی ہے مُعْتَدٍ کی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لہا) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ...... کلاّ حرف ردع، ردعٌ عن التکذیب وعمّا قالُوا (مظہری) بَلْ برائے اِضراب اَیْ لیس فی آیاتنا ما یصح اَنْ یُقالَ فی شانہا مثل تلک المقالۃ الباطلۃ (روح المعانی) ران فعل، علی قلوبھم اس کے متعلق ما اسم موصول کانوا فعل ناقص، واؤ ضمیر بارز اس کا اسم، یکسبون فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر رَانَ کا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ (لامحل لہا) (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ ... كَلَّآ حرفِ ردع ردع عن التکذیب بیوم الدین۔ (مستفاد از تفسیر

[1] اس واؤ کو عاطفہ بھی مانا جاسکتا ہے اور حالیہ بھی، اب ذوالحال یوم الدین ہوگا۔

بیان القرآن) وفی اعراب القرآن ردعٌ عن کسب المعاصی الموجبۃ للرّین، اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ھُمْ ضمیر اس کا اسم عَنْ رَّبِّھِمْ (ای عَنْ رویۃِ ربھم) اور یومَئِذٍ (ای یومَ اذ یقومُ الناس) دونوں مَحْجُوبُوْنَ کے متعلق، لام مزحلقہ مَحْجُوبُوْنَ شبہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف اِنَّھُمْ حرف مشبہ بالفعل مع اسم لام مزحلقہ صالُوا الجحیم مرکب اضافی ہوکر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف ثم، حرف عطف یُقالُ فعل مجہول ھٰذا مبتدا الذی اسم موصول کنتُمْ فعل ناقص مع اسم بہٖ متعلق مقدم تُکَذِّبُوْنَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، (فی محل نصب) فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بتاویل مفرد ہوکر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لہا)

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامۂ عمل علیین میں رہے گا ● اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے ● وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے ●

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں ● نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے ● مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے ●

تشریح ماقبل میں یوم الدین کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر تھا اور وہ لوگ جس طرح اپنی سزا کو جھٹلاتے تھے اسی طرح مومنین کی جزا کو بھی جھٹلاتے تھے، لہٰذا یہاں لفظ "کَلَّا" کے ذریعہ اس پر ردع فرماتے ہیں کہ یہ جو مومنین کے اجر وثواب کے منکر ہیں تو وہ غور سے سن لیں کہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کو اجر وثواب ضرور ملے گا اور ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ سجین کے بالکل برعکس ہے چناں چہ فرمایا "كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾" نیک لوگوں کا نامۂ عمل علیین میں رہے گا۔ (علیین ساتویں آسمان میں زیر عرش ایک جگہ ہے جو مومنین کی ارواح کا مستقر ہے، کذا فی تفسیر ابن کثیر عن کعب اور وہیں نیک لوگوں کا نامۂ عمل بھی رکھ دیا جاتا ہے) "وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾" اب نامۂ عمل کی عظمتِ شان کو ظاہر کرنے کے لیے سوال ہے کہ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے یہ ترجمہ عِلِّيُّوْنَ سے پہلے مضاف محذوف مان کر کیا گیا ہے ای وما ادراك ما کتاب علیین چناں چہ جواب سوال کے مطابق دیا گیا کہ "كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾" ای ھو کتب مرقوم وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (دفتر یعنی وہ کتاب جس میں اعمال کی تفصیل درج ہو[1]) اور نشان سے مراد مہر ہے جو انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال نامے پر لگادی جاتی ہے تاکہ اس بات پر دلالت ہو کہ اعمال نامے میں کسی طرح کی کمی بیشی کا امکان نہیں ہے۔

[1] اب واضح ہوگیا کہ کتاب مرقوم علیین کی تفسیر نہیں بلکہ علییون سے پہلے مضاف محذوف کی تفسیر ہے۔

"یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾" "جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں یعنی نیک لوگوں کے نامۂ عمل کو مقرب فرشتے شوق سے دیکھتے ہیں، اور یہ بات مومنین کے لیے بڑے اعزاز واکرام کی ہے، روح المعانی میں ہے کہ جب ملائکہ مومن کی روح کو قبض کر کے لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ کر اس روح کو رکھ دیتے ہیں پھر فرشتوں کی تمنا کرنے پر مومن کا نامۂ عمل ان کو کھول کر دکھلایا جاتا ہے۔

آگے مومنین کی مختصر اجزائے آخرت کا بیان ہے، فرمایا: "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾" "نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے، مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے یعنی مسہریوں پر بیٹھ کر جنت کے عجائب دیکھتے ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | بعض صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور عام مومنوں بلکہ انبیاء تک کی روحیں قبروں میں ہوتی ہیں تو پھر علیین اور سجین میں ہونے کا کیا معنیٰ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح مومنین کی قرار گاہ علیین ہے اور ارواح کفار کی قرار گاہ سجین، لیکن اس کے باوجود ہر روح کا اپنے قبر والے جسم سے ایک خاص تعلق رہتا ہے جس کی حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، چناں چہ مُردہ آنے والے کے سلام کو سنتا ہے۔

لغات اَلْاَبْرَارَ (سورہ انفطار میں اس کی تحقیق گذر چکی) عِلِّیِّیْنَ ساتویں آسمان پر زیر عرش مومنین متقین کی ارواح کا مستقر ہے، اور وہیں مومنین کے صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں، فرّا کے نزدیک یہ ایک بلند موضع کا نام ہے، وزن جمع پر ہے جمع نہیں جیسے عشرین، ثلاثین اور عرب کا دستور یہ ہے کہ جب وہ ایسی کوئی جمع بنائیں جس کا واحد وتثنیہ نہ ہو تو وہ مذکر ومؤنث دونوں میں واؤ نون کے ساتھ بولتے ہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ عِلِّیٌّ (فِعِّیلٌ) کی جمع ہے عُلُوٌّ سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لیے ہے (اعراب القرآن) بقیہ حاشیہ [1] میں۔ یَشْهَدُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، شَهِدَ الشیءَ (س) شُهُوْدًا: دیکھنا وشَهِدَ المَجْلِسَ۔ حاضر ہونا، اگر شہود کے معنی حاضر ہونا لیے جائیں تو اب ضمیر کا مرجع بجائے کتاب الأبرار کے عِلِّیِّین ہوگا۔ المقرّبون (مقرب فرشتے، قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے) باب تفعیل سے اسم مفعول کا جمع مذکر، قرّبه عنده: کسی کو اپنے قریب کرنا، مقرب بنانا قرُب منه والیه (ک) قُرْبًا وقَرَابَةً وقُرْبٰی ومَقْرُبَةً قریب ہونا، وقَرِبَ (س) قُرْبًا وقُرْبَانًا قریب ہونا۔ إن الأبرار لفي نعيم (اس کی تحقیق سورہ انفطار میں گذر چکی ہے) الأرائك (مسہریاں، تخت) واحد أرِيكَةٌ، (وہ مسہریاں کیسی ہوں گی کوئی نہیں بتاسکتا، کیوں کہ جنت ابھی کسی نے دیکھی نہیں، بس یوں کہیں گے جیسی جنت اسی کے شایان شان مسہریاں ہوں گی)

[1] **قولہ** عِلِّیُّون، ابوالفتح نے کہا ہے کہ قاعدے کے لحاظ سے اس کو عِلِّیَّۃ کہنا چاہیے، مگر جب اس کی تاء حذف کر دی گئی تو اس کے عوض میں اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ لے آئے زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں کہ جو فرشتے اور تمام صلحاء انس وجن انجام دیا کرتے ہیں وهو منقولٌ مِن جمع عِلِّيٍّ (فعّيل) من العلو سمی بذلک لأنه مرفوع فی السماء السابعة حيث يسكن الكروبيون تكريما له وتعظيماً اور بھی چند اقوال ہیں۔ (اعراب القرآن)

ینظرون (ن) مضارع جمع مذکر غائب، نظر الیہ نظراً: دیکھنا۔

ترکیب کلا اِنّ کتٰب الأبرار لفی علیین وما ادراك ما علیون کتاب مرقوم یشھدہ المقربون...
اس کی ترکیب کلا اِنّ کتب الفجار الخ کی طرح ہے، (کلا حرف ردع ای ردع عن التکذیب بوعید الفجار وبوعد الأبرار جلالین اور تفسیر مظہری میں اس کو بمعنی حقًا بھی لکھا ہے، اور استفہام برائے تفخیم ہے) یشھدہ المقربون مکمل جملہ کتٰبٌ کی صفت ثانی ہے۔ (فی محل رفع) اِنّ الأبرار لفی نعیم علی الأرائك ینظرون (کلامٌ مستانفٌ مسوقٌ لتسلیۃ المومنین وتقویۃ قلوبھم بما اعدہ للأبرار فی الجنۃ) اِنّ حرف مشبہ بالفعل الأبرار اس کا اسم لام مزحلقہ برائے تاکید فی نعیم، کائنون وغیرہ محذوف کا متعلق ہوکر حرف مشبہ بالفعل کی خبر اول علی الأرائك، جالسین محذوف کے متعلق ہوکر ینظرون کی ضمیر فاعل سے حال ینظرون فعل اپنے فاعل سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)[1]

تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ ﴿۲۴﴾ یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُہٗ مِسۡكٌ

اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش پہچانے گا ● ان کو پینے کے لیے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی ●

وَ فِیۡ ذٰلِكَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ ﴿۲۷﴾ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا

اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے ● اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی ● یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے

الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۸﴾

مقرب بندے پئیں گے ●

تشریح ماقبل آیات سے مومنین کی جزا کا بیان چلا آرہا ہے، چناں چہ فرمایا: "تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ ﴿۲۴﴾" تو اے مخاطب ان کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا۔ یعنی مومنین کے چہرے جنت کے عیش وآرام سے ایسے پُررونق اور ہشاش بشاش ہوں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ لوگ نہایت عیش وتنعم میں ہیں اور یہ اس کے مصداق ہیں کہ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ "یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُہٗ مِسۡكٌ" ان کو پینے کے لیے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (رحیق کے معنی ہے خالص شراب یعنی نہایت صاف ستھری، اس میں کسی خرابی کی ملاوٹ نہ ہوگی، اور مہر لگی ہوئی ہوگی اور شراب کے برتن پر وہ مہر

[1] **قولہ** علی الأرائك اس کو دوسرے اعراب القرآن میں ینظرون کے متعلق کیا ہے، نیز علی الأرائك کو لفی نعیم کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی بنا سکتے ہیں، (تفسیر مظہری) دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ینظرون ترکیب میں حرف مشبہ بالفعل کی خبر کی ضمیر سے یعنی لفی نعیم کے متعلق مثلاً کائنون کی ضمیر سے حال بھی ہوسکتا ہے اور جملہ مستانفہ بھی ہوسکتا ہے، یہی سب احتمالات تعرف الخ اور یُسۡقَوۡنَ کے اندر بھی ہیں، (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

مشک کی ہوگی، اور یہ مہر لگنا اکرام مومن کی علامت ہے نہ کہ شراب کی حفاظت کے لیے اور مشک کی مہر کا مطلب یہ ہے کہ جیسے دنیا میں کسی برتن یا بوتل کے منہ پر لاکھ لگا کر مہر کرتے ہیں یعنی اس کو بند کرتے ہیں (لاکھ ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جو لاکھ کے کیڑے سے پیدا ہوتی ہے جس کو پگھلا کر مہر لگائی جاتی ہے) تو اسی طرح جنت کے اندر شراب کے برتن کے منہ پر مشک لگا کر اس پر مہر کردی جائے گی، اور اس کو بند کر دیا جائے گا۔

''وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶'' اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔(ذٰلك کا مشار الیہ رحیق مختوم ہے) یعنی شراب خالص کی حرص کرنی چاہیے یا پھر مراد کل نعمائے جنت ہوں، یعنی اگر حرص کا ارادہ ہو تو حرص اور حاصل کرنے کی چیز جنت کی نعمتیں ہیں نہ کہ دنیا کی فانی لذتیں، اور ان نعمتوں کی تحصیل کا طریقہ نیک اعمال ہیں، نہ کہ تطفیف، تکذیب اور ارتکاب معاصی وغیرہ۔ ''وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝۲۷ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۸''

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے (قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب کی ملاوٹ تسنیم کے پانی سے ہوگی اور تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے، مطلب یہ ہے کہ مقربین یعنی سابقین حضرات کو تو تسنیم کا پانی خالص مل سکے گا اور وہ اس میں سے ہمیشہ پیتے رہیں گے، اور اس کو خالص پینے کی لذت کیا ہوگی اللہ اکبر، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اصحاب الیمین یعنی ابرار لوگوں کو بھی اس کا کوئی جز ضرور ملے گا، چناں چہ ان کو اس چشمہ کا پانی دوسری شراب میں ملا کر ملے گا، ظاہر ہے کہ مقربین کا مرتبہ اصحاب الیمین سے بلند تر ہے)۔

میری جانب بھی ہو گر نگاہِ کرم ☆ پھر تو بگڑے مقدر سنور جائیں گے

ایک شبہ اور اس کا جواب | تنافس یعنی شدتِ حرص تو بری خصلت ہے، پھر اسکا مرغوب ہونا شرعاً کس طرح درست ہے؟

جواب: تنافس اس وقت برا ہے جب اس کا تعلق دنیوی امور سے ہو، اس سے دوسروں کو نقصان پہنچنا ضروری ہے جب کہ دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

لغات تَعْرِفُ ''تو پہچانے گا'' (ض) مضارع واحد مذکر حاضر، عَرَفَ (ض) عِرْفَانًا وَمَعْرِفَةً: پہچاننا۔ وُجُوْهٌ (چہرے) واحد وَجْهٌ۔ نَضْرَةٌ (تازگی) باب نصر وسمع وکرم سے مصدر نَضَرَ (ن) نَضْرَةً ونُضُوْرًا، ونَضِرَ (س) نَضَرًا، ونَضُرَ (ک) نَضَارَةً: تروتازہ ہونا۔ النَّعِيْمُ (آرام، نعمت) تحقیق گذر چکی ہے۔ يُسْقَوْنَ (ض) مضارع مجہول جمع مذکر غائب، سَقٰى (ض) سَقْيًا: پلانا۔ رَحِيْقٍ (شراب خالص) اسم جامد۔ مَخْتُوْمٍ (مہر لگی ہوئی) (ض) اسم مفعول واحد مذکر غائب، خَتَمَ الشيءَ وعليه (ض) خَتْمًا وخِتَامًا: مہر لگانا[1]۔ خِتَامُهٗ مِسْكٌ (جس پر مشک کی مہر ہوگی) لفظی ترجمہ ہوگا، اس کے مہر کرنے کی چیز مشک ہے، خِتَامٌ (مہر کرنے کی چیز یعنی مسالہ) جمع خُتُمٌ[2]

---

[1] ختم الاناء: برتن کے منھ کو مٹی یا موم وغیرہ سے بند کر دینا۔

[2] قوله خِتام امّا اسم للشيء الذي يُختم به أو هو مصدر بمعنى الخلط والمزج أو بمعنى الختم بفتح الخاء وزنهٗ فعالٌ بكسر الفاء (اعراب القرآن وصرفہٗ)

مِسْكٌ (اسم جامد بمعنی مشک ای الرائحۃ الطّیبۃ) جمع مِسَکٌ۔ لِیَتَنَافَس (تفاعل) امر غائب کا واحد مذکر غائب تنافس فی کذا: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، حرص کرنا[1] مِزَاج (آمیزش) مصدر از نصر مَزَجَ (ن) مَزْجًا ومِزَاجًا: ملانا (آمیزش حاصل مصدر)[2] تَسْنِیْم (جنت میں پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے)[3] عَیْنًا (چشمہ) جمع عُیُوْنٌ، عَیْنٌ کے کثیر معانی ہیں، دیکھئے احقر کی کتاب نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۵۰۔ قرآن کے اندر عین کا استعمال آنکھ اور چشمہ کے معنی میں ہوا ہے۔ یَشْرَبُ مضارع معروف واحد مذکر غائب، شَرِبَ (س) شُرْبًا: پینا۔ المُقَرَّبُوْنَ (چند سطور قبل گذر چکا)

ترکیب تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ... ترکیب بالکل ظاہر ہے اور یہ ماقبل حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثالث ہے (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ... یُسْقَوْنَ فعل، واؤ ضمیر نائب فاعل مِنْ حرفِ جر رحیقٍ موصوف مختومٍ صفت اول۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ مبتدا وخبر ہو کر معطوف علیہ، اس کا معطوف ومِزَاجُهٗ مِن تَسنیم ہے اور درمیان میں واؤ اعتراضیہ ہے، فی ذٰلك (ای فی الرحیق) متعلق مقدم (وتقدیم الظرف لیکون عوضًا عن الشرط) اور فا شرط محذوف کے جواب میں ہے ای اِنْ اُرِیدَ تنافس فلیتنافسِ المُتنافِسُونَ فی ذٰلک (بیان القرآن، روح المعانی) اور یہ جملہ درمیان میں معترضہ ہے۔ ومِزَاجُهٗ مِن تسنیم واؤ عاطفہ مِزَاجُهٗ مرکب اضافی ہو کر مبتدا، مِنْ تَسْنِیْمٍ کائنٌ کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف (عطفٌ علی خِتٰمُهٗ مِسک، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثانی رحیقٍ کی، موصوف اپنے دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یُسقون کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حرفِ مشبہ بالفعل کی خبر رابع، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا (تَعْرِفُ فی وجوهہم الخ اور یُسقونَ الخ کو جملہ مستانفہ بھی بنایا جاسکتا ہے) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ...... عَیْنًا موصوف یَشْرب بِهَا المُقرّبون جملہ ہو کر صفت، (فی محل نصب) موصوف اپنی صفت سے مل کر فعل محذوف اَعْنِی یا اَمدَحُ کا مفعول بہ[4]

---

[1] نفس الشیٔ (ک) نَفَاسۃً ونِفاسًا: نفیس وعمدہ ہونا۔ لام امر مکسور ہوتا ہے لیکن اگر اس سے پہلے واو، فا، ثُمَّ میں سے کوئی حرف ہو تو ساکن ہونا جائز ہے جیسے ثُمَّ لیقضُوا تفثَہُمْ وَلیُوفوا نُذُوْرَهم ولیطوّفوا بالبیت العتیق۔

[2] مِزاج کے ایک معنی ہے ملانے کی چیز جیسے پانی در شراب، جمع اَمزِجَہ اس وقت یہ اسم آلہ ہوگا۔

[3] تَسنیم دراصل تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی بلند کے ہیں چونکہ اس چشمہ کی شراب نہایت اعلیٰ اور بلند درجہ کی ہوگی اس لیے اس کا نام تسنیم رکھا (اعراب القرآن) ہٰکذا روی عن ابن عباس روح المعانی)

[4] وقال الاَخفش اصلہٗ یُسقون عَینًا، نیز عینًا الخ بقول زجاج تسنیم سے حال بھی ہو سکتا ہے اور یہ اگرچہ غیر مشتق ہے مگر چونکہ اس کی صفت موجود ہے یعنی یَشْرَبُ اس لیے اس کا حال بنانا درست ہوگا یا پھر اس کو مشتق کی تاویل میں کر لیا جائے گا مثلاً جاریۃً کی، اور یشرب بہا کی باء یا تو زائدہ ہے یامِن کے معنی میں ہے، یا پھر تضمین مانی جائے ای یَشرب راوین بہا المُقربونَ۔ (روح المعانی)

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ۝۲۹ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ
جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے • اور جب ان کے سامنے سے ہوکر گزرتے تھے تو آپس میں

یَتَغَامَزُوْنَ۝۳۰ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ۝۳۱ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ
آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے • اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے • اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ

هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ۝۳۲ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ۝۳۳ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ
یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں • حالانکہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کرکے نہیں بھیجے گئے • سو آج ایمان والے کافروں

یَضْحَكُوْنَ۝۳۴ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ یَنْظُرُوْنَ۝۳۵ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۝۳۶
پر ہنستے ہوں گے • مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے • واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا •

تشریح ماقبل میں مومنین ومکذبین کی جزائے اخروی کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا اب ان آیات میں فریقین کا دنیوی واخروی حال ذکر کرتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ۝۲۹" جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے یعنی جو لوگ مجرم وکافر تھے وہ دنیا میں بطورِ تحقیر وتمسخر ایمان والوں کو ہنسا کرتے تھے۔ "وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ۝۳۰" اور جب ایمان والے ان کے سامنے سے ہوکر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ گویا مومنین کو ہنسنے اور اشارہ سے ان کا مذاق اڑانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ کفار مومنین کو بے وقوف سمجھتے تھے کہ انھوں نے اپنے آپ کو جنت کے ادھار پر دنیا کی نقد نعمتوں اور لذتوں سے محروم کررکھا ہے۔ "وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ۝۳۱" اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے۔ یعنی جب یہ کافر لوگ اپنے گھروں کو جاتے تو وہاں بھی ان کا تذکرہ کرکے دل لگیاں کرتے اور باتیں بناتے، مطلب یہ ہے کہ غَیْبَت وحُضُور ہر حالت میں ان کی تحقیر واستہزاء کا مشغلہ رہتا، مسلمانوں کے حاضر ہونے کے وقت اشارے وکنائے چلا کرتے اور غیر موجودگی میں صراحتاً برائیاں کرتے "وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ۝۳۲" اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں۔ (یعنی یوں سمجھتے کہ یہ دین اسلام کوئی دین نہیں) "وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ۝۳۳" حالاں کہ یہ ان پر نگرانی کرنے والے کرکے نہیں بھیجے گئے۔ لہٰذا ان کفار نابکار کو اپنی فکر کرنی چاہیے تھی نہ کہ اہل حق کے درپے آزار ہوتے۔ "فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ۝۳۴ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ یَنْظُرُوْنَ۝۳۵" سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے،

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے یعنی اگر مجرمین دنیا کے اندر مومنین کو ہنستے تھے تو آج قیامت کے دن بطور انتقام ایمان والے کفار و مجرمین کو ہنسیں گے، اور مسہریوں پر بیٹھے ان کافروں کا برا حال دیکھ رہے ہوں گے، درِ منثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جنت میں کچھ دریچے اور جھروکے ایسے ہوں گے جن سے اہل جنت اہل نار کو دیکھ سکیں گے اور اپنی خوشحالی اور کفار کی بدحالی کا نظارہ کریں گے۔ "هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝" واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا اس آیت میں ان کی سزا کا اثبات ہے کہ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا، انھیں آخرت میں اپنے کئے کا خوب بدلہ ملا، اب جہنم ہے اور وہ ہیں، عذاب ہے اور وہ ہیں، یہاں استفہام تقریری ہے اسی لیے ترجمہ کیا گیا واقعی ای نعم۔

لغات أَجْرَمُوْا (افعال) ماضی معروف جمع مذکر غائب، أَجْرَمَ إِجْرَامًا: مجرم ہونا، جَرَمَ (ض) جَرْمًا: جرم کرنا، آمَنُوْا (افعال) ماضی معروف جمع مذکر، اس میں مہموز کا قاعدہ ۲، جاری ہوا ہے، يَضْحَكُوْنَ (س) مضارع جمع مذکر غائب ضَحِكَ (س) ضِحْكًا وَضَحْكًا وضحِكاً: ہنسا، مَرُّوْا (ن) ماضی جمع مذکر غائب، مَرَّ بہ وعلیہ (ن) مَرًّا[1] ومُرُوْرًا ومَمَرًّا: گذرنا، يَتَغَامَزُوْنَ (تفاعل) مضارع معروف جمع مذکر غائب، مادہ غَمْزٌ ہے۔ غَمَزَ فلانًا بِالْعَيْنِ (ض) غَمْزًا: آنکھ سے اشارہ کرنا، اِنْقَلَبُوْا (انفعال) ماضی جمع مذکر غائب، اِنْقَلَبَ اِنْقِلَابًا: واپس ہونا[2] فَكِهِيْنَ (باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے) جمع مذکر، واحد فَكِهٌ صفت مشبہ فَكِهَ (س) فَكَهًا وفَكَاهَةً: خوش طبع ہونا، مذاق ہونا، رَأَوْ (ف) ماضی جمع مذکر غائب، دراصل رَأَيُوْا تھا، یا متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہو گیا لہٰذا رَأَوْ ہو گیا، رَآہ (ف) رُؤْيَةً: دیکھنا، ضَالُّوْن (بھٹکے ہوئے، گمراہ) (ض) ضَلَّ (ض) ضَلاًّ وضَلاَلاً: گمراہ ہونا، راہ حق سے ہٹا ہوا ہونا۔ ما اُرْسِلُوْا وہ نہیں بھیجے گئے (افعال) ماضی مجہول، جمع مذکر غائب، اَرْسَلَہٗ اِرْسَالاً: بھیجنا حٰفِظِيْن (س) اسم فاعل جمع مذکر، حَفِظَ (س) حِفْظًا: حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔ الکفار (کافر لوگ) واحد کافِرٌ، کَفَرَ الرجلُ (ن) کُفْرًا وکُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا، ناشکری کرنا۔ کَفَرَ الشیءَ: چھپانا، کافر بھی چونکہ ایمان کو چھپاتا ہے، اس لیے اسکو کافر کہتے ہیں ثُوِّبَ باب تفعیل (تثویب) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب، ثَوَّبَ فلانًا: وأثَابَ، انعام یا بدلہ دینا۔

نوٹ: تثویب کا استعمال قرآن میں اعمال سیئہ کی سزا ہی کے لیے ہوا ہے۔

ترکیب إِنَّ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ... إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین أجرموا اسم

---

[1] واضح رہے کہ مصادر کے بدلنے سے بسا اوقات معنی بدل جاتے ہیں مثلاً مَرَّ (ن) مَرَارَةً: کے معنی ہیں کڑوا ہونا، قرآن میں ہے بل الساعۃ موعدہم والساعۃ أدہیٰ وأمَرُّ۔

[2] مجرد میں استعمال ہوگا، قَلَبَ القومَ (ض) قَلْبًا: لوگوں کو واپس کرنا۔ اس کے اور بھی بہت سارے معانی ہیں۔

موصول مع صلہ کے اسم إنّ، کانوا فعل ناقص ضمیر اس کا اسم من الذین أمنوا، یضحکون کا متعلق مقدم (وتقدیم الجار والمجرور امّا للقصر اشعارًا بغایۃ شناعۃ ما فعلوا أو لرعایۃ الفواصل، یضحکون فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر فعل ناقص کی خبر (محل نصب میں) فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ... واؤ عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط مَرُّوا بهم جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب یتغامزون کا اور پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف[1] وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ... واؤ عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط انقلبوا الی أهلهم جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب انقلبوا فکهین کا، پھر مکمل جملہ معطوف علیہ معطوف (فٰکهین صفت مشبہ اپنے متصل انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ لَضَاۤلُّوْنَ... واؤ عاطفہ اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی شرط رأوهُمْ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے مابعد جواب قالوا کا قالوا فعل ضمیر ذوالحال اِنّ هٰؤلاء لضالون جملہ ہو کر مقولہ (لام مزحلقہ) وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ... واؤ حالیہ ما اُرسلوا فعل، ضمیر ذوالحال علیهم، متعلق مقدم حٰفظین کا حٰفظین شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر اُرسلوا کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہو کر قالوا کی ضمیر سے حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، قالوا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ (مقولہ) اور ظرف مقدم (جو کہ ایک اعتبار سے شرط بھی ہے اور قالوا اس کی جزا ہے) سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لها) فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ... فا جزائیہ (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) اور شرط مقدر ہے أي اِنْ کان الذین أجرمُوا یضحکون من الذین آمنوا فی الدنیا فالذین آمنوا یضحکون الیوم من الکفار، (بیان القرآن کے ترجمہ کے اعتبار سے اس فاء کو عاطفہ تفریعیہ کہنا چاہئے) الیومَ مابعد یضحکون کا ظرف، الذین آمنوا اسم موصول مع صلہ کے مبتدا من الکفار، مابعد یضحکون کے متعلق (وتقدیم الجار والمجرور قیل للقصر تحقیقاً للمقابلۃ) یضحکون، فعل، ضمیر ذوالحال عَلَى الْاَرَاۤئِكِ يَنْظُرُوْنَ... علی الارائك، جالسین محذوف کا متعلق اور وہ ینظرون کی ضمیر سے حال، ینظرون مکمل جملہ حال ہے یضحکون کی ضمیر سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (ای یضحکون حال کونہم ناظرین الیهم جالسین علی الارائک) فعل اپنے فاعل اور ظرف زمان مقدم

[1] قولہ واذا مرّوا اس جملہ کا عطف یضحکون پر بھی کر سکتے ہیں جو کہ کانوا کی خبر ہے (ہنسنے والے لوگ ابوجہل ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ تھے، یہ لوگ حضرت عمار، خبیب، خباب، بلال وغیرہ کو ہنستے تھے) روح المعانی موجملۃ لایتغامزون لا محل لها انها جواب شرط غیر جازم۔

اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جزا، شرط محذوف اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔[۲] هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ... هَلْ حرف استفہام (الاستفهام لتقرير المومنين والمعنى قد جوزي الكفار ما كانوا يفعلون) ثُوِّبَ فعل مجہول، الكفّارُ نائب فاعل، ما كانوا يفعلون اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، (منصوبٌ بنزع الخافض اي ممّا كانوا، والعائد في الصلة محذوفٌ اي يَفْعَلُوْنَهٗ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ مستانفہ (جلالین، روح المعانی ۲)

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۲ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ۝۴ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۵

جب آسمان پھٹ جاوے گا ● اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے ● اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جاوے گی ● اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہو جاوے گی ● اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے ●

ربط اس سورت کے اندر بھی مثل سورت سابقہ کے جزائے اعمال کی تفصیل ہے۔

تشریح ان آیات میں قیامت کے بعض احوال کو بیان کر کے انسان کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان دنیا کے اندر جیسے اعمال کرے گا آخرت میں اس کو ان اعمال کا ویسا ہی بدلہ ملے گا۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱'' جب آسمان پھٹ جاوے گا یعنی نفخۂ ثانیہ کے وقت، تا کہ اس میں سے غمام یعنی بادل کی شکل کی ایک چیز کا نزول ہو، اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور فرشتے ہوں گے، اس کو احقر نے صفحہ ۴۴، پر وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ کے تحت بالتفصیل لکھ دیا، اس کو ضرور دیکھ لیا جائے، ''وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا'' اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اَذِنَ اَذَنًا کے معنی سننے کے ہیں یعنی آسمان اپنے رب کا حکم سن لے گا اور سننے سے مراد سن کر اطاعت کرنا ہے اور حکم سے مراد انشقاق یعنی پھٹنے کا حکم تکوینی ہے، اور حکم تکوینی کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہ ہو بلکہ جب کسی کام کے ہونے پر اللہ تعالیٰ شانہ کی مشیت واقع ہو جائے تو مخلوق سے بلا اختیار فوراً اس کا وقوع ہو جائے، (قوله لربها اَيْ لِاَمْرِ رَبِّهَا) ''وَحُقَّتْ ۝۲'' اور وہ اسی لائق ہے یعنی آسمان بوجہ محکوم قدرت ہونے کے اسی لائق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی چیز کا حکم

۱ **قوله** على الارائك، یہ يضحكون کی ضمیر سے بھی حال ہو سکتا ہے اور ينظرون حالِ ثانی (مظہری)

۲ **قوله** هَلْ ثُوِّبَ، یہ فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بن سکتا ہے، اي يقولُ بعض المومنين لبعض هل ثُوِّبَ الخ

قوله ما كانوا الخ یہ منصوب بنزع الخافض بھی ہو سکتا ہے اي ممّا كانوا الخ

تکوینی ہوتو فوراً اس کا وقوع ہوجائے۔ (ای حُقَّ لَها الانقیادُ، یعنی اس کے لیے انقیاد واطاعت ہی لائق وثابت کردی گئی، اس کو بالفاظ دیگر اسی طرح کہا گیا کہ وہ اسی لائق ہے یعنی وہ انقیاد واطاعت ہی کے لائق ہے[1]۔

''وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ'' ''اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی یعنی محشر کے دن یہ زمین ربڑ یا چمڑے کی طرح کھینچ کر بڑھادی جائے گی، لہٰذا اپنی موجودہ مقدار سے بہت زیادہ وسیع ہوجائے گی، تا کہ اس پر سب اوّلین وآخرین سما جائیں۔ (اور حشر اسی زمین پر ہوگا اور ایک آدمی کے حصہ میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اس کے پاؤں آجائیں)'' وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ'' ''اور زمین اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اُگل دے گی اور خالی ہوجائے گی یعنی مُردوں اور خزانوں کو باہر اُگل دے دی اور سب مردوں وغیرہ سے خالی ہوجائے گی[2]'' وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ'' ''اس کا ترجمہ وتشریح مثل سابق ہے، اب شرط پوری ہونے کے بعد جزا محذوف ہے ای لَقِیَ الانسانُ عَمَلَهٗ اس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا (یعنی اپنے اعمال کے مطابق جزا وسزا پائے گا، جیسا کہ آگے ارشاد ہے)

لغات اِنْشَقَّتْ انفعال (انشقاق) ماضی واحد مؤنث غائب، بمعنی پھٹنا، شَقَّ الشیئَ (ن) شَقًّا: پھاڑنا، اَذِنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، اَذِنَ لَهٗ والَیْهِ (س) اَذَنًا: سننا حُقَّتْ (ن) ماضی واحد مؤنث غائب، حَقَّ الامرُ (ن) حَقًّا وحُقُوْقًا: ثابت ہونا، حُقَّ بکذا: وہ اسی کے لائق ہے مُدَّتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، ''کھینچ کر بڑھادی جائے گی'' مَدَّ الشیئَ (ن) مَدًّا: بڑھانا، کھینچنا، اَلْقَتْ (افعال) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، اگل دے گی، ڈال دے گی، اَلْقَی الشیئَ اِلْقَاءً: ڈالنا، پھینکنا تَخَلَّتْ (تفعّل) (تخلّی) سے ماضی معروف واحد مؤنث غائب، بمعنی خالی ہونا، مادہ خَلْوٌ ہے، خلا (ن) خُلُوًّا وخَلَاءً، خالی ہونا۔

ترکیب اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ... اِذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف السماء اس سے پہلے فعل محذوف ہے ای اذا انشقّتِ السماءُ انشقّتْ کیونکہ اذا شرطیہ کا دخول بصریین کے نزدیک فعل کے ساتھ خاص ہے، انشقّتِ السماءُ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ (اور دوسرا انشقّتْ پہلے کی تفسیر ہے) (لامحل لها) واؤ عاطفہ اَذِنَتْ فعل (اَیْ اسْتَمَعَتْ وطاعَتْ) ضمیر ھی فاعل لِرَبِّها اس کے متعلق (اَیْ لِاَمْرِ رَبِّها) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (فی محل جر) واؤ حرف عطف حُقَّتْ فعل، ضمیر نائب فاعل (اَیْ حَقَّ اللّٰہُ علیها سَمْعَها

---

[1] یعنی مخلوق خواہ کتنی ہی بڑی اونچی مضبوط اور مستحکم ہو مگر خالق کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا آسمان کو بھی یہی لائق ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور اس کے سامنے سر جھکادے اور مجبور ہو کر رہ جائے، اب غور کیجئے کہ جب آسمان جیسی مخلوق کا یہ عالم ہے تو انسان کا کیا عالم ہوگا، وہ اپنے پروردگار کے حکم اور قوت سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔

[2] زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے اور دفینے ہیں مثلاً لوہا، سونا، چاندی، جست، المونیم، کوئلہ، چونا، پتھر، پانی، مٹی کا تیل، پٹرول، گندھک، ہیرے اور خدا جانے کیا کیا، لاکھوں سال سے انسان کھود رہا ہے اور آئے دن ایک نئی چیز کا سراغ ملتا ہے کیا عجیب سا ہوگا جب زمین یکا یک ان چیزوں کو نکال کر باہر ڈال دے گی۔

وطاعتَها یا حُقَّ لها الانقیادُ، یا حُقَّتْ لها السمعُ والطاعۃُ)[1] فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف (فی محل جر) (بعض حضرات نے حُقَّتْ کو جملہ معترضہ بھی مانا ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ... واوٗ حرف عطف اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط الارضُ فعل محذوف کا نائب فاعل اَیْ مُدَّتِ الارضُ مُدَّتْ، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر معطوف علیہ، (فی محل جر) اور دوسرا (مُدَّتْ) پہلے فعل کی تفسیر ہے، واوٗ حرف عطف، اَلْقَتْ فعل، ضمیر ھی فاعل ما اسم موصول فیھا، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف واوٗ عاطفہ تَخَلَّتْ فعل، ضمیر ھی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واوٗ عاطفہ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ، حسبِ سابق مل ملا کر معطوف، معطوف علیہ اول (مدت الارض) اپنے معطوفات سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف (یعنی اذا السماء الخ پر عطف ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ظرف ہوا اپنے جواب محذوف کا جس پر فَمُلاقِیْهِ دال ہے اَیْ لقی الانسانُ عَمَلَهٗ پھر یہ جملہ ابتدائیہ ہو جائیگا۔[2]

يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝٦ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝٧

اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا • تو جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا •

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝٨ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝٩ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

سو اُس سے آسان حساب لیا جاوے گا • اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا • اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی

كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝١٠ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝١١ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝١٢ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ

پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا • سو وہ موت کو پکارے گا • اور جہنم میں داخل ہوگا • یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش

[1] اعراب القرآن میں ہے اِعْلَمْ اَنَّ الفاعلَ فی هذا الترکیب هو الله تعالی اَیْ حَقَّ اللهُ علیها ذلک ای سمعَهٗ وطاعتَهٗ، واجاز البیضاوی اَنْ یکون نائبُ الفاعلِ هو ضمیر السماء المستکن فی الفعل مِنْ غیر تقدیرٍ ونصّ عبارتهٖ وحُقَّتْ ای جُعِلَتْ حقیقةً بالاستماع والانقیاد۔

[2] ایک قول یہ ہے کہ اذا السماء انشقت الخ فعل محذوف اُذْکُرْ کا مفعول بہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ جواب شرط محذوف بُعِثْتُمْ ہے یا علمتِ النفوسُ اَعْمالَها ہے (وانما حُذِفَ تنبیهًا علی اَنَّهٗ لا یحیط به الوصفُ ولیذهب المقدر کل مذهب ممکن) (اعراب القرآن) وقیل جواب الشرط مذکور ای قوله یا ایها الانسان الخ وقیل قوله فَاَمَّا مَنْ الخ وقیل فملاقیه

قوله وَاَلْقَتْ ما فیها وتخلّت، یہاں استعارہ مکنیہ ہے کہ زمین کے حال کو حاملہ عورت کے حال سے تشبیہ دی گئی کہ جو شدتِ ہول سے اپنے حمل کو ڈال دیتی ہے پھر مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور زمین کے حال کے لئے لفظ القاء کو مستعار لے لیا گیا اسی طرح وَاَذِنَتْ لربها وحُقَّتْ میں بھی استعارہ مکنیہ ہے کہ آسمان کے حال کو اطاعت شعاری و فرماں برداری میں نہایت فرماں بردار شخص کے حال سے تشبیہ دی گئی پھر مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے لئے لفظ اذن کو مستعار لیا گیا۔

مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

خوش رہا کرتا تھا● اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے● کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا●

تشریح ماقبل میں جزائے محذوف لَقِیَ الانسانُ عَمَلَهٗ کے تحت بتلایا گیا تھا کہ انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا وسزا پائے گا، اب ان آیات کے اندر اسی مضمون کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں فرمایا: ''یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿۶﴾ ''اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔ کادحٌ اسم فاعل کَدْحٌ سے مشتق ہے بمعنی کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، اور الی ربك سے مراد ہے الی لقاء ربك، مطلب یہ ہے کہ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے یعنی موت تک کام میں کوشش کر رہا ہے، یعنی دنیا کے اندر کوئی آدمی نیک کام میں دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور کوئی برے کام ہیں[1]۔

پھر فرمایا: ''فَمُلٰقِيْهِ'' اس ضمیر کا مرجع کَدْحٌ بھی ہوسکتا ہے اور مضاف محذوف مانا جائے ای ملاقی جزاء الکدح یعنی انسان آج جو دنیا میں کوشش وکمائی کر رہا ہے کل اپنے رب کے پاس پہنچ کر اس کوشش وکمائی کی جزاوسزا اور اعمال کے اچھے یا برے نتائج سے جا ملے گا۔

آج جو کچھ بوئے گا کاٹے گا کل ☆ تیرے کاموں کے ملیں گے تجھ کو پھل

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع رَبّ ہو اور معنی یہ ہوں کہ ہر انسان آخرت میں اپنے رب سے ملنے والا ہے اور حساب کے لیے اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے (رہا مُلاقی صیغہ اسم فاعل کی ضمیر مستتر کا مرجع تو وہ انسان ہے) آگے جزائے اعمال کی تفصیل ہے ''فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾''

اس آیت میں مومنین کا حال مذکور ہے کہ جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا معلوم ہوا کہ مؤمن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور آسان حساب کے مختلف مراتب ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے سامنے صرف پیشی ہو جائے، اس میں بحث ومناقشہ اور ہر ہر بات پر باز پرس نہ ہو، اور یہ معاملہ غیر معذبین کے ساتھ ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم حاسِبنی حسابا یسیرًا، یا اللہ مجھ سے آسان حساب لیجیے[2]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس حساب پر دائمی

[1] کوئی جسمانی مشقت اٹھا رہا ہے تو کوئی ذہنی، کوئی محل میں بیٹھ کر مشقت اٹھا رہا ہے اور کوئی گلی کوچوں میں، کسی کو حاکم بن کر دکھ جھیلنے پڑتے ہیں اور کسی کو محکوم بن کر، کسی کے چہرہ پر غم کی گھٹائیں ہیں تو کسی کے چہرہ پر رسمی وعارضی مسکراہٹیں کوئی اولاد سے پریشان ہے تو دوسرا اولاد نہ ہونے سے الغرض کوئی کسی کام میں اور کوئی کسی کام میں کوشاں اور جان کھپا رہا ہے، کل قیامت میں ہر ایک اپنے کیے کا بدلہ پائے گا لہٰذا وہی انسان خوش قسمت ہے جو نیک کام میں تکلیف وپریشانی اٹھائے، ایسے لوگوں کو بے شک آج دنیا میں مشکلات کا سامنا ہے مگر آخرت کا آرام انکا منتظر ہے۔

[2] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو مانگ کر فارغ ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا آسان حساب کیا ہے فرمایا صرف نامۂ اعمال پر نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا جاؤ ہم نے درگذر کیا، لیکن اے عائشہؓ جس سے خدا تعالیٰ حساب لے گا وہ ہلاک ہوگا۔ (یعنی جس سے باضابطہ حساب لیا جائے گا وہ برباد ہو جائے گا)

عذاب نہ ہو یعنی خلود فی النار نہ ہو اور یہ عام مومنین کے لیے ہوگا (اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں) ہاں جس سے ہر ہر بات پر باز پرس اور بحث ومناقشہ ہوگا وہ بری طرح پھنسے گا اور مارا جائے گا، یعنی کافر۔ ’’ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ ‘‘ اور (مومن حساب سے فارغ ہوکر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ اہل سے مراد یا تو جنت کی حوریں ہیں جو کہ جنت کے اندر اس کی اہل ہوں گی، یا مراد متعلقین، دوست واحباب اور اس کے دنیوی اہل وعیال ہیں جن کو دنیا کی عادت کے مطابق خوش خبری سنانے کے لیے ان کے پاس آئے گا۔ (معارف) ’’ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ۝۱۲ ‘‘ اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یعنی کفار کو ان کا نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا یعنی بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے سے ملنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں گی یعنی دونوں بازو پشت کی طرف موڑ کر جکڑے ہوئے ہوں گے لہٰذا بایاں ہاتھ بھی پشت کی طرف ہوگا، دوسری صورت حضرت مجاہد کا قول ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ موڑ کر پشت کی طرف نکال دیا جائے گا (بیان القرآن) بعض نے موڑنے کی شکل یہ بیان کی کہ کافر کے سینہ میں سوراخ کر کے اس کا بایاں ہاتھ اس کے اندر کو نکال کر پشت کے پیچھے باندھ دیا جائے گا۔ فسوف یدعوا الخ سو وہ موت کا پکارے گا جیسا کہ مصیبت کے وقت لوگوں کی عادت ہوتی ہے مگر اب موت نہیں آئے گی بلکہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ ’’ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ ‘‘ اس عذاب کی علت یہ ہے کہ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ فرطِ خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ ’’ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝۱۴ ‘‘ اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے یعنی خدا کی طرف لوٹ کر نہیں جانا ہے، کون رب، کس کی واپسی، آگے اس خیال فاسد کا رد ہے کہ ’’ بَلٰۤی ۚۛ ‘‘ کیوں نہیں یعنی کیوں لوٹنا نہیں، آگے محذوف ہے لَیَحُوْرَنَّ کیوں کہ بلیٰ نفی کے بعد ایجاب کے لیے آتا ہے، وہ ضرور بالضرور لوٹے گا، اور لوٹنے کے بعد سزا بھی ہوگی، کیوں کہ ’’ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۝۱۵ ‘‘ اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا یعنی انسان کے پورے احوال اس کے سامنے تھے اور انھیں احوال واعمال کی بنا پر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر اپنی مشیت متعلق کر چکا تھا، اس لیے مرنے کے بعد آخرت میں لوٹنا بھی ضروری ہے اور جزا وسزا کا سامنا بھی کرنا پڑے گا (لہٰذا بلیٰ لَیَحُوْرَنَّ معلل ہے اور اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا اس کی علت ہے)

اختیاری مطالعہ

ایک شبہ اور اس کا جواب | اِنَّهٗ كَانَ فی اهله مسرورًا کو کفار کی حالت کے ساتھ خاص کیا گیا حالاں کہ ہم تو مومنین کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل وعیال کے ساتھ نہایت خوش وخرم رہتے ہیں، فما الجواب؟ جواب یہ ہے کہ مومنین خوشی اور راحت کے وقت بھی فکرِ آخرت سے غافل نہیں رہتے، خود قرآن نے ان کا حال بیان کیا ہے کہ: اِنَّا كُنَّا فی اهلنا مشفقین یعنی ہم تو

اپنے اہل وعیال میں رہتے ہوئے بھی آخرت کا خوف رکھتے تھے، یاد رکھئے خوشی کی دو قسمیں ہیں (۱) بطور تکبر وتعلّی کے خوش ہونا۔ (۲) بطور قدرِ نعمت وشکرِ منعم کے خوش ہونا، اوّل مذموم ہے اور دوم مذموم نہیں۔

لغات کَادِحٌ (ف) اسم فاعل واحد مذکر (کام میں کوشش کرنے والا) کَدَحَ فی العمل کَدْحًا: کوشش کرنا، مشقت اٹھانا، (ای جاھِدٌ فی عملک[۱]) مُلَاقِیْ (مفاعلت) اسم فاعل واحد مذکر (جا ملنے والا) لاقاہٗ لِقَاءً وملاقاۃً: پانا، ملنا، ملاقات کرنا، مادہ لَقْیٌ ہے لَقِیَہٗ (س) لِقَاءً وتِلْقَاءً: پانا، ملاقات کرنا، اُوْتِیَ (افعال) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، اٰتٰی اِیتاءً، فلانا الشیئ: دینا، مادہ اَتْیٌ، اَتٰی (ض) اَتْیًا واِتْیانًا واِتْیًا: آنا، قریب ہونا، یمین، دایاں ہاتھ، جمع اَیْمُنٌ واَیْمان، یُحَاسَبُ (مفاعلت) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، حَاسَبہ مُحاسَبَۃً وحِسَابًا: حساب لینا[۲]۔ حسابًا مصدر از باب مفاعلت ونصر، یَسِیْرًا آسان، صفت مشبہ واحد مذکر از باب سمع وکرم، یَسِرَ الشّیئ (س) یَسَرًا: آسان ہونا، ویَسُرَ الشَّیئ (ک) یُسْرًا ویَسارَۃً: آسان ہونا، کم اور معمولی ہونا، یَنْقَلِبُ (انفعال) مضارع واحد مذکر غائب، اِنْقَلَبَ اِنْقِلَابًا: واپس ہونا[۳]۔ اَھْلِہٖ، گھر والے، بال بچے، مجازاً متعلقین پر بھی بولا جاتا ہے جمع اَھْلُوْنَ واَھَالٍ مَسْرُوْرًا، (ن) اسم مفعول واحد مذکر سَرَّ (ن) سُرُوْرًا ومَسَرَّۃً خوش کرنا[۴]۔ وراء (پیچھے) اس کے معنیٰ (آگے، پیچھے، سواء کے بھی آتے ہیں، اضداد میں سے ہے) ظَھْرٌ اسم جامد (پیٹھ) جمع اَظْھُرٌ وظُھُوْرٌ وظُھرانٌ، یَدْعُوا (ن) مضارع واحد مذکر غائب، دَعَا یَدْعُوْ (ن) دَعْوًا ودَعْوَۃً ودُعَاءً ودَعْوٰی پکارنا، طلب کرنا[۵]۔ ثبورًا (موت، ہلاکت) باب نصر کا مصدر ثَبَرَ فلانٌ (ن) ثَبْرًا وثُبورًا، ہلاک ہونا، ثَبَرَ فلانًا: ہلاک کرنا، (لازم ومتعدی) یصلٰی (س) مضارع واحد مذکر غائب، (سورہ انفطار میں بقیہ تحقیق گذر چکی ہے) سَعِیْرًا، (جہنم) فعیل بمعنیٰ مفعول ہے سَعَرَ النَّارَ (ف) سَعْرًا: آگ جلانا، سَعِیْرٌ کی جمع سُعُرٌ، ظَنَّ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، (بقیہ تحقیق سورۃ التطفیف میں) لن یَّحُوْرَ (ن) واحد مذکر غائب حَارَ (ن) حَوْرًا، لوٹنا۔ بلٰی دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک تو نفی ما قبل کی تردید کے لئے جیسا کہ آیت مذکورہ میں، دوسرے اس استفہام کے جواب میں جو نفی پر

---

[۱] کدح کے ایک معنی اور بھی ہیں اور اس وقت وہ متعدی ہوگا جیسے کَدَحَ وَجْہَہٗ فلانٌ (ف) کسی کا منہ نوچنا، اوپر بیان کردہ معنی میں وہ لازم ہے۔ قولہٗ کادحٌ الی ربک ای الی لقاء ربک۔

[۲] مجرد میں اس طرح استعمال ہے حَسَبَ المالَ (ن) حِسَابًا وحُسْبانًا: مال وغیرہ کا حساب کرنا، شمار کرنا، حَسِبَ الشیئ (س) حِسْبانًا: گمان کرنا، حَسُبَ الانسانُ (ک) حَسَبًا: شریف النسب ہونا، ہو حَسِیْبٌ جمع حُسَبَاء۔

[۳] قَلَبَ (ض) قَلْبًا: پلٹ دینا، لوٹا دینا، نیچے کا اوپر کرنا۔

[۴] سَرَّ سُرُوْرًا (ن) خوش ہونا، صفت مَسْرُوْرٌ، اَسَرَّہٗ اِسرارًا (افعال) خوش کرنا۔ (یعنی اگر خوش ہونے کا مفہوم ومعنی ادا کرنا ہو تو مجہول کا صیغہ لائیں گے اور اگر خوش کرنے کا مفہوم ادا کرنا ہو تو معروف کا صیغہ لائیں گے)

[۵] دَعَا لِفُلانٍ بصلۃ لام: کسی کے لئے خیر کی دعا کرنا، عَلٰی فُلانٍ بصلۃ علٰی، کسی کے لئے بد دعا کرنا۔

واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے الیس زیدٌ قائمًا، یا استفہام توبیخی ہو جیسے ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہٗ بلٰی قادرینَ علٰی اَنْ نسوِّیَ بنانہٗ، یا استفہام تقریری ہو جیسے الستُ بربکم قالوا بلٰی شہدنا، نعم اور بلٰی میں فرق یہ ہے کہ بلٰی اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو نفی کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور نَعَم مطلق استفہام کے جواب میں آتا ہے، اور ماقبل کی تصدیق کرتا ہے، جیسے اجاءَ زیدٌ، نعم ای جاء، اَمَا جاء زیدٌ، نعم ای ما جاءَ۔ بَصِیْرًا (ک) اسم فاعل، بَصُرَ (ک) بَصَرًا و بَصَارَۃً، بینا ہونا، بابصیرت ہونا، بَصِیْرٌ جمع بُصَرَآء۔

ترکیب یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ... یا حرف ندا، اَیُّ مبنی علی الضم محلاً منصوب، موصوف یا مبدل منہ ھا برائے تنبیہ بعوض مضاف الیہ، الانسانُ، صفت یا بدل، موصوف اپنی صفت سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر منادیٰ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کاف ضمیر اس کا اسم کادِحٌ صیغہ اسم فاعل اِلٰی رَبِّكَ متعلق، کَدْحًا مفعول مطلق، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ فا عاطفہ مُلاقیہ شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (محل رفع میں) (مُلاقیہ کی ضمیر کا مرجع یا تو کَدْحٌ ہے مضاف کی تقدیر کے ساتھ ای جزاء کدحہ جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے، یا پھر اس کا مرجع رَبّ ہے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ندا (لامحل لہا) ندا اپنے جواب ندا سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا[1]، (تفسیر مظہری میں ہے وجملۃُ یا ایہا الانسان مستانفۃٌ للوعد والوعید۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا... فاء استینافیہ (اعراب القرآن) اَمَّا حرف شرط وتفصیل مَنْ اسم موصول اُوْتِیَ فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل کِتٰبَہٗ مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ بیمینہٖ متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا (جو کہ شرط کے مشابہ ہے، بناء بریں خبر پر فا داخل ہے جو کہ قائم مقام جزا ہے) فاء رابطہ برائے جواب اَمّا سوف حرف استقبال یُحَاسَبُ فعل مجہول، ضمیر ھو نائب فاعل حسابًا یسیرًا، مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ یَنْقَلِبُ فعل، ضمیر ھو ذوالحال الی اھلہٖ ینقلبُ کا متعلق۔ مَسْرُوْرًا صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل (ضمیر ھو مستتر) سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، (جو کہ بمنزلہ جزا ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا... آیت مذکورہ کی طرح ترکیب ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا۔ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ

[1] یہ جملہ معطوف علیہ بھی مانا جاسکتا ہے اور مابعد معطوف یعنی فَاَمّا مَنْ اُوْتِیَ الخ اس وقت فاما مَنْ الخ کی فاء عاطفہ تفریعیہ ہوگی (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ) قولہ فملاقیہ یہ مبتدا محذوف اَنْتَ کی خبر بھی ہوسکتا ہے اب اس جملہ کا عطف اِنک کادِحٌ پر ہوگا اَیْ عطف الجملۃ علی الجملۃ اور پہلی شکل میں عطف المفرد علی المفرد ہوگا۔

یَّحُوْرَ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ھا ضمیر اس کا اسم کَانَ فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، فِی اَھْلِہٖ، مَسْرُوْرًا کا متعلق مقدم، مَسْرُوْرًا شبہ فعل، ضمیر ھو نائب فاعل، شبہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص مع اسم وخبر کے حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا (لامحل لہا) (یہ اپنے متصل ماقبل آیت کی تعلیل اول ہے) اِنَّہٗ ظَنَّ الخ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ظَنَّ فعل، ضمیر ھو فاعل، اَنْ مخففہ من المثقلہ ضمیر شان اس کا اسم (ای اَنَّہٗ) لَنْ یَّحُوْرَ فعل فاعل ہو کر اَنْ مخففہ کی خبر (حالت رفعی میں) اَنْ مخففہ اپنے اسم وخبر سے مل کر ظَنَّ کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا (یہ تعلیل ثانی ہے) بَلٰٓی اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا... بَلٰی حرف ایجاب (ای لِاِیجابِ ما بعد النفی) اَیْ بلٰی لَیَحُوْرَنَّ اَیْ یرجعُ الی اللہ، یہ معلل ہے اور اِنَّ رَبَّہٗ الخ اَیْ لِاَنَّ رَبَّہٗ الخ تعلیل ہے، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، رَبَّہٗ مرکب اضافی ہو کر اس کا اسم، کَانَ فعل ناقص، ضمیر ھو اس کا اسم، بِہٖ متعلق مقدم بصیراً کے، بَصِیْرًا صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لامحل لہا)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی ٭ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے ٭ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے ٭ کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے ٭

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کو پھر اس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے جس کا کچھ ذکر پہلے اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ میں آچکا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾" سو بعث بعد الموت متحقق ہونے کی بناء پر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی شفق وہ سرخی ہے جو آفتاب غروب ہونے کے بعد افقِ مغرب میں نمودار ہوتی ہے۔ "وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾" اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ کر جمع کر لیتی ہے وَسْقٌ کے اصل معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے ہیں، مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے ٹھکانوں پر سمٹ سمٹ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ "وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾" اور قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔ اِتَّسَقَ کا مادہ بھی وَسْقٌ ہی ہے جس کے معنی جمع کرنے اور سمیٹنے کے ہیں۔ لہٰذا قمر کے اتساق کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو جمع کر لے اور روشنی جمع مکمل طور پر جب ہوتی ہے جب وہ بدر یعنی پورا چاند بن جائے اور یہ چودھویں رات میں ہوتا ہے لہٰذا یہاں مرادی ترجمہ کیا گیا ہے کہ "جب وہ پورا ہو جائے" "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾" کہ تم لوگوں کو ضرور

ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے مثلاً دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے گذر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر احوالِ برزخ، پھر احوالِ قیامت، لہٰذا حساب کتاب اور پھر اعمال کی جزا وسزا سے ضرور واسطہ پڑے گا۔ (لَتَرْکَبُنَّ ، رکوبٌ سے مشتق ہے بمعنی سوار ہونا۔ یعنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے ملنا، اسی کو اس کے مرادی معنی پہنچنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور عَنْ چوں کہ بعد کے لیے بھی آتا ہے لہٰذا عبارت ہوگی طَبَقًا کَائِنًا بعد طبق۔ اب عن طبق کا معنی ہوا ایک حالت کے بعد، اور طبقاً عن طبق کا پورا ترجمہ ہوگا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر) واضح رہے کہ یا ایہا الانسان انک کادح الخ میں جنس انسان کو خطاب تھا، اور لَتَرْکَبُنَّ میں جمیع افراد کو خطاب ہے۔

مناسبت بین القسم والجواب | قسم اور جواب قسم میں مناسبت اس طرح ہے کہ جیسے رات کے احوال مختلف ہوتے ہیں کہ اولاً شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات ہوجاتی ہے تو سب سوجاتے ہیں پھر ایک رات دوسری رات سے قمر کی روشنی میں مختلف ہوتی ہے تو یہ سب مشابہ ہے اختلاف احوال بعد الموت کے نیز جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے تو اسی طرح موت سے عالم آخرت شروع ہوتا ہے پھر برزخ میں ٹھہرنا مشابہ ہے لوگوں کے سو رہنے کے، اور چاند کا پورا اور روشن ہونا مشابہ ہے حیات کے، بعد فنائے عالم کے۔

لغات فلا اُقْسِمُ (اس کی تحقیق سورۂ تکویر میں گذر چکی ہے) الشفق (اسم ہے اور اس کے معنی میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ شفق آسمان کی وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتی ہے، بعض نے کہا کہ وہ سفیدی ہے جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے، جمع اَشْفاق، امام راغبؒ نے فرمایا ہے کہ غروب شمس کے وقت دن کی روشنی اور رات کی سیاہی کی باہمی آمیزش "شفق" ہے، بغرض اختصار مزید اقوال بیان کرنے کو ترک کر رہا ہوں[1] اللیل رات، جمع لیالی، وَسَقَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، وَسَقَ الشیءَ (ض) وَسْقًا: سمیٹنا، جمع کرنا، اَلْقَمَر چاند، جمع اَقْمار، (تیسری تاریخ سے (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد سے آخر ماہ تک کا چاند[2] اِتَّسَقَ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب، اِتَّسَقَ القَمَرُ اِتِّسَاقًا: چاند کا پورا ہونا، (مراد بدر بن جانا، بیان القرآن) مادہ وَسْقٌ ہے جس کی تحقیق ابھی ابھی گذری ہے، بمعنی اکٹھا کرنا، اور روشنی اسی وقت اکٹھی ہوتی ہے جب چاند پورا ہوجائے اس لئے اِتَّسَقَ میں مرادی معنی کردئے گئے، (اس کی اصل اِوْتَسَقَ ہے تائے افتعال سے پہلے فاء کلمہ واؤ واقع ہوا اس کو تائے افتعال سے بدل کر ادغام کردیا) لَتَرْکَبُنَّ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ، باب سمع سے مضارع معروف جمع مذکر حاضر، رَکِبَ الشیءَ وعلیہ وفیہ (س) رُکُوْبًا ومَرْکَبًا: سوار ہونا، (المراد بالرکوب الملاقاۃ) (لَتَرْکَبُنَّ کی اصل لَتَرْکَبُوْنَنَّ تھی، نون جمع کو چند نون جمع ہونے کی بناء پر حذف کردیا، پھر واؤ کو بوجہ اجتماع ساکنین (واؤ اور نون اول) حذف کردیا (جلالین)

---

[1] قولہ الشَّفَقُ شَفِقَ (س) شَفَقًا: مہربان ہونا۔

[2] قولہ القمر قَمَرَ (ن) قَمْرًا: فخر یا کسی کے مقابلہ میں غالب آنا، شاید چاند کو قمر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی روشنی ستاروں کی روشنی پر غالب آتی ہے پہلی دو یا تین تاریخوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔

طَبَق اسم بمعنی حال، درجہ، حالت، طبق دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہوگیا کہ جو دوسرے حال کے مطابق ہو، یہاں یہی معنی مراد ہے، علمائے لغت کی ایک جماعت طَبَقٌ کو طَبَقَۃٌ کی جمع بتلاتی ہے، اور بعض کے خیال میں یہ اسم جنس جمعی ہے جو واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے (القاموس الوحید میں اس کی جمع اَطْباق و طِباق لکھی ہے) (اسم جنس جمعی وہ ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد جمع میں تا کی وجہ سے امتیاز ہو یا یائے نسبتی کی وجہ سے جیسے ثَمر کہ اس کا واحد ثَمَرَۃٌ ہے اور رومٌ شبہ جمع کہ اس کا واحد رومیٌّ ہے بمعنی رومیوں میں کا ایک۔

ترکیب فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ... فاء تفریعیہ یا فصیحہ اَیْ اِذا تَحَقَّقَتِ الرجوع بالبعثِ (اعراب القرآن، روح المعانی) دوسرا قول یہ ہے کہ فاء استینافیہ بھی ہوسکتا ہے (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) لا زائدہ اُقسِمُ فعل ضمیر انا فاعل با حرف جر الشفق معطوف علیہ واؤ حرف عطف اللیل معطوف علیہ معطوف واؤ عاطفہ ماوسق اسم موصول مع صلہ کے معطوف علیہ معطوف واؤ عاطفہ القمر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقسم کے متعلق اذا ظرفیہ مضاف اتسق جملہ ہوکر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ہوکر ظرف ہوا القمر سے پہلے مضاف محذوف کا، اَیْ عظمۃ القمر کیونکہ کسی چیز کی قسم کھانا اس چیز کی عظمت پر دلالت کرتا ہے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم لترکبن الخ لام قسمیہ، ترکبن فعل ضمیر واؤ فاعل طبقاً موصوف عن طبق[۱] متعلق مجاوزاً یا کائناً کے ہوکر صفت (اَی طبقاً مجاوزاً لطبق اَیْ حالاً بعد حالٍ، عَنْ لفظ بَعْدُ کے مترادف ہوکر بھی استعمال ہوتا ہے اس وقت ترجمہ ہوگا ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر) موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ[۲]، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ یا شرطِ مقدر کی جزا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٢٠ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝٢١ بَلِ الَّذِيْنَ

سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے • اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے • بلکہ یہ

---

[۱] **الفوائد: قولہ** طبقاً عن طبق، عن تین قسم پر ہے، اول یہ کہ وہ حرف جر ہے اور اس کے دس معانی ہیں، (۱) برائے مجاوزت جیسے رَمیتُ السہم عن القوس (۲) برائے بدل جیسے واتقوا یوماً لاتجزی نفسٌ عن نفسٍ شیئاً، (۳) برائے استعلاء جیسے فاِنّما یبخلُ عن نفسہ، (۴) برائے تعلیل جیسے وما کان استغفار ابراھیم لأبیہ الاّ عن مَوْعدۃٍ، (۵) لفظ بَعْدُ کے مترادف جیسے لترکبن طبقاً عن طبق، (۶) برائے ظرفیت، (۷) لفظ مِنْ کے مرادف جیسے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ، (۸) برائے استعانت جیسے رمیتُ عن القوس، (۹) زائدہ جو کہ دوسرے مَن کے موجود ہونے کی بناء پر محذوف ہوگا، (۱۰) باء کے معنی میں جیسے وما ینطق عن الھویٰ ای بالھوٰی، دوسرے معنی عن کے یہ ہے کہ وہ حرف مصدری ہے اسی وجہ سے بنی تمیم اَعْجَبَنِی اَنْ تفعل کو عن تفعل کہتے ہیں، تیسرے معنی یہ ہے کہ وہ جانب کے معنی میں ہوتا ہے جیسے ہدایۃ النحو میں ہے مِنْ عَنْ یمینہٖ اَیْ عن جانبہ الخ

[۲] یا پھر عن طبقٍ ظرف مستقر ہوکر لترکبن کی ضمیر سے حال اَیْ لترکبن طبقاً مجاوزین لطبقٍ اَو کائنین بعد طبقٍ۔

كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

کافر تکذیب کرتے ہیں • اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں • سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے • لیکن جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾

ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں •

تشریح ماقبل میں غافل انسان کو نہایت واضح انداز میں سمجھایا گیا تھا کہ موت کے بعد مختلف احوال سے دوچار ہونا پڑے گا، لہٰذا جب قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان خوف کرتا اور ایمان لے آتا مگر نہ جانے ان کو ہوا کیا، کہ ایمان نہیں لائے فرمایا: " فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ " سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے انکے عناد کی حد یہ ہے کہ " وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾ " اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے یعنی اطاعت وفرماں برداری نہیں کرتے یَسْجُدُوْنَ کا مصدر سجود اور سَجْدَۃٌ ہے، اور اس کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں، کنایۃً اطاعت کرنا مراد ہوتا ہے۔ لایسجدون میں سجدہ سے سجدۂ اصطلاحی مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اطاعت وفرماں برداری کرنا مراد ہے[1]۔

" بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ " بلکہ یہ کافر تکذیب کرتے ہیں یعنی بجائے سر تسلیم خم کرنے کے یہ کافر لوگ قرآن کی الٹی تکذیب کرتے ہیں۔ " وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ " اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (یعنی اعمال بد کا ذخیرہ) " فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ " لہٰذا جب ان کم بختوں کا یہ حال ہے تو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے (بَشِّرْ تبشیر سے بنا ہے اور تبشیر کے معنی اچھی خبر سنانے کے ہیں مگر یہاں بطور تہکم واستہزا بری خبر دینے کو مجازاً تبشیر فرمایا، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے تحیۃُ بینھم ضربٌ وَجِیْعٌ انکا آپس کا سلام دردانگیز ضرب ہے۔ لیکن اہل ایمان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ ارشاد ہوتا ہے " اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾ " لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔ یعنی آخرت میں انکو ایسا اجر ملے گا جو کبھی موقوف اور ختم نہیں ہوگا۔

فائدہ جمہور محدثین کے نزدیک ایمان امورِ ثلاثہ کے مجموعہ کا نام ہے، تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان، اور آیت میں وعملوا الصلحت کے اندر عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں ہے بلکہ سبب کے طور پر ہے کہ اعمال صالحہ کے سبب ان کو ختم نہ ہونے والا اجر وثواب ملے گا (بیان القرآن)

لغات لا یومنون (افعال) سے مضارع منفی جمع مذکر غائب، آمَنَ بہ: ایمان لانا، یقین کرنا، آمَنَ فلاناً: امن

[1] اگر اس سے اصطلاحی سجدہ مراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماع امت مراد نہیں ہوسکتا اور سلف وخلف میں کوئی اس کا قائل نہیں۔

دینا، پارہ ۲۸ سورۃ الحشر میں مؤمن اسی سے ہے جو کہ اسماء حسنیٰ سے ہے۔ اَلْقُرْآن مصدر از باب فتح، اللہ کی کتاب کا خاص نام جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، دیگر کتب سماویہ کا نام قرآن نہیں (مزید تحقیق در نجوم الحواشی: ص ۸) لا یسجدون (ن) مضارع منفی جمع مذکر غائب، سَجَدَ (ن) سُجُوْدًا: زمین پر پیشانی رکھنا، سر جھکانا، کَفَرُوْا (ن) ماضی معروف جمع مذکر غائب، کَفَرَ (ن) کُفْرًا و کُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا، یُکَذِّبُوْن، باب تفعیل سے مضارع مثبت جمع مذکر غائب، کَذَّبَ فُلَانًا: جھٹلانا، (مجرد کا استعمال گذر چکا) اَعْلَمُ (س) اسم تفضیل واحد مذکر، عَلِمَ (س) عِلْمًا: جاننا یُوْعُوْن (افعال) مضارع مثبت جمع مذکر غائب، اَوْعَی الشیئَ اِیْعَاءً: محفوظ کرنا، جمع کرنا، ذہن میں رکھنا، وعی یَعِیْ (ض) وَعْیًا الشیئَ: برتن میں جمع کرنا، الحدیثَ: بات یا حدیث کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن میں رکھنا، (دراصل یُوْعِیُوْنَ تھا، ضمہ یاء پر ثقیل ہونے کی بناء پر یاء کو ساکن کر دیا گیا اور ضمہ ماقبل کو دیدیا اس کی حرکت زائل کرکے، پھر یا کو بوجہ التقاء ساکنین حذف کر دیا) بَشِّرْ (تفعیل) امر واحد مذکر حاضر، بَشَّرَ بکذا تَبْشِیْرًا: خوشخبری دینا، یہاں بطور تہکم واستہزاء بری خبر دینے کو مجازًا تبشیر فرمایا[1] عَذَاب تَعْذِیب (تفعیل) سے اسم مصدر، بمعنی سزا، دکھ، عَذَّبَهٗ: عذاب دینا[2] اَلِیْم بروزن فعیل ہے اور یہ مُؤلِم اسم فاعل کے معنی میں ہے تکلیف دینے والا، مشتق من الایلام باب افعال) تکلیف دینا، لہٰذا عذابٌ الیمٌ کا ترجمہ ہوگا، تکلیف دینے والا عذاب، دردناک عذاب، (مزید تحقیق در اختیاری مطالعہ)

الصّٰلِحٰت (اچھے عمل) باب نصر وکرم سے اسم فاعل جمع مؤنث، صَلَحَ (ن، ک) صَلَاحًا و صُلُوْحًا: ٹھیک ہونا، نیک ہونا[3]، اَجْرٌ ثواب، بدلہ، جمع اُجُوْرٌ، اَجَرَ فلانًا علی کذا (ن) اَجْرًا و اُجُوْرًا: مزدوری دینا، اَجَرَ اللّٰہُ عَبْدَہٗ: اجر دینا، غَیْرُ سوائے، نہیں، تفصیل در "مشکل ترکیبوں کا حل مع قواعد ونکات" ممنون (ن) اسم مفعول واحد مذکر، (مضاعف ثلاثی) مَنَّ الشیئَ (ن) مَنًّا: کاٹنا، کم کرنا، لہٰذا غیر ممنون کا ترجمہ ہوا جو کبھی کم نہ ہو، اس کو کاٹا نہ جائے۔ (مَنٌّ کے دوسرے معنی ہیں احسان کرنا)

---

[1] بَشَرَ بِہٖ (ن) بَشْرًا: خوش ہونا، بکذا: خوش کرنا، بَشِرَ بِہٖ (س) بِشْرًا: خوش ہونا، بَشُرَ (ک) بَشَارَۃً: حسین وخوب رو ہونا، ہو بَشِیْرٌ جمع بُشَرَاء، ہی بَشِیْرَۃٌ جمع بَشَائِر۔

[2] عَذَبَ فلانًا عن الشیئ (ض) عَذْبًا: روکنا، باز رکھنا، شیخ ابو الطیب اہل اشتقاق سے ناقل ہیں کہ عذاب کلام عرب میں عَذْبٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں لہٰذا عذاب کو عذاب بایں مناسبت کہتے ہیں کہ وہ سزا یافتہ کو دوبارہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور آب شیریں کو عَذْب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے۔

[3] قرآن میں صرف ایک جگہ لفظ صالحات نیک عورتوں کے لئے مستعمل ہے ارشاد ہے فالصلحٰتُ قانتاتٌ باقی تمام مقامات میں اس کے معنی نیکیوں کے ہیں۔ اور اسی معنی میں اس کا استعمال غالب ہوگیا لہٰذا اب یہ کسی موصوف کی صفت واقع ہونے میں اسم جامد کی طرح ہوگیا اور اس صورت میں اس کا الف لام اسم موصول کے معنی میں بھی نہ ہوگا، بلکہ جنسی ہوگا، مگر جنس کے جملہ افراد مراد نہیں کیوں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو نیک اعمال کے ہر ہر فرد کو بجالائے یعنی نماز، روزہ، حج، عمرہ، صدقہ خیرات، صلہ رحمی وصف اخلاق، اطعام طعام وایتاء زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔

ترکیب فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ... فا فصیحہ (اعراب القرآن، اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) اور شرط مقدر ہے ای اِذا کان حالہم یوم القیمۃ کما اُشیرَ (روح المعانی) مَا اسم استفہام (برائے تعجب) بمعنیٰ ایُّ شیئٍ مبتدا (ای ای شیئ لہم حال کونہم غیر مومنین ای ای شیئ یمنعہم من الایمان باللّٰہ تعالیٰ ورسولہ وما جاء بہ) لام حرف جر ھُمْ ذوالحال (وھو فی حکم المفعول) لا یومنون جملہ ہوکر معطوف علیہ (محل نصب میں) واو حرف عطف اِذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف، قُرِئَ فعل مجہول علیہم قُرِئَ کے متعلق القرآن نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر شرط اور یہ ظرف ہے اپنے جواب وجزا لایسجدون کا (لایسجدون ای لا یخضعون) (قولہ لا یسجدون لا محل لہا جوابُ شرطٍ غیر جازم) پھر شرط وجزا مل ملا کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال یعنی ھُمْ ضمیر سے حال، اور عامل اس کے اندر معنیٰ فعل ہے ایْ ما یصنعُون، (تفسیری مظہری) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ثَبَتَ محذوف کے ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط مقدر کی جزا (لا محل لہا) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (جلالین کے حاشیہ اور روح المعانی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے، کہ اس فاء کو عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ... بَلْ برائے اضراب انتقالی (ماقبل کے مضمون سے منتقل کرنے کے لئے، ای ھُمْ لایُطیعون بل الذین کفروا یکذبون، روح المعانی میں اس طرح ہے وھو انتقالٌ عن کونہم لا یسجدون عند قرأتہ الی کونہم یکذبون بہ صریحًا) الذین کفروا، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، یُکَذِّبون جملہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واوٗ حرف عطف اللّٰہُ مبتدا اَعْلَمُ صیغہ اسم تفضیل (بمعنیٰ عالمٌ اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) باء جارہ مَا اسم موصول یُوْعُوْنَ جملہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اسم تفضیل کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف[1]، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ فا فصیحہ (روح المعانی اور شرط مقدر ہے ای اذا کان حالہم ما ذکر فبشرھم) بَشِّرْ فعل ضمیر انت فاعل، ھم ضمیر مستثنیٰ منہ باجارہ عذاب الیم مرکب توصیفی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق بَشِّرْ کے، اِلّا حرف استثناء الذین اسم موصول آمنوا وعملو الصلحٰت معطوف ومعطوف علیہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ منقطع، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط مقدر اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا، (فبشّر کی فا عاطفہ برائے ترتیب بھی مانی جاسکتی ہے) لہم متعلق کائنٌ کے ہوکر خبر مقدم (وقُدِّمَ للتخصیص) اجرٌ موصوف، غیرِ ممنونٍ مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا

[1] قولہ واللّٰہ اعلم الخ یہ جملہ حالیہ بھی ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی)

اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ)[۱]

اختیاری مطالعہ

تحقیقِ انیق الیمٌ کے بارے میں کچھ تو بضمن لغات لکھ دیا گیا دوسرا قول یہ ہے کہ الیمٌ اسم مفعول یعنی مُؤلَمٌ کے معنی میں ہے تکلیف دیا ہوا، لہٰذا عذابٌ اَلیمٌ کا ترجمہ ہوگا وہ عذاب جو تکلیف میں مبتلا ہو، اب سوال پیدا ہوگا کہ تکلیف تو اس کو ہوتی ہے جس کو عذاب دیا جارہا ہو نہ کہ خود عذاب کو، جواب یہ ہے کہ اس طرح مبالغۃً کہہ دیا، یعنی اس کو مبالغۃً عذاب کی صفت بنادیا گیا، درحقیقت یہ معذّب کی صفت ہے، اور مبالغہ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ تکلیف وَاَلَمْ اپنی انتہا کو پہنچ گیا، یہاں تک کہ وہ تکلیف معذّب سے عذاب کی طرف سرایت کرگئی (جلالین پارہ:۱، رکوع:۲، حاشیہ) اور زمخشری کا قول یہ ہے کہ الیمٌ بروزن فعیلٌ صفت مشبہ ہے (مُفْعِلٌ کے معنی میں نہیں ہے) اور اَلِمَ (س) اَلَمًا کے معنی ہے، درد ہونا، تکلیف میں ہونا، ترجمہ ہوگا وہ عذاب جو تکلیف میں مبتلا ہو، اب پھر وہی سوال ہوگا کہ تکلیف میں مبتلا تو صاحبِ عذاب ہوتا ہے نہ کہ خود عذاب تو جواب یہ ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے نہ کہ اسناد حقیقی اور وجہ اس اسناد کی مبالغہ ہے اور یہ وصف الشیء بوصف صاحب الشیء کے ضابطہ کے تحت ہے۔

سورۃُ الْبُرُوْج　مکّیّۃ

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَ الْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی ● اور وعدہ کیے ہوئے دن کی ● اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے ● کہ خندق والے یعنی

الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّ هُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ

بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے ● جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے ● اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کررہے تھے اس

بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۸﴾

کو دیکھ رہے تھے ● اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوارِ حمد ہے ●

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ﴿۹﴾

ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ شانہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ●

---

[۱] **قولہ** اِلَّا الَّذِینَ الخ اگر اِلَّا کو لکنْ کے معنی میں لیا جائے تو الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت مبتدا ہوگا اور مابعد اس کی خبر اور جملہ مستانفہ ہوگا۔ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ) اور اگر عبارت اس طرح مانیں الا الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت منہم تو یہ اب مستثنیٰ متصل بن جائے گا) (اعراب القرآن، روح المعانی)

قولہ غیر ممنون، ضمیر، اضافت کے باوجود نکرہ ہی رہتا ہے اس لئے یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔ (مزید نکات در "مشکل ترکیبوں کا حل")

ربط اوپر کی سورتوں میں فریقین یعنی کفار و مومنین کی جزاوسزا کا بیان تھا اس سورت میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کو جو ایذائیں پہنچی تھی اس پر مسلمانوں کو تسلی دی گئی، اور کفار کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

تشریح وشان نزول: اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے، ایک کافر بادشاہ تھا (یہ یمن کا بادشاہ تھا جس کا نام حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یوسف ذونواس ہے اس کا زمانہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے ستّر سال پہلے ہے) اس بادشاہ کے پاس ایک کاہن تھا (کاہن اس کو کہا جاتا ہے جو شیاطین کے ذریعہ یا نجوم کے آثار کے ذریعہ کچھ مستقبل کی غیبی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو بتائے) اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھلادوں چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا (اس کا نام عبد اللہ بن تامر تھا) اس کے راستہ میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا، اور اس زمانہ میں دین عیسیٰ علیہ السلام ہی دین حق تھا، وہ لڑکا اس راہب کے پاس آنے جانے لگا اور خفیہ مسلمان ہو گیا، ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جائے، اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کے لگا اور وہ ہلاک ہو گیا، لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، چنانچہ کسی اندھے نے سنا تو آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جائیں، لڑکے نے کہا بشرطیکہ تو مسلمان ہو جائے، چنانچہ اس نے یہ بات قبول کر لی، لڑکے نے دعا کی تو وہ اندھا اچھا ہو گیا اور مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو راہب کو اور اس لڑکے کو اور نابینا کو گرفتار کر کے بلایا، اس نے راہب اور نابینا کو تو قتل کرا دیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر لے جا کر اس کو گرا دیا جائے مگر جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا، پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا مگر وہ اس سے بھی بچ گیا، اور جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ سب ڈوب گئے، پھر لڑکے نے از خود بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو بسم اللہ کہہ کر تیر مارو تو میں مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا، پھر اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے، چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے (بعض روایات میں ان کی تعداد بارہ ہزار ہے اور بعض میں اور زیادہ) پس اس سورت میں ان پر غضب الٰہی نازل ہونے کا بیان قسم کے ساتھ فرمایا ہے۔

فائدہ اس لڑکے نے اپنے مرنے کی تدبیر بتلائی حالانکہ یہ اہلاک نفس ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا یا تو اس شریعت میں جائز ہوگا یا پھر لڑکے کی یہ اجتہادی غلطی ہے (بیان القرآن)

واقعہ: عبد اللہ بن تامر جس جگہ مدفون تھا وہ زمین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی ضرورت سے کھودی گئی تو ان کی لاش اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ تیر لگنے کی جگہ یعنی کنپٹی پر رکھا ہوا ہے، کسی دیکھنے والے نے ان کا

ہاتھ ہٹایا تو زخم سے خون جاری ہوگیا پھر ویسے ہی رکھ دیا تو خون بند ہوگیا ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس میں لکھا ہوا تھا، اللہ ربی، یمن کے حاکم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی آپ نے جواب میں لکھا کہ ان کو اس کی ہیئت پر انگوٹھی سمیت اسی طرح چھپا دو جیسے پہلے تھے (ابن کثیر)

"وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ "قسم ہے برجوں والے آسمان کی (بُروج برجٌ کی جمع ہے بمعنی بلند عمارت، شاندار محل، دراصل بروج کے لغوی معنیٰ ظاہر اور نمایاں ہونے کے ہیں لہٰذا یہاں بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں کیوں کہ وہ بالکل ظاہر اور نمایاں ہوتے ہیں اور ہم سب کو خوب اچھی طرح نظر آتے ہیں، حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک، حسن بصری، قتادہ اور جمہور مفسرین کا یہی قول ہے) "وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾" اور وعدہ کئے ہوئے دن کی، اور حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے ترمذی کی مرفوع[1] حدیث میں ہے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور شاھد سے مراد جمعہ کا دن ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے، شاہد کے معنی ہے حاضر ہونے والا، تو چوں کہ جمعہ کا دن خود آتا ہے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر رہتے ہیں اس لیے شاہد سے جمعہ کا دن مراد لیا، اور مشہود کے معنی ہے جس میں حاضری ہو، تو چوں کہ یوم عرفہ میں حجاج کرام اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں اس لیے مشہود سے مراد یوم عرفہ لیا۔

آگے جواب قسم ہے: "قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾" کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے (اُخدود کے معنی خندق کے ہیں، جمع اَخادید اور النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ مرکب توصیفی ہو کر الاخدود سے بدل اشتمال ہے، اور قُتِلَ بمعنی لُعِنَ یعنی قتل کے لازمی معنی مراد ہے یعنی ملعون ہونا، رحمتِ خداوندی سے دور ہونا) "اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ "جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے یعنی کفار لوگ کہ وہ اس ظلم وستم کے انتظام اور نگرانی میں آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ "وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾" اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے شُهُودٌ، شاهدٌ کی جمع ہے جیسے: قعودٌ قاعدٌ کی جمع ہے اور شاہد کا معنی ہے حاضر ہونے والا۔ لہٰذا شهودٌ کے معنی ہوئے حاضر ہونے والے اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے اس لیے حضرت تھانویؒ نے شهودٌ کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، اس صورت میں علی بمعنی مع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم وستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے ایسا نہیں کہ مسلمانوں پر جو ستم ڈھایا جا رہا تھا وہ اس سے غافل ہوں۔ دیکھئے کس قدر سنگ دل کہ دیکھ کر بھی رحم نہ آیا پس یہ سنگ دلی علل لعنت سے ہے۔ (ان کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے مومنین کی تسلی ظاہر ہے کہ جس طرح یہ کافر مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہے ہیں اسی طرح وہ بھی گرفتارِ لعنت ہوں گے خواہ اس کا اثر دنیا میں ہی مرتب ہو جیسے غزوۂ بدر وغیرہ میں کفار مقتول ومخذول ہوئے، یا صرف آخرت میں جیسا کہ عام کفار کے لیے یقینی ہے۔"

[1] مرفوع وہ حدیث ہے جو حضور ﷺ تک پہنچے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''
اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا، بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو
زبردست سزاوارحمد ہے، ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی (خدا پر ایمان لانا ہی کفار کی نظروں میں عیب
تھا اور مانند کانٹے کے کھٹکتا تھا، حالاں کہ اپنے پالن ہار پر ایمان لانا کوئی عیب اور خطا کی بات نہیں، پس بلا خطا ہی ان
بے چاروں پر ظلم کیا، اس لیے وہ لوگ ملعون ہوئے) آگے ظالموں کے لیے عام وعید اور مظلوموں کے لیے عام وعدہ
ہے کہ ''وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہے لہٰذا مظلوم کی مدد کرے گا اور
ظالم کو سزا دے گا، آئندہ آیات میں یہی مضمون آرہا ہے۔

مناسبت بین القسم والجواب والسماء ذات البروج الخ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی، ان سب
سے اللہ تعالیٰ کا تمام مکانوں اور زمانوں کا مالک ہونا ظاہر ہے، اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والوں کا مستحق
عذاب وگرفتارِ لعنت ہونا ظاہر ہے۔

لغات السماء (تحقیق گذر چکی) ذات ذو کا مؤنث بمعنی والا، والی، صاحب، جمع ذَوَات[1]۔ البروج (برجیں)
بُرْجٌ کی جمع، اس کے معنی بلند عمارت اور محل کے ہیں (جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہاں بڑے بڑے ستارے
ہیں) لغوی معنی بروج کے ظہور کے ہیں (المراد بالبروج النجوم العظام وانّما سمّیت بروجًا لظهورها، کذا قال
الحسن ومجاهد وقتادہ، تفسیر مظہری، روح المعانی) بعض دوسرے ائمہ تفسیر نے اس سے مراد وہ محلات لئے
ہیں جو آسمان میں پہرہ داروں اور نگراں فرشتوں کے لئے مقرر ہیں۔ الموعود (ض) اسم مفعول واحد مذکر، وعدہ کیا ہوا،
وَعَدَ يَعِدُ (ض) وَعْدًا وعِدَةً: وعدہ کرنا (مراد قیامت کا دن ہے) شاهد (حاضر ہونے والا) (س) اسم فاعل واحد
مذکر، شَهِدَ المَجْلِسَ (س) شُهُوْدًا: حاضر ہونا، شَاهِدٌ کی جمع شُهُوْدٌ واَشْهَادٌ[2]۔ مَشْهُوْدٌ (جس میں حاضری ہو مراد
یوم عرفہ، بعض کے نزدیک یوم القیامۃ مراد ہے) (س) اسم مفعول کا واحد مذکر (طریقۂ استعمال ابھی ابھی گذر چکا)

نوٹ: شاہد ومشہود کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں دیکھئے روح المعانی، اَصحابُ صاحب کی جمع ہے، والے (دوسرے معنی
ہیں ساتھی، صَحِبَ صُحْبَةً وصحابةً (س) ساتھ رہنا) اَلْاُخْدُوْدُ خندق، کھائی، جمع أخادید، خَدَّ الأرضَ (ن)
خَدًّا: زمین پھاڑنا، النّار، آگ، جمع نِيرانٌ وأنْوُرٌ۔ الوقود اسم بمعنی ایندھن (القاموس الوحید) وَقَدَتِ النّارُ (ض)
وَقْدًا ووُقُوْدًا وقِدَةً: آگ جلنا، قُعود قاعدٌ اسم فاعل کی جمع، قَعَدَ (ن) قُعُوْدًا، کھڑے ہوئے کا بیٹھنا[3]۔ شُهُوْدٌ

[1] جمع کا استعمال جیسے جَنّاتٌ ذَوَاتُ أفْنَانٍ اور ولمن خاف مقام ربه جنّتٰن ذَوَاتا أفنان میں ذوات، ذات کا تثنیہ ہے۔ کیوں کہ لفظ ذات دراصل
ذَوَيَةٌ ہے، یا متحرک ما قبل مفتوح یا کو الف سے بدل دیا پھر واو جو عین کلمہ ہے بوجہ کثرت استعمال حذف کر دیا ذات ہو گیا۔

[2] مزید استعمال ملاحظہ ہو شَهِدَ (س) وشَهُدَ (ک) شَهادةً: گواہی دینا شاہد کے معنی گواہ اور دلیل کے بھی آتے ہیں اور شاہد کی جمع شُهَدٌ وشُهَّدٌ بھی
آتی ہے اور غیر عاقل کی جمع شواهد۔ طلبۂ عزیز کی سہولت کے پیش نظر احقر نے صرف دو جمع بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[3] قعود اور جلوس میں تھوڑا سا فرق ہے قعود میں طول مکث کی قید ہے اور جلوس مطلق مکث کا نام ہے، اسی وجہ سے اپاہج آدمی کو مُقْعَدْ کہا جاتا ہے۔

شاھدٌ کی جمع، اور شاہد کے معنی ابھی ابھی گذر چکے ہیں حضرت تھانویؒ نے شہود کا ترجمہ دیکھنے سے کیا ہے، تو اس وقت اس آیت میں علی بمعنی مع ہوگا اور شہود بمعنی حضور، یعنی حاضر و موجود، (حضور حاضر کی جمع ہے) اور کسی جگہ حاضر رہنا گویا اس معاملہ کو دیکھنا ہی ہے۔ ما نَقَمُوْا (ض) ماضی منفی جمع مذکر غائب، نَقَمَ منه الْاَمْرَ (ض) نَقْمًا و نُقُوْمًا: کسی کی کوئی بات پسند نہ کرنا، عیب نکالنا، العزیز (زبردست) بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعِلٌ ہے، صیغۂ مبالغہ ہے (لغات القرآن) عَزَّ فلانٌ (ض) عِزًّا و عِزَّةً: طاقتور ہونا، صاحب عزت ہونا، عَزِیْزٌ کے اور بھی دیگر معانی آتے ہیں[1] جمعه اَعِزَّةٌ و اَعِزَّاءُ و عِزَازٌ، الحَمِیْد، بروزن فَعِیْلٌ، صفت مشبہ بمعنی مفعولٌ یعنی محمود، سزاوار حمد، حَمِدَہٗ (س) حَمْدًا: تعریف کرنا، مُلک اسم بمعنی سلطنت، مَلَکَ الشیئَ (ض) مِلْکًا: مالک ہونا، السمٰوٰت، واحد سماءٌ (آسمان) الارض، زمین، جمع اَرْضُوْنَ، اَرَاضِ، کُلٌّ، تمام، سب۔ شَیْئٌ موجود چیز، جمع اشیاء، شَهِیْدٌ بمعنی حاضر، خوب باخبر، بروزن فَعِیْلٌ ہے بمعنی فَاعِلٌ اوزان مبالغہ سے ہے، شَهِدَ (س) شهودًا (حاضر ہونا، اور حاضر ہونا علم اور خبر رکھنے سے کنایہ ہوتا ہے اس لیے شهیدٌ کے معنی ہوں گے خوب واقف و باخبر۔ (دوسرا معنی ہے راہ خدا میں مارا جانے والا، جمع شہداء و اَشهاد)

فائدہ قوله شهیدٌ: حق تعالیٰ کے اسماء میں شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو، جب مطلق علم کا اعتبار ہو تو اللہ تعالیٰ علیم ہیں، اور اگر امور باطنہ کا خیال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ خبیر ہیں، اور اگر امور ظاہرہ کی طرف نسبت ہو تو اللہ تعالیٰ شہید ہیں، اور کبھی اس معنی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ قیامت میں خلق پر گواہ ہوگا۔

ترکیب وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ... واوٌ جارہ قسمیہ السماء موصوف ذاتِ البروج مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ واوٌ حرف عطف الیوم الموعود مرکب توصیفی ہو کر معطوف علیہ معطوف واوٌ حرف عطف شاھدٍ معطوف علیہ معطوف، واوٌ حرف عطف مشھودٍ معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقْسِمُ فعل محذوف کے متعلق، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اور جواب قسم کے متعلق اختلاف ہے، جو حاشیہ نمبر (۲) میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جوابِ قسم قُتِلَ اصحٰبُ الاخدود الخ ہے اس وقت لام اور قَدْ محذوف ہوگا، ای لَقَدْ قُتِلَ اَصْحٰبُ الاخدود الخ (کیونکہ جب ماضی مثبت متصرف جس کا معمول اس پر مقدم نہ ہو، جوابِ قسم بنے تو اس کے شروع میں لام اور قَدْ کا آنا ضروری ہے اِلاَّ یہ کہ طولِ کلام کا خوف ہو، لہٰذا اگر طولِ کلام کا خوف ہو تو پھر لام اور قَدْ میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے جیسے والشمس وضحٰها کا جواب قد افلح الخ ہے) الغرض اگر جواب قسم قُتِلَ اصحٰبُ الاخدود الخ ہو تو اب یہ جملہ، جملہ خبریہ ہوگا، نہ کہ جملہ دعائیہ انشائیہ[2]۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ......

---

[1] عزیزٌ کے معنی، سخت، کمیاب، معزز، محبوب، حاکم مصر کا قدیم لقب کے بھی آتے ہیں۔

[2] بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم اِنَّ بطش ربک لشدید ہے، اس وقت قسم اور جواب قسم کے درمیان تمام جملے معترضہ مانے جائیں گے دوسرا قول یہ ہے کہ جواب قسم محذوف ہے ای اِنَّ الجزاء لواقع علی الکافرین۔

قُتِلَ فعل، اَصۡحٰبُ مضاف الۡاُخۡدُوۡدِ مبدل منہ النار موصوف (ای النار فیہ) ذاتِ الوقود مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر بدل اشتمال، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کرنائب فاعل، اِذۡ مضاف هُمۡ مبتدا، علیھا[1] جار مجرور متعلق مقدم قُعودٌ کے (قعودٌ، قاعدٌ اسم فاعل کی جمع) قُعُوۡدٌ اپنے متعلق مقدم سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ (فی محل جر) وَهُمۡ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ شُهُوۡد... واؤ عاطفہ ھُم مبتدا علی جارہ ما موصولہ یفعلون بالمومنین جملہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر شُھو دٌ کے متعلق مقدم، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، (فی محل جر) وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ... واؤ حرف عطف، مانقموا فعل، واؤ ضمیر فاعل، منھم (ای من المومنین) جار مجرور متعلق فعل مذکور کے، اِلاَّ اداۃِ حصر ملغیٰ، اَنۡ ناصبہ یُؤۡمِنُوا فعل وفاعل با حرفِ جار اللہ موصوف العزیز صفت اول الحمید صفت ثانی، الذی اسم موصول لَهٗ جار مجرور متعلق ثابتٌ کے ہوکر خبر مقدم ملك مضاف السمٰوٰت والارض معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر یُؤۡمِنُوۡا کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہوکر نَقَمُوۡا کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف[2] معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر اِذۡ کا مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا قُتِلَ کا، فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جوابِ قسم۔[3] وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ... واؤ استینافیہ، (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اللہ مبتدا، علی کل شیئٍ متعلق مقدم شہیدٌ کے، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

البلاغۃ: **قولہ** وما نقموا منھم الاّ ان یومنوا الخ یہ آیت توکید المدح بما یشبہ الذم کے قبیل سے ہے وھو اَنۡ یُستثنٰی من صفۃِ ذمٍّ منفیۃ صِفۃُ مَدۡحٍ۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ

جنھوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے

---

[1] قولہ علیھا، بعض نے کہا ہے کہ مضاف مقدر ہے آیٔ علی حافاتہا، جمہور نے کہا کہ مراد تو یہی ہے مگر تقدیر عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔

[2] قولہ وما نقموا الخ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ما نَقَمُوۡا سے پہلے ھُم مقدر ہے تاکہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہوجائے۔ (روح المعانی)

[3] قولہ وما نقموا الخ میں اَنۡ یومنوا کو ترکیب میں بدل اور مستثنیٰ بھی بنایا جاسکتا ہے آیٔ وما نقموا منھم شیئاً الاّ اَنۡ یُؤۡمِنُوۡا الخ وصیغۃ المضارع "ان یومنوا" بمعنی الماضی بقرینۃ نقموا ای لِاَنۡ آمنوا (تفسیری مظہری)

عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

لئے جلنے کا عذاب ہے • بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾

جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے •

تشریح یہاں سے ظالموں کے لیے عام وعید اور مظلوموں کے لیے عام وعدے کا ذکر ہے۔فرمایا: ''اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾'' جنھوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔ یہ ان ظالموں کی سزا کا بیان ہے جنھوں نے مسلمانوں کو صرف ان کے ایمان کی بناء پر آگ کی خندق میں ڈال کر جلایا تھا کہ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے یعنی سانپ بچھو، طوق، زنجیریں، حمیم، غساق وغیرہ، اور سب سے بڑھ کر جلنے کا عذاب ہے اس لیے اس کو بطورِ خاص فرمایا، حریق باب نَصَرَ کا مصدر ہے بمعنی جلانا، اور جب کسی چیز کو جلایا جائے گا تو یقیناً وہ جلے گی اسی لیے حضرت تھانویؒ نے اس کا لازمی ترجمہ کر دیا کہ ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے، اور اضافت بیانیہ ہے[1]۔

ثم لم یتوبوا کی قید کا فائدہ | یعنی یہ عذاب ان لوگوں پر پڑے گا جو اپنے فعل پر نادم ہو کر تائب نہیں ہوئے، اس میں ان لوگوں کو توبہ کی طرف دعوت دی گئی، جنھوں نے یہ حرکت مذمومہ انجام دی تھی، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اللہ کے اولیاء کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا اور حق تعالیٰ اس پر بھی ان کو توبہ اور مغفرت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، واقعی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آ جاتے ہیں کہ ؎

میری خوخطا تری خوعطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

آگے مومنین کے حق میں ارشاد ہے جن میں مظلوم بھی آ گئے کہ ''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ'' بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (یعنی جنت کے اندر ایسے ایسے باغات و محلات ہیں جن کے نیچے نہریں

---

[1] معارف القرآن میں لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا جملہ پہلے ہی جملہ کی تاکید و بیان ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس دوسرے جملہ یعنی ولہم عذاب الحریق میں ان کی اسی دنیا میں سزا کا ذکر ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو انھوں نے آگ کی خندق میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تو تکلیف سے اس طرح بچا لیا کہ آگ کے چھونے سے پہلے ہی ان کی روحیں قبض کر لی گئیں آگ میں مردہ جسم پڑے، پھر یہ آگ اتنی بھڑک اٹھی کہ خندق کی حدود سے نکل کر شہر میں پھیل گئی اور ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے اس آگ نے جلا دیا صرف بادشاہ یوسف ذونواس بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لیے اپنے کو دریا میں ڈال دیا، اس میں غرق ہو کر مرا۔ (بحوالہ مظہری)

جاری ہوں گی) ''ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ⑪ '' یہ بڑی کامیابی ہے (یعنی دنیا کی تکلیفوں سے نہ گھبراؤ بڑی کامیابی مومنین ہی کے لیے ہے، آپ خود فیصلہ کرو کہ ایک طرف تو انسانوں کا وہ گروہ جس کے لیے ہمیشہ جلانے والا عذاب ہے اور دوسری طرف انسانوں کی وہ جماعت جس کے لیے ایسے محلات اور باغ کہ جن میں ہر طرف نہریں دوڑ رہی ہیں، فیصلہ کیجئے کامیاب کون ہوا، اور گھاٹے میں کون رہا؟)

نکتہ: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ الخ کے اندر فا نہیں لائی گئی جیسے اس سے پہلی آیت فَلَهُمْ عَذَابُ الخ میں لائی گئی، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اعطائے جنت اور ثوابِ آخرت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے عمل پر اس کا ترتب نہیں ہے۔

لغات فَتَنُوا۔ (ض) ماضی معروف جمع مذکر غائب، فَتَنَ فلاناً، (ض) فَتْنًا وفُتُوْنًا: تکلیف دینا، (والمرادُ ھٰهنا حرقوهم بالنار والعربُ تقول فَتَنَ فلانٌ الدينارَ إذا ادخلهُ الكورَ لينظر جودتَهٗ) المُؤْمِنِيْنَ۔ باب افعال سے اسم فاعل جمع مذکر، المُؤْمِنٰتِ۔ باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث لَمْ يَتُوْبُوا۔ نفی جحد بلم در فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب، تابَ (ن) توبًا وتوبةً ومَتابًا: توبہ کرنا[1]۔ عَذَابٌ۔ (سورہ انشقاق میں فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ اليمٍ، میں تحقیق گذر چکی) جهنّم۔ جہنم، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام، غیر منصرف ہے۔ الحَرِيْقِ۔ حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے جلنا، لہٰذا اس ترجمہ کے اعتبار سے یہ مصدر ہے اور روح المعانی میں بھی اس کی صراحت ہے، حَرَقَ (ن، ض) حَرْقًا، وحَرِيْقًا، جلانا، جھلس دینا۔ (مصباح)[2] (لازمی معنی ہے جلنا) عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (سورۂ انشقاق کے آخر میں دونوں کی تحقیق گذر چکی) تَجْرِیْ (ض) مضارع معروف واحد مذکر غائب، جَرَی (ض) جَرْيًا وَجَرَيَانًا: جاری ہونا، تحت، اسم بمعنی نیچے (ظرفِ مکان) الانهارُ نہریں، واحد نَهْرٌ، نَهَرٌ، (ف) نَهْرًا: زور سے بہنا، الفَوْزُ مصدر از باب نصر، فَازَ (ن) فوزًا ومَفَازًا ومفازةً: کامیاب ہونا، (الفوز بمعنی کامیابی حاصل مصدر ہے) الكَبِيْرُ (ک) صفت مشبہ، کَبُرَ (ک) کِبَرًا: شان میں بڑا ہونا، کَبِیْرٌ کی جمع کِبَارٌ[3]۔

ترکیب اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ۔۔۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول فَتَنُوا فعل، ضمیر واؤ فاعل المومنین والمومنات معطوف و معطوف علیہ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف لم یتوبوا فعل فاعل ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم، فا زائد

---

[1] دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عزم کا نام توبہ ہے، مقولہ ہے التوبةُ تُذهبُ الحوبةَ توبہ گناہ کو مٹا دیتی ہے، تاب اللّٰہ علی عبدہ: معاف کرنا، توبہ کی توفیق دینا، فاللّٰہ توابٌ والعبدُ تائبٌ، قرآن میں ہے اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ تائب، بمعنی توبہ کنندہ، تواب بمعنی بہت توبہ کرنے والا (بندہ) (۲) توبہ کی توفیق دینے والا، معاف کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

[2] لغات القرآن میں ہے کہ حریق بروزن فعیلٌ صفت مشبہ ہے بمعنی فاعلٌ (آگ) حَرَقَ النارُ (ن) حَرْقًا: جلانا۔

[3] کَبُرَ (ن) کُبْرًا: عمر میں بڑا ہونا، کَبِرَ (س) کِبَرًا، عمر رسیدہ ہونا ھو کبیرٌ جمع کِبارٌ۔

مشابہ برابطہ کیونکہ اسم موصول میں شرط کے معنی کی جھلک ہے، لھم ثابتٌ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذابُ جھنم مرکب اضافی ہو کر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لھم ثابتٌ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، عذابُ الحریق مرکب اضافی ہو کر مبتدا موخر، (عذابِ جہنم کے بعد عذاب الحریق تخصیص بعد التعمیم ہے) مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا (لامحل لہا) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین آمنوا وعملو الصلحت اسم موصول صلہ سے مل کر اسم اِنَّ. لھم متعلق ہو کر خبر مقدم جنتٌ تجری مِنْ تحتھا الانھار، مبتدا موخر (جنّٰتٌ موصوف، تجری الخ جملہ ہو کر صفت الانھرُ فاعل تجری کا) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا، ذالك الفوز الخ ذٰلك مبتدا (ای ماذکر) الفوز الکبیر مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (لامحل لہا)

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾

آپ کے رب کی دار و گیر بڑی سخت ہے • وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا • اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے •

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۶﴾

عرش کا مالک، عظمت والا ہے • وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے •

تشریح: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾ سے پہلی آیات میں دو مضمون تھے (۱) کفار کے لیے جہنم ہونا (۲) مومنین کے لیے جنت ہونا، اب یہاں سے اللہ تعالیٰ اس مضمون سابق کے مناسب اپنے بعض افعال وصفات ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾" آپ کے رب کی دار و گیر بڑی سخت ہے پس کفار پر سزائے شدید اور ان کے لیے عذابِ جہنم اور عذاب حریق ہونا کوئی بعید نہیں۔

سوال: بَطْشَ کے معنی سخت گرفت اور پکڑ کے ہیں تو پھر آیت مذکورہ میں لفظ شدید اس کا وصف کیوں لایا گیا؟

جواب: لفظ شدید لا کر یہ واضح کر دیا کہ اللہ کی پکڑ کئی گنا سخت اور انتہائی دل آزار و جگر خراش ہوگی خود رب ذوالجلال نے فرمایا فیومئذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ (پارہ: ۳۰) (روح بتغییر یسیر)

"اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ﴿۱۳﴾" وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔ لہٰذا مجرم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مرنے سے قصہ تمام ہو جائے گا اور ہمارا تو نام ونشان بھی ختم ہو جائے گا، لہٰذا سزا کس کو ہوگی اور کس کی بات،

"وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾" یہاں سے وعدۂ مومنین کی تقریر و وضاحت ہے۔ اور وہی

بڑا بخشنے والا، بڑی محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک، عظمت والا ہے۔ (پس ایمان والوں کی مغفرت کردے گا اور ان کو اپنا محبوب بنائے گا)

نوٹ: آخری دو لفظ یعنی ذوالعرش اور مجید کا تعلق گو عذاب دینے اور ثواب دینے دونوں سے ہوسکتا ہے لیکن یہاں ذوالعرش اور مجید کے مقابل بطش ہے، جس کا تعلق سزائے کفار سے ہے، تو اب اس قرینہ سے ذوالعرش اور مجید کا تعلق ثوابِ مومنین سے ہوگا۔ آگے ثواب اور عذاب دونوں کے اثبات کے لیے فرمایا۔ "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾" وہ جو چاہے سب کچھ کرگزرتا ہے اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں اس کی یہ شان بادشاہی رات دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لہٰذا اس کے انعام پر مغرور نہ ہونا چاہیے اور نہ انتقام سے بے خوف۔

لغات بَطْش (پکڑ، پکڑنا، دارو گیر) مصدر از باب ضَرَبَ، بَطَشَ (ض) بَطْشًا: سخت گیری کرنا۔ (بَطْش بمعنی پکڑ، دارو گیر، حاصل مصدر ہے) شَدِيْدٌ سخت، مضبوط، باب ضرب سے صفت مشبہ، شَدَّ الشیئ (ض) شِدَّةً: سخت ہونا، مضبوط ہونا، جمع: اَشِدَّاء وشِدَادٌ۔ يُبْدِئُ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، باب افعال (اِبداء) سے فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب، اَبْدَءَ الشیئ: پیدا کرنا، بَدَءَ (ف) بَدْءًا: پیدا کرنا۔ يُعِيْدُ باب افعال (اعادۃ) سے فعل مضارع واحد مذکر غائب، اَعَادَہٗ: لوٹانا، دوبارہ کرنا، عَادَ اِلَيْهِ (ن) عَوْدًا: لوٹنا (مادہ عَوْدٌ ہے) اَلْغَفُوْرُ صیغۂ مبالغہ از باب ضَرَبَ، بڑا بخشنے والا۔ غَفَرَ (ض) غَفْرًا وغُفْرَانًا ومَغْفِرَةً: معاف کرنا۔ الوَدُوْدُ صیغۂ مبالغہ از باب سمع، بڑی محبت کرنے والا، وَدَّہٗ (س) وُدًّا ومَوَدَّةً: محبت کرنا۔ ذُوْ والا، صاحب، اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے، ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے[1]۔ العرش (سورۃ التکویر میں اس کی تحقیق گذر چکی) المجید عظمت والا، صفت مشبہ، از باب کرم، مَجُدَ (ک) مَجَادَةً، باعظمت ہونا، ھو مجیدٌ جمع: اَمجاد[2]۔ فَعَّالٌ صیغۂ مبالغہ، خود مختاری سے کام کرنے والا، از باب فتح فَعَلَ الشیئ (ف) فَعْلًا وفِعَالًا: کرنا، بنانا، کام کرنا۔ يُرِيْدُ باب افعال سے مضارع واحد مذکر غائب، اَرَادَ الشیئ اِرَادَةً: چاہنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں[3]۔

ترکیب اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بَطْشَ رَبِّكَ مرکب اضافی ہوکر اسم لام مزحلقہ برائے تاکید شدیدٌ خبر، پھر جملہ مستانفہ اِنَّهٗ ھو الخ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ھو، مبتدا یُبْدِئُ فعل بافاعل (مفعول بہ محذوف ہے اَیْ الخلق) جملہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ یُعِیْدُ فعل بافاعل جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ ہوکر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ

---

[1] ذُوْ اور صاحب میں فرق یہ ہے کہ ذُوْ تابع کی طرف مضاف ہوتا ہے اور صاحب متبوع کی طرف جیسے ابوہریرہؓ صاحب النبی بولتے ہیں۔

[2] مَجَدَ (ن) مَجْدًا: بلند کردار ہونا، باعزت وباعظمت ہونا، شریف ہونا، ھو ماجدٌ، مَجَدَ فلانًا: کسی سے عزت وشرافت میں بڑھ جانا۔

[3] رَادَتِ الدابۃُ (ن) رَوْدًا: مویشیوں کا چراگاہ میں گھومنا۔

بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ حرف عطف ھو مبتدا الغفورُ خبر اول الودودُ خبر ثانی ذو العرش مرکب اضافی ہوکر خبر ثالث المجیدُ خبر رابع فعّالٌ لما یریدُ خبر خامس، یا مبتدا محذوف ھو کی خبر (لام جارہ ما یرید اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار مجرور متعلق فعّالٌ صیغہ اسم مبالغہ کے) مبتدا اپنی اخبار خمسہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ[1] (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ میں إنّہ ھو یبدیٔ الخ کو جملہ تعلیلیہ لکھا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، لہٰذا یہ جملہ ماقبل میں بیان کردہ دونوں مضمونوں کی تعلیل ہوجائے گا)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾

کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے • یعنی فرعون اور ثمود کا • بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں •

وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو اِدھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے • بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے • جو لوح محفوظ میں ہے •

تشریح یہاں سے مومنین کے لیے مزید تسلی اور کفار پر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے لیے بعض خاص مغضوبین کا حال دریافت فرماتے ہیں تفسیر ملاحظہ ہو: ''هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾'' کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا۔ فرعون اور قوم ثمود کی طوطی بولتی تھی یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ زمین پر ہمارے مقابل کون آسکتا ہے، ایسا طنطنہ اور دبدبہ تھا اور دعویٰ تھا کہ ہم چنیں دیگرے نیست، مگر انجام کیا ہوا سنو! فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا گیا، اور قوم ثمود کے چند افراد کو بچالیا گیا اور باقی قوم کو موت کی نیند سلا دیا گیا، لہٰذا ان لشکروں کے عبرت ناک انجام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قدرت رکھتے ہیں اور کس طرح سے کفار اور دشمنانِ اسلام کو کیفر کردار تک پہنچاتے ہیں، اس سے مومنین کو تسلی حاصل کرنی چاہیے کہ ان کو ستانے والے بھی بخشے نہیں جائیں گے، اور کفار کو ڈرنا چاہیے مگر کفار عذاب سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ''بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾'' بلکہ یہ کافر تکذیب میں ہیں یعنی قرآن کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ کان کھول کر سن لیں کہ بالآخر وہ لوگ اس کی سزا ضرور بھگتیں گے کیوں کہ ''وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ'' ''اور اللہ تعالیٰ ان کو اِدھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے لہٰذا یہ لوگ اس کے قبضۂ قدرت اور عقوبت سے بچ نہیں سکتے، ''بَلْ هُوَ

[1] **قولہ** فعّال لما یرید علامہ زمخشریؒ نے فعّالٌ لما یریدُ کو مبتدا محذوف ھو کی خبر مانا ہے تاکہ بطش بالأعداء اور غفر اور ودّ بالاولیاء کی وضاحت ہوجائے۔ (روح المعانی) اور الودود، ذوالعرش، المجید کے متعلق یہ بھی جائز ہے کہ یہ تینوں الغفور کی صفات ہوں۔

نکتہ: ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہوسکتی ہیں، لہٰذا اگر تعدد صرف لفظاً ہو جیسے الرّمّان حلوٌ حامضٌ (انار کھٹا میٹھا ہے) ای مُزّ، فھما بمنزلۃ اسم واحد تو اس وقت دو خبروں کے درمیان میں حرف عطف لانا درست نہیں، اور اگر تعدد لفظاً اور معناً دونوں طرح ہو جیسے زیدٌ کاتبٌ شاعرٌ تو اس صورت میں حرف عطف لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہے۔

قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝۲۱ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲ ''بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جولوح محفوظ میں ہے۔لہٰذا ان لوگوں کے جھٹلانے سے کوئی ضرر اور فرق نہیں آئے گا اور نہ ہی قرآن ایسی چیز ہے کہ جوجھٹلانے کے قابل ہو بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جولوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جس میں تغیر وتبدل کا احتمال اور امکان نہیں، اور قرآن شریف لوح محفوظ سے نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے لہٰذا ایسی حالت میں تکذیب قرآن بلاشبہ جہالت ہے۔

لغات اَتٰی اور حَدِیْثُ (دونوں کی تحقیق سورۃ النازعات میں گذر چکی) اَلْجُنُوْدِ واحد اَلْجُنْدُ فوج، لشکر۔ فِرْعَوْنَ (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی) ثمود حضرت صالح کی قوم کا نام، لفظ ثمود کو بعض عجمی بتلاتے ہیں، اور چونکہ یہ قبیلہ کے معنی میں ہے اس لئے مؤنث بھی ہے تو اب یہ غیر منصرف ہوگا گویا اس میں علیت بھی ہے اور تانیث بھی[1]۔ کَفَرُوْا (ن) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۂ انشقاق میں گذر چکی) تَکْذِیْب باب تفعیل کا مصدر (مزید تحقیق سورۂ انشقاق میں بل الذین کفروا یکذّبون کے تحت گذر چکی) وراء آگے، پیچھے، سوائے، اسم برائے ظرف، اضداد میں سے ہے۔ مُحِیْطٌ گھیرنے والا، (افعال) اسم فاعل واحد مذکر، اَحَاطَ اِحَاطَۃً: گھیرنا، حَاطَ (ن) حَوْطًا: گھیرنا۔ قُرْاٰنٌ (سورۂ انشقاق کے آخر میں اس کی تحقیق گذر چکی) مَجِیْدٌ باعظمت (چند آیات قبل ذو العرش المجید کے تحت تحقیق گذر چکی)[2] لَوْحٍ تختی، جمع اَلْوَاحٌ۔ مَحْفُوْظٍ (س) اسم مفعول واحد مذکر، حَفِظَ الشیئَ (س) حِفْظًا: حفاظت کرنا[3]۔

ترکیب هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ... هَلْ حرف استفہام برائے تقریر (یا استفہام برائے تعجب، ویجوز ان یکون بمعنی قد) اتٰك فعل مع مفعول بہ، حدیث مضاف الجنود مبدل منہ فرعون وثمود بدل (ای جنود فرعون) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ مستانفہ۔ (استیناف فیہ تقریر لکونہ تعالی فعالاً لما یرید وتسلیۃ لہ ﷺ بالاشعار بانہ سیصیب کفرۃ قومہ ما اصاب الجنود، روح المعانی[4])

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ... بل حرف اضراب انتقالی اور بل سے پہلے بیان القرآن کی تفسیر کے اعتبار سے یہ عبارت محذوف مانی جاسکتی ہے ای لایخاف الکفار العذاب بل الخ الذین کفروا اسم موصول صلہ سے مل کر

---

[1] اگر ثمود عربی لفظ ہوتو یہ ثَمَدٌ سے مشتق ہوگا، ثمد بارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو گڑھے میں جمع ہوجائے، اور سردی میں باقی رہے اور گرمی میں سوکھ جائے چونکہ اس قوم میں پانی کی کمی تھی اس لئے وہ ثمود کے نام سے موسوم ہوئی۔ (لغات القرآن)

[2] قرآن چونکہ تمام مکارم دنیویہ واخرویہ کو حاوی ہے، نیز تعبیر اور بیان میں یگانہ ہے، اچھوتے اسلوب کا حامل ہے، اسلئے وہ مجید ہے

[3] لوح محفوظ جس کو ام الکتاب بھی کہا گیا ہے، کیا ہے اور کیسی ہے؟ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پس مراد اللہ تعالی کی علمی کتاب ہے جس میں ہر چیز موجود ہے اور یہ کتاب بقول بغوی، شیاطین کی دسترس اور ہر تغیر سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جو باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ آنکھ سے نظر نہیں آسکتیں۔

[4] قولہ فرعون وثمود الخ الجنود مبدل منہ جمع ہے اور فرعون واحد، تو مطابقت نہ رہی، لہٰذا ایک جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہو ای جنود فرعون اور ایک احتمال یہ ہے کہ مضاف محذوف نہ ہو بلکہ فرعون سے مراد قوم فرعون ہو اور اس کے متبوع ہونے کی وجہ سے اسکے ذکر پر اکتفا کرلیا گیا ہو، اور ایک احتمال یہ ہے کہ بدل فرعون وثمود کا مجموعہ ہے نہ کہ معطوف ومعطوف علیہ میں سے ہر ایک، مگر یہ خلاف ظاہر ہے یا پھر اَعْنِیْ فعل محذوف ہے جس کی وجہ سے فرعون وثمود منصوب ہے، روح المعانی

مبتدا، فِي تَكْذِيبٍ، ثابتون شبہ فعل کے متعلق، اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ... واؤ عاطفہ اللہ مبتدا من وراءھم من حرف جار وراءھم مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار مع مجرور متعلق مقدم مُحِيْطٌ کے اور وہ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف[1] معطوف علیہا اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ (بعض کتابوں میں اس طرح ہے بَلْ حرفِ اِضراب ای اِضرابٌ اِنتقالِیٌّ عَنْ مُمَاثَلَتِهِم ای لیسوا مثلهم بل الذین کفروا من قومک اشدُّ منهم) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ... بَلْ حرف اضراب (أی إنتقال عن الإخبار بشدّة تکذیبهم وعدم ارعوائهم إلی وصف القرآن للإشارة إلی أنّه لاریب فیه ولا یضرّهٗ تکذیب هؤلاء بل هو قرآن الخ) هُوَ مبتدا قرآن موصوف مجید صفت اول فی جارہ لوح محفوظ (أی محفوظ من وصول الشیاطین إلیه) مرکب توصیفی ہوکر مجرور، جار مجرور ثابتٌ کے متعلق ہوکر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ بل سے پہلے لا یضرّہٗ تکذیب ھٰؤلاءِ مقدر ماناجائے۔ (روح)

اجراء فرعون وثمود عزیزم آپ اجراء کرتے وقت یہ تو ضرور کہیں گے کہ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں اور غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی، لہٰذا ان دونوں پر تنوین نہیں آئی، مگر یہ بات ضرور یادرکھیں کہ غیر منصرف پر جس تنوین کا آنا منع ہے وہ تنوین تمکن ہے، لہٰذا دیگر تنوین غیر منصرف پر آسکتی ہے، دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص ۱۸۰، نکتہ نمبر: ۱۲۸ اور تنوین کی پانچ قسمیں ملاحظہ ہوں مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۵۷ پر۔

سورۃ الطّارق　مکّیّۃ

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۝۱ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے ● اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے ● وہ روشن ستارہ ہے ●

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یادرکھنے والا مقرر نہ ہو ● تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ● وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا

دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

گیا ہے ● جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے ● وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے ●

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ۝۱۰

جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی ● پھر اس انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا ●

[1] قوله والله من ورائهم الخ یہ جملہ، جملہ معترضہ بھی ہوسکتا ہے اور فی تکذیب کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہوسکتا ہے۔

ربط سورتِ سابقہ میں مومنین کے لیے تسلی کے ساتھ ساتھ کفار کے لیے عذابِ خداوندی کی وعید کا ذکر تھا۔ اور وعید وعذاب کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اعمال اور برے کرتوت محفوظ ہوں اور قیامت بھی واقع ہو جہاں ان برے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی لہٰذا اس سورت میں اعمال کا محفوظ رہنا اور بعث بعد الموت یعنی قیامت کا امکان ووقوع اور بعث کی دلیل یعنی قرآن کا حق ہونا مذکور ہے اور سورتِ سابقہ کے اخیر میں بھی قرآن کا حق ہونا مذکور تھا یعنی بل ھو قرآنٌ مجیدٌ الخ.

تشریح وشان نزول: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور چمکدار ستارہ کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر انسان پر ایک حافظ یعنی ایک نگراں مقرر ہے جو اس کے اچھے برے تمام اعمال کو جانتا اور لکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اعمال پر محاسبہ ہونے والا ہے۔

شان نزول: تفسیر مظہری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے روٹی اور دودھ سے اُن کی تواضع کی آپ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا جس کی چمک سے وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی ابو طالب نے گھبرا کر کہا یہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تارا ہے جو کسی شیطان کے مارا گیا تھا اور یہ قدرت خداوندی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ابو طالب کو یہ سن کر تعجب ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اشارہ اس طرف ہے کہ ان نشانیوں اور دلائل سے کام لے کر صحیح راستہ یعنی دین اسلام کی طرف آنا چاہیے کیوں کہ ہر عمل پر محاسبہ ہونے والا ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۝۱'' قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے۔ طارق کے معنی رات کو آنے والے کے ہیں، ستارے چوں کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو نمودار ہوتے ہیں اس لیے ستارہ کو طارق فرمایا اور خود قرآن نے اس کی تفسیر کردی کہ ''وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳'' اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے، وہ روشن ستارہ ہے۔ نَجْم کے معنی ستارہ اور ثَاقِبْ کے معنی روشن اور چمکدار کے ہیں، اور قرآن نے کوئی ستارہ متعین نہیں کیا اس لیے ہر ستارہ اس کا مصداق ہوسکتا ہے جب کہ بعض حضرات مفسرین نے نجم سے خاص ستارہ ثریا یا زحل مراد لیا ہے۔ آگے جواب قسم ہے ''اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴'' کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو اِنْ نافیہ ہے اور لَمَّا بمعنی اِلَّا ہے جو قبیلۂ ہذیل کی لغت میں استثناء کے معنی دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر کوئی حافظ نہ ہو یعنی ہر شخص پر نگراں فرشتہ مقرر ہے جو کاتب اعمال ہے لہٰذا ان اعمال پر محاسبہ بھی ہوگا۔

نکتہ: اس آیت میں لفظ حافظ اگر چہ مفرد ہے مگر مراد جنس ہے اور جنس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا سورۃ الانفطار کی آیت وان علیکم لحافظین میں حافظین صیغۂ جمع سے اس کا کوئی تعارض نہیں رہا۔

قسم وجواب قسم میں مناسبت اس قسم کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت موجود ومحفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص طور سے شب میں ہوتا ہے اسی طرح اعمال نامۂ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ظہور

ان کا خاص قیامت میں ہوگا اوران پر محاسبہ ہوگا لہٰذا انسان کو فکر آخرت کرنی چاہیے۔'' فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ ''اوراگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا تو محال ہے۔تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا، بے جان قطرۂ منی سے،توجس خدا نے انسان کو اوّل مرتبہ نطفہ سے پیدا کر دکھایا تو وہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ توانسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے آگے خود جواب دیتے ہیں کہ'' خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ۝ ''وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے،صلب اور ترائب یعنی پشت اور سینہ چوں کہ بدن کی دوطرفیں ہیں اس لیے کنایہ پورے بدن سے ہوسکتا ہے اور چوں کہ الفاظِ قرآن میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہیں اس لیے آیت کا یہ مطلب بے تکلف ہوسکتا ہے کہ نطفہ مرد وعورت دونوں کے سارے بدن سے نکلتا ہے اور سارے بدن کی تعبیر آگے پیچھے کے دو اہم اعضا سے کر دی گئی یعنی سامنے کے حصہ میں سینہ اور پیچھے کے حصہ میں پشت سب سے اہم اعضا ہیں[1]۔عام طور سے مفسرین نے من بین الصلب والترائب کا یہ مفہوم لیا کہ نطفہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے نکلتا ہے۔

ماءدافق کی مراد آیت کے اندر پانی سے مراد منی ہے خواہ صرف مرد کی یا مرد وعورت دونوں کی،اور دافق سے مراد ہے اچھلنے والا،اور عورت کی منی میں اندفاق یعنی اچھلنا مرد کی منی کے برابر نہ سہی لیکن کچھ اندفاق ضرور ہوتا ہے،اور رہا یہ سوال کہ جب مرد وعورت دونوں کی منی مراد ہو تو لفظ ماء کو مفرد کیوں لایا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ دونوں مادّے مل کر شیٔ واحد کے مثل ہوجاتے ہیں۔

'' اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ ''وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔اِنَّہٗ کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع خالق ہے اور خالق اگرچہ لفظاً مذکور نہیں مگر خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ سے اس کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے اور رَجْع کے معنی لوٹا دینے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردینے کے ہیں۔خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب خالق کائنات نے انسان کو پانی کی ایک بوند یعنی نطفۂ بے جان سے پیدا کر دکھایا جب کہ نطفہ سے انسان بنادینا زیادہ عجیب ہے،بہ نسبت انسان کو دوبارہ بنانے کے تو وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے کما قال تعالیٰ: وھو الذی یبدأ الخلق ثم یُعِیْدُہٗ وھو اَھْوَنُ عَلَیْہِ اور انسان دوبارہ کب پیدا ہوگا سنئے:'' يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ ''جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی۔تبلیٰ کے لفظی معنی امتحان لینے اور آزمانے کے ہیں،سرائر،سریرۃ کی جمع ہے بمعنی بھید،پوشیدہ باتیں،لفظی ترجمہ ہوگا''جس دن بھیدوں کا امتحان لیا جائے گا اور امتحان میں چوں کہ آدمی کی قلعی کھل جاتی ہے یعنی اس کی اچھائی،برائی اور حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے

---

[1] اعضائے انسانی کے ماہر اطباء کی بھی یہی تحقیق ہے کہ نطفہ درحقیقت انسان کے ہر ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچہ کا ہر عضو اس جزءِ نطفہ سے بنتا ہے جو مرد وعورت کے اسی عضو سے نکلا ہے البتہ دماغ کو اس معاملہ میں سب سے زیادہ دخل ہے اس لیے مشاہدہ ہوتا ہے کہ جماع کی کثرت کرنے والے اکثر ضعف دماغ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

اس لیے ترجمہ کیا گیا کہ جب سب کی قلعی کھل جائے گی اور سب کی قلعی یعنی جمع کا ترجمہ اس لیے کیا کہ لفظ سرائر جمع ہے۔ یعنی سب پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی خواہ وہ عقائد باطلہ ہوں یا نیاتِ فاسدہ یا کچھ اور۔ ”فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰“ پھر انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا یعنی جب سب کے راز فاش ہوں گے اور سب کا امتحان لیا جائے گا تو اس وقت انسان کو نہ تو خود عذاب کو دفع کرنے کی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا جو عذاب کو دفع کر دے۔

لغات السَّمَآءِ: آسمان، جمع: السمٰوٰت۔ الطَّارِقِ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ، (ن) اسم فاعل واحد مذکر، طَرَقَ النجمُ (ن) طُرُوقًا: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا[۱]۔ النَّجْمُ کوئی ستارہ، جمع: النجوم، الثَّاقِبُ چمکنے والا (ن) اسم فاعل واحد مذکر، ثَقَبَ الکوکبُ (ن) ثُقُوبًا و ثَقَابَۃً: ستارے وغیرہ کا چمکنا[۲]۔ نَفْسٌ (شخص) جمع: نُفُوسٌ (مزید تحقیق سورہ انفطار کے اندر یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَیْئًا کے تحت) لَمَّا بمعنی إلا ہے، جو قبیلہ ہذیل کی لغت میں استثناء کے لئے آتا ہے۔ حَافِظٌ یاد رکھنے والا، (س) اسم فاعل واحد مذکر، حَفِظَ فی البال (س) حِفْظًا: یاد رکھنا۔ فَلْیَنْظُرِ (ن) امر واحد مذکر غائب، نَظَرَ إلیہ (ن) نظرًا: دیکھنا[۳]۔ الانسانُ آدمی، جمع: اناسیّ (مزید تحقیق در رکوع ۵) مَآءٌ پانی، جمع مِیَاہٌ۔ دَافِقٍ اچھلنے والا اسم فاعل واحد مذکر (بمعنی مدفوق ہے، ورنہ دفقٌ کے معنی اچھالنے کے ہیں یا پھر فاعل کا یہ صیغہ نسبت کے لئے ہے جیسے لابنٌ (ای ذی دفقٍ) اور یہ اسم فاعل واسم مفعول دونوں پر صادق ہے) دَفَقَ الماءَ ونحوَہٗ (ن) دَفْقًا: پانی گرانا، زور سے ڈالنا۔ (مزید وضاحت ”در اختیاری مطالعہ“) یَخْرُجُ (ن) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَرَجَ (ن) خُرُوجًا: نکلنا۔ بَیْنِ درمیان، ظرف مکان۔ الصُّلْبِ پشت جمع اَصْلَابٌ[۴]۔ التَّرَآئِبِ تَرِیبَۃٌ کی جمع ہے، سینہ کی ہڈیاں، یا سینہ کا وہ حصہ جہاں ہار پڑا رہتا ہے، (ترائب کو جمع اور صلب کو واحد لانا شاید اس نکتہ سے ہو کہ ترائب سے دو چیزوں کا تعلق ہے یعنی قلب اور کبد کا اور مافوق الواحد پر جمع کا اطلاق آجاتا ہے، اور صلب سے صرف ایک چیز کا تعلق ہے یعنی دماغ کا[۵]۔ رَجْعِ مصدر از باب ضرب، لوٹانا، (دوسرا معنی بارش، جیسا کہ والسماء ذات الرجع میں آرہا ہے) رَجَعَ الشیء (ض) رَجْعًا و رُجُوعًا: لوٹانا، رَجَعَ الشیئُ،

---

۱ علامہ آلوسی رقمطراز ہیں کہ طارق دراصل طَرْقٌ سے اسم فاعل ہے جس کے معنی اتنی زور سے ٹکر مارنے کے ہیں کہ اس کی آواز سنائی دے، اسی سے مِطْرَقَہ بمعنی ہتھوڑا مستعمل ہے، پھر یہ لفظ شب میں آنے والے کے لئے مختص ہوگیا کیونکہ وہ اکثر اوقات دروازہ بند پا کر اس کو پیٹتا ہے پھر اس کو اتنی وسعت دی گئی کہ ہر رات میں آنے والے کے لئے استعمال ہونے لگا خواہ وہ کچھ بھی ہو، اب یہاں جمہور کے نزدیک رات میں ظاہر ہونے والا ستارہ مراد ہے، یا تو بطور اسم جنس کوئی بھی ستارہ یا کوئی معہود مثلاً ثریا، یا زحل، مراد ہے، طارق کی جمع ذوی العقول کے لئے طُرَّاق اور غیر ذوی العقول کے لئے طوارق ہے۔

۲ ثاقب کے اصل معنی خارق کے ہیں پھر یہ روشن کے معنی میں ہوگیا بایں تصور کہ روشنی اندھیرے کو پھاڑ دیتی ہے۔ (بیان القرآن)

۳ نَظَرَ فِیہِ: غور وفکر کرنا، فلینظر کی راء کو بقاعدہ الساکنُ اذا حُرِّکَ حُرِّکَ بالکسر، کسرہ دیا گیا ہے۔

۴ راغب نے لکھا ہے کہ صلب کے معنی صلابت اور شدت کے ہیں، اور پشت کو صلب شدت ہی کی وجہ سے کہتے ہیں۔

۵ اعراب القرآن میں ہے کہ ترائب، تریبۃ کی جمع ہے، ویعنی بہا التریبۃ وماحولہا وما احاط بہا والمراد بالصلب الاصلاب فاکتفٰی بالواحد عن الجماعۃ کما قال تعالٰی اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً الخ ولم یقل الارضین۔

لوٹنا (لازم ومتعدی) قَادِرٌ (ض) اسم فاعل واحد مذکر، قَدَرَ علیہ (ض) قُدرۃً: قادر ہونا[1]۔ تُبْلٰی (ن) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، بَلاءً (ن) بلاءً وبَلْوًا: آزمانا۔ السرائرُ واحد سَرِیْرَۃٌ بمعنی بھید[2]۔ قُوَّۃٍ بمعنی طاقت، قَوِیَ (س) قُوَّۃً: طاقتور ہونا۔ نَاصِرٍ (ن) اسم فاعل واحد مذکر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا ونُصْرَۃً: مدد کرنا۔

ترکیب وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَمَا اَدْرٰاکَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ... واوٗ جارّہ قسمیہ السماء والطارق معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل محذوف اُقْسِمُ کے متعلق، اُقسِمُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (جواب قسم اِن کلُّ نفسٍ الخ ہے) واوٗ اعتراضیہ ما اسم استفہام مبتدا اَدْرٰی فعل ضمیر ھو فاعل کاف مفعول بہ اول، ما اسم استفہام مبتدا الطارقُ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مفعول بہ ثانی (بعض محققین نے ما کو خبر اور الطارقُ کو مبتدا قرار دیا ہے) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ ہوکر مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ (لامحل لہا) (یہ جملہ معترضہ مضمون قسم کی تاکید کے لئے ہے) النجم الثاقبُ مرکب توصیفی ہوکر مبتدا محذوف ھُوَ کی خبر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا، (استینافٌ وَقَعَ جوابا عن استفہام نشأ عمّا قبلُ کانّہ قیل ما ھو فقیل ھو النجم الخ) اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ...... اِن نافیہ کل نفسٍ مرکب اضافی ہوکر مبتدا اَلمّا بمعنی الا اداۃ حصر، علیہا، ثابتٌ کے متعلق ہوکر خبر مقدم حافظٌ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر کلُّ نفسٍ مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جواب قسم (لامحل لہا)[3]۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ... فا فصیحہ ای اِن استصعبَ الانسانُ البعثَ فلینظر[4] لِینظُرْ فعل امر، الانسانُ فاعل مِمّ (ای مِن ای شیئٍ) جار مجرور متعلق مقدم خُلِقَ کے، خُلِقَ فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر بمنزلہ مفعول بہ برائے لینظر، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر شرط مقدر کی جزا

خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ... خُلِقَ فعل مجہول مِنْ حرف جار ماءٍ موصوف، دافقٍ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر صفت اول، یَخْرُجُ فعل، ضمیر ھو فاعل مِن حرف جار بین مضاف، الصلب والترائب

[1] قَدَرَ الشیئَ قَدْرًا: اندازہ لگانا، حیثیت دینا، قَدَرَ فلانًا: قدر کرنا، قرآن میں ہے وما قدروا اللّٰہ حقَّ قدرہٖ، قَدَرَ الرزقَ علیہ، کسی کے رزق میں تنگی کرنا، کمی کرنا، قرآن میں ہے واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہٗ۔

[2] جمع میں یاء کو ہمزہ کرلیا گیا حالانکہ واحد میں ہمزہ نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع میں یاء سے پہلے الف ہے، اب دو ساکن جمع ہونے کی بناء پر یاء کو ہمزہ سے بدل کر اس کو کسرہ دیدیا، اور اگر یاء اصلی ہو تو جمع میں اس کو ہمزہ سے نہیں بدلا جائے گا جیسے مَعِیشَۃٌ کی جمع مَعَایِش قرآن میں ہے: وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْہَا مَعَایِشَ۔

[3] قولہ لمّا علیہا حافظٌ اس کو لَمَا (بالتخفیف) بھی پڑھا گیا ہے، اس وقت اِن مخففہ ہوگا اور اس کا اسم محذوف مانا جائے گا اور لَما کا ما زائدہ ہوگا اور لام اِن نافیہ و اِن مخففہ میں فرق کرنے کے لئے ہوگا، علیہا حافظ، علیہا متعلق مقدم بھی ہوسکتا ہے حافظٌ کا، نیز علیہا کو ثَبَتَ فعل محذوف کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے اور حافظٌ اس کا فاعل، اور پھر جملہ فعلیہ خبر (جلالین) بعض نے جواب قسم اِنّہٗ علیٰ رجعہٖ الخ کو کہا ہے۔

[4] اس فاء کو دوسرے اعراب القرآن میں استینافیہ لکھا ہے، اور روح المعانی میں تفریعیہ۔

معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر فعل مذکور کے متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہوکر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا خُلِقَ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ مستانفہ بیانیہ ہوا (گویا یہ جملہ جوابِ استفہام ہے استیناف وَقَعَ جواباً عن استفہام مقدّر کانّہ قیل مِمّ خُلِقَ فقیلَ خُلِقَ مِن ماءِ الخ۔ روح المعانی)

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ...... اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ضمیر اس کا اسم، علی رجعہ متعلق مقدم قادِرٌ کے، لام مزحلقہ قادر صیغۂ اسم فاعل ضمیر ھو مستتر فاعل پھر یہ شبہ فعل خبر ہے حرف مشبہ بالفعل کی، یوم تبلی (یہ ظرف ہے رجع مصدر کا) یوم مضاف تبلی فعل مضارع مجہول السرائر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ ہوکر معطوف علیہ، فاء عاطفہ برائے تفریع[1] ما نافیہ لہ (ای للانسان) ثابتۃ کے متعلق ہوکر خبر مقدم، مِن زائدہ، قوّۃ معطوف علیہ واو حرف عطف لا زائدہ برائے تاکید نفی، ناصر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا (لفظاً مجرور محلاً مرفوع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ (تبلی السرائر) اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہوا رجعہ میں رَجْعٌ مصدر کا یا یرجعُ فعل محذوف کا، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا[2]۔

اختیاری مطالعہ

دافقٌ کے معنی ہے اچھلنے والا، کودنے والا، اسم فاعل واحد مذکر از باب نصر مگر دَفَقَ یَدفُقُ دَفْقًا کا معنی ہے ''اچھالنا'' لہٰذا دافقٌ کا اصلی ترجمہ ہوگا اچھالنے والا، اب یا تو یوں کہئے کہ یہاں اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے، اب ترجمہ ہوگا، اچھالا ہوا، اور اچھالنے کے لیے اچھلنا لازم ہے اس لیے اچھلنے اور کودنے سے ترجمہ کردیا گیا، یا یوں کہئے کہ دافقٌ، لابنٌ وتامرٌ کی طرح نسبت کے لیے ہے ای ذی دفقٍ یا ذی اندفاقٍ اچھال والا، یا پھر یوں کہئے کہ یہ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے اور قطرۂ منی کی طرف اس کی نسبت مجازاً ہے، دراصل اچھالنے والا اور منی کو کودانے والا صاحب منی ہوتا ہے، (کلہ من الروح بتغییر یسیر)

اجراء فما له من قوة ولا ناصر طلبہ عزیز! اجراء کرتے وقت آپ حضرات یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ قوۃ مذکر مؤنث میں سے مؤنث ہے، کیونکہ اس میں گول تاء علامت تانیث موجود ہے، (مؤنث لفظی) مگر میرے عزیزو! آنکھ بند کرکے ہر تاء والے لفظ کو مؤنث نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ کبھی تاء برائے مبالغہ بھی ہوتی ہے، جیسے راویۃ، نابغۃ اور کبھی تاء یاء اضافت کے بدلہ میں ہوتی ہے جیسے أبی سے أبتِ تاء

[1] قولہ فما لہ من قوۃ الخ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فاء شرط مقدر کے جواب میں ہے ای اذا ابعث یوم القیامۃ فما لہ الخ.

[2] اگر حسب ترکیب مذکورہ یوم تبلی کو رجع کا ظرف بنایا جائے تو اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں مصدر (یعنی رجع) اور اس کے معمول (یوم تبلی) کے درمیان اجنبی کا فصل ہے یعنی لقادر کا، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یوم تبلی ظرف ہے، اور ظرف میں وسعت ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے اور عصام الدینؒ نے فرمایا کہ یہ فصل ایسا ہے جیسا کہ فصل ہوئی نہیں کیونکہ اس کو رعایت فواصل کی بناء پر مؤخر کیا گیا ہے لہٰذا وہ تقدیم ہی کے درجے میں ہے (روح المعانی) ایک جواب یہ ہے کہ لقادر اجنبی ہے ہی نہیں کیوں کہ یہ یا تو علی رجعہ کا عامل مؤخر ہے یا علی رجعہ سے پہلے عامل مقدر کی تفسیر ہے، عبارت یہ ہے انّہ لقادر علی رجعہ لقادر، لقادر کو حذف کرکے بعد میں اس کی تفسیر لقادر کے ذریعہ لائی گئی ہے۔ (بیان القرآن)

تقریباً گیارہ چیزوں کے لئے آتی ہے دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۳۲۶۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے • اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے • کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے • اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے • یہ لوگ

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں • اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں • تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے انکو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے •

تشریح ماقبل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اب کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ وقوع قیامت کی خبر قرآن میں ہے اور قرآن تو خود اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ کلام الٰہی ہے بھی یا نہیں، لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی قسم کھا کر فرمایا کہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے یعنی وہ حق و باطل میں فیصلہ کرتا ہے اور وہ جو کچھ بیان کرتا ہے وہ بالکل سچ ہوتا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

''وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾'' قسم ہے آسمان کی جو بارش لانے والا ہے رَجْعٌ بمعنی بارش، اور دراصل یہ باب ضرب کا مصدر ہے، بمعنی لوٹنا، اور بارش کا نام رجعٌ کیوں پڑا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بارش کو اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً لوٹاتا رہتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش سے وہ بارش مراد ہے کہ جو پے درپے ہو کہ ایک مرتبہ بارش ہو کر ختم ہو جائے اور پھر لوٹے۔ ''وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾'' اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے یعنی قسم ہے زمین کی جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے آگے جواب قسم ہے کہ ''اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾'' یہ قرآن ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے۔ یعنی حق و باطل اور کھرے کھوٹے میں فیصلہ کردینے والا کلام ہے۔ اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے۔ الغرض ان آیات سے قرآن کا کلام حق من جانب اللہ ہونا ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ''اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾'' یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں یعنی حق کی نفی کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی ان کی ناکامی اور سزا کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آئے گی۔ ''فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾'' تو آپ ان کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے ان کو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے یعنی مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے میرا تدبیر کرنا سن لیا تو اگر آپ ان کا سوءِ انجام دیکھنا چاہیں تو ان پر عذاب کی جلدی نہ کیجئے بلکہ ان کو یوں ہی رہنے دیجئے اور زیادہ دن نہیں بلکہ تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے اس کے بعد میں ان پر عذاب نازل کروں گا خواہ قبل الموت یا بعد الموت۔

اہم ازالہ شبہ تفسیر مظہری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنے سے مراد ان کو ڈھیل دینا ہے اس طریقہ سے کہ وہ جانتے نہیں، او المعنی اجزیھم فی الآخرۃ جزاء کیدھم۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت قسم اور جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہوتی ہے اس کو مالا مال کرتا ہے جیسے بارش آسمان سے اترتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔

لغات الرَّجع مصدر از باب ضرب، لوٹنا، یہاں مراد بارش ہے[1]۔ الصّدع ای التشقق مصدر از باب فتح، یہاں مراد زمین سے کھیتی کا پھوٹ کر نکلنا ہے، صَدَعَ النباتُ الارضَ (ف) صَدْعًا: پودے کا زمین پھاڑ کر نکلنا، یا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے از صدَعَ الشئ: پھاڑنا۔ قَوْلٌ مصدر از باب نصر، قَالَ (ن) قَوْلاً و مَقَالاً و مَقَالَةً: بولنا، کہنا۔ فَصْلٌ مصدر از باب ضرب بمعنی فاعل ہے، ای قولٌ فاصِلٌ، فیصلہ کن کلام (جیئ بالمصدر للمبالغۃ کانّہ نفس الفصل) فَصَلَ (ض) فَصْلاً: فیصلہ کرنا۔ اَلْھَزْلُ مصدر از باب ضرب بمعنی اسم مفعول، ھَزَلَ فی کلامہٖ (ض) ھَزْلاً: مذاق کرنا، غیر سنجیدہ بات کرنا، (۲) اسم، غیر سنجیدہ بات۔ یَکِیْدُوْنَ (ض) مضارع معروف جمع مذکر غائب، کادَ الشّئ (ض) کَیْدًا: تدبیر کرنا، حل نکالنا۔ کَادَ اللّٰہُ کیدًا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے اعمال پر جزا کی تدبیر کرنا۔ کَیْدًا مصدر از ضرب۔ مَھِّلْ باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، مَھَّلَہٗ تَمْھِیْلاً: مہلت دینا۔ الکافرین الکافرُ کی جمع بحالت نصبی، اسم فاعل جمع مذکر، کَفَرَ (ن) کُفْرًا و کُفْرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ اَمْھِلْ باب افعال سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، اَمْھَلَہٗ اِمْھَالاً: مہلت دینا۔ رُوَیْدًا سیوطی نے لکھا ہے کہ روید اسم ہے اور یہ رَوْدٌ بروزن عَوْدٌ کی تصغیر ہے بمعنی مہلت، لہٰذا رویدًا کے معنی ہوئے تھوڑی سی مہلت ای امھالاً قلیلاً[2]۔

ترکیب وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ... واوٗ جارہ قسمیہ السماء موصوف ذات الرّجع مرکب اضافی ہو کر صفت، موصوف مع صفت کے معطوف علیہ واوٗ عاطفہ، الارض ذات الصدع مرکب توصیفی ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف أقسمُ کے ہو کر قسم، جوابِ قسم ہے اِنّہٗ لقول الخ اِنّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر منصوب متصل اس کا اسم (ای القرآن) لام مزحلقہ، قولٌ فصلٌ مرکب توصیفی ہو کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ ما مشابہ بلیس ھو اس کا اسم با زائدہ برائے تاکید نفی وتحسین کلام الھزل لفظاً مجرور محلاً منصوب،

---

[1] رَجْعٌ، رَجَعَ یَرْجِعُ کا مصدر ہے، بعض نے ذات الرجع کا ترجمہ چکر مارنے کا کیا ہے، شاہ عبد القادرؒ اور قاضی بیضاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے، اس اعتبار سے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آسمان اپنے ہر دور میں جس جگہ سے حرکت کرتا ہے وہیں لوٹ آتا ہے، لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہاں الرجع اپنے مصدری معنی میں مستعمل نہیں بلکہ بمعنی بارش ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بارش کا نام رَجْعٌ کیوں پڑا تو قاضی بیضاوی نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ بارش کو وقتاً فوقتاً لوٹاتا رہتا ہے۔ (۲) ابر سمندروں سے پانی لادلیتا ہے اور پھر زمین کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

[2] بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ اِرْوَادٌ (جو باب افعال کا مصدر ہے) کی تصغیر ہے، یعنی اِرواد مصدر میں پہلے ترخیم کی کہ زوائد کو حذف کر دیا گیا اور پھر تصغیر لائی گئی، اَرْوَدَ فلانًا کا معنی ہے مہلت دینا لہٰذا تصغیر کا ترجمہ ہوگا تھوڑی سی مہلت دینا، کیوں کہ تصغیر برائے تقلیل ہے، (اعراب القرآن) اور رَوْدٌ بضم الراء کا معنی ہے آہستہ جیسے بولتے ہیں اِمْشِ علی رُوْدٍ آہستہ چلو۔ نحویوں نے کہا کہ کلام عرب میں رویدًا کے سلسلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) اسم فعل بمعنی امر حاضر معروف ای اَمْھِلْ (۲) مصدر ہو دیگر مصادر کی طرح، لہٰذا یہ اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوگا جیسے روید زید (۳) مصدر محذوف یا مصدر مذکور کی صفت واقع ہو جیسے سارُوْا سیرًا رویدًا، یا سارُوا رویدًا، مصدر محذوف کے قائم مقام رویدًا کو رکھ دیا۔ (بیان القرآن، مشکل ترکیبوں کا حل)

ما مشابہ بلیس کی خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ ہو کر جوابِ قسم۔

اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا... اِنّ حرفِ مشبہ بالفعل ھم ضمیر اس کا اسم (ای اھل مکۃ) یکیدون فعل واوٌ ضمیر فاعل، کیدًا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرفِ عطف اکید کیدًا جملہ فعلیہ معطوف، پھر وہ حرف مشبہ بالفعل کی خبر اور وہ پھر جملہ اسمیہ خبریہ، فمھل الکٰفرین الخ فا جزائیہ اور شرط محذوف ہے ای اِنْ شئتَ اَنْ ترٰی مغبّۃ امرھم فمھل الخ فمھِّل الکٰفرین فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مؤکد یا مبدل منہ (جوابِ شرط مقدر) امھلھم فعل فاعل مفعول بہ رویدًا (أی إروادًا، قولہ رویدًا إما مصدر مؤکد للعامِل أو نعتٌ لمصدرہ المحذوف ای إمہالاً رویدًا أی قلیلاً) مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر تاکید یا بدل، مؤکد اپنی تاکید سے مل کر یا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا (فمھل کا فاء عاطفہ برائے ترتیب بھی مانا جاسکتا ہے)

سورۃ الاَعْلیٰ مَکِّیَّۃٌ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے • جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا • اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی • اور جس نے چارہ نکالا • پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا •

ربط سورۃِ سابقہ میں اعمال کا محفوظ ہونا اور آخرت میں ان کی جزا وسزا کا بیان تھا، اس سورت میں بھی اصل مقصود فلاحِ آخرت کے مقصود ہونے اور اس فلاح کے حصول کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے اور وہ طریقہ ہے صوم وصلوٰۃ، ذکر وتسبیح، خدا کی ذات وصفات کی معرفت اور تزکیہ نفوس وغیرہ۔

تشریح آیتِ مذکورہ میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی پاکی بیان کیجئے اور سبح میں خاص آپ ہی کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢'' آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ اور جو مومنین آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح وتقدیس بیان کیجئے، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اس کے نام کی تعظیم وتکریم کیجئے اور نہایت

ادب واحترام سے اس کا نام لیجئے (مزید اختیاری مطالعہ میں) خَلَق کے معنی ہے بغیر کسی سابق مادہ کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی مخلوق کے بس میں ہرگز نہیں ہے، اور سَوّٰی کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو مناسب طور پر ٹھیک ٹھاک بنایا یعنی جسامت، شکل وصورت اور اعضاء میں ایک خاص تناسب رکھا، حیرت تو یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور ان کی انگلیوں میں ایسے جوڑ رکھے اور قدرتی اسپرنگ لگائے کہ وہ ہر طرف موڑے توڑے اور تہ کئے جاسکتے ہیں، ''وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳'' اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی آیت کے اندر قَدَّرَ تَقْدِیْرًا کے معنی ہے اللہ کا فیصلہ اور اس کی تجویز یعنی جس نے جانداروں کے لیے ان کے مناسب چیزوں کو تجویز کیا یعنی ہر چیز کو کسی خاص کام کے لیے پیدا کیا اور پھر ان جانداروں کو ان چیزوں کی طرف راہ بتلائی یعنی ہر ایک کی طبیعت میں جدا جدا ان اشیاء کا تقاضا پیدا کر دیا۔

ہر یکے را بہر کارے ساختند ☆ میل اورا در دلش انداختند

چناں چہ ہم لوگ روزمرہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ دنیا کے اندر کوئی کسی کام میں لگا ہوا ہے اور کوئی کسی کام میں، اسی طرح جنگل کے درندوں، پرندوں اور حشرات الارض کو دیکھو کہ ہر ایک کو اپنی ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے اور اپنی اپنی انفرادی اور جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رہنمائی حاصل ہے۔ ''وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝۵'' اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ مَرْعٰی مصدر میمی بمعنی اسم مفعول ہے، مرادی معنی ہے گھاس، چارہ اور غُثَآءً وہ کوڑا کباڑ جو پانی کے بہاؤ میں اوپر آجاتا ہے اور اَحْوٰی بروزن اَفعل صفت مشبہ ہے بمعنی سیاہ، مطلب یہ ہے کہ جس نے زمین سے خوشنما چارہ نکالا پھر اسکو سیاہ کوڑا کر دیا، دیکھئے زمین سے نکلتے وقت وہ چارہ کس قدر خوشنما اور سرسبز وشاداب نظر آتا ہے پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بالکل سیاہ کوڑا یعنی بالکل بے سود ہو جاتا ہے اور اس گھاس کے تنکے سوکھ کر زمین پر پڑے پڑے پھرتے ہیں، جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے بیان کیا ہے کہ ایک دن یہ دنیا اپنے سرسبز وشاداب اور خوشنما ہونے کے باوجود ختم اور بے وقعت ہو جائے گی۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ ہے ☆ قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

لہٰذا ایمان واطاعت کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہیے جہاں اعمال پر جزا وسزا ہونے والی ہے۔

مسئلہ: حدیث میں ہے کہ جب سورۃ سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجْعَلُوْهَا فی سجودکم یعنی یہ کلمہ سبحان ربی الاعلیٰ اپنے سجدہ میں کہا کرو اور چوں کہ مقصود اسم نہیں بلکہ مسمّی ہے اس لیے سبحان اسم ربك الاعلیٰ اختیار نہیں کیا بلکہ سبحان ربی الاعلیٰ اختیار کیا (معارف)

اختیاری مطالعہ

اللہ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں | **قولہ** سبح اسم ربك، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں لہٰذا اس کے مقدس نام کو ہر ایسی چیز سے پاک رکھا جائے جو اس کے شایانِ شان نہیں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اس کے اسمائے

حسنیٰ ہی کے ساتھ پکارنا چاہیے جن کی تعداد صحیح احادیث میں ننانوے آئی ہے لہٰذا قرآن وحدیث میں جو نام اللہ کے لیے ثابت نہیں ان کو اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً اللہ کو کریم تو کہہ سکتے ہیں سخی نہیں، نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں، اسی طرح جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں مثلاً عبدالرحمن کو رحمان کہنا، عبدالخالق کو خالق کہنا، ہرگز درست نہیں، البتہ اسمائے حسنیٰ میں سے وہ اسماء جن کا غیر اللہ کے لیے استعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام غیر اللہ کے لیے بولنا درست ہے جیسے رحیم، رشید، کریم، عزیز، علی، وغیرہ۔

قاعدہ بعض علماء نے کہا کہ آیت میں لفظ اسم زائد ہے اور مراد ہے سبح ربك الاعلیٰ اور بعض نے کہا کہ اسم سے ذات مسمی مراد ہے جیسے اس آیت میں ہے ما تعبدون من دونہ الا اسماءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ۔

لغات سَبِّحْ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، سَبَّحَ اللّٰهَ ولہٗ: خدا کی پاکی بیان کرنا، مجرد میں دوسرے معنی ہیں۔ الْأَعْلٰى: (ن) عُلُوٌّ سے اسم تفضیل واحد مذکر، عَلَا الشَّيْءُ (ن) عُلُوًّا: بلند ہونا[1]۔ سَوّٰى (تفعیل) تَسْوِيَة سے ماضی معروف واحد مذکر غائب، سَوَّى الشَّيْءَ: ٹھیک کرنا، مناسب ومعتدل بنانا[2]۔ قَدَّرَ (تفعیل) تَقْدِير سے ماضی معروف واحد مذکر غائب، قَدَّرَ اللّٰهُ الامرَ علیہ ولہٗ: اللہ کا کسی کے لئے کوئی کام مقدر کرنا تجویز کرنا[3]۔ هَدٰى (ض) ماضی معروف واحد مذکر غائب، هَدٰى (ض) هُدًى وهَدْيًا وهِدايةً: راہ دکھلانا، رہنمائی حاصل کرنا، اَخْرَجَ المرعٰی (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی، اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا ومرعٰھا کے تحت) جَعَلَ (ف) ماضی واحد مذکر غائب، جَعَلَ (ف) جَعْلًا: بنانا۔ غُثَاءً اسم جامد (سیلاب کا کوڑا، اور جھاگ، سوکھی گھاس، مراد بے سود، جمع اَغْثَاء[4]۔ اَحْوٰى حُوَّةٌ سے ماخوذ ہے، بروزن اَفْعَلُ، صفت مشبہ، کالا سیاہ مائل بسبزی، حَوِيَ الشَّيْءُ (س) حَوًى وحُوَّةً: سبزی مائل سیاہ ہونا، یا سیاہی مائل سرخ ہونا، ھو اَحْوٰى وھی حَوَّاءُ جمع حُوٌّ۔ (اعراب القرآن وصرفہٗ)

ترکیب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰى وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوٰى... سَبِّحْ فعل امر، ضمیر انتَ مستتر فاعل، اسم مضاف، ربّك مرکب اضافی ہوکر موصوف، الاعلیٰ صفت اوّل الذی اسم موصول خَلَقَ فَسَوّٰى معطوف ومعطوف علیہ ہوکر صلہ (خلق کا مفعول محذوف ہے ای کلَّ شیءٍ) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ الذی اسم موصول، قَدَّرَ فَهَدٰى معطوف ومعطوف علیہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ الذی اسم موصول اَخْرَجَ المرعٰی فعل، فاعل (ضمیر ھو) اور مفعول بہ ہوکر معطوف علیہ فا عاطفہ برائے تعقیب، جَعَلَ فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، ضمیر مفعول بہ اول (مرجع

---

[1] عَلَا الرجلُ: غالب آنا، عَلِيَ في الشرف (س) عَلَاءً: عزت ومرتبہ میں بلند ہونا، ھو عَلِيٌّ۔

[2] مجرد میں ہے سَوِيَ الرجلُ (س) سِوًى: درست کار ہونا۔

[3] مجرد میں ہے قَدَرَ علیہ (ض) قَدَارَةً وقُدْرَةً: قادر ہونا (المعجم الوسیط، القاموس الوحید) قَدَرَ الشیءَ، قَدْرًا: اندازہ لگانا (صلات کی تبدیلی سے اس کے اور بھی بہت سے معانی ہیں)

[4] غَثَا الوَادِي (ن) غَثْوًا وغُثُوًّا: وادی کا زیادہ کوڑے کرکٹ والی ہونا۔

المرعٰی ہے) غُثَآءً اَحْوٰی مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملاکر، رَبّ کی صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (لا محل لہا)[1]

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿٦﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى ﴿٧﴾ وَ نُيَسِّرُكَ

ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے ● مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو ● وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے ● اور ہم اس آسان

لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾

شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے ●

تشریح ماقبل میں فجعلہ غثاء احوٰی کے ضمن میں آپ نے پڑھا تھا کہ طاعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کرنی چاہئے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تبلیغ کے لئے مامور کیا ہے، سو اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿٦﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ" ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو۔ یعنی ہم جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا کریں گے یعنی یاد کرا دیا کریں گے (جب ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے خوف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ خود بھی الفاظ قرآن پڑھتے جاتے تھے) لہٰذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا کہ ہم آپ کو یاد کرا دیا کریں گے پھر آپ اس میں سے کوئی جزء نہیں بھولیں گے مگر جس قدر بھلانا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اور نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی مضمون کو سب کے ذہنوں سے فراموش کر دیا جائے، "اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى ﴿٧﴾" وہ ہر ظاہر و مخفی کو جانتا ہے یہ یاد رکھانا اور فراموش کر دینا سب قرین حکمت ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور مخفی دونوں کو جانتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی مصلحت مخفی نہیں ہے، "وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾" اور ہم اس آسان شریعت کے لیے آپ کو سہولت دیں گے یعنی جس طرح ہم آپ کے لئے قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دے دیں گے (یعنی شریعت کے حکم کا سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل کرنا بھی آسان ہوگا اور تبلیغ بھی آسان ہو جائے گی) (اور شریعت کی صفت یسرٰی لانا بطور مدح کے ہے یا اس لئے کہ وہ یُسر کا سبب ہے یعنی آخرت میں آسانی کا)

قاعدہ نیسرک کا ایک ترجمہ ہے کہ ہم آپ کو شریعت یسریٰ کے لئے آسان کر دیں گے حالانکہ مقام کا تقاضا یہ تھا

---

[1] قولہ احوٰی، صفۃ لغثاء ای غثاء اسود لِاَنَّ الغُثَاءَ اذا قدم واصابتہ الامطار اسودّ وتعفّن فصار احوٰی وقیل ھو حالٌ من المرعٰی، ای اخرج المرعٰی اسود من شدۃ الخضرۃ اس صورت میں احوٰی کو مؤخر کرنے کی وجہ رعایت فواصل ہے۔

کہ یہ کہا جاتا کہ ہم آپ کے لئے شریعت کو آسان کر دیں گے یعنی آسان ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ بندہ کی، تو جواب یہ ہے کہ حکمت اس کے اندر یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو طبعی طور پر ایسا بنا دیں گے کہ شریعت آپ کی طبیعت بن جائے گی گویا شریعت پر چلنے کے لئے آپ کو آسان بنا دیا۔ ۞

لغات سَنُقْرِئُكَ نُقْرِئُ، (افعال) مضارع معروف جمع متکلم أَقْرَءَ فلانًا: پڑھانا، قَرَءَ (ف) قِرَائَۃً وقُرآنًا: پڑھنا۔ لَا تَنْسٰی (س) مضارع واحد مذکر حاضر، نَسِيَ الْاَمْرَ (س) نَسْيًا ونِسْيَانًا بھولنا، دراصل تَنْسَيُ تھا، قاعدہ ۷ جاری ہوا ہے، يَعْلَمُ (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، عَلِمَ الشَّيءَ (س) عِلْمًا: جاننا۔ الْجَهْرَ (ظاہر) (خواہ قول ہو یا فعل) باب فتح کا مصدر ہے اور یہاں بمعنی اسم فاعل ہے۔ جَهَرَ الشيءُ (ف) جَهْرًا: ظاہر وآشکارا ہونا، جَهَرَ بالکلام ونحوہٖ جَهْرًا وجِهَارًا: ظاہر کرنا، اعلان کرنا، قرآن میں دوسری جگہ ہے وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی۔ يَخْفٰی (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَفِيَ الشيءُ (س) خَفَاءً وخُفْيَۃً پوشیدہ ہونا۔ نُيَسِّرُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، يَسَّرَ الشيءَ: آسان کرنا، يَسَّرَ فلانًا: سہولت دینا، توفیق دینا، يَسَرَ يَيْسِرُ (ض) يَسْرًا: آسان ہونا۔ يُسْرٰی موصوف محذوف ہے ای للشریعۃ الیُسرٰی (آسان شریعت) اسم تفضیل اَيْسَرُ کا مؤنث، جمع يُسْرَيَات، يَسَرَ (ض) يَسْرًا: آسان ہونا[۲]۔

ترکیب سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی اِلَّا مَا شَآءَ اللهُ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰی وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰی ...... سین برائے استقبال، نُقْرِئُكَ (ای نُقرئک ما نُوحِی الیک) فعل فاعل مفعول بہ ہو کر معطوف علیہ، فا عاطفہ تفریعیہ لا تنسی فعل مضارع، ضمیر انت فاعل اِلَّا حرف استثناء ما شاء اللہ (شاءَ کا مفعول بہ محذوف ہے ای اَنْ تنساہٗ) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ مفرغ ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ (اِنَّہٗ یعلم الجھر وما یخفی) جملہ تعلیلیہ ہے اپنے ماقبل کا، اس میں الجھرَ معطوف علیہ ہے اور ما یخفی موصول مع صلہ کے معطوف پھر یعلم کا مفعول بہ) ونُيَسِّرُكَ الخ واؤ عاطفہ (عطفٌ علی سنُقرئُ) نُیَسِّرُ فعل، ضمیر نحن فاعل، کاف مفعول بہ، لِلْیُسْرٰی ای للشریعۃ الیُسرٰی جار مجرور متعلق نُیَسِّرُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ[۳]۔ (لا محل لہا)

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ۝۹ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰی ۝۱۰ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۝۱۱ الَّذِیْ

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو ● وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے ● اور جو سخت بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے ● جو بڑی

[۱] قولہ ما یخفی مضارع اس وجہ سے لایا گیا کہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے اور اشیاء میں غالب احوال اخفاء ہی ہے، اظہار کبھی کبھی ہوتا ہے اور اظہار بھی اگر ہو تو بعد اظہار وہ مخفی ہی ہو جاتی ہے (بیان القرآن) دراصل یخفی تھا، بقاعدہ ۷ تعلیل ہوئی۔

[۲] یَسُرَ الشیءُ (ک) یُسْرًا ویَسَارَۃً: آسان ہونا، (۲) کم اور معمولی ہونا۔

[۳] قولہ اِلا ما شاء اللہ: استثناء مفرغ مِن اعم المفاعیل أی لا تنسی اصلا ممّا سنُقرئکہ شیئًا من الاشیاء اِلّا ما شاء اللہ (روح المعانی) وقد یقال الاستثناء من اعم الاوقات أی فلا تنسی فی وقتٍ من الاوقات اِلّا وقت مشیئۃ اللہ تعالیٰ۔

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾

آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اس میں نہ مرہی جاوے گا اور نہ جئے گا۔

تشریح اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپ کے لئے قرآن اور شریعت اسلام کو آسان کر دینے کا وعدہ کرتے ہیں تو آپ جس طرح خود تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے چناں چہ فرمایا: ''فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾'' تو آپ نصیحت کیا کیجئے۔ اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو (نصیحت فی نفسہ مفید ہی ہوتی ہے کما فی القرآن وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ، لہٰذا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى کا اضافہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ اگر تو آدمی ہے تو فلاں کام کر لہٰذا اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى کے الفاظ اگر چہ شرط کے الفاظ ہیں مگر در حقیقت شرط مقصود نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں کو نصیحت کرنے کے لیے تاکیدی حکم دینا ہے) ''سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾'' نصیحت اگر چہ فی نفسہ مفید ہوتی ہے؛ مگر اس سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ سب ہی کے لئے مفید ہوگی اور سب ہی اس کو مان لیں گے بلکہ وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے۔ ''وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾'' اور جو سخت بدنصیب ہو (یعنی مستحق دوزخ ہو) وہ اس سے گریز کرتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا (یعنی آتش دوزخ میں جو دنیا کی سب آگوں سے بڑی ہے) حدیث میں وارد ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے، حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے کہ نارِ صغریٰ دنیا کی آگ، اور نارِ کبریٰ جہنم کی آگ ہے۔ ''ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾'' پھر اس میں نہ مرہی جائے گا (کہ مصیبت سے چھٹکارا مل جائے) اور نہ جئے گا یعنی نہ آرام کی زندگی جئے گا، بلکہ ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا، العیاذ باللہ)۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ☆ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

نکتہ: جہنم میں موت کا نہ آنا کفار کے ساتھ خاص ہے، گناہ گار مسلمان جو جہنم میں جائیں گے وہاں ان کو موت آجائے گی اور جب وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا یعنی نہرِ حیاۃ میں، اور ان کو از سرِ نو حیات مل جائے گی۔ چناں چہ مسلم شریف میں حضرت ابو سعیدؓ کی روایت موجود ہے (روح، تفسیر ابن کثیر)

لغات ذَكِّرْ آپ نصیحت کیجئے، باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، ذَكَّرَ النَّاسَ: وعظ و نصیحت کرنا، نَفَعَتْ (ف) ماضی معروف واحد مؤنث غائب، نَفَعَ (ف) نَفْعًا: فائدہ دینا[1]۔ الذِّكْرٰى باب نصر کا مصدر، بمعنی نصیحت کرنا۔ سَيَذَّكَّرُ (تفعل) مضارع معروف، واحد مذکر غائب (نصیحت ماننا) دراصل يَتَذَكَّرُ تھا، تاء کو ذال سے بدل کر ذال کا ذال میں ادغام کر دیا۔ يَخْشٰى (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، خَشِيَ (س) خَشْيَةً: ڈرنا۔

[1] قولہ اِنْ نفعتْ شرط سے مقصود امر (فذکِّر) کی تاکید ہے ورنہ نصیحت تو نافع ہی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کسی کے بیٹے سے کہے کہ اَدِّ حقہ اِنْ کان اباً لک (بیان القرآن) الغرض تذکیر فی نفسہ نافع ہے گو کسی وقت شرط تذکر نہ پائے جانے کی وجہ سے تذکر کا ترتب نہ ہو۔ (بیان القرآن)

یَتَجَنَّبُ (تفعل) مضارع معروف واحد مذکر غائب، تَجَنَّبَ الشیئَ: گریز کرنا، بچنا۔ جَنَبَ الشیئَ (ن) جَنْبًا: بچنا (۲) بچانا۔ الاَشْقٰی (سخت بدنصیب) (س) اسم تفضیل واحد مذکر، شَقِیَ (س) شَقًا وشَقَاءً وشَقَاوَۃً: بدبخت ہونا (دراصل اَشْقَیُ تھا) یَصْلٰی (سورۃ الانفطار میں تحقیق گذر چکی) النَّارَ آگ، مراد دوزخ، جمع النِّیْرَانُ واَنْوُرٌ۔ (نیران کی اصل نِوْران تھی، اور نار کے اندر الف واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ تصغیر نُوَیرۃ ہے، اعراب القرآن وصرفہ) الکُبْرٰی (اس کی تحقیق سورۃ النازعات میں فاراہ الآیۃ الکبریٰ کے تحت گذر چکی) لَا یَمُوْتُ (ن) مضارع معروف واحد مذکر غائب، ماتَ (ن) مَوْتًا: مرنا۔ لَا یَحْیٰی (س) مضارع معروف واحد مذکر غائب، حَیِیَ (س) حَیَاۃً وحَیَوانًا: زندہ رہنا۔

ترکیب فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی... فا فصیحہ (اعراب القرآن) ای لمّا یَسَّرْنَا لک القرآن والشریعۃ السمحۃَ الخ، ذَكِّرْ فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط مقدر کی جزاء (ذکّر کا مفعول بہ محذوف ہے ای ذکِّر الناس بما یوحی الیک) اِنْ نفعتِ الذکری شرط، اور جزا مقدر ہے جس پر ماقبل ذَكِّرْ دال ہے، ای ذَكِّرْهُمْ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ[1]۔ سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى الَّذِیْ یَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰی ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ...... سین برائے استقبال یَذَّکَّر فعل، مَن یخشٰی اسم موصول مع صلہ کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واوٴ عاطفہ یتجنَّبُ فعل هَا مفعول بہ (ای الذکریٰ) الاشقٰی موصوف الذی اسم موصول یَصْلٰی فعل، ضمیر ھو فاعل، النار الکبریٰ مرکب توصیفی ہوکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ، ثُمّ حرف عطف لا یموتُ فیہا جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، واوٴ عاطفہ لا یحیٰی جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا یصلٰی کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل، یتجنَّبُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف ہوا سَیَذَّکَّرُ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (لامحل لہا من الاعراب)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ﴿۱۴﴾ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾

بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا • اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا • بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو •

وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی ﴿۱۹﴾

حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائدار ہے • یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے • یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں •

تشریح ماقبل میں ایک آیت تھی سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی (وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے) اب سوال ہوگا ما

[1] بعض حضرات ذکّر کو جزائے مقدم قرار دیتے ہیں اور اِن نفعت کو شرط موخر، مگر عربی کتب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب جزا کو مقدم نہیں مانتے لہٰذا اگر کسی جگہ شرط بظاہر موخر ہو تو اس کی جزا علیحدہ سے محذوف مانتے ہیں۔

حال مَنْ تَذَکَّرَ یعنی اس شخص کا کیا حال ہوا جس نے نصیحت قبول کی، تو جواب دیا'' قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ ''بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہوگیا تَزَکّٰی زکوٰۃ سے مشتق ہے جس کے اصل معنی پاک کردینے کے ہیں، مال کی زکوٰۃ کو بھی اس لیے زکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ باقی مال کو انسان کے لیے پاک کردیتی ہے، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگیا کہ جو قرآن سن کر اور نصیحت مان کر عقائد باطلہ اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہوگیا،'' وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ ''اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کی نماز شامل ہے خواہ فرض ہو یا نفل یا واجب، اور بعض مفسرین نے جو خاص عید کی نماز سے اس کی تفسیر کی ہے وہ بھی اس میں داخل ہے، اور نماز چوں کہ مومن کی معراج ہے اس لیے بوجہ اہمیت کے اس کا ذکر کردیا ورنہ مراد جملہ احکام شرع کو بجالانا ہے۔

''بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ ''مگر اے منکرو تم قرآن سن کر مانتے نہیں اور تم اس کام کو نہیں کرتے جس میں تمہارے لیے صلاح اور بہترائی ہے۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو یہی وجہ ہے کہ کافر، پتھر دل سب کچھ کرلے گا مگر اپنے پالنہار کو یاد نہیں کرے گا، حالاں کہ آخرت دنیا سے بدر جہا بہتر اور پائیدار ہے (دنیا بہتر نہیں بلکہ دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں اور پائیدار بھی نہیں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ آج کا بادشاہ کل تختۂ دار پر نظر آتا ہے، آج کا کروڑ پتی کل کا فقیر، اور آخرت پائیدار اور باقی رہنے والی ہے، وہاں کی نعمتیں بھی لازوال اور غیر فانی ہیں خود قرآن نے فرمادیا: وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لامقطوعة ولا ممنوعة (دیکھئے تدریس قرآن پارہ: ۲۷، سورۃ الواقعہ) ''اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾ ''یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں یہ مضمون یعنی اس سورت کا مکمل مضمون یا آخری مضمون یعنی والآخرۃ خیر وابقیٰ کا مضمون ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے، حضرت موسیٰ کو توریت سے پہلے کچھ صحیفے بھی دیے گئے تھے وہ مراد ہیں، اور ہوسکتا ہے کہ صحف موسیٰ سے تورات ہی مراد ہو (معارف) روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے حدیث مرفوع مذکور ہے کہ ابراہیم پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ پر بھی قبل نزول توریت دس صحیفے نازل ہوئے۔

لغات اَفْلَحَ (افعال) ماضی معروف واحد مذکر غائب، کامیاب ہونا۔ فَلَحَ (ف) فلاحًا کامیاب ہونا۔ تَزَكّٰى (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، (باقی تفصیل فقُلْ هل لک الی اَنْ تَزَكّٰی کے ضمن میں گذر چکی) صَلّٰی باب تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب، صلّٰی صلاۃ: دعا کرنا، نماز پڑھنا[1]۔ تُؤْثِرُوْنَ الحیٰوۃ الدُّنیا: (تحقیق سورۃ النازعات میں

[1] قولہ صلّی، صلّی علیہ: کسی کے لئے دعائے خیر کرنا، قرآن میں وصَلِّ علیهم إنَّ صلاتك سكنٌ لهم، صلّی بالناس: نماز پڑھانا، صلّی اللہ علی رسولہ: اللہ کا اپنے پیغمبر کو اپنی برکت ورحمت سے ڈھانپنا۔ (باب تفعیل کے مصادر کس کس وزن پر آتے ہیں، دیکھئے مؤلف کی دوسری کتاب ''قواعد الصرف وخاصیات الابواب'')

وآثر الحیٰوۃ الدنیا کے تحت دیکھئے) تو ثرون، افعال سے مضارع جمع مذکر حاضر "تم ترجیح دیتے ہو"، الآخرۃ عالم بقاء یعنی موت کے بعد کا زمانہ (۲) پچھلی۔ دراصل اسم فاعل ہے، مگر لفظ دنیا کی طرح اس پر بھی اسمیت کا غلبہ ہوگیا، اور یہ موت کے بعد والے زمانہ کا نام ہوگیا ثلاثی مجرد سے اس کا فعل استعمال نہیں ہوتا۔ (اور ما سمعنا بھذا فی الملۃ الآخرۃ میں الآخرۃ بمعنی پیچھے کے ہے۔ خَیْرٌ اسم تفضیل خلاف قیاس (اصلہ اخیر) بمعنی زیادہ بہتر، زیادہ اچھا۔ خَارَ (ض) خَیْرًا وخیارۃً: اچھا اور بھلا ہونا، مفید ہونا۔ اَبْقٰی (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بَقِیَ (س) بقاءً: دیر پا ہونا، باقی رہنا۔ الصُّحُف اوراق، کتابیں، واحد صحیفۃٌ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فعیلۃٌ کی جمع فُعُل کے وزن پر نہیں آتی، نادر ہونے میں اس کی نظیر سفینۃٌ کی جمع سُفُن ہے۔ الاُولیٰ پہلی، جمع اُوَل یہ الاوّل کا مؤنث ہے، اَوِلَ (س) اَوْلاً: سبقت لے جانا، پہلے ہونا۔ ابراھیمَ اللہ کے مقدس رسول، اور ہمارے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد اور بجز آپ کے تمام انبیاء ومرسلین سے افضل ہیں (بربنائے عجمہ وعلمیت غیر منصرف ہے) موسٰی بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر، باپ کا نام عمران تھا گویا آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے پوتے تھے، آپ کے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت تھی، یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے، عبرانی زبان میں مُو پانی کو کہتے ہیں اور شی کا معنی درخت، عربی میں شین کو سین سے بدل دیا، حضرت موسٰی کو پیدائش کے بعد فرعونِ وقت کے ڈر سے لکڑی کے صندوق میں بند کر کے درخت کے نیچے پانی کی موجوں میں ڈال دیا گیا تھا اس لئے موسٰی نام ہوگیا، یہ صندوق قصر فرعون کے کنارہ آلگا، فرعون کی بیوی آسیہ نے اس کو نکلوایا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک چاند سا مکھڑا لیٹا ہوا ہے، بے اختیار اس کو سینہ سے لگالیا، اور متبنّٰی بنانے کا فیصلہ کرلیا، بالآخر حضرت موسٰی علیہ السلام بڑے ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔

فائدہ بعض وہ مضامین جو حضرت موسٰی کے صحیفوں میں تھے، عَجِبْتُ لِمَنْ اَیْقَنَ بالموتِ کیف یَفْرَحُ، عَجِبْتُ لِمَنْ اَیْقَنَ بالنارِ کَیْفَ یَضْحَکُ، عجِبْتُ لِمَنْ رأی الدنیا وتقلُّبَھا فی اھلھا کَیْفَ یطمئِنُّ الیھا، عجِبْتُ لِمَنْ اَیْقَنَ بالقَدْرِ ثُمَّ یَنْصِبُ، عَجِبْتُ لِمَنْ اَیْقَنَ بالحسابِ ثمَّ لا یَعْمَلُ، وَاَوْرَدَ النسفی قولہ وفی صحف ابراھیم، ینبغی لِلْعاقِلِ اَنْ یکونَ حافِظًا لِلِسانِہ، عارِفًا بزمانِہ، مُقْبِلاً علی شانِہ۔ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

ترکیب قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی...... قَدْ حرف تحقیق[۲] اَفْلَحَ فعل مَنْ اسم موصول تزکّٰی

[۱] قولہ خیر، خیر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حسن لذاتہ ہو، خیرٌ کبھی بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسے ولتکن منکم أمۃ یدعون الی الخیر بمعنی نیکی، بھلائی، نیک کام ای طرح فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا میں بمعنی نیکی ہے۔ اور کبھی مجازاً بمعنی مال آتا ہے، جیسے سورۃ العادیات میں ہے وانہ لحبّ الخیر لشدید۔

[۲] قد افلح میں قَدْ برائے تحقیق ہے، کبھی لفظ قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تقریب کے لئے آتا ہے یعنی ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے اور لفظ قد مضارع پر داخل ہوکر تقلیل کے لئے آتا ہے جیسے قَدْ یصدُقُ الکذوبُ کبھی کبھار بڑا جھوٹا آدمی بھی سچ بول دیتا ہے، مگر تقلیل کے لئے آنا قاعدہ اکثریہ ہے، ورنہ کبھی کبھی مضارع پر داخل ہوکر تحقیق کا بھی فائدہ دیتا ہے، جیسے قرآن کریم میں ہے قد یعلم اللہ المعوقین منکم یقیناً اللہ تعالیٰ تم میں سے روکنے والوں کو جانتے ہیں۔

فعل فاعل ہوکر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ ذکر اسمَ ربِّہٖ جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف فا عاطفہ صَلّٰی جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول با صلہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ مستانفہ (لامحل لہا)، بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی ...... بل برائے اضراب مقدر سے أی لا تفعلونَ مافیہ صلاح امرکم، بَلْ تؤثرون الخ بَلْ حرفِ اضراب انتقالی، تؤثرون فعل، ضمیر واؤ ذوالحال، الحیوۃ الدنیا مرکب توصیفی ہوکر مفعول بہ، والآخرۃ الخ واؤ حالیہ الآخرۃُ مبتدا خیرٌ وابقٰی معطوف ومعطوف علیہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال، ذوالحال مع حال کے فاعل، پھر مکمل جملہ، جملہ مستانفہ - اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ...... اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هٰذا اسم اِنَّ (والاشارۃُ الی ماذُکِرَ) لام مزحلقہ برائے تاکید فی حرف جار الصحف الاولٰی مرکب توصیفی ہوکر مبدل منہ صحف مضاف ابراھیم وموسٰی معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مضاف الیہ، مرکب اضافی بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — سورۃُ الغَاشِیَۃِ — مکّیّۃٌ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے • بہت سے چہرے اس روز ذلیل • مصیبت جھیلتے، خستہ ہوں گے • آتش سوزاں میں

حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا

داخل ہوں گے • کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جاویں گے • ان کو بجز ایک خار دار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا • جو نہ فربہ کرے گا

يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧

اور نہ بھوک کو دفع کرے گا•

ربط سورت سابقہ میں آخرت کی تیاری کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں آخرت کی تیاری کرنے اور نہ کرنے پر جزا وسزا کا ذکر ہے، اور جزا وسزا چوں کہ قیامت میں ہوگی اس لیے قیامت کے قائم کرنے اور جزا وسزا کو نافذ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اخیر سورت میں اپنی قدرت کا اثبات کیا اور قیامت اور جزا وسزا کے انکار پر جو آپ ﷺ کو رنج ہوتا تھا اس پر آپ ﷺ کو تسلی بھی دی گئی۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور پھر اہل جنت کا حال بیان کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''ھَلْ

اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿۱﴾ ''کیا آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے غاشیۃ صیغہ اسم فاعل غشی سے مشتق ہے جس کے معنی چھا جانے اور ڈھانپ لینے کے ہیں، مراد اس سے قیامت ہے کہ جو تمام عالم پر چھا جائے گی، اور اس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا، اور آیت کے اندر استفہام برائے تشویق ہے یعنی اس غاشیہ کی خبر سننے کا شوق دلانا مقصود ہے، آگے بہ صورتِ جواب اس خبر کی تفصیل ہے، فرمایا: '' وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ '' بہت سے چہرے اس روز ذلیل، مصیبت جھیلتے، خستہ ہوں گے بہت سے چہروں سے مراد چہروں والے ہیں اور آیت میں کفار کا حال مذکور ہے کہ وہ اس دن خاشعہ ہوں گے یعنی ذلیل[1]۔ اور عاملہ ہوں گے یعنی مصیبت جھیلتے اور تھک جانے والے، عاملہ صیغہ اسم فاعل از باب سمع کے لفظی معنی ہے، عمل اور محنت کرنے والے، محاورہ میں عامل اور عاملۃ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو مسلسل عمل اور محنت کرنے سے تھک کر چور چور ہو جائے، آیت میں مصیبت جھیلنے سے مراد حشر میں پریشان پھرنا اور دوزخ میں سلاسل اور اغلال یعنی زنجیروں اور طوقوں کو اپنے اوپر لادنا اور دوزخ کے پہاڑوں میں چڑھنا ہے، اور اس مصیبت جھیلنے کی وجہ سے ان کا خستہ حال اور نڈھال ہونا ظاہر ہے۔ جو کہ ناصبۃ کا مفہوم ہے، بعض نے کہا عاملۃٌ اور ناصبۃٌ سے ان کی دنیا کی حالت مراد ہے یعنی کتنے ہی لوگ دنیا میں محنت کرتے کرتے تھک جاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے جوگی اور نصاریٰ کے راہب کہ جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں مگر طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب محنتیں بیکار جاتی ہیں۔ ؎

کسی کے ایک آنسو سے ڈھل جاتی ہے یہ دنیا ☆ کسی کا عمر بھر رونا یوں ہی بیکار جاتا ہے

''تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ '' آتش سوزاں میں داخل ہوں گے تصلی الخ وجوہ کی چوتھی خبر ہے۔

نکتہ: آگ کی خاصیت تو گرم ہونا ہی ہے تو پھر آیت میں حامیۃ صفت لانا کیوں کر درست ہے تو جواب یہ ہے کہ صفت لانا بطورِ مبالغہ کے ہے اور یہ بتلانے کے لیے ہے کہ وہ آگ دنیا کی آگ کی طرح کسی وقت کم یا ختم نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ تیز گرم اور دہکتی ہوئی ہوگی۔ '' تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾ '' کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے عَيْنٍ کے معنی پانی کا چشمہ اور آنیۃ صیغہ اسم فاعل از باب ضرب اَنْیٌ سے مشتق ہے جس کے معنی تیز گرم یعنی کھولنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ کفار کو جہنم رسید کر کے کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلایا جائے گا، اور کھولتا ہوا چشمہ وہی ہے جس کو دوسری آیتوں میں حمیم فرمایا ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہاں اس کا بھی چشمہ ہوگا۔ '' لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿۶﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿۷﴾ '' ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ فربہ کرے گا، اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔ ضریع دنیا میں ایک خاص قسم کی خاردار گھاس ہے جو زمین پر پھیلتی ہے اور ایسی بدبودار اور زہریلی ہوتی ہے کہ کوئی جانور اس کے پاس نہیں جاتا، دوزخ کے اندر بھی ایک خاردار درخت ہوگا

---

[1] نماز میں بھی خشوع کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اور ذلت و پستی کے آثار اپنے اوپر طاری کرے، جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و تذلل اختیار نہیں کیا وہ قیامت کے دن ذلت و رسوائی اٹھائیں گے۔

جونہایت کڑوا اور بدبودار ہوگا وہ کفار کو کھانے کے لیے دیا جائے گا، بعض کفار مکہ نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ہمارے اونٹ تو ضریع کھا کر خوب فربہ ہوجاتے ہیں، ان کے جواب میں فرمایا کہ لَایُسْمِنُ وَلَایُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ کہ جہنم کی ضریع کو دنیا کی ضریع پر قیاس نہ کرو وہاں کی ضریع کھانے والوں کو نہ فربہ کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی، یعنی اس میں نہ غذا بننے کی صلاحیت ہوگی اور نہ بھوک کو دفع کرنے کی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | ضریع بطورِ مثال کے ہے لہٰذا ضریع میں حصر کرنا اس غذا کے مقابلہ میں ہے جو کھانے کے لائق اور خوشگوار ہو، لہٰذا ضریع کے علاوہ زقوم غسلین وغیرہ کا اہل جہنم کے کھانے میں شامل ہونا اس کے منافی نہیں۔

جہنم میں درخت کیسے؟ | آگ تو درخت کو جلا کر خاک کردیتی ہے تو جہنم میں ضریع وغیرہ کے درخت کیسے باقی رہیں گے؟ جواب یہ ہے کہ جس خدا نے دنیا کے اندر درخت کو، پانی اور ہوا سے پالا پرورش کیا اس کو یہ بھی قدرت ہے کہ جہنم میں درخت کی غذا آگ ہی کو بنادے اور وہ اسی سے پھلے پھولیں (معارف)

لغات هل اتٰىك حديثُ (اس کی تحقیق سورۃ النازعات میں "هل اَتاكَ حديثُ موسٰى" کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الغاشية چھا جانے والی، ڈھانپ لینے والی، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، مراد قیامت ہے، کہ اس کی ہولناکی سب پر چھا جائے گی، اس کو وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل کرلیا گیا، اور یہ قیامت کا نام ہوگیا۔ غَشِيَ الأمرُ (س) غَشْيًا: ڈھانکنا۔ وُجُوْهٌ وَجْهٌ کی جمع، چہرہ۔ خَاشِعَةٌ ذلیل، باب فتح سے اسم فاعل واحد مؤنث، خَشَعَ (ف) خُشُوْعًا: ذلیل ہونا، عاجزی دکھانا۔ عَامِلَةٌ باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، عَمِلَ (س) عَمَلًا: کام کرنا، محنت کرنا (یہاں مراد ہے مصیبت جھیلنا) نَاصِبَةٌ (تھکے ہوئے، خستہ حال) باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، نَصِبَ (س) نَصَبًا: بہت تھک جانا[1]۔ تَصْلٰى (س) مضارع واحد مؤنث غائب (تحقیق اور استعمال سورۃ الانفطار میں يَصْلَوْنَهَا يومَ الدين کے تحت ملاحظہ فرمائیں) نَارًا آگ، مراد دوزخ، جمع نِيرانٌ وأَنْوُرٌ۔ حَامِيَةٌ دہکتی ہوئی، گرم، باب سمع سے اسم فاعل واحد مؤنث، حميت النارُ (س) حَمْيًا وحُمُوًّا: آگ کا گرم ہونا[2]۔ تُسْقٰى (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، سَقٰى فلانًا (ض) سَقْيًا وأَسْقٰى: پانی پلانا۔ عَيْنٍ چشمہ، جمع عُيُوْنٌ۔ آنِيَةٍ: سخت کھولتا ہوا (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، أَنٰى الماءُ (ض) أَنْيًا: پانی کا کھولنا۔ طَعَامٌ کھانا، جمع أَطْعِمَةٌ۔ ضَرِيْعٍ خاردار گھاس، دوزخ کا ایک خاردار درخت جونہایت کڑوا اور بدبودار ہوگا۔ لَا يُسْمِنُ باب افعال (اسمانٌ) سے مضارع منفی معروف واحد مذکر غائب، أَسْمَنَ وسَمَّنَ: فربہ کرنا سَمِنَ (س) سِمَنًا وسَمَانَةً: موٹا ہونا، (صفت سَمِيْنٌ وسَامِنٌ جمع سِمَانٌ) لا يُغْنِي باب افعال سے مضارع منفی معروف واحد مذکر غائب، بے نیاز کرنا، غَنِيَ فلانٌ (س) غِنًى وغَنَاءً: مالدار ہونا، عَنِ الشيءِ: بے نیاز ہونا۔ جُوْعٍ اسم بمعنی بھوک، جاعَ (ن) جَوْعًا ومَجَاعَةً: بھوکا ہونا۔

[1] باب ضرب سے معنی ہیں گاڑنا، نَصَبَ الشیءَ (ض) نَصْبًا: کھڑا کرنا، گاڑنا، والى الجبال كيف نصبت میں اسی باب سے ہے۔

[2] حَمٰى فلانًا (ض) حَمْيًا وحِمَايَةً: حفاظت کرنا، بچانا، أَحْمَى الشيءَ: گرم کرنا۔

ترکیب هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ...... هَلْ حرف استفہام برائے تشویق (یا بمعنی قَدْ برائے اخبار عند البعض) اَتٰی فعل کاف مفعول بہ، حدیثُ الغاشیة مرکب اضافی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ (لامحل لہا) وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ...... وجوهٌ مبتدا (تنوین برائے تنویع جو بمنزلہ صفت کے ہے، لہٰذا مبتدا کا نکرہ لانا صحیح ہوگیا، یا تنوین بعوض مضاف الیہ ای وجوهُ الکفار) یومئذٍ (ای یوم اذ غشیتِ الغاشیة) ظرف مقدم برائے خاشعةٌ، خاشعةٌ شبہ جملہ ہوکر خبر اول، عاملةٌ شبہ جملہ ہوکر خبر ثانی، ناصبةٌ شبہ جملہ ہوکر خبر ثالث، تصلى نارًا حامیةً جملہ ہوکر خبر رابع (محل رفع میں) (ناراً حامیةً مرکب توصیفی ہوکر مفعول فیہ تصلی کا) تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ جملہ ہوکر خبر خامس (تصلی اور تُسقٰی کی ضمیر کا مرجع وجوه ہے مگر مراد اَصحابُ الوجوه ہیں[1]) لیس لهم طعامٌ الا من ضریعٍ لا یُسمنُ ولا یُغنی مِن جوعٍ...... لَیْسَ فعل ناقص لهم ثابتاً کے متعلق ہوکر خبر مقدم، طعامٌ مستثنیٰ منہ الاّ حرفِ استثناء مِن حرفِ جار ضریعٍ موصوف لاَ یُسْمِنُ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف لا یُغنی مِن جوع جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائناً محذوف کے متعلق ہوکر طعاماً محذوف کی صفت (ای طعاماً کائناً) موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ، (کانّہ قیل ماهو طعامهم بعد ما ذکر شرابهم) یا خبر سادس مبتدا اپنی تمام خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (وجوهٌ الخ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے، وقع جواباً عن سوالٍ نشأ من الاستفهام التشویقی) کانّہ قیل مِن جهة النبی ﷺ ما اتانی حدیثها ما هو؟ فقیل وجوهٌ الخ[2]۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ﴿۹﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ﴿۱۱﴾

بہت سے چہرے اس روز بارونق • اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے • بہشت بریں میں ہوں گے • جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے •

فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ﴿۱۲﴾ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے • اس میں اونچے اونچے تخت ہیں • اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں • اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں • اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں •

[1] ضمیر و مرجع میں مطابقت کا بیان آپ حضرات ''مشکل ترکیبوں کا حل'' میں دیکھ لیں۔

[2] ایک قول یہ ہے کہ خاشعة، عاملة، ناصبة صفات ہیں وجوهٌ کی، اور تصلی نارًا حامیة اور تسقی الخ اور لَیس لهم الخ تینوں خبر ہیں۔

قوله لیس لهم طعام الا مِن الخ کے اندر مِن ضریع متعلق ہوکر طَعَام کی صفت اور اس سے بدل بھی بن سکتا ہے۔

قوله مِن جوعٍ ایک قول یہ ہے کہ مِن زائدہ ہے اور مابعد محلاً منصوب ہے۔

تشریح ماقبل میں اہل جہنم کا حال مذکور تھا اب ان آیات میں اہل جنت کا حال مذکور ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾" بہت سے چہرے اس روز بارونق، اپنے کاموں کی بدولت خوش ہوں گے۔ اس روز سے مراد قیامت کا روز ہے، اور یہ چہرے ایمان والوں کے چہرے ہوں گے جو ناعمہ ہوں گے، یعنی پُررونق اور تروتازہ کہ نعمتوں کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہوں گے اور چوں کہ ان چہرہ والوں یعنی مومنین نے دنیا کے اندر نیک کاموں میں خوب کوششیں کی تھیں، آج ان کا میٹھا پھل ملا، اس لیے وہ اپنے کاموں اور کوششوں سے خوش وخرم ہوں گے، "فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾" بہشت بریں میں ہوں گے۔ بریں فارسی زبان کا لفظ ہے بمعنی بلند، یعنی وہ جنت مرتبہ کے اعتبار سے بھی عالی ہے اور ظاہری اونچائی کے اعتبار سے بھی بلند ہے، "لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾" جن میں کوئی لغوبات نہ سنیں گے لاتسمع صیغہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر کا مرجع وُجُوْهٌ ہے اور مراد اصحابُ الوجوہ ہیں یعنی جنتی جنت کے اندر کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہیں سنیں گے (بلکہ خوشی اور سلامتی کا ماحول ہوگا، جگر خراش، دلآزار، گالی گلوچ اور بہتان بازی والزام تراشی جیسی گھناؤنی حرکت وہاں کوئی نہیں کرے گا۔ "فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾" اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے عَيْنٌ کی تنوین یا تو برائے تعظیم ہے یعنی عظیم الشان چشمہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے چشمے مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں یا برائے تکثیر ہے ای عُیُوْنٌ کثیرۃٌ یعنی کثیر چشمے (روح) یا بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ عینٌ نکرہ فی الاثبات واقع ہے اس لیے ایک چشمہ مراد نہیں ہے بلکہ جنس پر محمول ہے یعنی کثیر چشمے (ابن کثیر) "فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾" اس میں اونچے اونچے تخت ہیں یعنی مرتبہ کے اعتبار سے بھی اونچے اور بلند وبرتر اور مکان کے اعتبار سے بھی اونچے، جن کی مسافت حدیث ترمذی میں پانچ سو سال چلنے کی مقدار بتلائی گئی ہے، اور ان کے تختے لکڑی کے نہیں بلکہ سونے کے ہوں گے، اور ان کے کنارے زمرد، موتی اور یاقوت سے آراستہ ہوں گے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | جب جنت کے تخت بہت اونچے ہوں گے تو ان پر چڑھنے میں مشقت بھی اٹھانی پڑے گی اور دیر بھی لگے گی، تو جواب یہ ہے کہ جب بیٹھنے والا ان پر بیٹھنا چاہے گا تو وہ فوراً نیچے ہوجائیں گے اور پھر اُٹھ جائیں گے اور اپنے مقام پر چلے جائیں گے۔

"وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾" اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں یعنی پیالے اور یہ ان کے سامنے ہی موجود ہوں گے تاکہ جب پانی پینے کو جی چاہے تو دیر نہ لگے، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیالے جنت کے چشموں کے کناروں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ "وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾" اور برابر لگے ہوئے گدے ہیں یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے ہیں۔ "وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾" اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کرلیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں، خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی، اور تکلیف نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔

لغات وُجُوْهٌ چہرے، واحد وَجْهٌ۔ نَاعِمَةٌ بارونق (س) اسم فاعل واحد مؤنث، نَعِمَ الشیئ (س) نَعْمًا ونَعْمَةً

ونَعِیْمًا: پُر رونق ہونا۔ سَعْیٌ باب فتح کا مصدر سَعٰی (ف) سَعْیًا: کوشش کرنا، کمائی و کوشش کے معنی میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہوتا ہے، جمع مساعٍ۔ رَاضِیَۃٌ خوش وخرم (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رَضِیَہٗ وبہ وعَنْہُ وعلَیْہِ (س) رِضًا ورِضَاءً ورِضْوَانًا ومَرْضَاۃً: خوش ہونا، راضی ہونا۔ عَالِیَۃٍ (ن) اسم فاعل واحد مؤنث، عَلاَ (ن) عُلُوًّا: بلند ہونا۔ لَا تَسْمَعُ صیغہ واحد مذکر حاضر سَمِعَ (س) سَمْعًا وسَمَاعًا وسماعۃً: سننا۔ لَاغِیَۃٌ مصدر ہے بمعنی لَغْو جیسے عافیۃ (روح المعانی) بیہودہ کلام، لَغَا یَلْغُو لَغْوًا ولَغَا یَلْغٰی ولَغِیَ یَلْغٰی لَغًی ولَغَایۃً ولاغیۃً ومَلْغَاۃً: بیہودہ بات کرنا، بغیر سوچے سمجھے بولنا۔ (لاغیۃٌ دراصل لاغِوَۃٌ تھا، واؤ کو بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدلدیا) (مزید عمدہ تحقیق بضمن اختیاری مطالعہ) عَیْنٌ جاریۃٌ: بہتے چشمے، عین سے یہاں جنس مراد ہے اس لئے جمع سے ترجمہ کیا گیا ہے، عَیْنٌ کی جمع اعینٌ وعیونٌ۔ جاریۃٌ (ض) اسم فاعل واحد مؤنث، جَرَی الماءُ (ض) جَرْیًا وجَرَیَانًا: بہنا، جاری ہونا۔ سُرُرٌ واحد سَرِیْرٌ تخت۔ مَرْفُوْعَۃٌ اونچے، (ف) اسم مفعول، رَفَعَ الشیئَ (ف) رَفْعًا ورِفَاعًا: اٹھانا، اوپر اٹھانا، بلند کرنا۔ اَکْوَابٌ آبخورے جن میں پکڑنے کا دستہ نہ ہو، یعنی پیالے، گلاس، واحد کُوبٌ۔ مَوْضُوْعَۃٌ (ف) اسم مفعول واحد مؤنث، وَضَعَ الشیئَ (ف) وَضْعًا: رکھنا۔ نَمَارِقُ گدے، واحد نُمْرُقَۃٌ (حضرت تھانویؒ نے گدے ترجمہ کیا ہے) بعض حضرات نے تکیے ترجمہ کیا ہے، اس میں تین لغات ہیں: (۱) نُمْرُقَۃٌ (نون اور راء کا ضمہ (۲) دونوں کا فتحہ (۳) دونوں کا کسرہ، اور بغیر ہاء کے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی النُّمْرُقُ (روح المعانی) مَصْفُوْفَۃٌ برابر لگے ہوئے (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، صَفَّ الشیئَ (ن) صَفًّا: ترتیب سے لگانا، زَرَابِیُّ قالین، واحد زِرْبِیَّۃٌ (زاء کی تینوں حرکتوں کے ساتھ، روح المعانی) مَبْثُوْثَۃٌ (ن) اسم مفعول واحد مؤنث، بَثَّ الشیئَ (ن) بَثًّا: پھیلانا، بکھیرنا۔

ترکیب وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ لِّسَعْیِہَا رَاضِیَۃٌ ... وجوہٌ مبتدا (تنوین برائے تنویع) یومئذٍ مرکب اضافی ہوکر ناعِمَۃٌ کا ظرف، ناعمۃٌ شبہ جملہ ہوکر خبر اول، لِسَعْیِہَا متعلق مقدم راضیۃٌ کے (والتقدیم للاعتناء مع رعایۃ الفاصلۃ) ۲ اور وہ خبر ثانی فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ لَّا تَسْمَعُ فِیْہَا لَاغِیَۃً ..... فی حرف جار جنۃٍ موصوف عالیۃٍ صفت اول، لا تَسْمَعُ فیہا لاغیۃً ۳ صفت ثانی (لاغیۃً مفعول بہ اور فیہا متعلق لا تسمعُ کے) فیہا عینٌ جاریۃٌ ..... فیہا جار مجرور ثابتۃٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم عَیْنٌ جاریۃٌ مرکب توصیفی ہوکر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت ثالث، فِیْہَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ وَّاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَۃٌ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَۃٌ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ ..... فیہا جار مجرور ثابتۃٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم سُرُرٌ مرفوعۃٌ مرکب توصیفی ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اکوابٌ موضوعۃٌ مرکب توصیفی ہوکر معطوف علیہ معطوف واؤ عاطفہ نمارقُ مصفوفۃٌ مرکب توصیفی ہوکر معطوف

۱ سَمِعَ لہ: اطاعت کرنا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ: اللہ کا کسی کی حمد کو سننا اور قبول کرنا۔

۲ قولہ لِسَعْیِہَا الخ وقیل المضاف مقدر ای لثوابِ سعیہا الخ

۳ قولہ لا تَسْمَعُ الخ خطابٌ لکلِّ مَن یصلح للخطاب، او ھو مسندٌ الی ضمیر الغائبۃ المؤنثۃ وھو راجع للوجوہ علی اَنَّ المراد بہا اصحابہا والاسناد مجازیٌ۔

علیہ معطوف، واو عاطفہ زرابیٌ مبثوثۃٌ مرکب توصیفی ہوکر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملاکر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت رابع، جَنّۃ کی، موصوف اپنی چاروں صفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنۃ محذوف کے متعلق ہوکر خبر ثالث، مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

عمدہ تحقیق: قولہ لاغیۃٌ: لاغیۃ کے بارے میں ایک قول تو بضمن لغات لکھ دیا گیا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مصدر نہیں بلکہ اسم فاعل ہے، اب تین صورتیں ہیں، یہاں پہلی صورت یہ ہے کہ فاعلٌ کا یہ وزن اسم فاعل کے معنی میں نہیں کیوں کہ اسم فاعل ماننے کی صورت میں ترجمہ ہوگا لغو اور بے ہودہ کام کرنے والا، اور اس کا موصوف کلمۃ محذوف ہے تو ظاہر ہے کہ کلمہ کو لغو بولا جاتا ہے نہ کہ خود کلمہ لغو بے ہودہ کام کرنے والا ہوتا، لہٰذا فاعل کا یہ وزن نسبت کے لیے ہے، جیسے: تامِرٌ ولابنٌ. ای ذات لَغو یعنی کلمۃٌ ذات لَغوٍ. ''لغو بے ہودہ بات'' دوسری صورت یہ ہے کہ لاغیۃٌ اسم فاعل اپنے ہی معنی میں ہے، اور کلمۃٌ کی صفت ہی ہے، اور کلمۃ کی طرف اس کی نسبت اسناد مجازی ہے کیوں کہ کلمہ لاغیۃ نہیں ہوتا بلکہ ملغو بہا ہوتا ہے، یعنی کلمہ خود لغو کام کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ یعنی اس کو بول کر لغو بے ہودہ کام کیا جاتا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ یہ نفسًا محذوف کی صفت ہے ای لا تسمع فیھا نفسًا لاغیۃً یعنی جنتی لوگ کسی شخص کو بے ہودہ بات کرتے نہیں سنیں گے، اب یہ اسناد اسناد حقیقی ہوگی، اور اسم فاعل اپنے معنی میں ہوگا۔ (روح ومظہری ملخصا)

نکتہ: قولہ فیھا عینٌ جاریۃٌ: چشموں کا پانی تو جاری وساری ہوتا ہی ہے تو جاریۃٌ صفت کیوں لائی گئی، جواب یہ ہے یہ صفت بطور مبالغہ کے لائی گئی ہے کہ اس کا پانی ایسا رواں دواں ہوگا کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۝۱۷ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۝۱۸ وَ اِلَى الْجِبَالِ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے • اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے • اور پہاڑوں کو

كَيْفَ نُصِبَتْ۝۱۹ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۝۲۰

کہ کس طرح کھڑے کیئے گئے ہیں • اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے •

تشریح ان آیات سے ماقبل آیات میں قیامت اور مومن وکافر کی جزا وسزا کا بیان تھا تو جو بعضے لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس میں جزا وسزا وغیرہ کے سب واقعات ہوں گے تو یہ ان کی غلطی ہے ان کو اللہ کی قدرت اور اس کی نشانیوں میں غور کرنا چاہیے، چناں چہ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جن میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے قیامت کو قائم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ''اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۝۱۷'' ''تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے یعنی اونٹ کی ہیئت اور خاصیت دوسرے جانوروں کی بہ نسبت عجیب ہے، ہیئت بایں طور عجیب ہے کہ اپنے ڈیل ڈول کے اعتبار سے سب سے بڑا جانور ہے (ہاتھی بھی اگرچہ بڑا چوپایہ ہے مگر وہ عرب کے اندر ہوتا ہی نہیں اور قرآن کے اوّلین

مخاطب وہی حضرات ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں وہ فوائد وخصائص نہیں جو اونٹ میں پائے جاتے ہیں نیز نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ دودھ پیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنادیئے جن کی تہہ کر کے وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس پر چڑھنا آسان ہوجاتا ہے، اور باعتبار خاصیت واوصاف کے بھی وہ عجیب ہے کہ وہ مسکین طبع اور بڑا سادہ مزاج ہے کہ ایک بچی بھی اگر چاہے تو اس کی رسی پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے، نیز تمام پالتو جانوروں میں سب سے زیادہ بھوک پیاس گرمی سردی برداشت کرلیتا ہے اور تھوڑی سی دیکھ بھال سے خوش ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پیٹ میں ایک ایسی ٹنکی بنادی کہ وہ سات آٹھ روز کا پانی پی کر اس ٹنکی میں محفوظ کرلیتا ہے اور حسبِ ضرورت اندر اندر پی لیتا ہے، ''وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ ''اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے کہ بظاہر نہ کوئی ستون ہے اور نہ کوئی کھمبا۔ ''وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ ''اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے کہ ذرا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے۔ ''وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ ''اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے کہ اس پر چلنا پھرنا، رہنا سہنا بھی آسان، اور کھیتی کرنا بھی آسان، خلاصہ یہ ہے کہ کیا منکرین بعث اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں کو نہیں دیکھتے کہ ان میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے پر قادر ہونا سمجھ لیتے۔

فائدہ مذکورہ آیات میں بطور خاص چار چیزوں کو بیان کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن کے اوّلین مخاطب عرب کے لوگ تھے اور عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے تو اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ، اس لیے ان علامات میں غور کرنے کے لیے فرمایا گیا۔

لغات الْاِبِلِ اونٹ، یہ بطور اسم جنس واحد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، اِبِلِ کا کوئی واحد نہیں ہے البتہ اس کی جمع آبال آتی ہے، لفظ ابل مؤنث ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر میں تا آتی ہے چنانچہ اُبَیْلَۃٌ بولتے ہیں (روح المعانی) كَيْفَ اسم مبنی برفتحہ ہے، عموماً یہ استفہام کے لئے ہوتا ہے خواہ استفہام حقیقۃً ہو یا اعتباراً مثلاً تعجب وغیرہ کے لئے، کیف کے بعد اگر کوئی اسم ہو تو کیف خبریت کی بناء پر محل رفع میں ہوگا، اور اگر کیف کے بعد فعل ہو تو کیف مفعول مطلق یا حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہوگا، آیت مذکورہ میں کیف حال ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے اور الم تر کیف فعل ربک بأصحاب الفیل میں کیف مفعول مطلق ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے، اور کیف شرط کے لئے بھی آتا ہے، جیسے کیف تصنعْ اصنعْ پس یہ ایسے دو فعلوں کا تقاضا کرتا ہے جو لفظاً ومعنیً متفق ہوں اور مجزوم نہ ہوں۔ (مغنی اللبیب: ص ۲۰۴، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۹۳) خُلِقَتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، خَلَقَ الشیئَ (ن) خَلْقًا: پیدا کرنا۔ رُفِعَتْ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، رَفَعَ الشیئَ (ف) رَفْعًا ورِفَاعًا: بلند کرنا۔ الْجِبَالِ الجبلُ کی جمع، پہاڑ۔ نُصِبَتْ (ض) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، نَصَبَ الشیئَ (ض) نَصْبًا: کھڑا کرنا، گاڑنا۔ الارض زمین، جمع اَرْضُوْنَ، اَرَاضٍ، اُرُوْضٌ۔ سُطِحَتْ بچھائی گئی۔ (ف) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، سَطَحَہٗ

(ف) سَطْحًا: بچھانا، پھیلانا۔

ترکیب اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ... همزه برائے استفهام انکاری (اعراب القرآن) فا عاطفہ اور معطوف علیہ محذوف ہے ای أینکرون البعث فلا ینظرون الخ یَنْظُرُوْنَ فعل، واؤ ضمیر فاعل، الی حرف جار الابل مبدل منہ کیف حال از ضمیر خُلِقَتْ (ای خلقت علی ایّ حالٍ، اَوْ لاینظرون الی خلق الابل، او الی کیفیۃ خلقها) ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بدل اشتمال (محل جر میں) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ الی السماء کیف رُفِعَتْ (اس کی ترکیب بعینہ الی الابل کیف خلقت کی طرح ہے) معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ الی الجبال کیف نُصِبَتْ (حسب سابق) معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ الی الارض کیف سُطِحَتْ (حسب سابق) معطوف، تمام معطوفات باہم مل ملا کر متعلق لا یَنْظُرُوْنَ فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (کلام مستانف مسوقٌ لتقریر ما مضی من حدیث الغاشیۃ)

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے • آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں • آپ ان پر مسلط نہیں ہیں • ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا • تو خدا اس

اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

کو بڑی سزا دے گا • ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا • پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے •

تشریح ماقبل میں چار چیزوں میں غور و فکر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا تھا، مگر جب یہ لوگ باوجود دلائل موجود ہونے کے غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے چناں چہ ارشاد خداوندی ہے "فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾" تو آپ (اے پیغمبر) نصیحت کر دیا کیجئے اور ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے، کیوں کہ آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾" آپ ان پر مسلط نہیں ہے (جو زیادہ فکر میں پڑیں، اور بات منوا کر ہی رہیں) "اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾" ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا تو خدا اس کو بڑی سزا دے گا (یعنی آخرت میں) "اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾" یہ جملہ ماقبل عذاب کی تعلیل کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑی سزا دے گا کیوں کہ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا، پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔ لہٰذا آپ صرف نصیحت کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دیجئے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کر دیجئے کہ ہم ان سے ایک ایک رتی کا حساب لے لیں گے۔

نکتہ: وعید کو قوی بنانے کے لیے اِنَّ الینا ایابھم میں الینا کو مقدم ذکر کیا یعنی ان کی واپسی ایسے جبار وقہار کی طرف ہی ہوگی جو ان کو سزا دینے پر قادر ہے۔ (مظہری)

نکتہ: اِنَّ عَلَینَا حِسَابَھُم علیٰ لزوم کے لیے آتا ہے لیکن اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں یعنی بالذات لازم نہیں، ہاں اس نے کفار کو معاف نہ کرنے کا وعدہ کرلیا ہے اس لیے اس وعدہ کی وجہ سے کفار کو عذاب دینا اس پر لازم ہے، بس یوں سمجھو کہ اس جگہ علیٰ کا استعمال تاکید وعید کے لیے ہے۔

لغات ذَکِّرْ باب تفعیل سے امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، ذَکَّرَ النّاس: وعظ ونصیحت کرنا۔ مُذَکِّرٌ باب تفعیل سے اسم فاعل کا واحد مذکر۔ لَسْتَ فعل ناقص لَیْسَ سے، واحد مذکر حاضر۔ مُصَیْطِر مسلط، اسم فاعل واحد مذکر، از ثلاثی مزید فیہ ملحق برباعی مجرد صَیْطَرَ صَیْطَرَۃً بروزن فَیْعَلَۃٌ (دراصل سَیْطَرَۃٌ ہے، سین کو صاد سے بدل دیا، سَیْطَرَۃٌ بمعنی ذمہ دار ہونا، مسلط ہونا) تَوَلّٰی (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، روگردانی کرنا۔ کَفَرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، کَفَرَ الرجلُ (ن) کُفْرًا وکُفرَانًا: کافر ہونا، کفر کرنا۔ یُعَذِّبُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب، عَذَّبَہٗ تَعْذِیْبًا وعذَابًا: عذاب دینا، سزا دینا۔ العذاب باب تفعیل کا اسم مصدر، بمعنی سزا، دکھ، جمع اَعْذِبَۃ۔ الاَکبرُ باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھیے سورۃ النازعات میں فاراہ الآیۃ الکبریٰ) اِیاب مصدر از باب نصر، آبَ الیہ (ن) اَوْبًا وایابًا، ومآبًا: لوٹنا (دراصل اِواب ہے، واؤ بعد کسرہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ ثم (للتراخی الرتبی لا الزمانی) حِساب مصدر از باب نصر، حَسَبَ المالَ ونحوَہٗ (ن) حِسَابًا وحُسْبَانًا: مال وغیرہ کا حساب کرنا۔ (مزید تحقیق سورۃ النبأ میں)

ترکیب فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّر... فا فصیحیہ (اور شرط مقدر ہے) اَیْ اِنْ کانوا لاینظرون الی ھذہ الاشیاء نظرَ تدبّرٍ فذکّرھم (اعراب القرآن) ذَکِّرْ فعل اپنے فاعل سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ[۲]۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مذکِّر (ترکیب آسان ہے) اور جملہ تعلیلیہ ہے (ای تعلیلٌ للامر بالتذکیر) لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ ...... لَسْتَ (تاکید لمضمون انما أنت مذکر) فعل، تاءِ ضمیر اس کا اسم علیھم جار مجرور متعلق مقدم مُصَیْطِرٍ کے بمصیطر با زائدہ برائے تحسین وتاکید مُصَیطِر لفظاً مجرور محلاً منصوب، لیس کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ ...... اِلَّا بمعنی لکن مَنْ اسم موصول تَوَلّٰی[۱] وَکَفَرَ معطوف ومعطوف علیہ جملہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فا زائدہ (جو مشابہ ہے فا جزائیہ کے کیونکہ مبتدا میں اس جگہ شرط کے معنی کی جھلک ہے) اور یہ الذی یاتینی فی الدار فلہ درھم کی طرح

۱ تَوَلّٰی فلانًا: دوست بنانا، محبت کرنا۔

۲ قولہ فذکّر الخ مفعول بہ کو حذف کردیا گیا اَیْ ذکِّرھُم مفعول بہ کو کسی غرض کی بناء پر حذف کرنا جائز ہے، لفظی غرض ہو جیسے رعایت فواصل جیسے ما ودّعک ربک وما قلی ای قلاک یا معنوی غرض ہو، جیسے: مفعول بہ کے ذکر کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اس کو حذف کرنا جیسے کتب اللہ لاغلبنّ انا ورسلی ای لاغلبنّ الکافرین۔

ہے) یُعَذِّبُہ اللّٰہ فعل، فاعل، مفعول بہ، العذاب الاکبر مرکب توصیفی ہوکر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ مستانفہ یا پھر مستثنیٰ منقطع[۱] (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ... اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل الینا جار مجرور ثابتٌ کے متعلق ہوکر خبر مقدم[۲] ایابھم مرکب اضافی ہوکر اسم مؤخر، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، ثُمَّ حرفِ عطف اِنَّ علینا حسابھم (حسب سابق) معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ تعلیلیہ (ای تعلیلٌ للعذاب الاکبر)

فائدہ ایابھم اور حسابھم کی ضمیر کا جمع لانا لفظ مَن کے معنیٰ میں عموم کے اعتبار سے ہے اور بعض جگہ ضمیر کا واحد لانا لفظ مَن کی رعایت میں ہوتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

تحقیق لطیف: قولہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی: عصام الدین نے فرمایا کہ من تولی الخ کو لست علیھم کی ضمیر ھم سے مستثنیٰ منقطع ماننے میں اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ مستثنیٰ منقطع وہ ہوتا ہے جو الا کے بعد واقع ہو اور اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اسکے متعدد میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، اور وہ اس متعدد یعنی مستثنیٰ منہ کے حکم میں مخالف ہو، تو دیکھئے یہاں مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ سے کفار مراد ہیں اور لست علیھم میں ھم ضمیر سے بھی کفار مراد ہیں تو یہاں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ متعدد سے نکالا نہیں گیا اور حکم کے اعتبار سے بھی یہاں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے مخالف نہیں بلکہ حکم میں شریک ہے کہ مستحق عذاب ہے، اس کا جواب دیا کہ کبھی کبھی مستثنیٰ منقطع کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لیے آتا ہے بغیر اس کے کہ وہ حکم میں مستثنیٰ منہ کے مخالف ہو، پس اس کے لیے حکم کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ معلوم ہوجائے کہ اس کا حکم مستثنیٰ منہ کے حکم کے خلاف نہیں ہے پس یہاں مستثنیٰ عذاب کے وہم کو دفع کرنے کے لیے ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ لست علیھم میں ھم ضمیر کے جو مصداق ہیں ان کو تو عذاب ہو اور جو من تولی وکفر کے مصداق ہیں ان کو عذاب نہ ہو، لہٰذا ان کا حکم بیان کیا گیا کہ فیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الخ۔

سورۃُ وَالْفَجْرِ مکّیّۃٌ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ﴿۴﴾ ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ

قسم ہے فجر کی ● اور دس راتوں کی ● اور جفت اور طاق کی ● اور رات کی جب وہ چلنے لگے ● کیا اس میں عقلمند

[۱] دوسرا قول یہ ہے کہ الا حرفِ استثناء مَنْ تولّٰی وکفرَ موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ متصل ذَکِّرْ کے مفعول بہ سے ای ذَکِّرْ عبادی الا مَنْ تولّٰی الخ یا علیھم کی ضمیر سے، اس صورت میں فیُعَذِّبُہ الخ کی فا عاطفہ ہوگی اور معطوف علیہ محذوف ہوگا ای یَتَخبسۃ فیعذّبہ الخ اور یہ جملہ مستانفہ ہوگا (اعراب القرآن وبیانہ وصرفہ) وقیل الاستثناء منقطع (تفصیل در روح المعانی)

[۲] والسرُّ فی تقدیم الجار والمجرور التشدیدُ بالوعید وفی العطف بثُمّ للدلالۃ علی التراخی فی الرتبۃ لا فی الزمان

لِّذِیۡ حِجۡرٍ ﴿۵﴾

کے واسطے کافی قسم بھی ہے۔

ربط سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت کا بڑا مقصد فریقین کے ایسے اعمال کو بیان کرنا ہے جو جزا وسزا کے سبب بنتے ہیں، اور تمہید میں بعض ہلاک شدہ امم سابقہ کا ذکر ہے جن کے اعمال موجب سزا تھے اور اخیر میں فریقین کی بعض جزا کا مضمون ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور جواب قسم مقدر ہے ای لَتُعَذَّبُنَّ یا کفار مکۃ (جلالین) تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "وَالۡفَجۡرِ ﴿۱﴾" "قسم ہے فجر (کے وقت) کی، یعنی ہر روز کے صبح صادق کے وقت کی کہ وہ عالم میں ایک عظیم انقلاب لاتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ آدمی سوتے سوتے کیسے بیدار ہو گیا، گویا زندگی کی ایک نئی صبح ہوگئی (حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اس سے مراد ماہِ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر ہے جو اسلامی قمری سال کا پہلا دن ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک یوم النحر کی فجر مراد ہے (جلالین حاشیہ، معارف القرآن)[1] "وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ﴿۲﴾" "اور دس راتوں کی دوسری چیز جس کی قسم کھائی وہ دس راتیں ہیں یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں کہ ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے اور ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ (ہکذا فی الحدیث) "وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ﴿۳﴾" اور جفت اور طاق کی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی شَفۡعٌ کے لغوی معنی جوڑے کے ہیں جس کو اردو میں جفت کہتے ہیں اور جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے اور وَتر کے معنی طاق اور فرد کے ہیں۔ اور طاق سے مراد ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ ہے (کذا فی الحدیث) (ایک حدیث میں ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں اور کسی کی جفت، بعض نے کہا کہ طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور جفت سے مراد مخلوق)

"وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ﴿۴﴾" "اور رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گذرنے اور ختم ہونے لگے، یاد رکھئے کہ رات کا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ وانعامات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے، "ہَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ﴿۵﴾" یہ آیت بطورِ جملہ معترضہ کے ہے تاکہ اس قسم کا عظیم ہونا معلوم ہو جائے کہ کیا اس (قسم مذکور) میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے (یعنی کیا عقل والے آدمی کے لیے یہ قسمیں بھی کافی ہیں یا نہیں، ذی حجر کا ترجمہ ہے عقل والا، اور قَسَمٌ کی تنوین برائے تعظیم ہے، بنابریں ترجمہ میں لفظ کافی استعمال کیا گیا) یہ استفہام تقریر

[1] دسویں ذی الحجہ یعنی یوم النحر کی تخصیص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دن کے ساتھ ایک رات لگا رکھی ہے جو اسلامی اصول کے مطابق دن سے پہلے ہوتی ہے صرف یوم النحر ایسا دن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی رات نہیں، یوم النحر سے پہلے جو رات ہے وہ نویں تاریخ یعنی عرفہ ہی کی رات ہے گویا عرفہ کی دو راتیں ہیں ایک اس سے پہلے کی اور ایک بعد کی یہی وجہ ہے کہ اگر حاجی عرفہ کے دن میدان عرفات میں نہ پہنچ سکا اور رات میں کسی وقت بھی صبح صادق سے پہلے تک پہنچ گیا تو اس کا وقوف معتبر اور حج صحیح ہو جاتا ہے (معارف)

وتاکید کے لیے ہے یعنی واقعۃً ان مذکورہ قسموں میں ہر قسم تاکید کلام کے لیے کافی ہے معمولی نہیں ہے گو خدائے پاک کی سب قسمیں ایسی ہی ہیں مگر اہتمام شان کے لیے اس کے کافی ہونے کی تصریح فرمادی کمافی قولہ تعالیٰ فی سورۃ الواقعۃ، وانہ لَقَسَمٌ لو تعلمُون عظیمٌ اب اس کے بعد جواب قسم مقدر ہے ای لتعذّبن یا کفار مکۃ اے کفار مکہ تم کو ضرور سزا ہوگی اور اس جوابِ قسم پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین یعنی قوم عاد، ثمود اور فرعون کو عذاب دینے کا ذکر ہے۔ کہ جس طرح وہ منکر خدا تھے تم بھی ہو تو جو حشر ان کا ہوا تمہارا بھی ہوگا۔

قسم اور جوابِ قسم میں مناسبت دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ سب تصرفات الٰہیہ کی دلیل ہیں اور جو ایمان واطاعت کے واجب ہونے کی مقتضی ہیں اور ترک واجب پر عذاب کا مرتب ہونا ظاہر ہے۔

فائدہ قسم کا عظیم ہونا قسم کھانے سے سمجھا گیا اب ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ الخ سے تاکید ہے یعنی قسم کے عظیم ہونے کی تاکید ہے۔

لغات اَلْفَجْرِ (مراد وقت فجر) اَلْفَجر مصدر ہے اور دراصل اس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، بطور اسم صبح کو اس لئے فجر کہتے ہیں کہ اس سے رات کی تاریکی چاک ہوجاتی ہے، فَجَرَ اللّٰہُ الْفَجْرَ (ن) فجر طلوع کرنا[1]۔ لَیَالٍ راتیں، واحد لَیْلَۃٌ دراصل لَیَالِیُ تھا، یاء بوجہ التقاء ساکنین حذف ہوگئی، اور لیالٍ کو نکرہ لانا اس کی دیگر راتوں پر فضیلت کی وجہ سے ہے[2]۔ (اعراب القرآن) عَشْرٍ دس، یہ بغیر ھا کے مؤنث کا عدد ہے، اور جب اس کے ساتھ آحد سے لیکر تِسعَۃٌ کا کوئی لفظ استعمال ہوگا تو شین پر فتحہ ہوگا[3]۔ الشَّفْعِ بمعنی جوڑا، جفت وَتْر کے بالمقابل، یہ مصدر ہے بمعنی جوڑا بنانا، کسی چیز کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز ملانا، شَفَعَ الشیءَ (ف) شَفْعًا: جوڑا بنانا۔ پھر یہ بمعنی مشفوع (ملایا ہوا یعنی جفت) استعمال ہونے لگا، شَفْعٌ کی جمع اَشْفَاعٌ وشِفَاعٌ۔ الوَتْرِ طاق، اکیلا، ضد شَفْع (بکسر الواو وبفتحھا) جمع اَوْتَار، یَسْرِ (ض) مضارع واحد مذکر غائب، سرَی اللیلُ (ض) سَرْیًا وسِرَایَۃً: جانا، گذرنا، اصل یَسْرِی حُذفت الیاء تخفیفًا، (بیان القرآن) روح المعانی میں ہے حذفت الیاءُ عند الجمہور وصلاً ووقفًا للتخفیف ولتوافق رؤس الآی، (یعنی رعایت فاصلہ کی وجہ سے یا کو حذف کردیا) بعض قراء نے حالت وصل اور حالت وقف دونوں میں یاء کو ثابت مانا ہے اور بعض نے صرف حالت وقف میں یاء کو حذف مانا ہے۔ قَسَمٌ اسم مصدر بمعنی یمین، جمع اَقْسَامٌ (قِسْمٌ کی جمع بھی اَقْسام ہی ہے) اَقْسَمَ اِقْسامًا ومُقْسَمًا: قسم کھانا۔ حِجْرٍ عقل، جمع حُجور واَحْجار، اصل

---

[1] فَجَرَ الماءَ: چشمہ جاری کرنا، فَجَرَ (ن) فُجُوْرًا: گناہ کرنا، اَفْجَرَ: وقت فجر میں داخل ہونا، گناہ کرنا، فاجَرَ مفاجَرۃً: کسی کے ساتھ مل کر بدکاری کرنا، فَجَّرَ الارضَ: چشمہ جاری کرنا۔

فائدہ: فجور، فجر ہی سے ہے، دیانت کے پردہ کو چاک کردینا جسکی دوسری تعبیر ہے نافرمانی وگناہ کرنا

[2] اللّیل کے معنی بھی رات کے ہیں جمع اللیالی (یاء کی زیادتی کے ساتھ خلاف قیاس) اور لیائل بھی کہا جاتا ہے، اور اللّیلۃ بمعنی ایک رات، جمع لیال ولیائل، مصباح اللغات میں لکھا ہے کہ لیلٌ نہار کے مقابل ہے اور لیلۃٌ یوم کے مقابل، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلٌ مثل لَیْلَۃٌ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیل واحد معنی میں جمع کے ہے، اور اس کا واحد لیلۃ ہے۔

[3] معدود اگر دس تک مذکر ہو تو عشرۃٌ آئیگا جیسے عشرۃُ رجالٍ اور اگر معدود مؤنث ہو تو عشرٌ آئیگا جیسے عشرُ نِسْوَۃٍ (المعجم الوسیط، القاموس الوحید)

معنی روکنے کے ہیں، حجرَ علیہ (ن) حَجْرًا: روکنا (عقل کو حجر اس لئے کہتے ہیں کیوں کہ وہ نامناسب باتوں میں مشغول ہونے سے روکتی ہے، روح المعانی)

ترکیب وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ... واوٌ جارہ قسمیہ، الفجر معطوف علیہ واوٌ حرف عطف لیالٍ عشرٍ مرکب توصیفی ہوکر معطوف علیہ معطوف اول۔ واوٌ حرف عطف الشفع معطوف علیہ معطوف واوٌ حرف عطف الوتر معطوف علیہ معطوف واوٌ حرف عطف اللیل (ای عظمۃ اللیل) معطوف، معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف اُقسِمُ کا، اِذَا مضاف (مجرد عن الشرط) یَسْرِ جملہ ہوکر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہوا، عظمۃ اللیل میں عظمۃ محذوف کا، اُقسِمُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم (لامحل لہا)، جوابِ قسم محذوف ہے اَی لتُعذّبن یا کفار مکۃ (دوسرا قول یہ ہے کہ جوابِ قسم اِنّ ربّک لبالمرصاد ہے) هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ (فی ذٰلک ای فیما ذکرت من القسم المذکور)... ھَلْ حرف استفہام برائے تقریر وتاکید (لفخامۃ الاشیاء المذکورۃ المقسم بہا، روح المعانی) فی ذٰلِكَ ثابتٌ کے متعلق ہوکر خبر مقدم، قسمٌ موصوف لام جارہ ذی حجرٍ مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنٌ کے ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا (لامحل لہا)۔ (یعنی قسم اور جوابِ قسم محذوف کے درمیان)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد • یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قدوقامت ستون جیسے تھے • جن کی برابر شہروں میں

الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ

کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا • اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے • اور میخوں والے فرعون کے ساتھ • جنہوں نے

طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ

شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا • اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا • سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا • بے شک

رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

آپ کا رب گھات میں ہے •

تشریح ان آیات میں موجودین کی عبرت کے لئے منکرین سابقین کے دنیا ہی کے اندر عذاب میں مبتلاء ہونے کا

لے قولہ ولیالٍ علامۃ جرہ الفتحۃ نیابۃ عن الکسرۃ المقدرۃ علی الیاء المحذوفۃ لالتقاء الساکنین، یمتنع صرفہ لقیام الجمع فیہ مقام علتین۔

ذکر ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، ایک تو قوم عاد کا ذکر کیا، عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے جس کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے یعنی عاد بیٹا تھا عاص کا اور عاص بیٹا تھا ارم کا اور ارم بیٹا تھا سام ابن نوح علیہ السلام کا، عاد کی نسلیں واولاد بھی اسی نام سے موسوم ہوئی، یعنی اولاد کو باپ کے نام پر عاد بھی کہتے ہیں اور دادا کے نام پر ارم بھی گویا اس قوم کے دو لقب ہیں، عاد اور ارم۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ عاد کی اولاد میں دو گروہ ہوئے ایک ان کے متقدمین جن کو عاد اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے متاخرین جن کو عاد اُخریٰ کہتے ہیں، تو جب عاد کے ساتھ ارم کا لفظ ملاتے ہیں تو اس سے عاد اولیٰ مراد ہوتی ہے (کہ یہ لوگ اپنے جد امجد یعنی ارم سے بہ نسبت عاد اخری کے قریب تر ہیں) اسی طرح ارم کا ایک بیٹا تھا عابر اور عابر کا بیٹا تھا ثمود، پھر ثمود کے نام سے بھی ایک قوم موسوم ہوئی گویا عاد وثمود کا دادا ارم تھا۔

تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۝'' کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قدوقامت ستون جیسے تھے، (ہمزہ، استفہام تقریری کے لیے ہے ای قد رأیت اور مخاطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی واقعۃً آپ کو معلوم ہے گویا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ واقعات اپنی شہرت کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ہر ایک کو ان کا علم ہونا چاہیے۔ اور لم تر میں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی یعنی علم ہے، اسی وجہ سے لفظ ''معلوم'' سے ترجمہ کیا گیا اور علم کو رؤیت سے اس لیے تعبیر کیا کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے چناں چہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور عرب کے عام باشندے اس قوم سے خوب واقف تھے کہ کس طرح ان کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کردیا گیا۔ یاد رکھئے کہ آیت کے اندر قوم کی دو صفت لائی گئیں ایک ذات العماد دوسری التی لم یخلق۔ عِمَاد ستون کو کہتے ہیں، قوم عاد کو ذات العماد اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کے قدوقامت ستون کی طرح بڑے طویل تھے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان میں کم سے کم قد کا آدمی بارہ گز کا ہوتا تھا، (عماد کی جمع عَمَدٌ کما قال تعالیٰ: فی عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ، سورۃ الھمزۃ، وقال تعالی: بغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا، سورۃ الرعد) ''الَّتِیۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۝'' جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا یعنی دنیا بھر کے شہروں میں قوت وطاقت کے اعتبار سے ان جیسا بہادر کوئی نہیں پیدا کیا گیا، مگر بوجہ سرکشی ونافرمانی انجام کیا ہوا آگے خود آرہا ہے کہ فَصَبَّ علیھم ربك سوط عذاب، ''وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۝'' اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے، ثمود کا عطف عاد پر ہے یعنی کیا آپ کو معلوم ہے کہ تیرے رب نے قوم ثمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو وادی القریٰ میں پہاڑ کے پتھروں کو تراشا کرتے تھے، اور مکانات بنایا کرتے تھے [1]۔ (ان کا انجام بھی وہی ہوا)

واضح رہے کہ وادی القریٰ ان کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جیسا کہ ایک کا نام حجر ہے اور یہ سب حجاز

[1] اللہ نے ان کو یہ فن عطا کیا تھا اور اس سنگ تراشی میں وہ بڑے ماہر تھے معلوم ہوا کہ کسی فن میں مہارت اللہ کی بڑی نعمت ہے مگر انھوں نے اس نعمت کا یہ صلہ دیا کہ اس منعم ومحسن کی نافرمانی کی۔ فیا للعجب۔

وشام کے درمیان میں ہیں اور سب میں ثمود رہتے تھے (بیان القرآن) جابوا بروزن قالوا ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی تراشا، اور الصخر کا واحد صَخْرَۃٌ بمعنی پتھر۔ ’’وَ فِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿۱۰﴾‘‘ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ فرعون کا عطف بھی عاد پر ہے یعنی تیرے رب نے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا، اوتاد وتَدٌ کی جمع ہے بمعنی میخ، فرعون کو ذی الاوتاد یعنی میخوں والا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کو سزا دیتا تھا تو اس کے چاروں ہاتھ پیر میخوں سے باندھ کر یا خود ہاتھوں پیروں میں میخیں گاڑ کر دھوپ میں لٹا دیتا تھا اور اس پر سانپ بچھو چھوڑ دیتا تھا۔ (معارف)

’’الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾‘‘ جنھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا، اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا الذی طَغَوا الخ عاد، ثمود اور فرعون سب کی مشترکہ صفت ہے ای المذکورین، جنھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا یعنی سرکشی وقتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، اور کفر ومعاصی سے ایک فساد برپا کر رکھا تھا، چناں چہ ظلم وفساد حد سے بڑھا تو قدرت کو جلال آیا کہ ’’فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾‘‘ سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا یعنی عذاب نازل کیا۔

نکتہ: سوط کے معنی کوڑا، اور عذاب کو کوڑے سے بایں وجہ تعبیر کیا کہ جس طرح جب کوڑا اور ڈنڈا بدن پر بجنا شروع ہوتا ہے تو بدن کے مختلف حصوں پر بجتا ہے اسی طرح ان ظالموں اور فسادیوں پر عذاب بھی مختلف قسم کے نازل کیے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ عذاب کے لیے بجائے لفظ اَنْزَلَ استعمال کرنے کے صَبَّ بمعنی برسانا استعمال کیا تا کہ اشارہ ہوجائے کہ ان پر عذاب بارش کی طرح مسلسل برسا کہ سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔

’’إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾‘‘ بیشک آپ کا رب گھات میں ہے اس آیت میں عذاب کی علت اور موجودین کی عبرت کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے مرصاد اسم ظرف برائے مکان ہے، یعنی گھات کی جگہ کہ جہاں بیٹھ کر کوئی شخص دور دور تک کے لوگوں کو دیکھ سکے اور ان کے افعال واعمال کی نگرانی کر سکے، اور وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکیں، یہ کلام بطور تشبیہ کے ہے کہ جس طرح کوئی آدمی گھات میں بیٹھ کر کسی کی نقل وحرکت کی خبر رکھے ہوئے ہو تو بس اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی نافرمانوں کی گھات میں ہے یعنی ہر انسان کے تمام اعمال وافعال کو دیکھ رہا ہے اور جب دیکھ رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا وسزا دینے والا ہے، لہٰذا یہ عذاب کی علت ہوئی، چناں چہ عذاب وسزا یہ ہے کہ نافرمانوں میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو آئندہ عذاب دینے والا ہے۔ (پس ان واقعات سے کفار کو عبرت پکڑنی چاہیے اور ایسے اعمال سے بچنا چاہیے کہ جو عذاب کا سبب ہوں، مگر کفار نے عبرت نہیں پکڑی جیسا کہ اگلی آیات میں تفصیل آ رہی ہے)

فائدہ قوم عاد کی سزا کا ذکر سورۂ اعراف میں ہے فانجینه والذین معه برحمة منا وقطعنا دابر الذین کذبوا بآیاتنا وما کانوا مؤمنین، اس قوم پر یعنی عاد اولیٰ پر سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ہلاک کر دیے گئے اور قوم ثمود کے متعلق بھی سورۂ اعراف میں ہے فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جثمین (پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے) دوسری آیت میں صیحۃ یعنی چیخ سے

ہلاک ہونے کا ذکر ہے، ہوسکتا ہے کہ نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہو، اور فرعون کی ہلاکت کے متعلق تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دریاء قلزم میں غرق کردیا گیا۔

لغات لم تَرَ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر حاضر، دراصل ترَیٰ تھا، شروع میں لَمْ جازمہ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہوگیا، رأہٗ (ف) رؤیۃً ورأیًا: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا۔ عاد روح المعانی میں ہے کہ عاد منصرف ہے حیّ (قبیلہ) کے معنی کے اعتبار سے، اور حیّ مذکر ہے، اور قبیلہ کے معنی کے اعتبار سے اس کو غیر منصرف بھی بولا جاتا ہے (اس صورت میں علمیت اور تانیث دو سبب ہوگئے) مگر چونکہ یہ ساکن الاوسط ہے اس لئے منصرف ہونے ہی کو ترجیح دی گئی ہے، اِرَمَ بربناء علمیت وتانیث غیر منصرف ہے (عجمی لفظ ہے) اور تانیث قبیلہ مراد لینے کی وجہ سے ہے۔ العماد تاج العروس میں ہے کہ آیت شریفہ اِرَمَ ذاتِ العماد میں بعض نے عماد کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں، ستون کی طرح، اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں اور اس کی جمع عَمَدٌ ہے (بحوالہ لغات القرآن)[۱] مِثْلُ مانند، مشابہ، جمع اَمْثَال۔ البلاد واحد البَلَدُ، شہر۔ ثمود بربناء علمیت وتانیث غیر منصرف ہے[۲] (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) جابُوا (ن) ماضی جمع مذکر غائب، جَابَ (ن) جَوْبًا: تراشنا، (دراصل جَوَبُوْا تھا، واوَ کو ماقبل متحرک ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا) الصَّخْرَ واحد الصَّخْرَۃُ، پتھر۔ الوَادِ جمع الاَوْدِیَۃ مراد وادی القریٰ ہے، دراصل الوادی تھا، رؤس آیات ورعایت فواصل کی بناء پر یاء کو حذف کردیا گیا ہے (تفسیر مظہری، اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہ) فرعونَ (تحقیق سورۃ النازعات میں اِذْهَبْ اِلٰى فرعونَ کے تحت گذر چکی) الاَوْتَادِ وَتَدٌ کی جمع بمعنی میخ۔ طَغَوْا (ف) ماضی جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں اِذْهَبْ اِلٰى فرعونَ اِنَّهٗ طَغٰى کے ضمن میں) اَكْثَرُوْا (افعال) ماضی جمع مذکر غائب، بمعنی زیادہ کرنا، مجرد میں باب کرم سے ہے كَثُرَ الشئُ (ک) كَثْرَۃً: بہت ہونا۔ الفَسَادَ باب نصر کا مصدر، فَسَدَ الامورُ (ن) فسادًا: معاملات بگڑ جانا، افراتفری پیدا ہونا۔ (یہاں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے بمعنی بگاڑ، خرابی) صَبَّ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، صبَّ الماءَ ونحوہٗ (ن) صبًّا: اوپر سے پانی ڈالنا، بہانا۔ (باب ضرب سے یہ لازم آتا ہے بمعنی بہنا اور مصدر صَبِیْبٌ ہے مگر عبارت بالا میں یہ متعدی استعمال ہوا ہے) سَوْطَ اسم جامد، کوڑا، جمع اَسْوَاط۔ عذَاب باب تفعیل (تعذیب) کا اسم مصدر، بمعنی سزا، دکھ وغیرہ جمع اَعْذِبَۃ (عذاب اور کوڑا الگ الگ نہیں تھے لہٰذا اس وقت سوطَ عذابٍ میں اضافت بیانیہ ہے ای سوطًا من

---

[۱] قولہ العماد، بلند عمارت، واحد عمادۃٌ (قاموس القرآن، اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ میں ایک قول یہ بھی ہے) مصباح میں علامہ احمد لکھتے ہیں کہ عماد وہ چیز ہے جس کا سہارا لیا جائے، مثلاً ستون، اسکی جمع عَمَدٌ ہے، عین اور میم کے فتحہ کے ساتھ (بحوالہ لغات القرآن واعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

[۲] علم چھ مقامات میں غیر منصرف بنتا ہے (۱) مؤنث کا علم ہو (۲) علم عجمی ہو زائد علی الثلاثۃ جیسے ابراہیم، ادریس، سقراط، (۳) فعل کے وزن پر علم ہو جیسے یثرب (۴) ایسا علم ہو جو مرکب امتزاجی ہو اور وَیْہ پر ختم نہ ہو (۵) علم بروزن فُعَلُ ہو جیسے عمر (۶) ایسا علم ہو جس کے آخر میں الف ونون زائد ہو جیسے عثمان۔ اور وصف تین مقامات میں غیر منصرف ہوتا ہے (۱) صفت اَفْعَلُ کے وزن پر ہو جس کا مؤنث فَعْلاء ہو جیسے اَفْضَلُ (۲) صفت فَعلان کے وزن پر ہو اور اس کا مؤنث فَعْلیٰ ہو جیسے عَطْشان مؤنث عَطْشیٰ ہے (۳) صفت مندرجہ ذیل الفاظ سے ہو جیسے اُخر (فعدۃٌ من ایام اُخر، القرآن) الفاظ مثنیٰ وثُلٰث جیسے الفاظ (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ)

العذاب) (روح) المِرْصاد (تحقیق سورۃ النباء میں اِنَّ جہنّم کانتْ مِرْصادًا کے تحت گذر چکی)

ترکیب اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ...... ہمزہ برائے استفہام تقریری ای قد رأیتَ لانّ المراد بالرویۃ ھٰھنا رویۃ القلب وھی العلم اور اس کو رویت سے بایں وجہ تعبیر کیا ہے کہ یہ علم بدیہی مثل مشاہدہ کے ہے، (اعراب القرآن) لَمْ تر فعل جازم، ضمیر اَنْتَ مستتر فاعل، کَیْفَ مفعول مطلق از فَعَلَ ای ایَّ فعلٍ فَعَلَ ربُّک (یا فَعَلَ ربُّک فعلاً عظیمًا بِعادٍ اور کیف کو مقدم کرنے کی وجہ اس کا صدر کلام کا مقتضی ہونا ہے) فَعَلَ رَبُّكَ فعل بافاعل، با جارہ (بمعنی فی) عادٍ مبدل منہ اِرَمَ موصوف ذاتِ العماد مرکب اضافی ہوکر صفت اول، التی لَمْ يُخْلَقْ مثلُها فی البلادِ اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانیہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (عطف بیان بنانا بھی درست ہے) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرفِ عطف ثمود موصوف الذین جابوا الصخر بالواد (الصخر مفعول بہ بالواد متعلق جابوا کے، یا فاعل یا مفعول بہ سے حال) اسم موصول مع صلہ کے صفت (معنی ثمود کی وجہ سے صفت کو جمع لایا گیا ہے) موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف فرعون موصوف ذی الاوتاد مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف ہوا اپنے معطوف علیہ کا، معطوف علیہ (عاد) اپنے معطوف سے مل کر موصوف اَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ...... الذین اسم موصول طغوا فی البلاد جملہ ہوکر معطوف علیہ (لامحل لہا) فاعاطفہ اکثروا فیہا الفساد جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف (فیہا متعلق فعل مذکور کے) فاعاطفہ صَبَّ علیہم ربُّك سوطَ عذابٍ جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعَلَ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول مطلق سے مل کر لَمْ تَرَ فعل مذکور کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ ا ے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ...... اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ربّک مرکب اضافی ہوکر اسم اِنَّ لام مزحلقہ بالمرصاد جار مجرور کائنٌ کے متعلق ہوکر خبر، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔ (لامحل لہا)

اجراء انّ ربك لبالمرصاد عزیز طلبہ! دورانِ اجراء آپ حضرات یہ کہیں گے کہ اِنَّ شروع کلام میں آتا ہے اور اَنَّ وسط کلام میں، اسی طرح صلہ کے شروع میں، جواب قسم میں، قول کے بعد، جملہ حالیہ کے شروع میں، نداء کے بعد اِنَّ آتا ہے، اور فاعل، مفعول بہ، مضاف الیہ، مجرور میں اَنَّ آتا ہے، مگر یہ بات واضح رہے کہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد ہر جگہ اِنَّ نہیں آئے گا، بلکہ اِنَّ جب آئے گا، جب کہ

[ل] الذین طغوا الخ مبتدا محذوف ھُمْ کی خبر بھی بن سکتا ہے نیز فرعون کی صفت ثانی بھی بن سکتا ہے اَیْ قوم فرعون نیز منصوب علی الذم بھی ہوسکتا ہے، **قولہ** فاکثروا فیہا، فیہا محذوف کے متعلق ہوکر اکثروا کی ضمیر سے حال بھی بن سکتا ہے۔

ترکیب میں مقولہ بنے لہٰذا مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۱۳ پر ایک مثال ہے، اَخُصُّکَ بالقول اَنَّکَ فاضِلٌ، ای لاَنَّک فاضل، یہاں یہ جملہ مقولہ نہیں بلکہ برائے تعلیل ہے، اور تین شکلوں میں اَنَّ اور اِنَّ دونوں کا استعمال برابر ہے، مشکل ترکیبوں کا حل ص: ۲۰۸

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ۝۱۵ وَ اَمَّاۤ اِذَا

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو اکرام انعام دیتا ہے • تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی • اور جب اس کو

مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ۝۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۙ۝۱۷

آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے • تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی • ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو •

وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۙ۝۱۸ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ۝۱۹ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے • اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو • اور مال سے بہت ہی

حُبًّا جَمًّا ؕ۝۲۰

محبت رکھتے ہو •

تشریح ماقبل میں اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے تحت یہ بیان کیا تھا کہ تیرا رب گھات میں ہے کہ مذکورین یعنی عاد وثمود کو تو ہلاک کر دیا اور موجودہ کفار کو عذاب دینے والا ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفار عبرت پکڑتے اور ایسے اعمال سے پرہیز کرتے جو عذاب کا سبب ہوں مگر کفار کا حال یہ ہے کہ ایسے ہی اعمال کو اختیار کرتے ہیں کہ جو عذاب کا سبب ہوں اور جن سے دنیا کی محبت ظاہر ہوتی ہو، چناں چہ اب مذکورہ آیات میں کفار کی دو حالتوں کو ذکر کیا، پہلی حالت: ''فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ۝۱۵'' سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) انعام واکرام دیتا ہے مثلاً مال ودولت اور مرتبہ، جس سے اس کی شکر گزاری کو دیکھنا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو آزمانے سے تعبیر کیا تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی یعنی کافر انسان اس انعام واکرام کو اپنا ضروری حق سمجھ کر فخر اور غرور سے کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی کہ میں چوں کہ اس کا محبوب ومقبول ہوں اس لیے مجھ کو انعام واکرام سے نوازا، اگر میں مردود ہوتا تو وہ مجھے یہ نعمتیں کیوں دیتا، کفار کی دوسری حالت: ''وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ۝۱۶'' اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی یعنی جب اللہ تعالیٰ رزق میں تنگی اور فقر وفاقہ دے کر آزماتا ہے جس سے مقصد اس کے صبر ورضا کو دیکھنا ہوتا ہے تو وہ بطور شکایت کہتا ہے کہ ربی اھانن میرے رب نے میری قدر گھٹادی اور میری توہین کردی کہ میں مستحق انعام واکرام تھا، مجھے بے وجہ ذلیل وحقیر کر دیا،

مطلب یہ ہے کہ کافر آدمی دنیا ہی کو مقصود سمجھتا ہے کہ خوشحالی کو دلیلِ مقبولیت اور تنگی کو دلیلِ مردودیت سمجھتا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ کبھی بطور استدراج اور بطور ڈھیل دینے کے معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے جیسا کہ فرعون کو کہ باوجود اس کے کہ اس کم بخت نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر کبھی اس کے سر میں درد بھی نہ ہوا (حالاں کہ وہ عند اللہ مردود و ذلیل تھا) اور بعض پیغمبروں کو دشمنوں نے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جب کہ وہ عند اللہ مقبول و باعزت تھے، ''کَلَّا'' ہرگز ایسا نہیں لفظ کَلَّا سے زجر و تنبیہ فرمائی کہ ہرگز ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ انعام و اکرام حاصل ہونا دلیلِ مقبولیت ہے اور تنگیٔ رزق دلیلِ مردودیت ہے۔ ''بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾'' بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے یعنی تمہارے اندر اے کافرو یہی مذکورہ اعمال سببِ عذاب نہیں بلکہ تمہارے اندر دیگر خصلتیں بھی مذموم ہیں جو سببِ عذاب ہیں، مثلاً چند خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت: ''لَا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ'' تم لوگ یتیم کی کچھ قدر نہیں کرتے، یعنی یتیم بچہ کہ جس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا تم اس کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو، اور ظلم یہ کہ اس کا مال کھا جاتے ہو۔

دوسری خصلت: ''وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾'' اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے یعنی تم خود تو کسی مسکین غریب کو کیا دیتے دوسروں کو بھی اس کی ترغیب نہیں دیتے، یعنی دوسروں کے حقوق واجبہ نہ خود ادا کرتے ہو اور نہ دوسروں کو حقوق واجبہ ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہو، طعام بمعنی اطعام ہے (کافر کے لیے ترکِ واجب زیادتیٔ عذاب کا سبب ہے اور کفر و شرک نفسِ عذاب کا سبب ہے)

تیسری خصلت: ''وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾'' اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ تراث کے معنی میراث کے ہیں، اور لَمًّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا، خوب سمیٹنا، اور لمًّا ترکیب میں صفت واقع ہے اور صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالاں کہ مصدر وصفِ محض ہوتا ہے اور وصفِ محض کا حمل درست نہیں ہوتا۔ لہٰذا یوں کہا جائے کہ یہاں صیغۂ صفت کے بجائے مصدر کو بقصدِ مبالغہ لایا گیا ہے جیسے: زیدٌ عَدْلٌ۔ اسی طرح حُبًّا جَمًّا ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر دوسروں کا مال بھی کھا جاتے ہو، (واضح رہے کہ میراث موجودہ تفصیل کے ساتھ اگرچہ مکہ مکرمہ میں مشروع نہ تھی مگر نفسِ میراث شریعت ابراہیمی و اسماعیلی سے برابر چلی آ رہی تھی، (زمانہ جاہلیت کی مذکورہ مذموم خصلتیں دورِ حاضر کے مسلمانوں کے اندر بھی عام ہوتی جا رہی ہیں، خدا محفوظ رکھے)

چوتھی خصلت: ''وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾'' اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو کہ اس میں کچھ خرچ ہی نہیں کرتے (جَمٌّ مصدر صفت کے معنی میں ہے ای کثیرًا معلوم ہوا کہ مال سے کثیر محبت مذموم ہے ایک گونہ محبت مذموم نہیں بلکہ وہ تو انسان کا فطری تقاضا ہے)

اختیاری مطالعہ

قولہ فاما الانسانُ | الف لام عہدِ خارجی کا ہے اس لیے انسان سے کافر انسان مراد ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اس گمراہی

میں بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں کہ مال کی فراوانی کو محبوب عند اللہ اور تنگیٔ مال کو مردود عند اللہ ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

خدا کو امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے؟ **قوله** إذا ما ابتلاه: ابتلاء کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں تو اعتراض یہ ہے کہ اللہ کو تو سب کچھ ازل ہی سے معلوم ہے پھر اس کو امتحان لینے کی کیا ضرورت پڑی، تو جواب یہ ہے کہ امتحان لینے کے دو مقصد ہوتے ہیں (۱) خود اس کی قابلیت کو جاننا (۲) اس کی حقیقت وصلاحیت سے دوسروں کو آگاہ کرنا، یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

قوله وتاکلون التراث بطورِ خاص میراث کے مال کا ذکر کیا حالاں کہ ہر ایک مال جس میں حلال وحرام کو جمع کیا گیا ہونا جائز ہے، وجہ خصوصیت شاید یہ ہو کہ میراث کے مال کے درپے ہونا کم ہمتی اور کم حوصلہ ہونے کی دلیل ہے باہمت لوگ مُردوں کے مال پر ایسی حریصانہ نظر نہیں رکھتے۔

لغات الانسانُ (مرَّ تحقیقه في سورةِ عبس) اِبْتَلٰی (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب، اِبْتلا ابتلاءً: آزمانا، بَلاَ (ن) بَلْوًا وَبَلاَءً: آزمانا۔ اَکْرَمَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَکْرَمَ فلانًا: عزت کرنا، کَرُمَ فلانٌ (ن) کَرَمًا وکرامةً: صاحبِ عزت ہونا (کریم کے پانچ معانی آتے ہیں دیکھئے نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی شروع خطبہ میں بکریم خطابہ کے تحت) نَعَّمَهٗ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، نَعَّمَهٗ تنعیمًا: خوشحال کرنا، انعام دینا، نَعِمَ الرجلُ (س) نَعَمًا ونَعْمَةً ونعیمًا: خوشحال ہونا۔ قَدَرَ ماضی واحد مذکر غائب، قَدرَ الرزقَ علیه (ض) قَدْرًا: رزق میں تنگی کرنا، قَدَرَ علیه: قادر ہونا۔ رِزق اسم بمعنی روزی۔ اَهَانَ (افعال) واحد مذکر غائب، اَهَانَ فُلاَنًا: کسی کی بے عزتی کرنا، هَانَ فلانٌ (ن) هُوْنًا وهَوَانًا ومَهَانَةً: حقیر وذلیل ہونا (اَکْرَمَنِ اور اَهَانَنِ کے آخر سے یاءِ متکلم بغرضِ اختصار محذوف ہے جس پر کسرۂ نون دال ہے)[1] الیَتِیْمَ صیغہ صفت، وہ نابالغ بچہ جس کا باپ مرگیا ہو، جمع الیتامیٰ، یَتِمَ (ک) یُتْمًا: یتیم ہونا[2]۔ لاَ تَحٰٓضُّوْنَ (تفاعل) مضارع منفی جمع مذکر حاضر، تم ترغیب نہیں دیتے ہو، دراصل تتحاضون تھا، باب تفعل وتفاعل میں ایک تاء کو حذف کرنا جائز ہے، مصدر تحاضّ ہے، ایک دوسرے کو رغبت دینا، ابھارنا، مجرد میں باب نصر سے ہے حَضَّهٗ علی الامر حضًّا: ابھارنا۔ طَعَامِ مصدر ہے از باب سمع بمعنی کھانا کھانا۔ یہاں طَعَام بمعنی اِطْعَام ہے، کھانا دینا، جیسے عطاء بمعنی اِعْطاء (وان کانَ بمعنی ما یوکلُ فهو جامدٌ جمع اَطْعِمة اس صورت میں مضاف پوشیدہ ہوگا ای علی بذل طعام المسکین) المِسْکِیْنِ نادار، مفلس، جلالین میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو جمع: المساکین۔ تَاْکُلُوْنَ (ن) مضارع جمع مذکر حاضر، اَکَلَ الطَّعامَ (ن) اَکْلاً: کھانا۔ التُّرَاثَ میراث، یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔ دراصل وُراث تھا، واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا، وَرِثَ (حسب) وِرْثًا ووَرْثًا وتُراثًا: وارث ہونا۔

[1] ابتلاء کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے قول میں فقدر علیه رزقه کے ساتھ فاَهَانَهٗ نہیں ہے جیسا کہ پہلی آیت میں فَاَکْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ دو چیزیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ رزق کو تنگ کرنا حقیقت میں اہانت ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن) **قوله** اَکْرَمَنِ میں چونکہ اکرام اور تنعیم شیٔ واحد کے حکم میں ہیں اس لئے اَکْرَمَنِ میں اسی پر اکتفاء کیا وَنَعَّمَنِی کو نہیں ملایا۔ (بیان القرآن)

[2] یَتِمَ (ض) یُتْمًا: تنہارہ جانا، یَتِمَ الصبیُّ: نابالغ اولاد کا بے باپ کے رہ جانا۔

اَکْلاً مصدر از نصر۔ لَمًّا مصدر از باب نصر، لَمَّ الشیئَ (ن) لَمًّا: اچھی طرح اکٹھا کرنا، خوب سمیٹنا، جمع کرنا (لَمًّا بمعنی جمع، اِستُعمِلَ فی الآیۃ استعمال الصفۃ مبالغۃً ای الجمع الکثیر والمراد بہ ھٰھنا الجمع بین الحلال والحرام یعنی انّکم تجمعون بین نصیبکم ونصیب غیرکم) تُحِبُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، اَحَبَّ شَیْئًا: چاہنا، محبت کرنا، حَبَّ (س) حُبًّا: محبوب وپسندیدہ ہونا، حُبًّا مصدر از باب سمع۔ جَمًّا ای کثیرًا مصدر بمعنی الصفۃ ہے مبالغۃً، از باب نصر، جَمَّ (ن) جَمًّا وجُمُومًا، بہت ہونا، اکٹھا ہونا۔

ترکیب فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ رَبُّہٗ فَاَکْرَمَہٗ وَنَعَّمَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَکْرَمَنِ...... فا استینافیہ اَمّا حرفِ شرط وتفصیل الانسانُ مبتدا اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط، ما زائدہ ابتلٰی فعل ھاء ضمیر مفعول بہ ربُّہٗ مرکب اضافی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ فا عاطفہ برائے تفسیر (اکرمہ ونعّمہٗ دونوں جملے اِبتلٰی کی تفسیر ہیں اور اس پر معطوف ہیں) اکرمہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف واؤ عاطفہ نَعَّمَہٗ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا اپنے جواب وجزا، یقُولُ رَبِّی اکرمن کا، فا رابطہ برائے جواب اَمّا یقولُ فعل، ضمیر ھو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، رَبّی مرکب اضافی ہوکر مبتدا اکرمَ فعل، ضمیر ھو فاعل، نون وقایہ یا ضمیر متکلم محذوف مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ ہوکر الانسانُ مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَھَانَنِ...... واؤ عاطفہ اَمّا حرف شرط وتفصیل الانسانُ مبتدا محذوف (یا ھو ضمیر مبتدا محذوف) اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط ما زائدہ ابتلٰہُ جملہ ہوکر معطوف علیہ، فا عاطفہ برائے تفسیر قَدَرَ علیہ رزقَہٗ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا اپنے مابعد جواب وجزا یقولُ کا، فا رابطہ برائے جواب اَمّا یقولُ فعل با فاعل ہوکر قول رَبّی مرکب اضافی ہوکر مبتدا اَھانَنِ فعل فاعل مفعول بہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ، قول مع مقولہ کے مبتدا محذوف الانسان کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا[1]۔

کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا... کَلّا حرف ردع (ای لیس الامر کما تقول ای لیس الاکرام بالغنی والاھانۃ بالفقر، بَلْ برائے اضراب (قبیح سے اقبح کی طرف) ای لا ترتکبون ھذہ الافعال الشنیعۃ فقط بَلْ لا تُکرمونَ الخ لا تکرمون الیتیم[2]، فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف لا تحاضّون علی طعام

[1] قولہ فاما الانسان مذکورہ ترکیب سہولت کے پیش نظر ہے ورنہ اصل یہ ہے مھما یکن من شیئٍ فالانسان یقولُ الخ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

[2] قولہ لا تکرمون الخ واستعمل الجمع باعتبار معنی الانسان اذ المراد ھو الجنس۔

المسکین فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف واؤ حرفِ عطف تاکلون التراث فعل بافاعل ومفعول بہ اکلاً لمّا مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف تحبّون المالَ فعل بافاعل ومفعول بہ، حبًّا جمًّا مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ مستانفہ۔ (لامحل لہا) (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا ● اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے ● اور اس روز جہنم کو لایا

بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ

جاوے گا ● اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا ● کہے گا کاش میں اس زندگی کے لئے کوئی عمل آگے

لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾

بھیج لیتا ●

تشریح لفظ "کلا" کے ذریعہ کفار کو تنبیہ اور زجر ہے کہ تم جمع مال اور اس کے ساتھ بخل اور دیگر امور جن کا اوپر ذکر ہوا انکے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ ان پر عذاب نہ ہوگا تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ عذاب ضرور ہوگا، آگے جزاء وسزا کا وقت بتلاتے ہیں "اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾" جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا دکّ کے لفظی معنی کسی چیز کو ضرب مار کر توڑنے کے ہیں، اور اَرض سے مراد اس کے پہاڑ اور عمارتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ بوقت نفخہ ثانیہ پہاڑوں کو باہم ٹکرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور بلند وپست زمین سب برابر ہو جائے گی، دوسرا دکًّا پہلے کی تاکید نہیں بلکہ استیعاب وتسلسل پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔ "اَیْ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا متتابعًا یعنی قیامت کا یہ زلزلہ یکے بعد دیگرے مسلسل رہے گا (روح، معارف) "وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾" اور آپ کا پروردگار اور جوق درجوق فرشتے آویں گے باری تعالیٰ کے آنے کی کیا شان ہوگی اور وہ آنا کس طرح ہوگا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے جاء کا لفظ متشابہات میں سے ہے یعنی اس کی مراد کو صرف اللہ ہی جانتے ہیں اور رہا فرشتوں کا آنا تو وہ ظاہر ہے کہ وہ میدانِ محشر میں حساب کے وقت نظم وانتظام کے لیے صف بصف آئیں گے (یعنی قطار در قطار، اسی کو ترجمہ میں جوق درجوق سے تعبیر کیا، اور الملک میں الف لام جنسی ہے اس لیے جنس ملائکہ مراد ہیں یعنی آسمانوں کے تمام فرشتے (روح) وفی الجلالین وجاء ربك ای امرُ ربك۔ "وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ" اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا جہنم کے آنے کی کیا حقیقت اور کیفیت ہوگی اس سلسلہ میں کتب تفاسیر میں دو قول

مذکور ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے ہوں گے۔ (ابن کثیر، مظہری، بیان القرآن، سورۃ المدثر) قرطبی نے کہا کہ جہنم کو اس کے پیدائشی مقام سے قید کر کے سرزمین حشر میں لایا جائے گا اور سوائے پلِ صراط کے جنت میں جانے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا، جہنم کو لانے کے سلسلہ میں دوسرا قول وہ ہے کہ جو معارف القرآن میں مذکور ہے کہ اس کو لانے کی کیفیت اور حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ جہنم جواب ساتویں زمین کی تہہ میں ہے اس وقت وہ بھڑک اٹھے گی اور سمندر سب آگ ہو کر اس میں شامل ہو جائیں گے اس طرح جہنم سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔ ''یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝'' اس روز انسان کو سمجھ آوے گی۔ یتذکّر، اِذَا دُكَّت الخ کا جواب ہے کہ جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے آئیں گے اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا اس روز انسان کو سمجھ آئے گی کہ ہائے افسوس دنیا میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے تھا اور میں نے کیا کیا، مگر واَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی اور اب سمجھ آنے کا موقعہ کہاں رہا یعنی اب سمجھ آنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ دار العمل نہیں دار الجزاء ہے، اور سمجھ آنے کے بعد اس کا قول یہ ہوگا ''یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۝'' کہے گا کاش میں اس زندگی کے لیے کوئی عمل آگے بھیج لیتا آیت میں حیات سے مراد اخروی حیات ہے یعنی اے کاش میں دنیا میں رہتے ہوئے کچھ نیک عمل اخروی زندگی کے لیے کر لیتا، مگر اب کفِ افسوس ملنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

لغات دُكَّتْ (ن) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، دَكَّهُ (ن) دَكًّا: کوٹنا، دَكَّ الارضَ: زمین کے نشیب و فراز کو دور کر کے ہموار کر دینا۔ دَكًّا مصدر از باب نصر۔ جاءَ (رکوع ۳ میں اَنْ جاءہ الاعمٰی کے تحت اس کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں) ربّ (سورۃ النبأ میں جزاءً مِن ربّك کے تحت ملاحظہ ہو) المَلَك فرشتہ جمع، الملائکۃ۔ صَفًّا (رکوع ۲ میں تحقیق گذر گئی) جِایْءَ (ض) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، باء کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں لانا۔ یَتَذَكَّرُ (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب، تذکّر الشیئَ: یاد کرنا، مادہ ذکر ہے (باب نصر) الانسانُ (رکوع ۵ میں تحقیق گذر چکی) اَنّٰی استفہام بمعنی النفی (جلالین) اَنّٰی برائے شرط بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے انّی تذهبْ اذهبْ جہاں تو جائے گا میں بھی جاؤں گا، اور برائے استفہام بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی کب، کہاں سے، کیسے، جیسے انّی جئتَ تم کب آئے؟ لغات القرآن میں لکھا ہے کہ اَنّی ظرف زمان و مکان دونوں بنتا ہے اگر ظرف زمان ہو تو بمعنی متیٰ اور ظرف مکان ہو تو بمعنی اَینَ، اَنّی کبھی کیف کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۱۲۶، مصنف حسین احمد قاسمی ہردواری، استاد دار العلوم دیوبند) قَدَّمْتُ (تفعیل) ماضی واحد متکلم، قَدَّم تقدیمًا: آگے بھیجنا (قَدَمَ القومَ (ن) قُدومًا: آگے آگے ہونا) حَیَاتی (مرکب اضافی) بابِ سمع کا مصدر حَیِیَ (س) حَیَاۃً و حَیَوانًا: زندہ رہنا (بمعنی زندگی حاصل مصدر ہے)

ترکیب كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ... كَلَّآ

حرفِ ردع (ردع الکافرین عن جمع المال والبخل بہ وغیر ذٰلک) اذا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط دُکّتِ الارضِ فعل مع نائب فاعل دَکًّا دَکًّا اسم مفعول کے معنی میں ہوکر حال، پھر جملہ فعلیہ معطوف علیہ (محل جر میں اِ، واؤ عاطفہ جاءَ فعل ربّكَ مرکب اضافی ہوکر معطوف علیہ واؤ حرفِ عطف المَلَكُ (ای جنس الملک) ذوالحال صفًّا حال (ای مصطفین اَوْ ذوی صفوفٍ) صفًّا اول کی تاکید، ذوالحال اپنے حال سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف (فی محل جر)، واؤ عاطفہ جِایْٓءَ فعل مجہول یومئذٍ ظرف جِایْٓءَ کا، با برائے تعدیہ، جھنم لفظاً مجرور محلاً مرفوع نائب فاعل، جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملاکر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہے، اپنے جواب وجزا یتذکّر کا جو کہ اگلی آیت میں ہے،

یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی...... یومئذٍ ظرفِ مقدم یتذکّر کا، یتذکّرُ فعل الانسانُ ذوالحال واؤ حالیہ انّٰی اسم استفہام ثابتٌ محذوف کا ظرف مکان ہوکر خبر مقدم، لہ بھی خبر کے متعلق الذکریٰ مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور ظرف وغیرہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، بالفاظِ دیگر یتذکرُ الانسان شرط مذکور یعنی اذا دُکّت الخ کی جزا ہے۔ (لامحل لہا جوابُ شرط غیر جازم) (انّٰی لہ الذکریٰ کو جملہ معترضہ بنانا بھی صحیح ہے)[۲]

یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ...... یقُول فعل، ضمیر ہو فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، یا حرفِ تنبیہ (یا پھر یا حرفِ ندا اور منادیٰ محذوف ہے مثلاً ایہا الحاضرون یا لفظ قوم وغیرہ) لَیتَ حرفِ مشبہ بالفعل، نون وقایہ یا ضمیر اسم لیتَ، قدَّمتُ فعل با فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے ای اعمالاً صالحۃً، روح المعانی) لام جارہ حیاتی مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا قدَّمتُ فعل مذکور کے، پھر جملہ فعلیہ خبر بنی حرفِ مشبہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ ہوا (فی محل نصب) (اور اگر یا کو حرفِ ندا مانا تھا تو لیتنی الخ جوابِ ندا ہوکر مقولہ بنے گا) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ مستانفہ۔ (وقع جوابا عن سوال نشأ منہ کانہ قیل ماذا یقول عند تذکرہ فقیل یقول یٰلیتنی الخ[۳]

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ

پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا ● اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا ● اے اطمینان والی روح تو

---

[۱] **قولہ** دَکًّا دَکًّا ابوحیان اور زمخشری نے کہا ہے کہ دکًّا دکًّا دونوں مصدر محل حال میں ہیں اور ثانی تاکید نہیں ہے بلکہ یہ تکرار استیعاب پر دلالت کرنے کی غرض سے ہے جیسے قرأتُ النحو بابا بابا۔ (اعراب القرآن) اور بعض نے مفعول مطلق قرار دیا۔

[۲] **قولہ** یومئذٍ یتذکر، ایک قول یہ ہے کہ یومئذٍ تاکید ہے اول یومئذٍ کی، دوسرا قول یہ ہے کہ یومئذٍ ثانی بدل ہے اذا دکت سے ای یوم اذا دکت الارض وجای بجہنم (تفسیر مظہری، اعراب القرآن) **قولہ** وانّٰی لہ الذکریٰ تفسیر مظہری میں ہے لیس لہ منفعۃ الذکریٰ۔

[۳] **قولہ** یقول یٰلیتنی یہ جملہ یتذکّر کے فاعل سے حال بھی ہوسکتا ہے اور یتذکر الانسانُ سے بدل اشتمال بھی۔ (روح المعانی)

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿٢٩﴾

اپنے پروردگار کی طرف چل • اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش • پھر تو میرے بندوں میں شامل ہوجا •

وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿٣٠﴾

اور میری جنت میں داخل ہوجا•

تشریح ماقبل میں بیان کیا تھا کہ کافر انسان تمنا کرے گا ''یالیتنی قدمت لحیاتی'' مگر اس وقت یہ تمنا کرنا بے سود ہوگا اور مجبوراً عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا، اور عذاب کیسا ہوگا فرمایا ''فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾'' پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزا دے گا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی بھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی اور نہ ایسی قید کی ہوگی (لہٰذا ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکل پائے گا کہ اس نے کسی جانی دشمن کو بھی ایسی خطرناک، روح فرسا سزا دی ہو العیاذ باللہ) یہاں تک تو کفار کے عذاب کا بیان تھا اب آگے مومنین کے ثواب کا ذکر ہے۔ ''يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾'' اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ ''يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ'' والا جملہ یا تو بذاتِ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یا بزبانِ فرشتہ کہلوایا جائے گا، اور یہ حساب سے فراغت کے بعد کہا جائے گا لفظ نفس سے مراد آدمی ہے اور آدمی کے بدن میں جزء اشرف روح ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا گیا اے اطمینان والی روح، اور مطمئنۃ صیغہ اسم فاعل ہے یعنی ایسی روح کہ جس کو امر حق میں اطمینان ویقین تھا اور کسی طرح کا شبہ نہ تھا، اور وہ روح اس کی اطاعت میں سکون پانے والی تھی، لہٰذا اس سے کہا جائے گا ارجعی الی ربك، ای الی محل عنایته تو اپنے پروردگار کے جوارِ رحمت اور اس کے فضل وکرم کی طرف چل، اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش یعنی یہ نفس اللہ تعالیٰ کے تشریعی وتکوینی احکام پر راضی ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے کیوں کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے تقدیری احکام پر راضی ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوتا تو بندہ کو رضا بالقضا کی توفیق نہ دیتا۔

''فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿٣٠﴾'' پھر تو میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا یعنی نفس مطمئنہ کو کہا گیا تھا کہ تو اپنے پروردگار کے جوارِ رحمت کی طرف چل، اب کہا جارہا ہے کہ ادھر کو چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا (یہ بھی نعمتِ روحانی ہے کہ انس کے لیے احباب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں) اور پھر ان خاص بندوں کے ساتھ میری جنت میں داخل ہوجا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ ارجعی الی ربك: ای الی محل عنایتہ وموقف کرامتہ (روح) یعنی اللہ کی عنایت ورحمت اوراس کے کرم کی جگہ کی طرف لوٹ جا، لوٹنے کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک صالح آدمی حساب وکتاب سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی جوارِ رحمت میں تھا، تو جواب یہ ہے کہ ہاں نیک صالح آدمی کا حساب وکتاب سے پہلے بھی محشر میں مخصوص مقام تھا، اب حساب سے فراغت پر بھی اس کو اللہ کے جوار رحمت کی طرف چلنے اور لوٹنے کے لیے کہا جارہا ہے کہ پھر ادھر کو چل کر میرے خاص بندوں کے زمرہ میں داخل ہوکر جنت میں داخل ہوجا۔ (روح) بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے کہ ارجعی الی ربك الخ۔

قولہ المطمئنۃ: آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہوگئے، نفس مطمئنہ، نفس لوامہ، نفس امارہ، تفصیل تدریس قرآن پارۂ تبارک الذی میں بضمن سورۃ القیامۃ۔

قولہ ارجعی الی ربك: الی اللہ یا الیّ نہیں کہا بلکہ رب کا لفظ استعمال کیا تا کہ مزید لطف وکرم پر دلالت ہو کہ وہ تیرا پالنہار ہے۔ اسی طرح جنت کی نسبت اپنی طرف کی جو بڑا اعزاز واکرام ہے۔

سوال: کافر کو اس قدر سخت سزا کیوں دی جائے گی کہ قرآن نے کہا کہ فیومئذٍ لا یُعَذِّبُ عذابَہ احدٌ الخ۔

جواب: کفر وشرک بغاوت ہے اور بغاوت جرم عظیم ہے اس لیے سزا بھی عظیم دی جائے گی۔

لغات لا یُعَذِّبُ (تفعیل) مضارع منفی واحد مذکر غائب، عذاب دینا۔ (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) اَحَدٌ کوئی، الاَحَدُ ایک، اکائی (۲) اکیلا، جمع آحاد۔ لا یُوثِقُ (افعال) سے مضارع معروف واحد مذکر غائب، رسی وغیرہ سے باندھنا یعنی جکڑنا۔ وَثَاقَہٗ (مرکب اضافی) وَثُقَ الشیئُ (ک) وَثَاقَۃً: مضبوط ہونا، زنجیر میں باندھنا، جکڑنا (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ میں ہے کہ وثاق یا تو باب افعال بمعنی الایثاق سے اسم مصدر ہے یا اسم جامد ہے بمعنی القید او الحبل۔ النَّفْسُ (حضرت تھانویؒ نے روح ترجمہ کیا ہے) اس کے معنی شخص، ذات، اصل، دل، جان کے بھی آتے ہیں، جمع النفوس [۱]۔ المُطْمَئِنَّۃُ اطمینان والی، باب اِفْعِلاَّل (رباعی مزید فیہ با ہمزۂ وصل) سے اسم فاعل واحد مؤنث، اِطْمَأَنَّ اِطْمِئْنَانًا: ٹھہرنا، پرسکون ہونا، مادہ طَمْئَن ارْجِعِی (ض) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، رَجَعَ الشیئُ والرجلُ (ض) رُجُوعًا ومَرْجِعًا لوٹنا، رَجَعَ الشیئَ: لوٹانا۔ رَاضِیَۃً (س) اسم فاعل واحد مؤنث، رَضِیَہٗ وبہ وعلیہ وعنہ (س) رِضًا ورِضاءً ورِضْوانًا ومَرْضَاۃً: پسند کرنا، قبول کرنا وعنہ: کسی سے خوش ہونا۔ مَرْضِیَّۃً (س) اسم مفعول واحد مؤنث [۲]۔ ادْخُلِی (ن) امر حاضر کا واحد مؤنث حاضر، دَخَلَ المکانَ ونحوَہٗ وفیہ (ن) دُخُولاً: اندر آنا، داخل ہونا۔

---

[۱] وفی الروح، النفس قیل بمعنی الذات وقیل ہی النفس المؤمنۃ المطمئنۃ الی الحق۔

[۲] **قولہ** راضیۃ ای عن ربک ومرضیۃ عندہٗ، مرضیۃٌ مؤنث ہے مَرْضِیٌّ کا، اس کی اصل مَرْضُوْیٌ ہے، واؤ اور یاء دونوں ایک کلمہ میں جمع ہوئے، ان میں سے پہلا ساکن ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کردیا اور یا قبل کو یا کی مناسبت کی بناء پر کسرہ دیدیا گیا۔

فائدہ دخول مکانی کے لئے زیادہ استعمال حذف فی کے ساتھ ہوتا ہے جیسے دَخَلَ الدارَ، اور دخولِ معنوی کے لئے فی کے ساتھ زیادہ استعمال ہے، جیسے دَخَلَ فی السِّلم (القاموس الوحید، اعراب القرآن)

ترکیب فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَّلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ... فا استینافیہ (اعراب القرن وصرفہ وبیانہ) یومئذٍ ظرف مقدم لا یعذِّبُ کا (ای یوم اذ یکون ماذکر من الاحوال والاقوال) لا یُعَذِّبُ فعل، عذابہ مرکب اضافی ہوکر مفعول مطلق (ای کعذاب اللہ) اَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واو حرف عطف لا یُوثِقُ فعل، وثاقہ مرکب اضافی ہوکر مفعول مطلق، اَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي...... یا حرف ندا اَیَّۃُ مبدل منہ، ھا برائے تنبیہ، النفس المطمئنۃ مرکب توصیفی ہوکر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر منادیٰ، اِرْجِعی فعل مؤنث ضمیر ذوالحال الی ربك فعل مذکور کے متعلق راضیۃً مرضیۃً ضمیر فاعل سے حال مترادفہ، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ، فا عاطفہ ادخلی فی عبادی (ای فی زمرۃ عبادی) جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، واوٗ عاطفہ ادخلی فعل با فاعل جنّتی مفعول بہ علی السعۃ (اعراب القرآن) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جوابِ ندا (لامحل لہا) ندا اپنے جوابِ ندا سے مل کر جملہ ندائیہ مستانفہ (لامحل لہا) [۲]

سورۃُ البَلَدِ مَکّیّۃٌ

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی ● اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ● اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی ● کہ ہم نے انسان کو

الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ۝٤ أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٥ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦

بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ● کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا ● کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا ●

أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝٧

کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں ●

---

[۱] اعراب القرآن مصنف محی الدین میں اس فا کو عاطفہ لکھا ہے۔

[۲] اَوھی مقول القول لقول مقدر ای یقول اللہ تبارک وتعالیٰ للنفس المطمئنۃ یا ایتھا النفس الخ

ربط سورتِ سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے جو جزا وسزا کا سبب بنتے ہیں، اور ختم سورت پر اعمال شر وخیر کی جزا وسزا مذکور ہے۔

تشریح یہاں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھا کر یہ بتلایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ "لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝" "میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی شہر مکہ کی، اور شہر مکہ کی قسم کھانا اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے چناں چہ مکہ معظمہ رحمتِ الٰہی کے نزول کا مقام ہے اور اس میں تمام دنیا والوں کا قبلہ ہے، اور اس میں جنت کا پتھر یعنی حجر اسود لگا ہوا ہے اور اس میں شکار کرنا حرام ہے، اور اس کی شرف وفضیلت کی بناء پر ہی سردار انبیاء وسرتاج اولیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت شہر مکہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے، اور اگر مجھ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کردیا جاتا تو میں تیری زمین سے نہ نکلتا۔ (ترمذی، مظہری) "وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝" "اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے، ابھی دوسری وتیسری قسم باقی ہے درمیان میں یہ آیت بطورِ جملہ معترضہ کے ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ تسلی کے پیشین گوئی فرمائی گئی ہے کہ اگر چہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں کے نزدیک نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا اور کفار ومشرکین کو مار گرانے اور اس سرزمین مقدس کو کفر وشرک سے پاک کرنے کے لیے آپ کے لیے لڑائی حلال ہوگی چناں چہ ۸ھ میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی یعنی فتح مکہ کے روز صرف ایک دن آپ کے لیے قتال جائز کردیا گیا اور احکام حرم باقی نہیں رہے چناں چہ جو آپ سے لڑا اسے مار گرایا، پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لیے قائم ہوگئی، مذکورہ ترجمہ ومطلب اس شکل میں ہے جب کہ حِلٌّ صیغہ صفت بمعنی حلال ہو از باب ضرب ای حلالٌ لك ما لم يَحِلَّ لغيرك مِنْ قَتْلٍ (آپ حلال ہیں یعنی آپ کے لیے وہ چیز حلال ہونے والی ہے جو آپ کے علاوہ کے لیے حلال نہیں ہے یعنی لڑائی آپکے لیے حلال ہونے والی ہے[1]) (روح، جلالین)

وانت حِلٌّ میں بقیہ احتمالات "اختیاری مطالعہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔ "وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝" "والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں، اور مَا وَلَدَ سے مراد اولادِ آدم ہے جو قیامت تک ہوگی، اس طرح اس لفظ میں حضرت آدم اور تمام بنی آدم کی قسم ہوگئی۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝" "یہ جواب قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا چناں چہ عمر بھر کبھی مرض ہے تو کبھی رنج وغم، اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسان میں عاجزی وانکساری آتی اور اپنے کو محکوم اور اپنے پیدا کرنے والے کو قادر مختار سمجھ کر مطیع وفرماں بردار بنتا لیکن کافر انسان کی یہ حالت ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ "اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝" "کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا یعنی کیا اللہ کی قدرت سے اپنے کو خارج سمجھتا ہے جو اس قدر خوابِ غفلت میں پڑا ہے اور یہ سوچ بیٹھا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس کی سرکشی کی سزا دے سکے، "یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝"

[1] ترجمہ استقبال کا ہوگا اس پر بنا کرتے ہوئے کہ نزول سورت قبل ہجرت ہے۔

کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کرڈالا یعنی بیک وقت تین گناہ کرتا ہے ایک تو یہ کہ شیخی بھگارتا ہے اور منہ پھیلا پھیلا کر کہتا ہے کہ دیکھو میں نے اتنا کثیر مال خرچ کرڈالا، دوسرے یہ کہ عداوتِ رسول ومخالفتِ اسلام میں خرچ کرنے کو ہنر اور کمال سمجھتا ہے۔ پھر تیسرے یہ کہ جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے، یہ حال مطلق کافر کا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے مخالفین کے یہی اقوال واحوال تھے (بیان القرآن) ''اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ'' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں یعنی یہ بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمالِ بد کو کسی نے دیکھا نہیں حالاں کہ اس کا خالق اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس نے معصیت میں خرچ کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خرچ تو کم کیا اور لوگوں کو جھوٹ بول کر زیادہ بتلا رہا ہے پس خدائے قہار اس پر سزا ضرور دے گا۔

قسم اور جوابِ قسم میں مناسبت دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ اس بلد میں اس وقت افضل الخلق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مشقت میں تھے جس مشقت کے رفع کرنے کے لیے جملہ معترضہ یعنی وانت حلٌّ بھٰذا البلد لایا گیا۔ پس غیر افضل کی مشقت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی جس کا بیان جوابِ قسم لقد خلقنا الانسان فی کبد میں ہے، اسی طرح والد وولد محلِ مشقت ہیں جیسا کہ آدم اور اولادِ آدم کے احوال کا مشاہدہ اس کی واضح دلیل ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ وانت حلٌّ۔ حلٌّ کو صیغۂ صفت مان کر دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو کفارِ مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے ای انت مُسْتَحَلٌّ فی زعم الکفار بھٰذا البلد کہ آپ کے قتل کے درپے ہیں، حالاں کہ وہ اس شہر میں کسی شکار کو بھی حلال نہیں سمجھتے اور اگر حِلٌّ کو صیغۂ صفت یا مصدر مان کر حَالٌّ اسمِ فاعل کے معنی میں لیا جائے تو مطلب دوسرا ہوگا، اور پورا جملہ ترکیب میں حال بنے گا، حَلَّ یَحُلُّ (ن، ض) حِلًّا وَحلُوْلًا: ای نَزَلَ نُزُوْلًا: ای انت نَازِلٌ بھٰذا البلد (حِلٌّ مصدر بھی ہے اور صیغۂ صفت بھی) یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کیے گئے اور قیام پذیر ہیں۔ یعنی شہرِ مکہ خود بھی محترم ہے خصوصاً جب کہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں کہ مکین کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے گویا اب تو اس شہرِ مکہ کی عظمت میں چار چاند لگ گئے (روح، مظہری، معارف) گویا کل تین قول ہوگئے۔ (۱) حِلٌّ بمعنی حلال (۲) حِلٌّ بمعنی مُسْتَحَلٌّ (۳) حِلٌّ بمعنی حالٌّ (اسم فاعل)

نکتہ: قولہ لقد خلقنا الانسان فی کبد: مشقت میں تو جانور بھی ہیں تو انسان کی تخصیص کیوں؟

الجواب: انسان شعور وادراک سب جانوروں سے زیادہ رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بڑی محنت ومشقت دوبارہ زندہ ہوکر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں ہے اس لیے بطورِ خاص انسان کا ذکر کیا، بعض علماء نے کہا کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لیے اسی کی تخصیص کی گئی۔

لغات لَاۤ اُقْسِمُ (سورۃ التکویر میں تحقیق گذر چکی) الْبَلَدُ شہر، جمع اَلْبِلَادُ۔ حِلٌّ صیغہ صفت حَلَالٌ کے معنی میں ہے جو حرام کی ضد ہے، حَلَّ الشَّیْئُ (ض) حَلَالًا: جائز ومباح ہونا[1]۔ (مزید تحقیق بضمن اختیاری مطالعہ گزر چکی)

[1] حَلَّ الدینُ حلُولًا: قرض کا واجب الاداء ہونا، حَلَّ المکانَ وبہٖ (ن، ض) حُلُوْلًا: قیام کرنا، مقیم ہونا۔

وَالِدٍ (ض) اسم فاعل واحد مذکر، وَلَدَتِ الانثی (ض) وِلادًا ووِلادۃً: حاملہ کا بچہ جننا۔ وَلَدَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب۔ الانسانَ (تحقیق گذر چکی ہے) کَبَدٍ اسم بمعنی مشقت، تھکاوٹ، یا مصدر از سمع (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہٗ) کَبِدَ (س) کَبَدًا: دردِ جگر میں مبتلا ہونا، پھر مطلق سختی اور مشقت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی)

یَحْسَبُ (س) مضارع واحد مذکر غائب، حَسِبَ الشیءَ کذا (س) حِسْبَانًا: گمان کرنا۔ لَنْ یَقْدِرَ (ض) نفی تاکید بلن واحد مذکر غائب، قَدَرَ علیہِ (ض) قَدَارَۃً وقُدرۃً: قادر ہونا۔ اَحَدٌ (سورۃ الفجر میں گذر چکا) اَھْلَکْتُ (افعال) سے ماضی واحد متکلم، اَھْلَکَہٗ اِھلاکًا: ہلاک کرنا، یہاں مراد ہے خرچ کرنا، اور خرچ کرنے کو ہلاک کرنے سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس نے چوں کہ عداوت رسول میں خرچ کیا ہے جس سے اس کو اس مال کے بدلہ کچھ نفع تو ہونے والا نہیں تو شیخی بگھارنے میں ہی کیوں کمی کرے تو بطورِ فخر یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے کثیر مال اڑا دیا۔ ھَلَکَ فلانٌ (ن، ض) ھلاکًا وتَھلُکَۃً: ہلاک ہونا، مرجانا۔ مالاً جمع اموال، یہ مَیل سے مشتق ہے جس کے معنی بصلہ الی مائل ہونے کے ہیں اور بصلہٗ عَنْ اعراض کرنے کے ہیں[1]۔ لُبَدًا اسم بمعنی الکثیر، مِن تَلَبَّدَ الشیءُ اذا اجْتَمَعَ (بیان القرآن، القاموس الوحید، روح المعانی) لَمْ یَرَہٗ اَحَدٌ (مرّ تحقیقہ)

ترکیب لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ... لا زائدہ[2]، اُقْسِمُ فعل، ضمیر انا فاعل، با حرف جار، ھٰذَا البلد ھٰذَا اسم اشارہ مبدل منہ، البلد مشار الیہ بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف علیہ (وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ درمیان میں جملہ معترضہ ہے، اَنتَ مبتدا اور حِلٌّ خبر اور بھذا البلد متعلق ہے حِلٌّ کے) واؤ حرف عطف والِدٍ معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ مَا وَلَدَ (ما بمعنی مَن) اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار مجرور متعلق اُقْسِمُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ...... لام قسمیہ قَدْ حرف تحقیق خَلَقْنَا فعل، ضمیر نَا بارز فاعل، الانسانَ (ای جنس الانسان) ذوالحال فی کبدٍ کائناً وغیرہ محذوف کے متعلق ہو کر حال (ای مکابدًا للمشاق) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جوابِ قسم۔ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ... ھمزۃ حرفِ استفہام برائے توبیخ وانکار۔ یَحْسَبُ فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، اَنْ مخففہ من المثقلہ، ضمیر محذوف اس کا اسم لَنْ یَقْدِرَ فعل علیہ جار مجرور اس کے متعلق، اَحَدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) پھر اَنْ مخففہ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر یَحْسَبُ کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔ (لا محل لہا) یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا... یقولُ فعل، ضمیر ھو فاعل، فعل اپنے

---

[1] مال کو مال اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک کی طرف مائل ہوتا اور دوسرے کی طرف سے اعراض کرتا ہے یا اس لئے کہ مال میں میلان ہے یعنی زوال (راغب) یا اس لئے کہ لوگوں کی خواہشات یا طبائع کا اس کی طرف میلان ہوتا ہے۔ (مترجم)

[2] قیل ھی نافیۃ

فاعل سے مل کر قول، اھلکتُ فعل ضمیر تاء بارز فاعل، مالاً لبدًا مرکب توصیفی ہوکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مقولہ (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ، یا حالیہ (حال از ضمیر یحسبُ) اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ...... ھمزہ حرف استفہام برائے انکار وتوبیخ، باقی ترکیب اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ کی طرح ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝۸ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ۝۹ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں • اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے • اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلادیئے • سو وہ شخص گھاٹی میں سے

الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴

ہو کر نہ نکلا • اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے • وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے • یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں •

يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا

کسی رشتہ دار یتیم کو • یا کسی خاک نشین محتاج کو • پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے

بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸

اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی • یہی لوگ داہنے والے ہیں •

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں • ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کردیا جائے گا •

تشریح انسان دو چیزوں سے متاثر ہوتا ہے (۱) رنج وغم اور مشقت سے (۲) انعامات واحسانات سے، چناں چہ شروع سورت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انسان کی زندگی رنج وغم سے بھری ہوئی ہے کما فی قولہ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی کبد مگر غافل انسان نہ تو رنج وغم اور مشقتوں سے متاثر ہوا کہ راہِ راست پر آجاتا۔ (بلکہ یہ سمجھتا رہا کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا اور یہ سمجھتا رہا کہ اس کے اعمال بد کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) اور نہ غافل انسان انعامات واحسانات سے متاثر ہوا جس کا بیان ان آیات میں ہے، فرمایا۔ "اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝۸ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ۝۹" "کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ ہمزہ حرف استفہام برائے تقریر ہے یعنی ہم نے انسان کو دو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھتا ہے (واقعی آنکھ بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی قدر اس سے پوچھیے جس کے پاس آنکھ نہ ہو) اسی طرح زبان بہت بڑی نعمت ہے جس سے انسان بولتا ہے اور اپنی مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے، اسی طرح دو ہونٹ دیئے اور ہونٹ کا ذکر اس لیے کیا کہ زبان کے کام میں ہونٹ بڑے مددگار ہیں کہ آواز اور حروف کی ممتاز شکلیں وہی بناتے ہیں اسی طرح کھانے، پینے اور خوبصورتی میں بھی ان کو بہت دخل ہے۔ "وَ هَدَيْنٰهُ

النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾ ''اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلائے (یعنی کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلائے) النجدین، النجد کا تثنیہ ہے، نجد کے معنی اس راستہ کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف جاتا ہو مراد کھلا ہوا اور واضح راستہ، یہاں نجدین سے مراد خیر اور شر کے دو راستے ہیں تو اللہ نے دونوں راستے دکھلائے تا کہ انسان خیر اور جنت کے راستہ کو اختیار کرے یعنی صوم وصلوٰۃ اور شریعت کے دوسرے تمام احکام کی تعمیل کرے اور شر اور جہنم کے راستے سے پرہیز کرے یعنی زنا، چوری، حقوق تلفی اور تمام برائیوں سے بچے[1] لہٰذا ان انعامات واحسانات کا تقاضا یہ تھا کہ انسان احکام الٰہی کا تابع ہو جاتا مگر کافر انسان نہ مشقتوں سے متاثر ہوا اور نہ احسانات سے، چناں چہ فرمایا'' فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ ''وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا یعنی اس نے دین کے کاموں کو انجام نہیں دیا۔ العقبۃ کے معنی دشوار گزار پہاڑی راستہ یعنی گھاٹی کے ہیں، یہاں دین کے کاموں کو گھاٹی سے اس لیے تعبیر کیا کہ وہ نفس پر مشکل اور شاق گذرتے ہیں۔'' وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ ''اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے یعنی مذکورہ آیت میں گھاٹی سے کیا مراد ہے تو کیا آپ کو معلوم ہے، خود فرمایا'' فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ''وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے یعنی کسی کی گردن کا غلامی سے چھڑا دینا اور اس کو آزاد کرا دینا چناں چہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت بلال وغیرہ کو کافروں سے خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا تھا جب کہ بلال حبشی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے کہ تپتی ہوئی ریت میں ان کو ڈال کر ایک بڑا پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

فائدہ کھانا کھلانا کسی کو بھی ثواب سے خالی نہیں مگر بعض کو کھلانا بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مثلاً رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں دوہرا ثواب ہے ایک تو بھوکے کا پیٹ بھرنا اور دوسرے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی اور اس کا حق ادا کرنا، مسغبۃ مصدر میمی بمعنی سَغب ہے یعنی بمعنی بھوک، اور بھوک کی نسبت بجائے یتیم کی طرف کرنے کے یوم کی طرف کی گئی تو وہ مجازاً ہے، مقربۃ مصدر میمی ہے بمعنی قرابت، لہٰذا مقربۃ کا ترجمہ ہوا قرابت والا، یعنی رشتہ دار۔ مَتْرَبَۃ بھی مصدر میمی ہے، از تَرِبَ ای التصق بالتراب مراد ایسی مفلسی جو مٹی سے چمٹا دے، اب اگلی آیت میں اس گھاٹی کی سب سے بڑی شرط یعنی ایمان کا بیان کیا جا رہا ہے، چناں چہ فرمایا'' ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ ''پھر ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی، اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی (نفی کا ترجمہ اس لیے ہوا کہ کان فعل ناقص کا عطف اقْتَحَمَ پر ہے اور دونوں صیغے نفی کے تحت ہیں، ای لا اقْتَحَمَ ولا آمن (روح) تواصی بالصبر سے مراد ہے ایمان پر پابند رہنے کی ایک دوسرے کو نصیحت

[1] نجد کے معنی اس راستہ کے ہیں جو اوپر بلندی کی طرف کو جاتا ہو مراد واضح راستہ، لہٰذا خیر کے راستہ کی بلندی تو واضح اور ظاہر ہے مگر سوال یہ ہے کہ شر کے راستہ میں کیا بلندی ورفعت ہے، الجواب: اس کو بوجہ تغلیب کے بلند کہہ دیا جیسے باپ کو ماں پر غلبہ دینے کی وجہ سے ابوین اور والدین بولتے ہیں (روح المعانی میں ہے فهو على التغليب او على توهم المتخيلة له صعودًا)

ووصیت کرنا، اور تواصی بالمرحمۃ سے مراد ہے ترحم علی الخلق کی ایک دوسرے کو نصیحت ووصیت کرنا، یعنی ایک دوسرے کو لوگوں پر رحم وکرم اور ترک ظلم کی تاکیدی نصیحت کرنا۔ (بیان القرآن)

فائدہ ثم کان من الذین آمنوا. ثُمَّ ترتیبِ ذکری اور ایمان کے مرتبہ کے عظیم ہونے کو بتلانے کے لیے ہے نہ کہ ترتیب زمانی کے لیے ورنہ لازم آئے گا کہ فَكُّ رقبۃ یعنی غلام کو آزاد کرنا ایمان لانے سے بھی مقدم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو تمام اصول وفروع یعنی ایمان وعمل ہر ایک میں اطاعت کرنی چاہیے تھی، نہ صرف یہی کہ اعمال تو اچھے کئے جائیں اور ایمان نام کو بھی نہ ہو بلکہ ایمان کا مرتبہ بڑا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے پھر تواصی بالصبر پھر تواصی بالمرحمۃ پھر فك رقبۃ پھر اطعام طعام (بیان القرآن)

"اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾" یہ الذین آمنوا کی جزاء کا بیان ہے یہی لوگ داہنے والے ہیں یعنی ان کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے دوسروں کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور ترحم علی الخلق کی وصیت کی (مظہری) آگے ان کے مدمقابل لوگوں کا بیان ہے کہ "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾" اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں، ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا۔ یعنی اصول ہی کے منکر ہیں یعنی نفس ایمان ہی ان کے پاس نہیں، فروع واعمال تو کیا ہوں گے تو ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، کیوں کہ خلود فی النار کی وجہ سے نار سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

سوال: ثم کان من الذین آمنوا ایمان جزء اشرف ہے اور اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اوّل ہے تو سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے نیک عمل کا ثواب ملے گا یا نہیں، جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایمان لے آیا تو حالتِ کفر کے کئے ہوئے نیک اعمال مقبول ہو جائیں گے ورنہ تو دنیا میں ہی ان کا صلہ دے دیا جائے گا۔

نکتہ: حکماء کا قول ہے کہ اللہ نے انسان کو دو آنکھیں اور ایک زبان دے کر تنبیہ فرمادی کہ بولنا دیکھنے سے کم ہونا چاہیے، دیکھنا تو خیر اور شر دونوں کو عام ہے، لیکن بولنا خیر ہی کا ہونا چاہیے، ورنہ خاموش رہے، اس لیے زبان کو بتیس فوجیوں یعنی بتیس دانتوں کے اندر بند رکھا گیا۔

احفظْ لسانك ايُّها الانسان
لا يَلْدَغَنَّك اِنَّه ثُعْبَانٌ

لغات لَمْ نَجْعَلْ (ف) مضارع نفی جحد بلم جمع متکلم، جَعَلَ اللّٰہُ الشَّیْئَ (ف) جَعْلاً: پیدا کرنا۔ (۲) بنانا، جَعَلَ لَہٗ کذا: دینا (یہاں لام کے صلہ کے ساتھ ہی استعمال ہوا ہے) عَیْنَیْنِ، عَیْنٌ کا تثنیہ، آنکھ، جمع عُیُوْنٌ، وَاَعْیُنٌ، لِسَانًا، زبان، جمع اَلْسِنَۃٌ۔ شَفَتَیْنِ، شَفَۃٌ کا تثنیہ، ہونٹ، جمع شِفَاہٌ وشَفَوَاتٌ (بعض کے نزدیک لام کلمہ ہاء ہے اور

اس کی اصل شَفْہَۃٌ ہے، ہا اصلیہ کو حذف کر دیا گیا، اور بعض کے نزدیک اس کی اصل شَفْوَۃٌ ہے، واؤ کا فتحہ ماقبل کو دیدیا اور اس کو حذف کر دیا۔ ھَدَیْنَا (ض) ماضی جمع متکلم، ھَدٰی فلانًا الطریقَ ولہ والَیہِ (ض) ھُدًی وھَدْیًا وھِدَایَۃً: کسی کو راستہ بتلانا۔ النَّجْدَیْنِ، دو راستے، واحد النَّجْدُ، یعنی خیر و شر کے راستے۔ (روح المعانی) جمع اَنْجدُ واَنْجادٌ ونِجَادٌ ونُجُوْدٌ[1]۔ لَا اقْتَحَمَ (افتعال) ماضی منفی واحد مذکر غائب، ای الدخول بسُرعۃٍ وشِدّۃٍ، اِقْتَحَمَ المکانَ: کسی جگہ زبردستی گھسنا، داخل ہونا[2]۔ اَلْعَقَبَۃ اسمٌ للطریقِ الصعبِ فی الجبل، یعنی گھاٹی یعنی دشوار گذار پہاڑی راستہ، جمع عُقَبٌ وعِقَابٌ یہاں بطور استعارہ اعمالِ طاعات جو نفس پر شاق ہوں مراد ہیں، (مطلب یہ ہے کہ جس طرح عقبہ دشمن سے نجات دلانے کا سبب ہوتا ہے اسی طرح اعمال صالحہ آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں) فَكُّ باب نصر کا مصدر، فَکَّ الشیئَ (ن) فکًّا: کھولنا، فکَّ الرقبۃَ: قیدی کو رہا کرنا، غلام کو آزاد کرنا۔ (یہاں آخری معنی مراد ہے) رَقَبَۃٍ گردن، مراد غلام و باندی، تسمیۃُ الکل باسم الجزء کے قاعدہ سے، جمع رِقَابٌ۔ اِطْعامٌ مصدر از باب افعال اَطْعَمَ فلانًا: کھلانا۔ طَعِمَ (س) طَعْمًا وطَعَامًا: کھانا، چکھنا۔ مَسْغَبَۃٍ مصدر میمی بمعنی الجوع مع التعب۔ سَغَبَ (ن) وسَغِبَ (س) سَغْبًا وسُغُوبًا وسَغَبًا ومَسغبۃً: بھوکا ہونا۔ یتیمًا (مرَّ فی سورۃِ الفجر) مَقْرَبَۃٍ مصدر میمی از باب کرم بمعنی قرابت، رشتہ داری، قَرُبَ الشیئُ (ک) قَرَابَۃً وقُرْبًا وقُرْبَۃً وقُرْبٰی ومَقْرَبَۃً، قریب ہونا، جمع مَقَارِبُ۔ مِسکینًا (مرَّ فی سورۃ الفجر) مَتْرَبَۃٍ مصدر میمی از سمع (بیان القرآن) تَرِبَ (س) تَرَبًا ومَتْرَبَۃً، مٹی لگ جانا، محتاج ہونا، ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے) تواصوا (تفاعل) ماضی جمع مذکر غائب، (دراصل تواصَیُوا تھا، قاعدہ ۷ جاری ہوا ہے پھر بوجہ اجتماع ساکنین الف حذف ہو گیا) تواصَی القومُ: ایک دوسرے کو وصیت کرنا، نصیحت وتلقین کرن[3]۔ الصَّبْر باب ضرب کا مصدر بمعنی ہمت سے کام لینا اور نہ گھبرانا۔ (مراد استقامۃ علی الایمان والطاعۃ واحتراز عن المعاصی[4]۔ المَرْحَمَۃ باب سمع سے مصدر میمی، رَحِمَ فلانًا: (س) رَحْمَۃً ورُحْمًا ومَرْحَمَۃً: کسی پر شفقت کرنا، معاف کرنا۔ اَصْحَابُ صاحب کی جمع بمعنی والا، دوست۔ المَیْمَنَۃِ اسم بمعنی داہنی جانب، جمع میامِنُ۔ (اس کے معنی برکت وخوش بختی کے بھی آتے ہیں یَمَنَ (ض) یَمْنًا: دائیں طرف ہونا یا آنا)

---

[1] قولہ النجدین، النجدُ اسمٌ بمعنی الطریقِ المرتفع، وقُصِدَ بہ ھنا طریقُ الخیرِ والشر وقیل ھما الثدیان۔ روی عن ابن عباس وعلی، لانھما کالطریقین لحیاۃ الولد ورِزْقِہٖ

[2] مجرد میں از باب نصر، قَحَمَ (ن) قُحُوْمًا: اپنے کو مشکل میں ڈالنا، قَحَمَ فی الامر وعلیہ: کسی کام میں انجام سوچے بغیر کود پڑنا۔ (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ)

[3] وَضَی فلانٌ (ض) وَضْیًا: ترقی کے بعد تنزلی ہونا، الشیئ: ملنا۔

[4] شریعت میں صبر کہتے ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہیں ان پر نفس کو جمائے رکھنا، اور جن سے منع کرتی ہیں ان سے باز رہنا، صبر ایک عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے اعتبار سے مختلف نام ہو جاتے ہیں، مثلاً اگر جنگ میں صبر ہو تو اس کو شجاعت کہتے ہیں اور اگر بات کو روکے رکھنے کے بارے میں صبر ہو تو اس کو کتمان کہتے ہیں (صبر کی تین قسمیں ہیں: صبر عن المعاصی، صبر علی الطاعات، صبر علی المصائب)

الْمَشْئَمَةِ اسم بمعنی بائیں جانب۔ (دوسرے معنی ہیں کمبختی) مُؤْصَدَةٌ باب افعال سے اسم مفعول واحد مؤنث، آصَدَ اِیْصَادًا: بند کرنا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں وَصَدَ (ض) وَصْدًا: قائم رہنا)

ترکیب اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ...... ھمزۃ حرف استفہام تقریری، (لأنّ نفی النفی اِثباتٌ وتقریر) لم جازمہ، نجعل فعل، ضمیر نحنُ فاعل، لهٗ جار مجرور متعلق نجعل کے (نجعل نخلق کے معنی میں ہے) عینین ولسانا وشفتین باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ، ھدینا فعل با فاعل ھا ضمیر مفعول بہ اول النجدین مفعول بہ ثانی یا منصوب بنزع الخافض، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، معطوف فا عاطفہ، لا نافیہ اقتحم[1] فعل، ضمیر ہو فاعل العقبۃ مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف[2] وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ...... واؤ اعتراضیہ، ما اسم استفہام بمعنی ای شیء مبتدا، ادرٰی فعل ضمیر ھو فاعل کاف مفعول بہ اول، ما العقبۃ ما اسم استفہام مبتدا، العقبۃ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مفعول بہ ثانی ادرٰی فعل کا (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، (فی محل رفع) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، فك رقبۃ مرکب اضافی ہوکر معطوف علیہ، او حرفِ عطف، إطعامٌ مصدر[3] فی حرفِ جار یومٍ موصوف ذی مسغبۃ مرکب اضافی ہوکر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق إطعام مصدر کے، یتیما موصوف ذا مقربۃٍ مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف علیہ اَو حرفِ عطف مسکیناً ذا متربۃ مرکب توصیفی ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ، اطعامٌ مصدر اپنے متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف (مصدر کا فاعل حذف کرنا جائز ہے لہٰذا اطعامٌ مصدر کا فاعل حذف کردیا گیا ہے، مشکل ترکیبوں کا حل: ص ۱۲۳) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا محذوف ھی کی خبر (أی ھی فكّ الخ اور ھی ضمیر کا مرجع العقبۃ ہے

[1] لا اقتحمَ ماضی پر لا داخل ہے جبکہ ماضی پر دخولِ لا کے لئے تکرار کا ہونا لازم ہے جب کہ یہاں بظاہر تکرار نہیں ہے اس کا جواب بیان القرآن میں یہ لکھا ہے کہ تکرار کا لازم ہونا اکثری قاعدہ ہے، واجب نہیں ہے، لیکن اگر اس کو لازم ہی سمجھا جائے تو علامہ زمخشریؒ نے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ یہاں معنیً تکرار ہے، کیونکہ فلا اقتحم العقبۃ کے معنی یہ ہیں فلا فكَّ رقبۃً ولا أطعَمَ مسکیناً اور زجاجؒ کا قول یہ ہے کہ ثم کان من الذین الخ قائم مقام تکرار کے ہے کیونکہ اس کا عطف لا اقتحم منفی پر ہے اور یہ بھی منفی ہی کے تحت ہے گویا معنی یہ ہیں فلا اقتحم العقبۃ ولا آمَنَ احقر نے علامہ زمخشریؒ اور زجاج کا یہ قول اعراب القرآن سے نقل کیا ہے، تفسیر مظہری میں ہے کہ یہاں لا بمعنی ھلاّ ہے والمعنی فھلاّ اقتحم الخ۔

[2] یاد رکھئے کہ هَدَيْنَا الخ کا عطف نَجْعَلْ لَّهٗ الخ پر ہے نہ کہ لَمْ نَجْعَلْ پر اور جس طرح نَجْعَلْ نفی کے تحت ہے اسی طرح هَدَيْنَاهُ بھی نفی کے تحت ہے۔ ای اما ھدیناہ النجدین کیا ہم نے اس کو دونوں راستے نہیں بتلادیئے۔

[3] مصدر تین حالتوں میں عمل کرتا ہے: (۱) مضاف ہونے کے وقت جیسے عَجِبْتُ من ضربک عمرًا (۲) جب مصدر پر تنوین ہو جیسے عجبتُ من ضربٍ عمرًا (۳) جب اس پر الف لام ہو جیسے عجبت من الضرب عمرًا

أی إقتحام العقبة مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا) یہ ترکیب درمیان میں آ گئی تھی، الحاصل ہم نے اقتحم العقبة کو معطوف علیہ بنایا تھا۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ...... ثُمَّ حرفِ عطف كان فعل ناقص، ضمیر هو اسم مِن حرف جار الذين اسم موصول أمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر ثابتاً محذوف کے متعلق ہوکر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، اقتحم پر، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا، هدينا الخ کا، پھر وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا جعل الخ کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا [1]۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ...... اُولٰٓئِكَ مبتدا، اصحٰب الميمنة مرکب اضافی ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ [2] واؤ حرفِ عطف الذين اسم موصول كفروا فعل با فاعل با جارہ آياتنا مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور كفروا کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، هم مبتدا أصحاب المشئمة مرکب اضافی ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر اول عليهم جار مجرور ثابتة محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم نارٌ مؤصدة مرکب توصیفی ہوکر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ثانی، مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ [3]۔ (اعراب القرآن وصرفہ)

سورۃُ الشَّمسِ مَکِّیَّۃٌ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی ● اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے ● اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کردے ● اور رات کی جب

يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷

وہ اس کو چھپالے ● اور آسمان کی اور اسکی جس نے اس کو بنایا ● اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا ● اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا ●

---

[1] **قوله** ثم كان ایک قول یہ ہے کہ كان صیغۂ ماضی بتاویل مصدر ہوکر فک رقبة پر عطف ہو اَی کونہ من الذین أمنوا الخ، دوسری بات یہ ہے کہ جب کان کا عطف اقتحم پر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ کان کے تحت جو ایمان کا ذکر ہے وہ ایمان عقبہ میں داخل نہیں اور بس عقبہ میں توفک رقبة اور اطعام ہی ہے۔ لہٰذا عطف کرنے سے یہ لازم نہیں آئے گا، بلکہ ایمان چونکہ عقبہ کا جزء اشرف ہے اس لیے اس کو بصورت عطف علیحدہ سے ذکر کردیا۔

[2] یہ جملہ الذين أمنوا الخ کے لئے بطور جزا کے ہے۔ (بیان القرآن)

[3] عليهم نارٌ مؤصدة جملہ مستانفہ بھی ہوسکتا ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾

پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا • یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا • اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا •

ربط سورتِ سابقہ میں اعمالِ ایمانیہ کی جزائے اخرویہ کا بیان تھا، اس سورت میں قصد اکَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الخ سے یہ بتلانا ہے کہ اعمال کفریہ پر دنیا میں بھی سزا کا احتمال ہے، اور قَدْ اَفْلَحَ الخ میں جزائے اخرویہ کا بیان ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ وہ انسان کامیاب ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرلیا اور وہ ناکام ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں کی دَل دَل میں دھنسا دیا[1] تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

پہلی قسم: ''وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا ﴿۱﴾'' قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ سورۃ النازعات میں وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا کے تحت لکھا گیا ہے کہ ضحیٰ کے تین معنی ہیں چناں چہ یہاں ضحیٰ کے معنی روشنی کے ہیں یعنی وہ روشنی جو سورج کے کچھ بلند ہونے یعنی چاشت کے وقت ہوتی ہے۔

دوسری قسم: ''وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿۲﴾'' اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آئے یعنی قسم ہے چاند کی جب کہ وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد نکلے، اس سے مراد وسطِ ماہ کی بعض راتوں کا چاند ہے کہ سورج کے چھپنے کے بعد طلوع ہوتا ہے جب کہ چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور اس کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے۔

فائدہ والقمر کے بعد اذا تلا کی قید شاید اس لیے لگائی کہ وہ وقت کمالِ نور کا ہوتا ہے یعنی جن راتوں میں چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد جلد ہی طلوع ہوتا ہے اس وقت چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور یہ وقت کمالِ نور کا ہوتا ہے یعنی چاند کی چاندنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے، جیسا کہ والشمس کے بعد ضُحٰهَا کا اشارہ کمالِ نورِ آفتاب کی طرف ہے کیوں کہ ضحیٰ کے ایک معنی اگرچہ روشنی کے ہیں مگر دوسرے معنی وقتِ چاشت کے ہیں کہ جب آفتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہوجائے اور اس کی روشنی پھیل جائے لہٰذا ضحیٰ سے مراد وہ روشنی ہے کہ جو وقت چاشت میں ہوتی ہے (چناں چہ معارف القرآن میں لکھا ہے کہ یہاں اگرچہ ضحیٰ کو واو حرف عطف کے ساتھ لکھا ہے مگر بقرینہ بعد کی اشیاء کے ضحیٰ کا ذکر بطور وصف شمس کے ہے یعنی سورج کی قسم اس کی روشنی کے مکمل ہونے کی حالت میں ہے)

تیسری قسم: ''وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴿۳﴾'' اور دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کردے۔ یعنی قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو خوب روشن کردے یعنی دن نکل آنے کے سبب آفتاب روشن نظر آنے لگے۔ (یہ اسناد مجازاً ہے ورنہ دن بے چارہ سورج کو کیا روشن کرتا، سورج ہی دنیا کو روشن کرتا ہے مگر چوں کہ سورج کی روشنی دن میں ہوتی ہے نہ کہ رات میں اس لیے روشن کرنے کی نسبت دن کی طرف کردی)

چوتھی قسم: ''وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴿۴﴾'' اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے یعنی قسم ہے رات کی جب

[1] قسموں کا عدد سات ہونا معارف القرآن میں مکتوب ہے۔

وہ سورج کو ڈھانپ لے یعنی خوب تاریکی پھیل جانے کی وجہ سے دن کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے (چاروں مقسم بہ میں جو قیدیں لگائی گئی ہیں وہ ان کے کمال حالت کے اعتبار سے ہے)

پانچویں قسم: ''وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰىهَا'' اور آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے آسمان کو بنایا، بنانے والی ذات سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح ما طحٰھا اور ماسوّٰھا میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مراد ہیں اور تینوں جگہ ما بمعنی مَنْ ہے اور مخلوق کی قسم کو خالق کی قسم پر مقدم کرنا بایں وجہ ہوسکتا ہے کہ اس میں ذہن کو دلیل سے مدلول کی طرف منتقل کرنا ہے کیوں کہ مصنوع یعنی بنائی ہوئی چیزیں دلیل ہیں صانع یعنی بنانے والے خدا کے وجود پر۔

ہر چہ دیدم در جہاں غیرے تو نیست ☆ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

چھٹی قسم: ''وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰىهَا'' اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا (طَحْوٌ کے معنی بچھانے اور پھیلانے کے ہیں)

ساتویں قسم: ''وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا'' اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا یعنی قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی یعنی اللہ تعالیٰ کی جس نے اس کو خلقت میں درست بنایا یعنی شکل وصورت اور اعضاء گویا ہر طرح سے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں کو القا کیا (اللہ کی جانب فجور وتقویٰ کے الہام والقاء کی نسبت باعتبار تخلیق کے ہے کہ قلب میں نیکی وبدی کے میلان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو فجور وبدی پر مجبور محض نہیں بنایا لہٰذا انسان کو اپنے قصد واختیار سے گناہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اور اپنے قصد واختیار سے نیکی کرنے پر ثواب۔ ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا'' یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا یہ جواب قسم ہے اور تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو فسق وفجور سے روک کر تقویٰ اختیار کرلیا اور خاب خیبۃ کے معنی نامراد ہونے کے ہیں یعنی وہ شخص نامراد وناکام ہوگیا جس نے اپنے نفس کو خواہشات نفسانی میں دبا دیا اور گناہوں کی دَل دَل میں دھنسا دیا۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی، دن کا اُجالا اور رات کی اندھیری، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں بھی خیر وشر کی متضاد قوتیں رکھیں، اسی طرح مختلف ومتضاد اعمال پر مختلف ثمرات ونتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے۔ (تفسیر عثمانی)

لغات الشمس سورج، جمع شُمُوس۔ ضُحٰی اسم ہے اس کے معنی دھوپ پھیلنے کے ہے، پھر دو معنی میں معروف ہوگیا بمعنی سورج کی روشنی (یہ مجازی معنی ہے) (۲) وقت چاشت۔ اَلْقَمَر چاند، جمع اَقمار (تیسری تاریخ سے آخر ماہ

تک کا چاند۔ (قاموس) یا تیسری تاریخ کے بعد والی رات سے آخر ماہ تک کا چاند۔ (راغب) تَلاَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب۔ تَلاَ (ن) تُلُوًّا: پیچھے آنا، اور اگر مصدر تِلاوۃً ہو تو معنی ہوں گے "پڑھنا" النہار دن، جمع اَنْہُرٌ و نُہُرٌ۔ جَلّٰی (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، جَلّٰی تجلیۃً: روشن کرنا، ظاہر کرنا[1]۔ یَغْشٰی (س) مضارع واحد مذکر غائب، غَشِیَ (س) غَشْیًا و غَشَیَانًا: چھپانا، ڈھانکنا (رعایت فواصل کی بناء پر مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے) اور غَشّٰاھَا اس لیے نہیں کہا کہ وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس لیے ایک مفعول کو محذوف ماننا پڑتا (روح) بَنٰی (ض) ماضی واحد مذکر غائب، بَنٰی (ض) بَنْیًا، وبِنَاءً وبُنْیَانًا: تعمیر کرنا، بنانا۔ طَحٰی (ف) ماضی واحد مذکر غائب، طَحَی الشیئَ (ف) طَحْوًا: پھیلانا۔ طَحَی الشیئُ: پھیلنا (باب نصر سے اس کے معنی بعید ہونے اور ہلاک ہونے کے ہیں) سَوّٰی (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، سَوَّی الشیئَ تَسْوِیَۃً: درست کرنا، سَوِیَ الرجلُ (س) سِوًی درست کار ہونا۔ اَلْہَمَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اَلْہَمَ اِلْہَامًا: القاء کرنا یعنی دل میں بات ڈالنا، اور مجرد میں دوسرے معنی ہیں (حضرت مجدد سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف میں یہ فرق ہے کہ کشف کا تعلق حسیات کے ساتھ ہوتا ہے اور الہام کا وجدانیات سے) فُجُور باب نصر سے مصدر، فَجَرَ (ن) فجورًا و فَجْرًا: گناہ کرنا، بدکرداری کرنا اور بمعنی بدکرداری حاصل مصدر ہوگا، تقوٰی اِتقاء (باب افتعال) سے اسم مصدر، بمعنی پرہیز گاری، بچنا، لغت میں اس کے معنی ہیں نفس کو خوف کی چیز سے بچانا، پھر مجازاً کبھی خوف بول کر تقوٰی اور تقوٰی بول کر خوف مراد لیتے ہیں، اور عرفِ شرع میں نفس کو ہر گناہ کی طرف لے جانے والی چیز سے بچانے کا نام ہے[2]۔ اَفْلَحَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَفْلَحَ اِفْلاَحًا: بامراد و کامیاب ہونا، فَلَحَ (ف) فَلاَحًا: مقصد میں کامیاب ہونا۔ زَکّٰی (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، زَکَّی الشیئَ تزکیۃً: پاک صاف کرنا[3]۔ خَابَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، خاب (ض) خَیْبَۃً: ناکام ونامراد ہونا۔ دَسّٰی دبایا اس نے، (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، دراصل دَسَّسَ تھا، (مصدر تدسیس) آخر والے سین کو یاء سے بدل دیا تخفیفاً (جلالین) پھر قاعدہ ۷ سے یاء کو الف سے بدل دیا، دَسّٰی تدسیۃً: چھپانا، دبانا[4]۔

ترکیب وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا...... واؤ حرفِ جار برائے قسم، الشمس معطوف علیہ واؤ حرفِ عطف ضُحٰها مرکب اضافی ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف القمر معطوف علیہ

---

[1] جلاَ (ن) جلاءً: ظاہر ہونا، واضح ہونا، جلاَ الامرَ (ن) جلاءً: واضح کرنا، ظاہر کرنا، مادہ جلو ہے)

[2] تقوٰی کی اصل تَقْیًا ہے، یاء کو واؤ سے بدل دیا، لام فَعْلٰی بالفتح کی یاء واؤ ہو جاتی ہے۔ (علم الصیغہ قاعدہ ۲۶) اور اس کا مادہ وقی ہے، لہٰذا شروع کا تاء بھی اصلی نہیں ہے بلکہ واؤ خلاف قیاس تاء سے بدل دیا گیا، اس میں طلبہ عزیز کو دھوکہ لگ جاتا ہے، وقی الشیئَ یقی (ض) وَقْیًا ووِقَایۃً: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا، **فائدہ**: فجور کو رعایت فواصل کی بناء پر مقدم کیا، فجورھا اور تقوٰھا کی ضمیر کا مرجع نفس ہے۔

[3] زکا الشیئُ (ن) زُکُوًّا وزَکَاۃً وزکاۃً: نشوونما پانا، بڑھنا، زکا فلانٌ: نیک وصالح ہونا، زکِیَ (س) زکًی وزکاءً: بڑھنا)

[4] دَسَّہٗ (ن) دسًّا ودَسِیسًا: چھپانا، دَسَّ الشیئَ: دھنسانا۔

معطوف، اذا ظرفیہ مجرد عن الشرط مضاف تَلاَ فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ (راجع الی الشمس) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا القمر سے پہلے مضاف محذوف لفظ عظمۃ مصدر کا[1] واؤ حرفِ عطف النہار معطوف علیہ معطوف اذا جلّٰھا (اس کی ترکیب اذا تلاھا کی طرح ہے) واؤ حرفِ عطف اللیل معطوف علیہ معطوف، اِذَا یَغْشٰھَا (اس کی ترکیب اذا تلاھا کی طرح ہے اور اسناد مجازی ہے) واؤ حرفِ عطف السماء معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ، ما بنٰھا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف (ما تینوں مقامات میں مصدریہ بھی ہوسکتا ہے) واؤ حرفِ عطف الارض معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف ما طحٰھا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف نفس معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف ما اسم موصول سوّٰی فعل، ضمیر ھو فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فا حرفِ عطف اَلْهَمَ فعل، ضمیر ھو فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، فجورَھا مرکب اضافی ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرفِ عطف تقوٰھَا مرکب اضافی ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اُقسِمُ کے۔ اُقسِمُ فعل، ضمیر انا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم (لامحل لہا ابتدائیہ)، جوابِ قسم ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وقَدْ خَابَ الخ (جلالین، اعراب القرآن) (اور جب جوابِ قسم ماضی مثبت متصرف ہو تو اس پر لام اور قد کا آنا ضروری ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا درست نہیں، مگر طولِ کلام کے خوف سے، لہٰذا طول کلام کی بناء پر لام کو حذف کردیا گیا (جلالین) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا...... قَدْ حرفِ تحقیق اَفْلَحَ فعل، مَنْ اسم موصول زَكّٰى فعل، ضمیر ھو فاعل مستتر، ہا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر

[1] اذا تلٰھا جیسی ترکیبوں کے متعلق کچھ تفصیل سورۃ التکویر کے اندر واللیل اذا عسعس کے ضمن میں بھی گذر چکی ہے، لہٰذا اذا تلاھا کی ایک ترکیب یہ بھی ہوسکتی ہے کہ القمر، النہار، اللیل سے پہلے مضاف محذوف مانا جائے، اور ظرف کو اس کا معمول بنایا جائے یا صفت، اَی وانجلاء القمر اذا تلاھا ای وقت تبعیّتِہا للشمس وحصول النہار اذا جلّٰھا اَی وقتَ تجلیۃ الشمس وحدوث اللیل اذا یغشٰھا ای وقتَ غشیانِہا، یا مضاف محذوف لفظ عظمۃ مانا جائے کیونکہ جس کی قسم کھائی جائے وہ اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے، اب ظرف کا تعلق مضاف محذوف سے ہوگا۔ (تفسیر مظہری) روح المعانی میں اس طرح ہے وتلو القمر اذا تلاھا وتجلیۃِ النہار اذا جلّٰھا وغشیان اللیل اذا یغشاھا نیز روح المعانی میں یہ دوسرا احتمال مذکور ہے کہ اذا تلاھا وغیرہ کو محذوف کا متعلق مانا جائے اور حال مقدر بنایا جائے اَی اُقسِمُ بالقمر کائنًا اذا تلاھا وباللیل کائنًا اذا جلّٰھا، تفسیر مظہری میں ہے کہ علامہ تفتازانیؒ نے ان جیسی ترکیبوں میں اِذا تلاھا وغیرہ کو اپنے ماقبل مثلًا القمر وغیرہ سے بدل اشتمال مانا ہے، اعراب القرآن میں ہے کہ ویجوز ان یقسم بالشیئ المستقبل کما تقول اقسم باللہ اذا طلعتِ الشمسُ فالقسم متحتّم عند طلوع الشمس وانما یکون فعل القسم للحال اذا لم یکن معتمدًا علی شرط (لہٰذا اس آخری صورت کی بناء پر ظرف فعل قسم کا ہی ظرف بنے گا، کذا فی الجلالین) اذا کو فعل اُقسِمُ کا ظرف بنانے میں ایک خرابی ہے جس کو واللیل اذا عسعس کے تحت لکھ دیا۔

فاعل، قد افلح فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرفِ عطف قد حرفِ تحقیق خاب فعل، من اسم موصول، دسّٰی فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جوابِ قسم (لا محل لہا)[1]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی • جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا • تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ

نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۫ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ

اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا • سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے

رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا • اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا •

تشریح ماقبل میں ایک آیت تھی وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا چناں چہ اسی کی ایک مثال عبرت کے لیے بیان کررہے ہیں کہ قوم ثمود بوجہ فسق وفجور دنیا ہی کے اندر عذابِ خداوندی کی زد میں آگئی، چناں چہ قصہ ملاحظہ فرمائیں:

قوم ثمود اور اونٹنی کا مختصر واقعہ قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، قوم نے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی کہ اس معین پتھر میں سے ایک حاملہ اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لے آئیں گے، چناں چہ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی اور اس کے پیٹ سے اسی جیسا بچہ پیدا ہو گیا، حضرت صالح علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر کچھ لوگ تو مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا مگر قوم کے چند سرداروں نے لوگوں کو قبول اسلام سے روک دیا، یہ عجیب الخلقۃ اونٹنی جب پانی پیتی تھی تو پورے کنویں کا پانی ختم کر دیتی تھی، حضرت صالح علیہ السلام نے باذنِ ربانی یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ ھذہ ناقۃٌ لھا شِربٌ ولکم شربُ یومٍ معلوم یعنی ایک دن یہ اونٹنی پانی پئے گی، اور دوسرے دن دیگر جانور تا کہ یہ جانور پیاسے نہ مریں، جب اونٹنی کی باری کا دن ہوتا تو اونٹنی تمام پانی پی جاتی اور اس روز نہ دوسرے جانوروں کو پانی ملتا اور نہ آدمیوں کو، اس لیے قوم کے لوگوں کو یہ تقسیم ناگوار گذری اور اس اونٹنی کو مار ڈالا تا کہ پورا پانی انھیں اور انھیں کے جانوروں کو ملے، چناں چہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا کہ

---

[1] بعض حضرات نے جوابِ قسم محذوف مانا ہے، ای لَتُبْعَثُنَّ اور قَدْ اَفْلَحَ الخ اس صورت میں مستانفہ ہوگا، بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے بھی جوابِ قسم محذوف ہے، مثلاً لتعذبنّ یا کفارِ مکہ وغیرہ، اور قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا سے اہل فجور اور اہل تقویٰ کا آل بتلایا ہے، کیونکہ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا میں فجور اور تقویٰ کا ذکر ہے۔

زمین سے ایک شدید زلزلہ آیا اور اوپر سے فرشتہ کا نعرہ یعنی سخت ہیبت ناک چیخ، جس سے سب کے سب بیک وقت بیٹھے بیٹھے اوندھے منھ گر کر مر گئے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا جس میں یہ باری تھی اور اونٹنی کو قتل کرنے والا قوم کا ایک بد بخت شخص قدار ابن سالف تھا (کلہ در بیان القرآن، پارہ: ۱۸، و ۱۹) تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

"كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾" قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی کَذَّبَتْ کا مفعول بہ محذوف ہے، اور طغوی مصدر ہے جس کی اصل طغیاہی، بمعنی سرکشی کرنا، انتہائی سرکش ہونا، اور بمعنی سرکشی وشرارت حاصل مصدر یعنی اسم ہے، مطلب یہ ہے کہ قوم ثمود نے اپنی شرارت یعنی گناہوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر جانے کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ "اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾" یہ شرارت کرنے کا قصہ اس زمانہ کا ہے کہ جب اَشْقَی القبیلہ یعنی اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اُٹھ کھڑا ہوا یعنی قدار بن سالف اس اونٹنی کو قتل کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوا، اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک تھے، یعنی مشورۂ قتل میں سب شریک تھے، "فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾" تو ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبر دار رہنا یعنی ان لوگوں سے ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ناقۃ اللہ وسُقیاھا ای احُذروا عقْرَ ناقِۃَ اللہ اللہ کی اونٹنی کے قتل کرنے سے بچو یعنی اس کو قتل مت کرنا، اور نہ اس کا پانی بند کرنا ای احذروا سُقیاھا (روح) (سقیا یعنی پانی پینے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس اونٹنی کے قتل کے درپے تھے) "فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ" سوانھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا یعنی دلیل نبوت کو جو ناقۃ اللہ کے ذریعہ ظاہر ہوئی جھٹلا دیا، کیوں کہ وہ صالح علیہ السلام کو نبی نہیں سمجھتے تھے۔ فَعَقَرُوْهَا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا انبعثَ واحد کا صیغہ ہے کہ قدار نامی شخص قتل کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اور یہاں عَقَرُوْا جمع کا صیغہ ہے کہ انھوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو واضح رہے کہ قتل کرنے والا تو قدار ہی تھا، مگر چوں کہ مشورۂ قتل میں سب شریک تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فنادوا صاحبهم فتعاطى فعقر۔ اس لیے قتل کی نسبت سب کی طرف کردی۔ "فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾" تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمادیا۔ سوّیٰ کا مطلب یہ ہے کہ عذاب پوری قوم کفار پر عام اور محیط ہو گیا کہ مرد وعورت، بچے اور بوڑھے سب برابر ہو گئے یعنی سب فنا ہو گئے۔ "وَ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾" اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جس طرح شاہانِ دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کو سزا دینے کے بعد کسی ہنگامہ اور انقلاب کا خطرہ رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں ہے کیوں کہ وہ قادر مطلق ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ ناقۃ اللہ: اللہ کی اونٹنی اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معجزہ کے طور پر عجیب طرح سے پیدا کر کے دلیل نبوت بنا دیا تھا، اور اس کے احترام کو واجب قرار دیا تھا، گویا یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی اونٹنی کے شرف وعظمت کو بیان کرنے کے لیے جیسے

مسجد کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) یا طلبۂ دین کو مہمانانِ رسول کہتے ہیں۔

کیفیتِ عذاب | تفسیر مظہری میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز تک تو تم لوگ زندگی سے بہرہ اندوز ہو، پہلے دن صبح کو تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ اور تین روز کے بعد تم سب ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

قاعدہ مفیدہ نحویہ | جب اسم تفضیل کی اضافت معرفہ کی جانب ہو تو اس سے واحد اور متعدد دونوں مراد ہو سکتے ہیں اسی طرح مذکر ومؤنث دونوں (روح) چناں چہ مقاتلؒ نے فرمایا کہ اونٹنی کو قتل کرنے والے نو آدمی تھے۔

اونٹنی کا بچہ کہاں گیا | لکھا ہے کہ پہاڑوں میں جا چھپا اور پھر ملا نہیں۔

لغات كَذَّبَتْ (تفعیل) ماضی واحد مؤنث غائب، (رکوع ۳ میں تحقیق گذر چکی فکذّب وعصٰی کے تحت) ثَمُوْدُ (سورۃ الفجر میں تحقیق گذر چکی) اتنا یاد رکھئے کہ ثمود قبیلہ کے معنی میں ہے اس لیے فعل کو مؤنث لایا گیا (روح) طَغْوٰی مصدرٌ من الطغیان بمعنی تجاوز الحد فی العصیان (روح المعانی) اصلہٗ طغیا یاء کو واؤ سے بدل دیا) طغی فلانٌ (ف) طَغْيًا وطُغْيَانًا: انتہائی سرکش ہونا[1] اِنْۢبَعَثَ باب انفعال سے ماضی واحد مذکر غائب، بمعنی روانہ ہونا، اٹھ کھڑا ہونا، مادہ بَعْثٌ ہے[2]۔ اَشْقٰی (س) اسم تفضیل واحد مذکر، بڑا بدبخت، شَقِيَ (س) شَقًا وشَقَاءً وشَقَاوَةً بدبخت ہونا، اشقٰھا، ھا ضمیر کا مرجع ثمود ہے۔ نَاقَةَ اونٹنی جمع نُوْقٌ واَنْوَاقٌ ونَاقٌ واَنْيُقٌ. سُقْيَا سَقْيٌ مصدر سے اسم بمعنی سیرابی، (۲) مصدر بمعنی پانی پلانا (یہاں مصدر مجہول مراد ہے پانی پلایا جانا آیت میں اس کے لازمی معنی سے ترجمہ کر دیا گیا) سقی (ض) سَقْيًا: پلانا۔ عَقَرُوْا (ض) ماضی جمع مذکر غائب، عَقَرَ (ض) عَقْرًا: زخمی کرنا، ذبح کرنا، کونچیں کاٹنا (یعنی پاؤں کے پٹھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں ان کو کاٹنا تاکہ بھاگ نہ جائے) یہاں مراد ہے مار ڈالنا، (باب فعللۃ) دَمْدَمَ، دَمْدَمَةٌ سے واحد مذکر، دَمْدَمَ عَلَيْهِ: ہلاک کرنا، دَمَّ فلانًا (ن) سزا دینا، مارنا۔ ذَنْبٌ گناہ، جمع ذُنُوْبٌ (المراد ھٰھنا تکذیب الرسول وعقر الناقۃ) لا یخاف (س) مضارع واحد مذکر غائب، خاف (س) خَوْفًا ومخافۃً وخِيفَةً: ڈرنا۔ عقبٰی اسم بمعنی جزاء الامر او عاقبتہ ای عقبی الدَّمْدَمَةِ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

ترکیب كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا...... كَذَّبَتْ فعل، ثمودُ فاعل، (مفعول بہ محذوف ہے ای الصالح علیہ السلام) بطغوٰھا فعل مذکور کے متعلق اِذْ ظرفیہ مضاف اِنْۢبَعَثَ فعل اشقٰھا مرکب اضافی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہو کر مضاف الیہ، مرکب اضافی ظرف ہوا کَذَّبَتْ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا) فا عاطفہ قال فعل لھم (ای قوم ثمود) جار مجرور متعلق قال کے، رسولُ اللہ مرکب اضافی

---

[1] طَغَا (ن) طَغْوًا وطُغُوًّا وطُغْوَانًا: حد سے بڑھ جانا، (طغی یائی اور واوی دونوں ہے یقال طغوتُ وطغیتُ (روح المعانی) قاموس القرآن اور لغات القرآن میں طغوی کو اسم مصدر لکھا ہے از طغیان۔

[2] بَعَثَهٗ (ف) بَعْثًا: وبعثہٗ الیہ، ولہ بھیجنا، وفد بھیجنا۔

ہوکر فاعل (رسول اللہ سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قول، ناقۃ اللہ وسقیاھا مرکب اضافی پھر مرکب عطفی ہوکر مفعول بہ ہے فعل محذوف کا بربناء تحذیر آی اتّقوا یا احذرو عقرھا واحذروا سقیاھا پھر یہ جملہ مقولہ ہوا قول مذکور کا (فی محل نصب) قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ برائے تعقیب، کذّبوہ جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف فاعاطفہ عقروھا جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف (ھا ضمیر کا مرجع ناقۃ اللہ) فاعاطفہ دَمْدَمَ فعل، علیھم اس کے متعلق، ربّھم مرکب اضافی ہوکر اس کا فاعل، بذنبھم متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فاعاطفہ سوّٰھا جملہ ہوکر معطوف (آی سوّی الدمدمۃ) یہ سب معطوفات مل ملاکر جملہ مستانفہ۔ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰھَا...... واؤ مستانفہ لا یخاف فعل منفی، ضمیر ھُوَ مستتر فاعل، عُقْبٰھَا (آی عقبی الدمدمۃ) مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ (لامحل لھا)[1]

فائدہ اگر کوئی یہ کہے کہ تحذیر کے لیے تو شرط یہ ہے کہ محذر منہ مکرر ہو جیسے الطریقَ الطریقَ۔ یا پھر محذر بما بعدہ ہو یعنی کسی کو مابعد چیز سے ڈرایا گیا ہو جیسے ایاک والاسد، حالاں کہ یہاں ناقۃ اللہ وسقیاھا مکرر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یا تو یہی شرط ہے جو مذکور ہوئی یا پھر اگر محذور منہ مکرر نہ ہو تو اس پر دوسرے محذر منہ کا عطف ہو (حاشیہ بیان القرآن، روح المعانی)

البلاغۃ: الشمس والقمر، اور اللیل والنھار، اور فجورھا وتقوھا کے درمیان صنعتِ طباق ہے، اور والنھار اذا جلھا واللیل اذا یغشھا اور قد افلح الخ کے درمیان صنعت مقابلہ ہے۔

سورۃ الّیل مکّیّۃ

وَ الَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ﴿۱﴾ وَ النَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ﴿۲﴾ وَ مَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰۤی ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡیَکُمۡ

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے ● اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو جاوے ● اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ ● بے شک تمہاری کوششیں

لَشَتّٰی ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ﴿۷﴾

مختلف ہیں ● سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا ● اور اچھی بات کو سچا سمجھا ● تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے ●

وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰی ﴿۸﴾ وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ﴿۱۰﴾ وَ مَا یُغۡنِیۡ

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی ● اور اچھی بات کو جھٹلایا ● تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے ● اور اس کا مال اس کے کچھ کام

عَنۡہُ مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ﴿۱۱﴾

نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا ●

[1] یہ سوّٰی کی ضمیر فاعل سے حال بھی ہوسکتا ہے ہو لا یخاف کے واؤ کو اعراب القرآن میں واؤ عاطفہ لکھا ہے، لہٰذا دونوں صحیح ہو سکتے ہیں۔

ربط سورتِ سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی اعمال اور ان کی جزا وسزا کا ذکر ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ تم لوگوں کی کوششیں یعنی اعمال الگ الگ ہیں لہٰذا یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جس طرح کوششیں اور اعمال مختلف ہیں ان پر مرتب ہونے والی جزائیں بھی مختلف ہوں گی جیسا کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ میں بیان کیا گیا ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ﴿۱﴾'' قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھپالے یعنی آفتاب اور دن کو چھپالے۔ ''وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ﴿۲﴾'' اور دن کی جب کہ وہ روشن ہوجائے۔ ''وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ﴿۳﴾'' اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ما اسم موصول بمعنی مَنْ ہے اور مراد باری عزّ اسمہٗ ہے آگے جواب قسم ہے کہ ''اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ﴿۴﴾'' بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ یعنی اعمال مختلف ہیں کسی کے اچھے اور کسی کے برے، لہٰذا ان کے ثمرات اور نتائج بھی مختلف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ''فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ﴿۶﴾'' سو جس نے دیا یعنی راہِ خدا میں مال خرچ کیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ احکام خدا کی خلاف ورزی سے بچتا رہا، اور اس کی اطاعت کرتا رہا، تفصیل سورۃ الضحیٰ کے ربط میں) اور اچھی بات کو سچا سمجھا حسنیٰ بمعنی اچھی بات سے مراد ملت اسلام یعنی لا الٰہ الا اللہ وغیرہ ہے، اور سچا سمجھنے سے مراد اس کو اختیار کرنا ہے۔ ''فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ﴿۷﴾'' تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، اور راحت کی چیز سے مراد نیک عمل ہے اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ وہ یُسر کا سبب اور محل ہے اسی لیے یُسریٰ کہہ دیا گیا ورنہ یُسریٰ کے معنیٰ ہیں آسان چیز۔ (بیان القرآن) ''وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ﴿۸﴾ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ﴿۹﴾'' اور جس نے بخل کیا (یعنی حقوق واجبہ زکوٰۃ وصدقات وغیرہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کیا) اور بے پروائی اختیار کی۔ یعنی خدا سے ڈرنے کے بجائے اس سے بے پرواہی اختیار کی۔ اور اچھی بات کو جھٹلایا یعنی ملتِ اسلامیہ کو جھٹلایا، تو ''فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ﴿۱۰﴾'' تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے یعنی برے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے، تکلیف کی چیز سے مراد بدعمل اور بواسطہ بدعمل کے دوزخ مراد ہے کہ وہ عُسر کا سبب اور محل ہے، ''وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ﴿۱۱﴾'' اس آیت میں صاحبِ عُسریٰ کا حال مذکور ہے کہ۔ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا، جب وہ برباد ہونے لگے گا۔ بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے، یعنی جس مال ودولت پر وہ گھمنڈ کرکے آخرت سے بے پرواہ رہتا تھا وہ مال ودولت ذرا بھی اس کو آخرت کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

فائدہ نُیَسِّرُ کے معنیٰ لغت میں آسان کرنے کے ہیں اور آسان یا مشکل ہونا اعمال کی صفت ہے نہ کہ آدمی کی لہٰذا یوں کہا جاتا کہ فَنُیَسِّرُ لَهُ الْیُسْرٰی ای الاعمال الیُسریٰ، اسی طرح العسریٰ، ای الاعمال العُسریٰ مگر قرآن کی تعبیر ہے کہ ہم انسان کو آسان کردیتے ہیں تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم ان کی طبیعتوں اور مزاجوں کو ایسا بنادیتے ہیں کہ ان سے اعمال جنت یا اعمالِ جہنم کا صدور آسان ہوجاتا ہے، اور ان اعمال کا صدور ان کی طبیعت بن جاتی ہے۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت | دونوں میں باہم مناسبت ظاہر ہے کہ لیل ونہار بھی تمہاری مختلف کوششوں کی طرح مختلف ہیں اور اسی مناسبت سے خالق کی صفت بھی ایسی لائی گئی کہ جس میں دو مختلف چیزیں مذکور ہیں یعنی نر و مادہ۔

اختیاری مطالعہ

مسئلہ: وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝ میں خنثیٰ مشکل کا ذکر نہیں کیا واضح رہے کہ وہ خنثیٰ مشکل ہمارے نزدیک ہے ورنہ اللہ کے علم میں تو اس کا مذکر ہونا طے ہے یا مؤنث ہونا، چناں چہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ فلاں دن نہ مذکر سے گفتگو کرے گا نہ مؤنث سے، اور وہ شخص پھر اس دن خنثیٰ مشکل سے گفتگو کرلے تو حانث ہوجائے گا۔ (جلالین)

نکتہ: یاد رکھئے کہ عقیدۂ توحید کی تکمیل کے لیے چار درجوں کی توحید کا ماننا لازم ہے اگر کسی بھی درجہ کی توحید میں ذرہ برابر بھی کمی رہ گئی تو انسان ہرگز موحد نہیں بن سکتا۔ (۱) توحید ذات یعنی یہ ماننا کہ واجب الوجود یعنی ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (۲) توحید خلق یعنی یہ تسلیم کرنا کہ تمام مخلوقات کا خالق صرف خدائے واحد ہے۔ (۳) توحید تدبیر یعنی یہ یقین کرنا کہ کائنات عالم کے نظام کو چلانے والا صرف اللہ رب العٰلمین ہے۔ (۴) توحید الوہیت یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ معبود اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں۔

لغات اللیل رات جمع اللیالی۔ یغشٰی (سورۃ الشمس میں گذر چکا) النہار (رکوع ا میں گذر چکا) تجلّٰی (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، تَجَلَّى الشيئُ تَجَلِّيًا: واضح ہونا، روشن ہونا، جَلَا الاَمرُ (ن) جَلَاءً: واضح ہونا[1]۔ الذّکر، نر، مذکر، جمع الذُّكُورُ، وذُكران، الاُنثٰی عورت، مادہ، جمع اَلْاِنَاثُ۔ سَعْی باب فتح کا مصدر، سَعْی بمعنی مساعی ہے (کوششیں) یہاں مصدر مضاف عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ سَعٰی فلانٌ (ف) سَعْيًا: کوشش کرنا، چلنا، دوڑنا، السّعی کوشش جمع مساعٍ، سَعْی بمعنی کوشش حاصل مصدر ہے اور بطور اسم مستعمل ہے اور اس کی جمع آجاتی ہے۔ شتّٰی، واحد شَتِيتٌ بمعنی متفرق، جیسے مریض کی جمع مَرْضٰی، شَتَّ (ض) شَتًّا وشَتَاتًا وشَتِيتًا: متفرق ہونا۔ اَعْطٰی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَعْطٰی فلانًا الشیئَ اعطاءً: دینا، عَطَا الشيئَ واليه (ن) عَطْوًا: لینا۔ اِتَّقٰی (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب اِتَّقٰی اِتِّقَاءً: پرہیز کرنا، ڈرنا (مادہ وَقْیٌ ہے) وَقٰی (ض) وِقَايَةً ووَقْيًا: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا۔ صَدَّقَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، صَدَّقَهٗ وصَدَّقَ بہٖ تصدیقًا وتَصْدَاقًا: سچا ماننا، صَدَقَ فلانٌ فی الحدیث (ن) صِدْقًا: سچ بولنا۔ الحسنٰی (اچھی بات، مراد ملت اسلامیہ) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، حَسُنَ (ک) حُسْنًا: بہتر اور اچھا ہونا۔ نُيَسِّرُ (تفعیل) مضارع معروف جمع متکلم، لغت میں اس کے معنی آسان کرنے کے ہیں، مگر روح المعانی میں ہے کہ یہ يَسِرَ الفرسُ للركوب سے مشتق ہے ويُطلقُ اذا اَسْرَجَها واَلجمها (یعنی گھوڑے کو زین اور لگام لگا کر تیار کرنے کے وقت بولا جاتا ہے) لہٰذا نُيَسِّرُ کو اسی سے ماخوذ مان کر حضرت تھانویؒ نے ترجمہ کیا "سامان دینا" یعنی اچھے عمل اس سے بے تکلف صادر ہوں گے۔ یُسْرٰی (راحت کی

[1] جلا القومُ عن الوطن (ن) جلاءً: جلاوطن ہونا۔

چیز، مراد نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے) باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، یَسُرَ الشیئُ (کرم) یُسْرًا: آسان ہونا۔ بَخِلَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، بَخِلَ (س) بَخَلاً وبُخْلاً وبُخُلاً: کنجوسی کرنا[1]۔ استغنٰی (سورۃ عبس میں گذر چکا) الحسنٰی (ابھی ابھی گذر چکا) العسرٰی (تکلیف دہ چیز، مراد بدعمل اور بواسطہ بدعمل کے دوزخ مراد ہے، باب کرم سے اسم تفضیل واحد مؤنث، عَسُرَ الامرُ (ک) عُسْرًا وعَسَارۃً: مشکل ودشوار ہونا[2]۔ مَا یُغْنِی (افعال) مضارع منفی واحد مذکر غائب، اَغْنٰی عنہ اغناءً: کافی ہونا، اغنَی اللّٰہُ فلانًا: مال دار کرنا۔ غَنِیَ فلانٌ عن الشیء (س) غِنًی وغَنَاءً: بے نیاز ہونا۔ تَرَدّٰی (تفعل) ماضی واحد مذکر غائب، بمعنی گڑھے میں گرنا، ہلاک وبرباد ہونا (مراد جہنم میں جانا ہے) (اصلہٗ تردّی قاعدہ ۷ جاری ہوا ہے) رَدِیَ (س) رَدًی: ہلاک ہونا۔

ترکیب وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی ...... ان جیسی آیات کی ترکیب والقمر اذا تلاھا کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ...... واؤ حرف عطف ما بمعنی مَن اسم موصول خَلَقَ فعل، ضمیر ھو فاعل، الذکر والانثٰی معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ (لامحل لہا) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول (واللیل الخ) اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اُقْسِمُ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم، اِنّ سعیکم لشتّٰی جوابِ قسم۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ...... فا حرفِ استیناف اَمّا حرفِ شرط وتفصیل، مَن اسم موصول، اَعْطٰی واتّقٰی وصَدَّقَ بالحسنٰی باہم معطوف ومعطوف علیہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ (اَعْطٰی کا مفعول بہ محذوف ہے ای مالہٗ فی سبیل اللّٰہ) بالحسنٰی متعلق صَدَّقَ کے، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا فا رابطہ برائے جواب اَمّا بالفاظِ دیگر فا رابطہ برائے جوابِ شرط، کیونکہ یہاں مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے، سین برائے استقبال نُیَسِّرُ فعل، ضمیر نحنُ فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، لِلْیُسْرٰی جار مجرور متعلق نُیَسِّرُ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ...... واؤ حرف عطف، اَمّا حرفِ شرط وتفصیل، مَن اسم موصول، بَخِلَ واستغنٰی و کذّب بالحسنٰی باہم معطوف ومعطوف علیہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا، فا رابطہ برائے جوابِ شرط، سین برائے استقبال نُیَسِّرُ فعل، ضمیر نحنُ فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ لِلْعُسْرٰی متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗ اِذَا تَرَدّٰی ...... واؤ حرفِ عطف، ما یُغْنِی فعل منفی، عنہ اس کے متعلق، مالُہٗ مرکب اضافی ہوکر فاعل، اِذا ظرفیہ مضاف، تردّٰی جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ

---

[1] باخِلٌ کنجوسی کرنے والا جمع بُخَّلٌ، بَخُلَ (ک) بُخلاً وبُخلاً وبُخولاً: کنجوس ہونا بخیلٌ جمع بُخلاء۔

[2] العسرٰی دوسرا معنی ہے الضیق والشدۃ اس وقت یہ اسم ہوگا (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

سے مل کر ظرف ہوا اما یُعطی فعل مذکور کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور ظرف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ ہوا[1]۔

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ﴿۱۲﴾ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰی ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے ● اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا ● تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں ●

لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۱۶﴾ وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ

اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا ● جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ● اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے ● جو اپنا مال اس غرض

مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ﴿۲۰﴾

سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے ● اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو ●

وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی ﴿۲۱﴾

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا●

تشریح ''اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ﴿۱۲﴾'' واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے یہ آیت بطور استیناف کے ہے جس میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں، ہاں یہ ہم نے بطور فضل واحسان اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی وبدی کی راہ سمجھا دیں سو وہ ہم نے پورے طور پر سمجھا دی۔ (ظاہر ہے کہ اس سورت میں بھی اور قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی جنت میں لے جانے والی راہ اور اعمال اور جہنم میں لے جانے والی راہ اور اعمال بیان کر دیئے گئے) پھر کسی نے ایمان وطاعت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر ابھی مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الخ میں ہوا ہے، اور کسی نے کفر ومعصیت کی راہ اختیار کر لی جس کا ذکر مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی الخ میں ہوا ہے، اور جو شخص جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے، کیوں کہ ''وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ﴿۱۳﴾'' اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے، اس لیے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے اور آخرت میں ان کی مخالفت پر سزا اور موافقت پر جزا دیں گے جس کا بیان فَسَنُیَسِّرُہٗ میں ہوا ہے، ''فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾'' چوں کہ دنیا وآخرت ہماری ہی ہیں لہٰذا جو شخص ان کو ہمارے غیر سے طلب کرے تو اس نے بڑی غلطی کی اور وہ راہ راست سے ہٹ گیا، پس میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں (جس پر ماقبل جملہ

---

[1] فاَمّا مَن اعطی الخ کی مذکورہ ترکیب سہولت کے پیش نظر ہے ورنہ اصل ترکیب یہ ہے مہما یکن الامر فمن اعطی الخ واَمّا الخ حذفتِ الفاء ههنا تخفیفًا۔

فسنیسّرہ لِلعُسری دلالت کررہا ہے) تاکہ تم لوگ ایمان واطاعت اختیار کرکے اس آگ سے بچ جاؤ، "لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾" اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا یعنی دین حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی یعنی دین حق سے روگردانی کی۔

فائدہ یہاں جہنم میں دخول سے مراد دائمی دخول ہے جو کہ کفار کے لیے ہے لہٰذا مسلمان جو تکذیبِ دین تو نہیں کرتا مگر دین پر عمل بھی نہیں کرتا تو وہ جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر اس سے نکال لیا جائے گا اور پھر جنت میں داخل کردیا جائے گا، یا پھر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کی سفارش سے یا خالص اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ کسی سراپا گنہگار پر نظر شفقت فرمادے اور جہنم میں داخل کئے بغیر اس کو شروع میں ہی جنت میں داخل کردیں۔

"وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾" اور اس نار سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال محض اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہوجائے۔ اَتْقٰی یعنی وہ آدمی جو مکمل اطاعتِ حق کا خوگر ہو اور اپنا مال راہِ خدا میں صرف اس لیے خرچ کرتا ہو کہ وہ گناہوں سے پاک ہوجائے، یعنی محض رضائے الٰہی اس کا مطلوب ہے نہ کہ اس کے علاوہ "وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾" اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں اگرچہ فی نفسہٖ احسان کا بدلہ اتارنا بھی کارِ ثواب ہے مگر یہ شخص تو محض رضائے پروردگار عالیشان کے لیے ہی گھربار لٹا رہا ہے تو وہ شخص یقین رکھے کہ اسے ضرور خوش کردیا جائے گا جیسا کہ اگلی آیت ہے کہ "وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾" اور یہ شخص عنقریب خوش ہوجائے گا یعنی اس کے کمال اخلاص اور نام ونمود سے کلی اجتناب کی بناء پر اس کو آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جن سے اس کو دائمی خوشی نصیب ہوگی۔

فائدہ وما لاحدٍ کے الفاظ اگرچہ عام ہیں مگر سبب اس کا ایک خاص قصہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کردیا تھا (بیان القرآن، جلالین شریف) (والاعتبار لعموم الالفاظ لا لخصوص الاسباب)

اختیاری مطالعہ

قولہ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى: علیٰ الزام یعنی لازم کرنے کے لیے آتا ہے حالاں کہ اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں، تو جواب یہ ہے کہ چوں کہ اللہ نے راہ دکھانے کا خود وعدہ کرلیا ہے اس لیے اس پر رہنمائی کرنا وعدہ کے مطابق لازم ہوگیا کسی کے واجب کرنے سے نہیں ہوا۔

قولہ لا یصلٰھا الخ: مومن فاسق کا جہنم میں دخول دائمی نہ ہوگا بلکہ عارضی ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو مومن موجود تھے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے کیوں کہ باجماع اہل سنت ثابت ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے کوئی فاسق نہ تھا۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اس کو آگ نہیں لگے گی۔ (رواہ الترمذی عن جابر)

لغات الهُدٰی باب ضرب سے مصدر، راہ بتلانا، نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے بمعنی رہنمائی، هَدٰی فلانًا (ض) هُدًی وهَدْیًا وهِدَایَةً: کسی کو راہ بتانا۔ الآخِرَة والاُوْلٰی (سورۃ النازعات میں دونوں کی تشریح گذر چکی ہے) اَنْذَرْتُ (افعال) ماضی واحد متکلم، اَنْذَرَہٗ الشیئَ اِنذارًا: ڈرانا (مجرد میں دوسرے معنی ہیں) نَارًا آگ، جمع نِیرانٌ وانْوُرٌ۔ تَلَظّٰی (تفعل) مضارع واحد مؤنث غائب (اصلہ تتلظّٰی ایک تاء حذف ہوگئی) تَلَظَّتِ النَّارُ تَلَظِّیًا: آگ بھڑکنا، لَظِیَتِ النارُ (س) لَظًی: آگ بھڑکنا۔ لا یَصْلٰی (س) مضارع واحد مذکر غائب (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں یَصلَوْنَہا یومَ الدین کے تحت) الاَشْقٰی (سورۃ الشمس میں تحقیق گذر چکی) سَیُجَنَّبُ (تفعیل) مضارع مجہول واحد مذکر غائب، جَنَّبَ فلانًا الشیئَ: دور رکھنا، (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں ویَتَجَنَّبُہا الاشقٰی کے تحت) الاَتْقٰی بڑا پرہیزگار، باب ضرب سے اسم تفضیل واحد مذکر، دراصل اَوْقٰی تھا، واؤ کو خلاف قیاس تاء سے بدل دیا۔ (مزید تحقیق سورۃ الشمس میں فَاَلْہَمَہا فجورَہا وتقوٰہا کے تحت) یُؤْتِی (افعال) مضارع واحد مذکر غائب، آتٰی فلانًا الشیئَ ایتاءً: دینا، اتٰی (ض) اَتْیًا واِتْیانًا: آنا۔ یَتَزَکّٰی (تفعل) مضارع واحد مذکر غائب (مزید تحقیق سورۂ عبس میں لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی کے تحت) نِعْمَةٍ خوشحالی، فضل، احسان، یہاں مراد آخری معنی ہیں جمع نِعَمٌ واَنْعُمٌ۔ تُجْزٰی (ض) مضارع مجہول واحد مؤنث، جزٰی فلانًا بکذا وعلیہ (ض) جزاءً: بدلہ دینا۔ ابتغاء مصدر از باب افتعال بمعنی چاہنا، تلاش کرنا، بَغَی الشیئَ (ض) بُغْیَةً: چاہنا[1]۔ وَجْہ چہرہ، ذات، خوشنودی، پہلے معنی میں حقیقت ہے بقیہ معانی میں مجاز، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ یَرْضٰی (س) مضارع واحد مذکر غائب، رَضِیَ عنہ (س) رِضًا ورِضاءً ورِضوانًا ومَرْضاةً: خوش ہونا۔

ترکیب اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل علینا جار مجرور ثابتٌ کے متعلق ہوکر خبر مقدم، لام برائے تاکید الہدٰی اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف اِنَّ حرف مشبہ بالفعل لَنَا جار مجرور متعلق ثابتۃٌ کے ہوکر خبر مقدم (وتقدیم الخبر للحصر) لام برائے تاکید الاخرۃ والاولیٰ معطوف ومعطوف علیہ ہوکر اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (کلامٌ مستانفٌ مسوقٌ لاخبارھم باَنَّ علیہ سبحانہ بمقتضٰی حکمتہ بیان الہدی من الضلال، اعراب القرآن، بیان القرآن میں ہے کہ یہ دونوں آیتیں بطور تعلیل ماسبق کے ہیں) فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی لَا یَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی... فا عاطفہ اس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے، ای فمَن طلب الدنیا والاخرۃ مِن غیرنا فقد اخطأ فانذرتکم الخ (اعراب القرآن) انذرتُ فعل بافاعل کُم مفعول بہ نارًا موصوف

[1] بغی (ض) بغیًا: تجاوز کرنا، زیادتی کرنا۔

تلظّٰی جملہ ہوکر صفت اول، لا یصلٰی فعل ھا مفعول بہ اِلاّ اداۃِ حصر الاشقٰی موصوف، الذی اسم موصول کذّبَ وتولّٰی جملہ ہوکر صلہ (ایْ کذّبَ الرسولَ وتولّٰی عن الایمان) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر فاعل لا یَصلٰی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرفِ عطف سین برائے استقبال یُجَنَّبُ فعل مضارع مجہول ھا مفعول بہ، الاتقٰی موصوف الذی اسم موصول یوتی فعل مضارع، ضمیر ھو ذوالحال مالَہٗ مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ، یتزکّٰی جملہ ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ثانی نارًا کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جملہ مقدرہ پر عطف، اور وہ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ یا ماقبل پر عطف، بعض نے اس کو فا تفریعیہ کہا ہے، فافہم)

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ...... واؤ استینافیہ ما نافیہ لِاَحَدٍ جار مجرور متعلق ثابتۃٌ کے ہوکر خبر مقدم عندہٗ کائنۃٌ کے متعلق ہوکر حال مقدم نعمۃ سے[1] مِن زائدہ برائے تحسین کلام، نعمۃٍ لفظاً مجرور، محلاً مرفوع موصوف تجزٰی جملہ ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مستثنیٰ منہ اِلاّ حرف استثناء ابتغاء مضاف وجہِ مضاف الیہ مضاف ربِّہٖ مرکب اضافی ہوکر موصوف الاعلٰی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر پھر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مستثنیٰ منقطع، (لان ابتغاء وجہ ربہ لیس من جنس النعمۃ) مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر مبتدا، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے[2]) وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ...... واؤ استینافیہ لام قسمیہ اور قسم مقدر ہے ای باللہ (روح المعانی) جار مجرور متعلق فعل محذوف اُقْسِمُ کے۔ سوف برائے استقبال یرضٰی فعل، ضمیر ھُو فاعل (مرجع ہے الاتقٰی) فعل اپنے فاعل سے مل کر جوابِ قسم۔ (بیان القرآن کے اندر اس آیت کے ترجمہ میں قسم کا ذکر نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات نے اس لام کو لام ابتدائیہ لکھا ہے اور لام قسمیہ ہونے کو منع کیا ہے، اور مبتدا محذوف مان کر اس کو جملہ اسمیہ مانا ہے ای ولھو سوف یرضٰی)

فائدہ جب فعل مضارع پر لام قسم داخل ہو تو ساتھ ساتھ فعل مضارع پر نونِ تاکید کا دخول بھی ضروری ہے حالانکہ آیت بالا میں نونِ تاکید نہیں ہے، الجواب: اس تلازم سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: (۱) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان سین یا سوف حائل ہو۔ (۲) لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان معمول فعل حائل ہو، جیسے لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ۔

---

[1] دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ تُجزیٰ کا ظرف ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

[2] **قولہ** ابتغاء الخ یہ ترکیب میں مفعول لہ بھی ہوسکتا ہے اس وقت الا بمعنی لکن ہوگا، ای لکن فعل ذٰلک ابتغاء ربّہ الخ

سورۃ الضُّحیٰ مکیّۃ

وَ الضُّحٰی ۝۱ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝۲ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ۝۳ وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ

قسم ہے دن کی روشنی کی ● اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے ● کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی ● اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا

الۡاُوۡلٰی ۝۴ وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۝۵

بہتر ہے ● اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے ●

ربط سورۃ اللیل میں فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی سے لِلۡعُسۡرٰی تک مہمات اصول وفروع اور ان کی تصدیق وتکذیب پر وعدہ و وعید کا ذکر تھا اور یہ مضمون تمام قرآن کا بمنزلہ خلاصہ کے ہے کیوں کہ فاما من اعطی میں عبادت مالیہ آ گئی، اور اتقی میں دیگر عبادات آ گئیں، یعنی حسنات پر عمل کرنا اور سیئات کو ترک کرنا، حسنات مثلاً اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالانا خواہ وہ ظاہری نعمت ہو جیسے انسان کا پیدا ہونا، اس کا احسن تقویم میں ڈھالا جانا، رزق وراحت وغیرہ یا معنوی نعمت ہو جیسے رسالت ونبوت، علم وقرآن وغیرہ، اور ترک سیئات جیسے اعمال قبیحہ سے بچنا، غفلت عن الآخرت کا ترک کرنا عمر کو ضائع کرنے سے بچانا، غیبت وطعنہ، کفر ونفاق، مخالفت رسول اور ہر ایسے کام سے بچنا جو سبب عذاب ہو وغیرہ وغیرہ اور صدق بالحسنیٰ میں توحید اور ہر وہ چیز آ گئی جن پر ایمان واعتقاد ضروری ہے مثلاً قرآن، وقوع قیامت، جزاوسزا کا اعتقاد، حضور ﷺ سے محبت وعقیدت، توکل علی اللہ وغیرہ۔ اور یہی مضمون قدرے تبدیلی کے ساتھ سورۃ الناس تک چلا گیا ہے اور اسی مضمون میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے بعض مضامین کے سورۃ الضحی میں ہے (مثلاً آپ ﷺ کو بعض اوامر ونواہی کا مخاطب بنانا) اسی طرح بقیہ سورتوں میں ان مہمات کلیہ کے خاص جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سورت کے شروع میں ان جزئیات ومناسبات کی تعیین بھی معلوم ہو جائے گی، اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ربط اور ماقبل سے بھی ارتباط واضح ہو گیا۔

تشریح وشان نزول: شان نزول یہ ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ کسی بیماری کی وجہ سے دو تین شب تہجد کے لئے نہیں اٹھے، اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی دیر ہو گئی تھی تو ایک کافرہ (ام جمیل، ابولہب کی بیوی) نے کہا، اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو تیرے شیطان نے چھوڑ دیا ہے، دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے، اس پر والضحی الخ نازل ہوئی (بیان القرآن) تاخیر وحی کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں ایک شروع نزول قرآن کے وقت جس کو زمانہ فترت وحی کہا جاتا ہے اور یہ سب سے زیادہ طویل تھا (علوم القرآن میں ۳ سال کی مدت لکھی ہے ص ۵۷)

تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ''وَ الضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾'' قسم ہے دن کی روشنی کی، اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے قرار پکڑنے کا معنی ہے کہ اس کی ظلمت وتاریکی کامل ہوجائے اور اندھیرا خوب چھا جائے۔ آگے جواب قسم ہے کہ ''مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾'' آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دشمنی کی کیوں کہ آپ سے ایسی کوئی بات صادر نہیں ہوئی، لہٰذا آپ کفار کی خرافات ولغو گفتگو سے غمگین نہ ہوں، جو چند روز وحی کی تاخیر کے سبب یہ کہنے لگے کہ آپ کو آپ کے خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ آپ برابر نعمتِ وحی سے مشرف رہیں گے اور یہ شرف وکرامت تو آپ کے لیے دنیا میں ہے، آخرت کے بارے میں اگلی آیت ہے کہ ''وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾'' اور آخرت آپ کے لیے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی وہاں آپ کو دنیا سے زیادہ نعمتیں ملیں گی، اور دوسرا مطلب وَلَلۡاٰخِرَۃُ کا یہ ہے کہ پچھلی حالت بہتر اور افضل ہے پہلی حالت سے، یعنی آپ کو دن بہ دن ترقی ہوگی چناں چہ اس میں علوم ومعارف اور قربِ الٰہی میں ترقی بھی داخل ہے۔ اور دنیا کے معاشی مسائل اور عزت وحکومت بھی، ''وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ﴿۵﴾'' اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہوجائیں گے یعنی آپ کو آخرت میں بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ ان کے عطا ہونے سے خوش ہوجائیں گے، اور اگر یُعۡطِیۡکَ میں عموم مراد لیا جائے تو دنیا وآخرت دونوں کی نعمتیں مراد ہوں گی۔

فقد أُعطيتَ مَالم يُعطَ خَلْقٌ ☆ عليك صلاةُ ربك بالسلام

قسم وجوابِ قسم میں مناسبت | اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی اور رات کی قسم کھائی تو جس طرح سورج کی روشنی کے بعد رات کا چھا جانا اللہ کی ناراضگی کی دلیل نہیں اور رات کی اندھیری میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب سورج کی روشنی میسر نہ ہوگی بس اسی طرح وحی کا تسلسل اور کبھی تاخیر ہوجانا اللہ کی ناراضگی کی دلیل نہیں نیز وحی کی تاخیر میں اس بات پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اب نورِ وحی میسر نہ ہوگا۔ (پس وحی کا مسلسل آنا یا کبھی تاخیر ہونا لیل ونہار کے تبدل کے مشابہ ہے)

لغات الضُّحٰی اسم ہے (تحقیق گذر چکی) سَجٰی (ن) ماضی واحد مذکر غائب، سَجٰی (ن) سَجۡوًا وسُجُوًّا: قرار پکڑنا (دراصل سَجَوَ تھا، قاعدہ ۷ جاری ہے، قیاس کے مطابق سَجَا ہونا چاہیے مگر رسم مصحف یاء کے ساتھ ہے[۱]) مَا وَدَّعَ (تفعیل) ماضی منفی واحد مذکر غائب، وَدَّعَ الشیئَ تَوۡدِیۡعًا: چھوڑنا، وَدَعَ الشیئَ یَدَعُ (ف) وَدۡعًا: چھوڑنا۔ مَا قَلٰی (ض) ماضی منفی واحد مذکر غائب، قَلٰی فلانًا (ض) قِلًی: دشمنی کرنا، ترکِ تعلق کرنا، (ناقص یائی ہے، بعض نے واوی بھی مانا ہے) الآخرۃ والاُولٰی (سورۃ النازعات میں تحقیق گذر چکی ہے) یُعۡطِی (افعال) مضارع معروف واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ اللیل میں) تَرۡضٰی (س) مضارع واحد مذکر حاضر، رَضِیَ عنہ (س) رِضًا ورِضَاءً ورِضۡوَانًا ومَرۡضَاۃً: خوش ہونا۔

[۱] قولہ سجی ای سکن، الاسناد مجازیٌ حیث اسند السکون الی اللیل وھو لاَھلہٖ۔

ترکیب وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى کی ترکیب واللیل اذا یغشی کی طرح ہے (اللیل کا عطف الضحی پر ہے) والضحی الخ متعلق اُقسمُ کے اور وہ اپنے فاعل سے مل کر قسم مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى... ما ودّعَ فعل منفی کاف مفعول بہ ربّك مرکب اضافی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرفِ عطف ما قلی فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل (اور مفعول بہ محذوف ہے ای ما قلاک، مفعول بہ رعایت فواصل کی بناء پر حذف کردیا گیا ہے) فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ لام برائے قسم الآخرۃُ مبتدا خیرٌ اسم تفضیل لَكَ جارمجرور اس کے متعلق مِنَ الاولی جار مجرور اسم تفضیل ہی کے متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف لام برائے قسم سوفَ حرفِ استقبال یعطیك ربّك فعل فاعل مفعول بہ پھر جملہ ہوکر معطوف علیہ معطوف (یعطی کا مفعول ثانی بربنائے عموم حذف کردیا گیا ای یعطیک ربک عطاءً جزیلاً مِنَ النصر والتمکین وکثرۃ المومنین وشیوع دینک فی الدنیا وکثرۃ الثواب وغیر ذٰلک) فا عاطفہ ترضٰی فعل، ضمیر انتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، تمام معطوفات مل ملاکر جوابِ قسم [۱]۔ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞ فَاَمَّا

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا ● اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا ● اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا ● تو آپ

الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞

یتیم پر سختی نہ کیجئے ● اور سائل کو مت جھڑکئے ● اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے ●

---

[۱] **قولہ** وللآخرۃُ الخ اوپر ذکر کردہ ترکیب سہولت کے پیش نظر اختیار کی گئی ہے اور یہ اعراب القرآن سے نقل کی گئی ہے اور روح المعانی میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ جوابِ قسم چاروں جملے ہیں، دو مثبت دو منفی (ہکذا فی الجلالین) دوسرے اعراب القرآن (مصنف محی الدین درویش) میں دوسری ترکیب نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وللآخرۃُ کا لام قسمیہ نہیں بلکہ ابتدائیہ ہے، (برائے تاکید) اسی طرح وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ الخ کا لام بھی ابتدائیہ ہے کیونکہ لام قسمیہ اسی فعل مضارع پر آتا ہے جس کے آخر میں نونِ تاکید ہو جیسے تاللہ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ لہٰذا یہ لام قسمیہ نہیں ہوگا، بلکہ ابتدائیہ ہوگا، اب مبتدا محذوف ہے اَیْ لَاَنْتَ سوف یعطیک الخ اور یہ جملہ مستانفہ ہے نہ کہ جوابِ قسم پر معطوف، لیکن نحویوں کی ایک جماعت نے وللآخرۃُ الخ اور ولسوف یعطیک کو جوابِ قسم میں ہی داخل فرمایا ہے اور علامہ ابن حاجب کا یہ قول روح المعانی میں منقول ہے کہ وہ مبتدا جو موکد باللام ہو اس مبتدا کو حذف نہیں کیا جاتا (تو پھر یہاں لانتَ کو کیسے محذوف مانا جاسکتا ہے) اور رہی یہ بات کہ لام قسم اسی فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے جس پر نون تاکید داخل ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب لام قسم اور فعل مضارع کے درمیان فصل ہو تو پھر نون تاکید داخل نہیں ہوتا، اور یہاں ایسا ہی ہے کہ لام اور فعل مضارع میں سوف کا فصل ہے، ھٰکذا ولئن مُتُّمْ اوقُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تحشرون، یہاں الی اللہ کا فصل ہے، ماقبل میں بھی اس طرح کی کچھ تفصیل آچکی ہے۔ (مزید تفصیل در روح المعانی ص ۱۸۳، ج ۱۵)

تشریح ماقبل میں آیت وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝٥ میں نعمتوں کا ذکر تھا اب بعض نعمتوں کا ذکر کر کے اسی مضمون مذکور کی تائید ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ "اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝٦ " کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا استفہام برائے انکار نفی ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے لہٰذا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پایا کہ آپ کی ولادت سے پہلے ہی والد کا انتقال ہو گیا تھا، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے دادا سے کرائی، پھر جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پرورش آپ کے چچا ابو طالب سے کرائی، یہی مطلب ہے ٹھکانا دینے کا (والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کی وفات جب ہوئی جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی تھی۔ "وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝٧ " اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا لفظ ضال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف و بے خبر کے بھی، یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہوں سکتے ہیں۔ یعنی شریعت سے بے خبر پایا تو اللہ نے آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا کقولہ تعالیٰ: مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ الخ اور وحی سے پہلے شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی عیب نہیں۔ "وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨ " اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا لفظ عائل، عیلۃ سے مشتق ہے جس کے معنی فقیر و نادار ہونے کے ہیں۔ یعنی آپ کے والد نے کوئی مال و دولت اور جائداد نہیں چھوڑی تھی کہ وہ آپ کو پہنچ گئی ہو، بلکہ آپ غریب اور مفلس تھے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالدار بنا دیا جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کے مال میں بطور مضاربت تجارت کی اور اس میں نفع ہوا، پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال خدمتِ اقدس میں حاضر کر دیا، گویا اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے آپ کو موردِ انعامات ٹھہرایا ہے اور آئندہ بھی آپ پر انعامات نازل ہوتے رہیں گے، "فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ " تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے یعنی جب آپ کا یہ حال تھا اور ہم نے طرح طرح آپ کو نوازا تو آپ اس کے شکریہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کیجئے۔ (جلالین شریف میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ای باخذِ مالہ اوغیرِ ذٰلك)

حدیث: حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان و محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری)

"وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ " اور سائل کو مت جھڑکئے یعنی آپ کے اوپر جو طرح طرح کی نعمتیں ہیں ان کے شکریہ میں سائل کو مت جھڑکئے، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے، اور اگر کچھ دے نہیں سکتا تو نرمی کے ساتھ معذرت کر دے، یہ تو شکر فعلی ہوا، آگے شکر قولی کے متعلق فرمایا کہ "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١ " اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے یعنی انعامات کا لوگوں کے سامنے تذکرہ کرنا بھی ایک طرح سے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے بشرطیکہ تکبر کے انداز میں نہ ہو جیسا کہ ابلیس نے کہا تھا کہ انا خیرٌ منہ خلقتنی من نارٍ وّخلقتہٗ من طین۔ نعمۃ

سے جنس نعمت مراد ہے اور جنس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر ہوتا ہے اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے انعامات کا لفظ اختیار کیا)

اختیاری مطالعہ

قولہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خیر لك من الاولی: صوفیہ کا قول ہے کہ جس کے دونوں دن برابر ہوں (دوسرا دن پہلے دن سے بہتر نہ ہو) وہ گھاٹے میں ہے۔

مسئلہ: اگر سائل جم کر کھڑا ہو جائے اور بالکل معذرت قبول ہی نہ کرے تو پھر اس کو ڈانٹنا جائز ہے (روح)

قول حسن بصری: واما السائل فلا تنهر کے ضمن میں حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر طالب علم کچھ معلوم کرے تو اس کو مت جھڑکو۔

لغات لم یجِدْ (ض) نفی جحد بلم در فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب، وَجَدَ فلانٌ المطلوب (ض) وَجْدًا وجِدَۃً ووُجُودًا ووُجْدًا ووِجْدَانًا: پانا۔ یَتِیْمًا (مرّ فی سورۃ الفجر) اٰوٰی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آوٰی ایواءً: ٹھکانا دینا، اوٰی (ض) اُوِیًّا واِوَاءً: ٹھکانا دینا۔ ضَالًّا بے خبر (ض) اسم فاعل واحد مذکر، ضَلَّ (ض) ضَلاًّ وضَلاَلاً وضَلاَلَۃً: گمراہ ہونا، بے خبر ہونا ھَدٰی (ض) ھُدًی وھدایۃً: ماضی واحد مذکر غائب عائِلاً (محتاج ونادار) (ض) اسم فاعل واحد مذکر، عَالَ (ض) عَیْلاً وعَیْلَۃً: محتاج ونادار ہونا (اجوف یائی ہے) (دراصل عایِلٌ تھا مثل بایِعٌ، جو واؤ اور یاء عین فاعل ہو وہ ہمزہ سے بدل جاتی ہے جیسے قائلٌ وبائعٌ کبھی اس حرف علت کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے قرآن میں ہے: علی شَفَا جُرُفٍ ھَارٍ فانھار الخ پ۱۱، رکوع ۳ کہ دراصل ھائرٌ تھا۔ (عائلٌ کی جمع عالۃٌ وعُیَّلٌ) اَغْنٰی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَغنی اللّٰہ فلانًا اِغناءً: مال دار کرنا، غَنِیَ فلانٌ عن الشیء (س) غِنًی وغناءً: بے نیاز ہونا۔ لا تَقْھَرْ (ف) نہی حاضر کا واحد مذکر حاضر، قَھَرَہٗ (ف) قَھْرًا: مغلوب کرنا، سختی کرنا۔ السائل (ف) اسم فاعل واحد مذکر، سَاَلَہٗ عن کذا وبکذا (ف) سُوالاً ومسألۃً پوچھنا، سَأَلَ فلانًا الشیئَ: کوئی چیز مانگنا۔ لا تَنْھَرْ (ف) نہی حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَھَرَ فلانًا (ف) نھرًا: جھڑکنا، ڈانٹنا۔ حَدِّثْ (تفعیل) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، حَدَّثَ بالنعمۃ تحدیثًا: اظہار نعمت کرنا، نعمت پر شکر ادا کرنا[1]۔

ترکیب اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی... ھمزۃ حرف استفہام برائے انکار نفی (روح المعانی) لَمْ حرف نفی یجِدْ فعل، ضمیر ھُو فاعل، کاف مفعول بہ اول، یتیمًا مفعول بہ ثانی[2] فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ (لا محل لہا) فا عاطفہ آوٰی فعل، ضمیر ھُو فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے اٰیْ آوٰکَ (رعایت فواصل کی بناء پر مفعول بہ کو حذف کر دیا گیا) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف الم یجدك الخ پر، جو وَجَدَكَ کے معنی میں ہے، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ ووَجَدَكَ ضَالًّا فَھَدٰی... واؤ عاطفہ وجد فعل، ھُو ضمیر مستتر

---

[1] حَدَثَ (ن) حُدُوثًا وحداثۃً: نیا ہونا، حَدَثَ الامرُ حدوثًا: پیش آنا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

[2] اَلَمْ یجدكَ، الوجود بمعنی العلم ویجوز اَن یکون الوجود بمعنی المصادفۃ لا بمعنی العلم فتکون الکاف مفعولاً بہ ویتیماً تُعرب حالاً من المفعول بہ (اعراب القرآن) الم یجدْ چونکہ بمعنی وَجَدَ ہے اس لئے اعراب القرآن میں اس استفہام کو تقریری لکھا ہے۔

فاعل، کاف مفعول بہ اول، ضالاً (ای عن الشریعۃ) مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فا عاطفہ ھدٰی فعل، ضمیر ھُو فاعل، مفعول بہ محذوف ای ھداکَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر پھر معطوف علیہ معطوف۔ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ...... واو عاطفہ وجَدَ فعل، ضمیر ھُو فاعل کاف مفعول بہ اول، عائلاً صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف علیہ، فا عاطفہ اغنٰی فعل، ضمیر ھُو فاعل، اور مفعول بہ حسب سابق محذوف ہے ای أغناک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ماقبل پر عطف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ مستانفہ (کلامٌ مستانفٌ مسوقٌ لتعداد نِعَمِہٖ علیہ والغرض من تعدادھا تقویۃُ قلبِہٖ)

فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ...... فا فصیحہ (اعراب القرآن) ای إذا کانَ حالُک کذلک یُتما وضلالاً وفقرًا فمهما یکن الامر فلا تقهر الیتیم، اَمَّا حرفِ شرط وتفصیل (ای مهما یکن الخ، اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہٗ) الیتیمَ مفعول بہ مقدم، لا تَقْهَرْ کا، اور فلا تقھَرْ میں فا رابطہ کی ہے برائے جواب اَمَّا، لا تقھَرْ فعل، ضمیر انتَ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جزا (لا محل لہا، جواب شرطٍ غیر جازم) شرط (مهما یکن الخ) اپنی جزا سے مل کر معطوف علیہ۔ واَمّا السائل فلا تنهَرْ کی ترکیب اَمّا الیتیم فلا تقهر کی طرح ہے اور یہ پورا جملہ شرط وجزا سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ...... واوٗ عاطفہ اَمّا حسب سابق برائے شرط وتفصیل ای مهما یکن الامر، شرط، بنعمۃ ربک متعلق مقدم حدِّثْ کے (متعلق مقدم ہونے سے فا مانع نہیں ہے لانہا فی حکم الزائد) حدِّثْ فعل، ضمیر انتَ فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر معطوف ہوا معطوف علیہ اول کا، معطوف علیہ اول اپنے معطوف سے مل کر جزا شرط مقدر کی (ای اذا کان حالک کذلک ای یتما وضلالاً الخ کی) شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے فامّا الیتیم الخ کی فا فصیحہ سے پہلے یہ عبارت مقدر ماننی چاہئے اِذا انعمنا علیک کذا وکذا فلا تقهر الخ۔

سورۃ الانشراح　مکیّۃ

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَرَفَعْنَا

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپکا سینہ کشادہ نہیں کر دیا • اور ہم نے آپ پر سے آپکا وہ بوجھ اتار دیا • جس نے آپکی کمر توڑ رکھی تھی • اور ہم نے آپکی خاطر آپکا آوازہ

لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ فَإِذَا فَرَغْتَ

بلند کیا • سو بیشک موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے • بیشک موجودہ مشکلات کیساتھ آسانی ہے • تو آپ جب فارغ ہو جایا

فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝

کریں تو محنت کیا کیجئے • اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے •

ربط والضُّحٰی میں جو مضمون اور نعمتوں کا ذکر تھا یہ سورت بالکل اس کا تتمہ ہے (اور یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے: (۱) شرحِ صدر (۲) وضعِ وزر (۳) رفعِ ذکر۔

تشریح یہ سورت والضُّحٰی کے بعد نازل ہوئی اور اس میں بھی آپ ﷺ پر نازل شدہ نعمتوں اور آپ کی عظمت کا تذکرہ ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۝" کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا استفہام برائے انکارِ نفی ہے اور نفی کا انکار اثبات ہوا کرتا ہے اس لیے اَلَمْ نَشْرَحْ بمعنی شَرَحْنَا ہے۔ اور شرح کے لفظی معنی کھولنے اور کشادہ کرنے کے ہیں یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو علم و حلم سے کشادہ کر دیا، یعنی علم بھی وسیع عطا فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اُوْتِیْتُ علم الاوّلین والآخرین اور تبلیغ میں جو مخالفین کی مزاحمت سے ایذائیں پیش آتیں اس میں حلم اور تحمل بھی دیا، "وَ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ ۝" اور ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کی بناء پر بعض مباح اور جائز امور آپ ﷺ سے ایسے صادر ہو جاتے جن کا بعد میں خلافِ اولیٰ و خلافِ مصلحت ہونا ثابت ہوتا تو آپ ﷺ اس بات سے بوجہ علوِّ شان و تقرب الٰہی کے ایسے مغموم ہوتے جیسے گناہ سے کوئی مغموم ہوتا ہو گویا کہ آپ ﷺ کی کمر اس غم سے جھکی اور ٹوٹی جا رہی ہو، مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" لہٰذا اس آیت میں آپ ﷺ کے لیے ایسے امور پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہے۔ (وِزْر سے مراد آیتِ مذکورہ میں ایسے ہی جائز و مباح امور مراد ہیں) "وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝" اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ یعنی آپ کا ذکر بلند کیا یعنی تیسری نعمت آپ ﷺ کو یہ دی گئی کہ عرش و فرش اور منبر و محراب اور میناروں پر آپ ﷺ کا ذکرِ خیر بلند کر دیا گیا، چناں چہ اکثر جگہ شریعت میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نامِ مبارک بھی لیا جاتا ہے مثلاً کلمہ میں، اذان و اقامت میں خطبہ اور تشہد وغیرہ میں، خود قرآن میں ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ. ومن یعص اللّٰہ ورسولہٗ فاِنَّ لہٗ نار جھنم۔

جس دل میں ہے اللہ وہیں رہتے ہیں محمد بھی ☆ اللہ جو کہتا ہے وہی کہتے ہیں محمد بھی

"فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝" سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ یُسر کے معنی آسانی اور راحت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کو روحانی راحت دی جیسا کہ اَلَمْ نَشْرَحْ الخ سے معلوم ہوا، سو اسی طرح دنیوی راحت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے اور وقتی پریشانی سے مایوس نہ ہونا چاہیے، چناں چہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے، اور چوں کہ اس وقت مکہ میں آپ ﷺ اور مومنین طرح طرح کی تکالیف اور مشکلات میں مبتلا تھے

اس لیے اس وعدہ کو مکرر فرمایا کہ ''اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا'' چناں چہ وہ مشکلات ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں جیسا کہ روایات وتواریخ اس پر متفق ہیں۔ آگے ان نعمتوں پر شکر کا حکم ہے کہ ''فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ'' ''تو جب آپ فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے لفظ فَانْصَبْ، نَصْبٌ سے مشتق ہے جس کے معنی محنت کرنے اور تھکنے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جب ہم نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں دی ہیں تو جب آپ تبلیغ احکام سے جو دوسروں کی نفع رسانی کی وجہ سے عبادت ہے، فارغ ہو جایا کریں تو اپنی ذاتِ خاص کے لیے بھی محنت کیا کریں (مراد کثرتِ عبادت ہے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے یعنی نماز، ذکر، دعا واستغفار کی کثرت) ''وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ'' ''اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے یعنی جو کچھ مانگنا ہو اس میں اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے، یعنی صرف اسی سے مانگئے (اس میں بھی ایک حیثیت سے بشارت ہے کہ مانگنے کا حکم کرنا گویا مانگ کر پورا کرنے کا وعدہ ہے)

فائدہ آیت میں لفظ اَلْعُسْر معرفہ لایا گیا ہے اور لفظ یُسر نکرہ، اور قاعدہ ہے کہ جب معرفہ دوبارہ لوٹایا جائے تو عین اوّل مراد ہوتا ہے اور جب نکرہ کو دوبارہ لوٹایا جائے تو غیر اوّل مراد ہوتا ہے لہٰذا اس آیت میں ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہے۔ (اور دو سے مراد بھی خاص دو کا عدد نہیں بلکہ متعدد ہونا مراد ہے، یعنی اے محمد ﷺ جو عُسر یعنی مشکل آپ کو پیش آئی اسی کے ساتھ بہت سی آسانیاں آپ کو دی جائیں گی۔

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰى فَفَكِّرْ فِى اَلَمْ نَشْرَحْ ☆ فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ اِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

ترجمہ: جب تجھ پر بلویٰ یعنی مصیبت سخت ہو جایا کرے تو تو الم نشرح میں غور کر لیا کر، کہ اس میں ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے، جب تو یہ بات سوچ لے تو خوش وخرم ہو جا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ فان مع العسر یُسرا: دو قاعدے تو اوپر فائدہ کے تحت بیان کر دیئے گئے، تیسرا اور چوتھا قاعدہ ملاحظہ فرمائیں، تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک لفظ کو پہلے نکرہ ذکر کیا گیا پھر معرفہ تو ثانی عین اوّل ہوگا جیسے کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصیٰ فرعون الرسول، دونوں جگہ رسول سے مراد حضرت موسیٰ ہیں، چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ایک لفظ کو پہلے معرفہ استعمال کیا گیا پھر دوبارہ نکرہ، تو ثانی غیر اوّل ہوگا (اور ان قواعد میں معرفہ سے مراد اس کے جملہ اقسام کے ساتھ معرفہ ہونا نہیں بلکہ صرف الف لام اور اضافت کے ساتھ معرفہ ہونا مراد ہے، وَلاتُصْغِ الی من قال غیرہ)

مسئلہ: تحت قولہ ورفعنا لک ذکرک: حضرت ابن عباس ؓ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت اور اس کی تصدیق کرے اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت نہ دے تو یہ اس کے لیے بے سود ہے وہ کافر ہی رہے گا۔

فائدہ آیت کے اندر الف لام عہد کا ہے اور مراد آں حضرت ﷺ اور صحابہ ؓ کا عُسر ہے، اب اگر دنیا میں کسی شخص کو عُسر کے بعد یُسر نصیب نہ ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں، البتہ عادۃ اللہ اب بھی یہی ہے کہ جو شخص صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں آسانی کر دے گا۔ (فوائد عثمانیہ)

لغات لَمۡ نَشۡرَحۡ (ف) نفی جحد بلم در فعل مضارع جمع متکلم، شَرَحَ الشیئَ (ف) شرحًا: کھولنا، کشادہ کرنا۔ صدر سینہ، جمع صُدُور (المرادُ بہ مافی الصدور وھو القلب) وَضَعۡنَا (ف) ماضی جمع متکلم، وضع عنہ الامر (ف) وَضۡعًا: ساقط کرنا، اتارنا۔ وِزۡرٌ بوجھ، جمع اَوۡزَار۔ اَنۡقَضَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَنۡقَضَ الظھرَ (ف) اِنۡقَاضًا: کمر توڑنا، کمر جھکانا، نَقَضَ الشیئَ (ن) نَقۡضًا: بنا کر توڑنا، ختم کرنا۔ ظَھۡرٌ کمر، جمع ظُھُورٌ واَظۡھُرٌ وظُھۡرَانٌ۔ رَفَعۡنَا (ف) ماضی جمع متکلم، رَفَعَ الشیء (ف) رَفۡعًا: بلند کرنا۔ العُسۡرِ، یُسۡرًا دونوں مصدر ہیں، دیکھئے سورۃ اللیل میں یُسۡریٰ اور عُسۡریٰ، (عسر بمعنی مشکل اور یسر بمعنی آسانی بطور حاصل مصدر مستعمل ہیں) فَرَغۡتَ، (ن، ف) ماضی واحد مذکر حاضر، فَرَغَ مِنَ الشَّیۡءِ (ن، ف) فَرَاغًا: فارغ ہونا، پورا کرنا، اِنۡصَبۡ، (س) امر کا واحد مذکر حاضر، نَصِبَ (س) نَصَبًا: بہت تھکنا، محنت کرنا، (المراد بہ الجھد فی العبادۃ) اِرۡغَبۡ، (س) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، رَغِبَ فُلَانٌ (س) رَغۡبًا ورَغۡبَۃً ورُغۡبَۃً: عاجزی کے ساتھ مانگنا، توجہ کرنا، (بصلہ فی خواہش کرنا، بصلہ عن اعراض کرنا، بصلہ الیٰ خواری وعاجزی ظاہر کرنا)

ترکیب اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ الَّذِیۡٓ اَنۡقَضَ ظَھۡرَکَ وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ......

ہمزۂ استفہامیہ برائے انکار نفی ای شرحنا (روح المعانی)[1] لم حرف نفی نَشۡرَحۡ فعل، ضمیر نحن فاعل، لک جار مجرور متعلق، صدرک مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ وضعنا فعل با فاعل، عنک جار مجرور متعلق، وزرک مرکب اضافی ہو کر موصوف، الذی اسم موصول، انقض فعل، ضمیر ھو فاعل ظھرک مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ رفعنا فعل با فاعل، لک متعلق، ذکرک مفعول بہ (وتقدیم الجار والمجرور ھٰھنا وفی ما تقدم علی المفعول الصریح مع ان حقہ التاخیر عنہ لتعجیل المسرۃ والتشویق) فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ مستانفہ ہوا۔ (لا محل لہا)

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا...... فا عاطفہ برائے تفریع اور معطوف علیہ محذوف ہے ای خولناک ما خولناک فلا یخامرک الیاس (خَوَّلَ کسی کو از راہ کرم کوئی چیز دینا، الیَاس، ناامید) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل مع الیسر مرکب اضافی کسی محذوف مثلاً کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم یُسۡرًا اسم مؤخر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ محذوف اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، (اعراب القرآن، روح المعانی)[2]۔ اِنَّ

---

[1] والتعبیر عن ثبوت الشرح بالاستفہام الانکاری عن انتفائہ للایذان بان ثبوتہ من الظھور' چونکہ الم نشرح بمعنی شرحنا ہے اسی لئے اعراب القرآن میں اس کو استفہام تقریری لکھا ہے۔

[2] تفسیر مظہری اور اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ میں اس فاء کو استینافیہ قرار دے کر اس جملہ کو مستانفہ مانا ہے۔

مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بترکیب سابق جملہ مستانفہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ..... فا یا تو استینافیہ ہے جیسا کہ اعراب القرآن میں مذکور ہے، یا پھر عاطفہ برائے تفریع ہے اذا ظرفیہ متضمن بمعنی الشرط مضاف فرغت (ای عن دعوۃ الحق) فعل بافاعل، جملہ ہوکر مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی ظرف ہے اپنے جواب وجزا انصب کا فا رابطہ برائے جواب شرط، انصب فعل ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور اپنے ظرف سے ملکر جملہ ہوکر معطوف علیہ۔ (لا محل لہا جوابُ شرطٍ غیر جازم) واو عاطفہ اور شرط مقدر ہے ای ان دعتک الحاجۃ الی مسئلۃ، مکمل جملہ شرط، الی ربک متعلق مقدم ارغب کے فا جزائیہ ارغب فعل ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ (فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ) اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، اور دوسری ترکیب کے اعتبار سے فاذا فرغت فانصب معطوف ہے ان مع العسر یسرا پر (الی ربک فارغب کی یہ ترکیب اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ میں مذکور ہے)

سورۃ التین مکیۃ

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝ۙ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی • اور طور سینین کی • اور اس امن والے شہر کی • کہ ہم نے انسان کو بہت

فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ؗ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے • پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کردیتے ہیں • لیکن جولوگ ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ؕ

اچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا •

ربط وَالضُّحٰی کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے انسان کا مبدأ ومعاد بھی ہے کہ اولاً انسان پیدا ہوتا ہے پھر نیک وبد امور کو انجام دیتا ہے پھر معاد یعنی آخرت میں ان کی جزا وسزا پاتا ہے۔

تشریح ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ الخ مزید معلومات بضمن تشریح ''وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝ۙ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ۙ'' قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے یعنی انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی، (تین اور زیتون کا اطلاق ان کے درختوں پر بھی ہوتا ہے اور ان کے پھلوں پر بھی) یہ دونوں درخت اشرف الاشجار اور کثیر المنافع ہیں، کیوں کہ انجیر ایک عمدہ میوہ ہے جس

میں گٹھلی نہیں ہوتی، اور سریع الہضم ہوتا ہے، نیز طبیعت کو نرم اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور زیتون پھل کا پھل ہے اور سالن کا سالن اور دوا کی دوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طور سینین کی قسم کھائی جو بایں وجہ بابرکت ہے کہ طور سینین پر یعنی اس نام کے پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور ان کو نبوت سے نوازا گیا، اور بلد امین یعنی شہر مکہ کی قسم کھائی جو بایں وجہ بابرکت ہے کہ آپ ﷺ کا مَولِدْ ومسکن اور نزولِ وحی کا مقام ہے، آگے جوابِ قسم ہے۔ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۞ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۞'' کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے، پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت بنایا یعنی اس کی جسمانی اور ظاہری شکل وصورت کو بھی تمام مخلوق سے بہتر اور حسین بنایا اور اس کی جبلت وفطرت کو بھی، یہی مطلب ہے احسن تقویم کا، پھر بوڑھاپے میں انسان پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان انتہائی بوڑھا اور کھوسٹ ہو جاتا ہے تو خوبصورتی بدصورتی سے اور قوت ضعف سے بدل جاتی ہے اور اہل خانہ کی نظروں میں بھی حقیر وذلیل ہو جاتا ہے، مشہور ہے ''بڑھاپا برا آیا'' مقصود کمالِ قبح کو بیان کرنا ہے جس سے انسان کے دوبارہ پیدا کرنے پر حق تعالیٰ کا قادر ہونا واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ فَمَا یُکَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے، ؎

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سن لو، ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافْهَمْ فَافْهَمْ

''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۞'' لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا چوں کہ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ الخ کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے سب کے سب قبیح اور برے ہو جاتے ہیں اور ان کے عمل کرنے کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے، تو وہ شاید آخرت میں بھی خستہ حال ہی رہیں گے تو اس وہم کو دفع کرنے کے لیے بطورِ استثناء کے فرمایا کہ بے شک بوڑھا آدمی ردی ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لیے اس قدر اجر وثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ ان کے لیے بڑھاپے کے ایام میں جوانی کے عمل کی طرح اجر وثواب لکھا جائے گا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ان پر بوڑھاپے کے حالات اور ضعف نہیں آئے گا بلکہ یہ حالت تو آئے گی لیکن اس جسمانی بیکاری اور مادّی خرابی کا نقصان ان کو نہیں پہنچتا، لہٰذا مومن آدمی انجام کار اچھا ہی رہا)

فائدہ اگر اسفل سافلین سے طبقۂ نار مراد لیا جائے تو اب الذین آمنوا الخ مستثنیٰ متصل ہوگا اور ردد ناہ کی ضمیر جس سے انسان مراد ہے جمع کے درجہ میں ہوگی اور مراد کافر انسان ہوگا، والمعنی فالمومنون لایردون اسفل سافلین یوم القیامۃ (روح)

قسم اور جوابِ قسم کے درمیان مناسبت چار چیزوں کی قسم کھائی گئی دو درختوں کی جو کثیر المنافع ہیں اور دو جگہوں کی جو کثیر البرکت ہیں، درختوں کی قسم کو مقصود سے مناسبت ظاہر ہے کہ درخت کو بھی انسان کی طرح نشوونما ہوتا

ہے پھر سوکھ کر کٹنے کے قابل ہوجاتا ہے، اور چوں کہ یہاں اشرف المخلوقات یعنی انسان کا بیان ہے تو قسم بھی اشرف الاشجار کی مناسب ہوئی، اور طور سینین اور بلد امین دونوں وحی نازل ہونے کے مقام ہیں تو آخرت کی جزا وسزا سے ان کو زیادہ مناسبت ہے کہ وحی سے ہی آخرت کی جزا وسزا کا علم حاصل ہوا ہے۔

اختیاری مطالعہ

انجیر وزیتون کے فوائد گردہ اور مثانہ سے سنگریزوں کو صاف کرتا ہے، بواسیر کا دشمن ہے، فالج سے مامون رکھتا ہے، فاسد مادّہ کو بذریعہ پسینہ بدن سے خارج کرتا ہے، یہ درخت اوّل پھلتا ہے پھر پھولتا ہے برخلاف دیگر درختوں کے کہ اوّل خود پھولتے ہیں پھر دوسروں کو پھل دیتے ہیں مزید بضمن تشریح، اور زیتون بدن کو فربہ کرتا ہے، قوت باہ کے لیے اکسیر ہے، نمک کے پانی میں زیتون کا پھل ڈالکر کلی کریں تو دانتوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہے۔ مزید بضمن تشریح (زیتون کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے مگر انجیر کا ذکر صرف ایک بار اسی سورت میں آیا ہے)

اعتراض وجواب بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اگر مخالف خالی الذہن ہو اور منکر نہ ہو تو کلام کو بغیر تاکید کے لایا جاتا ہے تو انسان کا احسن تقویم میں پیدا ہونا اور پھر کسی کا ناکارہ عمر کو پہنچنا کھلی ہوئی بات ہے کوئی اس کا منکر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے اس کلام کو قسم اور لام تاکید اور حرف قد کے ساتھ استعمال کیا، جواب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی دلیل واضح اور کھلی ہوئی ہو اور آدمی اس کے مدلول ومقتضی کا انکار کرے تو گویا دلیل کا انکار ہوگا پس جو شخص بعث بعد الموت کا منکر ہے جیسا کہ کفار تو وہ گویا احوال انسانی کے تغیرات کے منکر ہیں۔ (یہ تغیرات ہی دوسری زندگی پر دال ہیں، اس لیے کلام کو تاکید کے ساتھ پیش کیا۔

لغات التین، (۱) درخت انجیر یا انجیر پھل، اسم جنس (۲) ایک پہاڑ کا نام جو شام میں ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) الزیتون، ایک درخت جس سے روغن نکلتا ہے اس کے پھل کو بھی زیتون کہتے ہیں، (اسم جنس) (۲) بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جو شام میں ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) طور، پہاڑ، خواہ کیسا بھی ہو، بعض اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ جب تک پہاڑ میں درخت نہ ہو اس کو طور نہیں کہتے، سریانی اور قبطی زبان میں بھی طور، پہاڑ کو کہتے ہیں، طور سینین، وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی تھی، اور ان کو خلعتِ نبوت سے نوازا گیا تھا، یہ پہاڑ مصر ومدین کے مابین ہے، سینین، یا سینا اس مقام کا نام ہے جہاں پر کوہ طور واقع ہے (سینا، بفتح السین وبکسرہا) سینین واحد ہے، اور اس کو دو طرح سے اعراب دیا جاسکتا ہے (۱) واؤ اور یا کے ساتھ یعنی جمع مذکر سالم جیسا اعراب (اعراب بالحرف) (۲) یاء اور نون متحرک کے ساتھ یعنی اعراب بالحرکت (غیر منصرف بوجہ عجمہ وعلمیت) اخفش نے کہا کہ سینین جمع ہے اور اس کے معنی شجر کے ہیں، واحد سینۃٌ، فکانّہٗ قیل: طور الاشجار (روح) البلد الامین، مکہ معظمہ، (زادھا اللّٰہ شرفا وعظمۃ) البلد، شہر جمع بلاد، الامین بروزن فعیل، یا تو أمانۃ (باب کرم) سے مشتق ہے بمعنی فاعل (یعنی آمنٌ، مگر امانت سے اسم فاعل آمن کے وزن پر سنا نہیں گیا اس لئے یہ نسبت کے لئے ہوگا ای ذی آمنٍ) فاعل کے معنی میں ہونے کی شکل میں ترجمہ ہوگا امانت دار شہر، اور شہر کی امانت

داری یہ ہے کہ ہر داخل ہونے والے کو وہ محفوظ رکھے جیسا کہ امین شخص امانت کی حفاظت کرتا ہے پس اس کلام میں شہر کو رجل امین سے تشبیہ دی ہے، دوسرا احتمال لفظ امین میں یہ ہے کہ یہ بمعنی مفعول ہو یعنی امین بمعنی مامون، بے خوف، (باب سمع سے، مشتق من الامن) اس وقت یہ کلام مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ مامون در حقیقت اس میں رہنے والے ہوتے ہیں، (روح المعانی ص ۱۹۹ر جلد ۱۵) احسن، اسم تفضیل بہت خوبصورت، مادہ حُسْنٌ، حَسُنَ (ک) حُسْنًا: بہتر اور اچھا ہونا، حسین ہونا، تقویم، باب تفعیل کا مصدر، بمعنی تعدیل وتثقیف، یعنی سیدھا کرنا، درست کرنا، مادہ قوم ہے قام (ن) قوما وقیاما وقومۃ: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، رددنا (ن) ماضی جمع متکلم، ردّ الیہ (ن) ردّا وردّۃ: لوٹانا۔ اسفل، (پست تر) باب نصر سے اسم تفضیل واحد مذکر سفل (ن) سُفُوْلا وسُفالۃ وسَفالا: (ضد علا) پست اور حقیر ہونا، کم درجہ ہونا، (۲) نیچا اور نچلا ہونا، سافلین، پستی والے، اسم فاعل جمع مذکر، (جمع سافل) مادہ سَفْلٌ ہے، باب ابھی ابھی گذر چکا۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون کی تحقیق سورۃ الانشقاق میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترکیب وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ...... واؤ جارہ قسمیہ التین معطوف علیہ واؤ حرف عطف الزیتون معطوف علیہ معطوف واؤ حرف عطف طور سینین مرکب اضافی ہوکر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف ھذا اسم اشارہ مبدل منہ البلد الأمین مرکب توصیفی ہوکر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اُقسِمُ محذوف کے، اُقسِمُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ...... لام قسمیہ یعنی داخل بر جواب قسم، قد حرف تحقیق خلقنا فعل بافاعل الانسان ذوالحال فی حرف جر أحسن تقویم مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنا محذوف کے ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ خلقنا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ[1] ثم حرف عطف (زمان یا مرتبہ کی تراخی کے لئے، روح المعانی) رددنا فعل بافاعل ہاء ضمیر ذوالحال أسفل سافلین مرکب اضافی ہوکر حال (أی رددناہ حال کونہ أقبح من قبح صورۃ) ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ[2] فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب قسم، إلا بمعنی لکن (مستثنیٰ منقطع) الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فا رابطہ کیونکہ اسم موصول میں یہاں شرط کے معنی کی بو ہے، لھم جار مجرور ثابت کے متعلق ہوکر خبر مقدم أجرٌ موصوف غیر ممنون مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف صفت مبتدا موخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ہے مبتدا اول (الذین أمنوا) کی،

---

[1] قولہ فی احسن الخ بعض حضرات نے اس کو خلقنا کا متعلق بنایا ہے۔

[2] یا پھر أسفل سافلین موصوف محذوف مکانًا کی صفت ہے اور وہ ظرف مکان، وأرید بالسافلین الامکنۃ السافلۃ ای رددناہ إلی مکانٍ أسفل الأمکنۃ السافلۃ وھو جھنم، اور اسفل سافلین مفعول ثانی بھی مانا جاسکتا ہے کیونکہ ردّ کے لئے دو مفعول آجاتے ہیں جب کہ بمعنی جَعَلَ ہو۔

مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا[1]۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸

پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے • کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں •

تشریح ماقبل میں خلقنا وردد نا یعنی تخلیق انسان وتقلیب احوال کی اس بات پر دلالت تھی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں تو اب انسان کو تنبیہ ہے کہ "فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝" "پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے یعنی وہ کون سی دلیل تیرے پاس ہے جس کی بناء پر تو ان دلائل اور قدرت کے مناظر کے ہوتے ہوئے قیامت کا منکر ہو رہا ہے" "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝" "کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں استفہام برائے تقریر ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ حاکم ہیں یعنی تصرفاتِ دنیویہ میں بھی جیسا کہ خلقنا اور دَدْنَا سے معلوم ہوا، اور تصرفات اخرویہ میں بھی جن میں سے قیامت اور جزا وسزا بھی ہے۔

مسئلہ: حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ التین پڑھے اور الیس اللہ باحکم الحاکمین پر پہنچے تو اس کو یہ کلمہ کہنا چاہیے۔ بلیٰ وانا علیٰ ذٰلک من الشاھدین۔

لغات يُكَذِّبُ (تفعیل) مضارع واحد مذکر غائب جھٹلانا، ای اَیُّ شَیْئٍ یُکَذِّبک، کون چیز تجھ کو جھٹلا رہی ہے، بالفاظ دیگر کون چیز تجھ کو منکر بنا رہی ہے، (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) الدین (مرَّ فی سورۃ الانفطار) اَحْكَم سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم (ن) اسم تفضیل واحد مذکر، حَکَم بالامر (ن) حُكْمًا: کسی بات کا فیصلہ کرنا۔ حاکِمِین (ن) اسم فاعل، جمع مذکر، فیصلہ کرنے والے، دیکھئے اَحْکَم۔

ترکیب فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ... فا فصیحہ (ای اِن علمتَ ما ذُکر مِن خلق الانسان فی احسن صورۃٍ ثم ردّہٖ الی ارذل العمر الدالۃ علی القدرۃ علی البعث) ما اسم استفہام برائے انکار، مبتدا یُکَذِّبُ فعل، ضمیر ھو فاعل، کاف مفعول بہ (فیہ التفاتٌ من الغیبۃ الی الخطاب لتشدید التوبیخ) بَعْدُ ظرف فعل مذکور کا، (مبنیٌّ علی الضم لانقطاعہ عن الاضافۃ لفظاً لا معنًی واصل الکلام ما یُکَذِّبُک بعد ذکر خلق الانسان فی احسن صورۃٍ وردّہٖ الی ارذل العمر) بالدین متعلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر شرط محذوف کی جزا، اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ... ھمزۃ حرف استفہام برائے تقریر لیس فعل ناقص، اللہ اس کا اسم با زائدہ احکم الحاکمین لفظاً مجرور، محلاً منصوب خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[1] مذکورہ ترکیب مستثنیٰ منقطع ہونے کے اعتبار سے کی ہے (اگرچہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے)

سورة العَلق مكيّة

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۝۲ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّكَ

اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا• جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا• آپ قرآن پڑھا کیجئے اور

الۡاَكۡرَمُ ۝۳ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ۝۵

آپ کا رب بڑا کریم ہے• جس نے قلم سے تعلیم دی• انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا•

ربط سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے عطاءِ نبوت اور تعلیمِ وحی بھی ہے اور اسی کی مناسبت سے صاحب وحی کی مخالفت پر ردع بھی ہے، اس سورت میں انہی چیزوں کا بیان ہے۔

تشریح شروع سورت کی یہ پانچ آیتیں صحیح قول کے مطابق سب سے پہلی وحی ہے جس کے نزول سے نبوت کی ابتداء ہوئی جس کا قصہ حدیثِ شیخین میں یہ ہے کہ عطائے نبوت کے قریب زمانے میں آپ ﷺ کو از خود خلوت و تنہائی پسند آنے لگی، چنانچہ آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جا کر کئی کئی شب رہتے، اور عبادت میں گزارتے، ایک روز دفعۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے کہا اقرأ یعنی پڑھئے، آپ نے فرمایا ما انا بقارئ یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے دبایا اور چھوڑ دیا، جبرئیل علیہ السلام نے پھر دوسری مرتبہ کہا اقرأ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا اسی طرح تین بار ہوا کہ آپ ﷺ پڑھنے سے عذر کرتے رہے اور جبرئیل علیہ السلام زور سے دباتے رہے، پھر آخر میں یعنی تیسری بار زور سے دبانے کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم بس یہیں سے نبوت اور وحی کی ابتداء ہوگئی حضرت جبرئیل علیہ السلام تو اللہ کا کلام سنا کر رخصت ہوئے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام لے کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا زمّلونی، زمّلونی (مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ) گھر والوں نے آپ کو کمبل اڑھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ سے خوف جاتا رہا (جبرئیل علیہ السلام کا زور سے دبانا شاید آپ ﷺ کے اندر بارِ وحی کے تحمل کی استعداد پیدا کرنے کی غرض سے ہو، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) اور آپ ﷺ سے یہ کہنا کہ پڑھ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ معلم متعلم سے الف، با، تا شروع کراتے وقت کہتا ہے کہ ہاں پڑھ الف، باء الخ۔

آپ ﷺ کا عذر کرنا آپ ﷺ کا عذر کرنا بایں وجہ تھا کہ آپ ﷺ امی تھے اور جبرئیل علیہ السلام کے قول اقرأ کی مراد آپ پر اس وقت تک واضح نہ تھی کہ کیا اور کس طرح پڑھوانا چاہتے ہیں، کیا کوئی لکھی ہوئی تحریر دیں گے جس

کو پڑھنا ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے اپنے امی ہونے کا عذر کر دیا۔

آپ ﷺ کے امی ہونے کی وضاحت آپ ﷺ کی جائے پیدائش ایسی جگہ تجویز ہوئی جو متمدن دنیا اور علم وحکمت کے گہواروں سے بالکل علیحدہ تھی اسی لئے عرب سب کے سب امیین کہلائے، جیسا کہ پارہ ۲۸ میں ہے ھوالذی بعث فی الامیین الخ، اور پھر حق تعالیٰ نے اسباب بھی ایسے پیدا کئے کہ عرب کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم وحکمت اور خط وکتابت سیکھ لیتا تھا آپ ﷺ کو اس کے سیکھنے کا بھی موقعہ نہ دیا گیا تاکہ آپ ﷺ کی شان کو لوگوں کے فکر وقیاس سے بالکل بالاتر بنا دیا جائے پھر اچانک حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطاء فرمائی اور علم وحکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر جاری فرما دیا، فصاحت وبلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء وبلغاء آپ کے سامنے عاجز ہوگئے، یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپ کے کمالات، انسانی سعی وعمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں اور آپ ﷺ کو خط وکتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی،،

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱'' اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔ یعنی آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا اس کو اپنے رب کا نام لے کر یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھئے، خواہ وہ آیتیں جو ابھی نازل ہو رہی ہیں، یا وہ آیتیں جو بعد میں نازل ہوں گی (بعض روایات میں اس سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نازل ہونا بھی آیا ہے، بیان القرآن) باسم ربک میں دوسرا اشارہ آپ ﷺ کے عذر کے جواب کی طرف ہے آپ نے عذر کیا تھا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں لہٰذا اس عذر کا جواب ہوگیا کہ اگرچہ آپ اُمی ہیں تو اپنی قوت اور علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو، وہ اُمی شخص کو بھی پڑھوا سکتا ہے اور اعلیٰ علوم سے نواز سکتا ہے، اس مضمون کی مزید تاکید لفظ رب لا کر بھی ہوگئی کہ وہ آپ کا پالنہار ہے وہ اُمی ہونے کے باوجود آپ سے پڑھوا سکتا ہے (مظہری) اِقْرَاْ کا مفعول بہ محذوف ہے ای مایوحیٰ الیك اور خَلَقَ کا مفعول بہ بھی محذوف ہے ای کل شیء (تو جس ہستی نے سب چیزوں کو پیدا کیا کیا وہ تمہارے اندر صفت قرأت پیدا نہیں کرسکتا) آگے بطورِ تخصیص بعد التعمیم کے ارشاد باری ہے ''خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲'' جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پیدا ہونا ایک نعمت ہے مگر اس نعمت میں بھی انسان عام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے کہ اللہ نے انسان کو حسین صورت، عمدہ سیرت، عقل وشعور، اور علم ودانائی سے نوازا، اسی لیے انسان کو تخصیص بعد التعمیم کے طور سے ذکر کیا، عَلَقٌ کے معنی خون کے لوتھڑے یعنی جمے ہوئے خون کے ہیں، انسان کی تخلیق پر مختلف دور گزرتے ہیں ان میں عَلَقَہ درمیانی حالت ہے اس لیے اس کو بطورِ خاص ذکر کر دیا۔ (تفصیل دراختیاری مطالعہ)

''اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳'' آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے لفظ اِقْرَاْ کو مکرر لانے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے اقرا کے بعد ایک قید ہے، ''باسم ربك'' تو اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ

اصل مقصود اللہ کے نام کا ذکر کرنا ہے نہ کہ قراءت اس شبہ کو ختم کرنے کے لیے بطورِ تاکید دوبارہ اِقْرَأ لایا گیا کہ قرأت خود بھی فی نفسہٖ مقصود ہے کیوں کہ تبلیغ دین کا ذریعہ یہی قرأت ہے[1]۔ دوسری وجہ اقرأ کو مکرر لانے کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلا اِقْرَأ تو خود آپ کے پڑھنے کے لیے فرمایا ہو، اور دوسرا اِقْرَأ تبلیغ ودعوت اور دوسروں کو پڑھانے کے لیے فرمایا ہو کہ صاحبِ وحی کا اصل کام اشاعتِ اسلام اور تبلیغ ودعوت ہی ہے۔

اور آیتِ مذکورہ میں لفظ اَکْرَم کے ذریعہ صفت لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عذر کو ختم کردینے کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے حضرت جبرئیل سے ما انا بقارئ کہہ کر کیا تھا کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، "الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝" "جس نے قلم سے تعلیم دی (یہ ربُّكَ کی خبر ثانی ہے) مطلب یہ ہے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کو قلم سے تعلیم دی، یعنی قلم سے لکھی ہوئی تحریروں سے (ظاہر ہے کہ کتابیں اور مضامین قلم سے ہی لکھے جاتے ہیں گو اس ترقی یافتہ دور میں قلم کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی) "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝" "انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا یعنی تعلیم قلم وکتابت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اللہ نے مطلق انسان یعنی عام لوگوں کو دوسرے طریقوں سے بھی ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتے تھے مثلاً قلمی تعلیم کے علاوہ دوسرا طریقہ زبانی تعلیم کا ہے[2]۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسبابِ تعلیم مؤثر بالذات نہیں بلکہ مسبب حقیقی اور علم دینے والے ہم ہیں پس اگر آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تو یہ کوئی مانع نہیں، ہم آپ کو قراءت اور علومِ وحی کے حفظ پر قدرت دے دیں گے، چناں چہ ایسا ہی ہوا، پس ان آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اس کے مقدمات ومتممات کا پورا بیان ہوگیا۔

اختیاری مطالعہ

قوله اقرأ باسم ربك: اسی طرح ایک جگہ ہے وَاِذَا قرأت القرآن فَاسْتَعِذْ یعنی اعوذ باللہ پڑھ کر قرآن پڑھئے تو دونوں امروں سے جو مقصود ہے یعنی توکل واستعانت وہ تو واجب ہے، البتہ اعوذ باللہ وبسم اللہ کے الفاظ زبان سے کہہ لینا مسنون ومندوب ہے۔

قوله من عَلَقٍ: انسان کی ابتدا مٹی سے ہے اور پھر غذاؤں پر چند دور گزرنے کے بعد منی بنی، پھر علقہ یعنی خون بستہ پھر مضغہ (گوشت) اس کے بعد ہڈیاں وغیرہ پھر ان پر گوشت چڑھتا ہے اور پھر نفخ روح ہوتا ہے۔

ایک شبہ: مالم یَعْلَمْ کا کیا فائدہ ہے تعلیم تو نامعلوم چیز کی ہوتی ہی ہے ورنہ تو تحصیل حاصل لازم آئے گا۔

جواب: یہ ہے کہ عجز انسان کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کرے اور نعمتِ علم کا شکر گزار ہو (مظہری)

غار حراء: مکہ مکرمہ کے قبرستان جنۃ المعلی سے کچھ آگے ایک پہاڑ پر یہ غار ہے اس پہاڑ کو جبل النور کہا جاتا ہے، صحیحین کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ یعنی پورے ماہ رمضان اس میں قیام فرمایا۔

---

[1] اور تبلیغ ہی صاحبِ وحی کا اصل کام ہے پس اس تکرار میں آپ کی نبوت اور مامور بالتبلیغ ہونے کا اظہار بھی ہوگیا۔

[2] کتنے ہی لوگ بغیر پڑھے اور لکھے سن سن کر بہت سی چیزوں کو جان لیتے ہیں اسی طرح ایک قلبی تعلیم ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے چیزیں قلب میں القاء والہام فرمادیتے ہیں، اسی طرح بہت سی چیزوں کا علم بذریعۂ عقل ہوتا ہے، ایک نومولود بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی غذا کے مرکز یعنی ماں کی چھاتیوں کو خود بخود پہچان لیتا ہے، پھر چھاتی سے دودھ حاصل کرنے کے لیے منہ کو دباتا ہے۔

قلم تین ہیں | (۱) جس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا۔(۲) فرشتوں کا قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔(۳) عام انسانوں کے قلم اور پنسل۔

فضیلتِ قلم | چار چیزیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے بنائیں یعنی قلم، عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام، باقی چیزوں کے لیے حکم دیا کُنْ یعنی ہوجا، وہ موجود ہوگئیں (معارف)

لغات اِقْرَأْ (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، قَرَءَ (ف) قِرائۃً وقُرآنًا: پڑھنا۔ عَلَق، علقۃٌ کی جمع، خون کا لوتھڑا، (علق جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا کیونکہ اس سے پہلا لفظ "انسان" جنس ہے جو جمع کے معنی میں ہے اور لفظ علقہ استعمال کر کے لفظ نطفہ یا تراب سے عدول کرنا رعایت فواصل کی وجہ سے ہے اور ایک دوسری وجہ تشریح کے ضمن میں لکھ دی گئی۔ تفسیر مظہری) الاکرَمُ باب کرم سے اسم تفضیل واحد مذکر، (لغات القرآن) وفی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ هو بصیغۃ اسم التفضیل وزنہ اَفْعَلُ ولکنّہٗ فی المعنی مبالغۃ الکرم اَی کرَمُہٗ یزیدُ علی کل کرمٍ۔ کَرُمَ فلانٌ (ک) کَرَمًا وکرامۃً: سخی اور کشادہ دل ہونا، صاحب عزت ہونا۔

نکتہ: علماء نے لکھا ہے کہ صفاتِ خداوندی میں اَفْعَلُ اور فَعِیْلٌ کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔

عَلَّمَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب عَلَّمَ فلانًا الشیئَ: تعلیم دینا، سکھانا۔ القَلَم جمع اَقْلام، لکھنے کا آلہ۔

ترکیب اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ... اِقْرَءْ فعل، ضمیر انتَ مستتر ذوالحال با جارہ برائے ملابست اسم مضاف ربّك مرکب اضافی ہو کر موصوف، الذی اسم موصول خَلَقَ فعل، ضمیر فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے اَیْ کل شیءٍ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق متلبسًا یا مفتتحًا یامُبْتَدِأً کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل (مفعول بہ محذوف ہے اَی مایوحی الیک) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ (لامحل لہا ابتدائیہ) خَلَقَ الانسان الخ فعل، اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ، ماقبل خَلَقَ سے بدل (تخصیص بعد التعمیم، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ... اِقْرَاْ فعل، ضمیر انتَ مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ماقبل اِقْرَاْ کی تاکید، وربك الاکرم الخ واؤ استینافیہ (اعراب القرآن، روح المعانی) ربُّكَ مرکب اضافی ہو کر مبتدا الاکرمُ خبر اول، الذی علّم بالقلم... الذی اسم موصول علّم بالقلم جملہ ہو کر مبدل منہ (علّم کے دونوں مفعول محذوف ہیں اَیْ علّمَ الانسان الخط بالقلم) عَلَّمَ فعل، ضمیر ھو فاعل الانسان مفعول بہ اول ما اسم موصول لم یعلم فعل منفی، ضمیر ھو فاعل (عائد محذوف ہے ای لم یَعْلَمْہُ) فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بدل، (بدل اشتمال روح المعانی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر ثانی (اعراب القرآن) بعض نے الذی الخ

کو الاکرم کی صفت قرار دیا ہے مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ مستانفہ ہوا[1]۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ

سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے ● اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے ● اے مخاطب تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا ● اے مخاطب بھلا

يَنْهٰى ۝٩ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝١٠ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ ۝١١ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝١٢

اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے ● اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو ● یا وہ تقوی کی تعلیم دیتا ہو ●

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٣ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝١٤

اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو ● کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ●

تشریح صاحب نبوت کی مخالفت بڑا گناہ ہے اس لئے آئندہ آیات میں آپ ﷺ کے ایک خاص مخالف یعنی ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی ہے مگر الفاظ عام اختیار کئے گئے تاکہ اسمیں دوسرے مخالفین بھی شامل ہو جائیں۔

سبب نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں آپ کو اس سے بار بار منع کر چکا ہوں، آپ ﷺ نے اس کو جھڑک دیا تو ابو جہل کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو آپ کی گردن پر پیر رکھدوں گا، چنانچہ ایک دفعہ اس ناپاک حرکت کے ارادہ سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے کو لوٹنے لگا، لوگوں نے وجہ معلوم کی تو بتلایا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اس کے اندر پردار چیزیں نظر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے چنانچہ اگر اور آگے آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالتے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ "كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧" بیان القرآن میں لفظ كَلَّا کو حقًّا کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے کہ سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے یعنی کافر آدمی حد آدمیت سے نکل جاتا ہے کہ بجائے عبدیت وسیدھی راہ اختیار کرنے کے سرکشی ونافرمانی اور دوسروں پر ظلم وجور کرنے لگتا ہے جیسا کہ ابو جہل سید الانبیاء واشرف الخلائق کی شان میں گستاخی کر بیٹھا۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی طغیانی وسرکشی اور حد آدمیت سے باہر نکلنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے بے نیاز سمجھنے لگتا ہے، حالاں کہ یہ کس قدر احمقانہ قدم ہے کہ آدمی گو من وجہ مخلوق سے مستغنی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سے تو کسی حال میں بھی مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا، اگلی آیت میں ایسے سرکش کو اس کے برے انجام پر تنبیہ ہے کہ "اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨" اے مخاطب (عام مخاطب یا مراد انسان طاغی ہے) بے شک تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سرکشی کی سزا بھی دے گا۔ آگے بصورت استفہام اس کی سرکشی پر

[1] وربک الاکرم الخ میں واؤ کو حالیہ بھی بنایا جا سکتا ہے، اس صورت میں ربک الاکرم جملہ ہو کر اقرأ کی ضمیر سے حال ہوگا۔

تعجیب ہے (یعنی تعجب دلانا) ''اَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ '' اے مخاطب (یعنی عام مخاطب) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اَرَأَيْتَ بمعنیٰ اَخْبِرْنِي ہے اور مقصد تعجیب ہے نہ کہ سوال، مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا حال دیکھ کر تو بتلا کہ اس سے زیادہ عجیب بات بھی کوئی ہے کہ وہ شخص ہمارے ایک خاص بندہ یعنی محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، حاصل یہ ہے کہ نمازی کو نماز سے روکنا نہایت عجیب اور بری بات ہے (الذی ینھی سے مراد ابوجہل اور عبدا سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے) آگے اسی تعجیب کی تاکید وتقویت کے لیے آگے دو جملے آرہے ہیں ایک میں ایک قید کے ساتھ منہی عنہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کا حال مذکور ہے اور دوسرے جملہ میں ایک قید کے ساتھ ناھی یعنی نماز سے روکنے والے یعنی ابوجہل کا حال مذکور ہے، چناں چہ فرمایا ''اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ '' اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو اس آیت میں منہی عنہ یعنی حضور ﷺ کا حال مذکور ہے کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ یعنی جس کو نماز سے روکا گیا ہے ہدایت پر ہو (ہدایت پر ہونا اپنے لیے فائدہ کی چیز ہے) یا وہ دوسروں کو بھی تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو (دوسروں کو تقویٰ کی تعلیم دینا یہ دوسروں کے لیے فائدہ کی چیز ہے) تو اس کو نماز سے روکنا کس قدر عجیب بات ہے (یہاں کلمۂ تردید یعنی لفظِ اَوْ لانے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ مذکورہ دو صفات میں سے اگر اس بندہ میں ایک صفت بھی ہوتی تب بھی نماز سے منع کرنے والے کی مذمت کے لیے کافی تھی چہ جائے کہ اس بندہ میں دونوں صفات ہوں) ''اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ '' اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ اس آیت میں ناہی یعنی نماز سے روکنے والے ابوجہل کا حال مذکور ہے، فرماتے ہیں کہ اے مخاطب عام بھلا اس کے روکنے کے متعلق یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (یعنی منع کرنے والا) دینِ حق کو جھٹلاتا ہو اور اس سے روگردانی کرتا ہو یعنی نہ عقیدہ رکھتا ہو اور نہ عمل، یعنی منع کرنے والا ایک گمراہ شخص ہے اور جس کو منع کر رہا ہے وہ خود بھی ہدایت کا اعلیٰ نمونہ ہے اور دوسروں کو بھی تقویٰ کا حکم کرے تو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گمراہ آدمی دوسرے کو بھلائی اور نماز سے روکے، آگے اس منع کرنے پر اس کو وعید ہے کہ ''اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ '' کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یعنی اس کی سرکشی کو دیکھ رہا ہے لہٰذا اس پر ضرور سزا دے گا (لم یعلم کی ضمیر کا مرجع الذی ینھی ہے)

لغات لَيَطْغٰى (ف) مضارع واحد مذکر غائب، (مزید تحقیق سورۃ النازعات میں اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى کے تحت) رَاٰى (ف) ماضی واحد مذکر غائب، راہ (ف) رأیا ورؤیۃ: آنکھ سے دیکھنا، ادراک کرنا (۲) رائے رکھنا، اعتقاد وگمان کرنا۔ اِسْتَغْنٰى (استفعال) ماضی واحد مذکر غائب اسْتَغْنٰى عنه: بے نیاز ہونا، مادہ غَنِیٌ ہے۔ الرُّجْعٰى باب ضرب کا مصدر بمعنی الرجوع والالف فیھا للتانیث (روح المعانی) رجع (ض) رُجُوْعًا ومَرْجِعًا ورُجْعٰى: واپس ہونا، لوٹنا۔ رَاَيْتَ (ف) ماضی واحد مذکر حاضر، اَرَاَيْتَ بمعنی اَخْبِرْنِي۔ کیوں کہ کسی چیز کا دیکھنا یا جاننا سبب، اور خبر

دینا مسبّب ہوتا ہے اور سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز مرسل ہے، اور اس کی چوبیس قسمیں ہیں جو سوم کے طلبۂ عزیز کے لیے ضروری نہیں۔ فللتفصیلِ مقامٌ آخر۔ یَنْھٰی (ف) مضارع واحد مذکر غائب، نَہٰی عنِ الشیء (ف) نَہْیًا: روکنا، جھڑکنا[1]۔ الھُدٰی (سورۃ اللیل میں گذر چکا) اَمَرَ (ن) ماضی واحد مذکر غائب، اَمَرَ فلانًا کذا وبکذا (ن) اَمْرًا وامارۃً وآمِرۃً: حکم دینا۔ التقوٰی (سورۃ الشمس میں گذر چکا) کذّب وتولّی وغیرہ کی تحقیق بھی گذر چکی)

ترکیب کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ...... کلّا بمعنی حقا (یا پھر حرف ردع ای رَدْعٌ لِمَنْ کفرَ مِن جنسِ الانسان بنعمۃ اللہ علیہ بطغیانہ) اِنّ حرفِ مشبہ بالفعل الانسان اسم اِنّ لام مزحلقہ برائے تاکید: یَطْغٰی فعل، ضمیر ھُو مستتر فاعل، اَنْ حرفِ مصدری (حروفِ مصدریہ تین ہیں ما، اَنْ، اَنّ) رَاٰی فعل، ضمیر ھُو مستتر فاعل (ضمیر فاعل کا مرجع انسان ہے) ھاء ضمیر مفعول بہ اول (والھاء یعودُ الی الانسان اَیْ رأیٰ نفسَہ) استغنٰی فعل با فاعل، جملہ فعلیہ مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر بتاویل مصدر مفعول لہ یَطْغٰی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حرفِ مشبہ بالفعل کی خبر، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا[2]۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ...... اِنّ حرفِ مشبہ بالفعل اِلیٰ حرفِ جار ربّک مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابتٌ کے متعلق ہو کر خبر مقدم، (والالتفات للتشدید فی التھدید لمخاطبۃ الانسان الطاغی) الرُّجْعٰی اسم مؤخر، حرفِ مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (کلامٌ مستانفٌ مسوقٌ لمخاطبۃ الانسانِ الطاغی)

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ... ھمزۃ حرفِ استفہام برائے تعجب (تینوں مقامات میں، جلالین) رایت فعل بافاعل (یہاں تین جگہ أرایت استعمال ہوا ہے اور یہ بمعنی أَخْبِرْنِیْ ہے، لہٰذا ہر ایک کو دو مفعول چاہئے اور مقصود تعجیب ہے نہ کہ سوال) الذی اسم موصول ینہی فعل ضمیر ھُو فاعل عبدًا مفعول بہ اِذا صلّٰی ... اِذَا ظرفیہ مجرد عن الشرط مضاف صلّٰی جملہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا ینہی کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور ظرف سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ اول، اور مفعول بہ ثانی محذوف ہے ای فما أعجب مِن ذا (صیغہ تعجب) رأیت فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا[3]۔ اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ... ھمزۃ حرفِ استفہام برائے تاکید تعجب رأیت فعل، ضمیر بارز فاعل، اور دونوں

---

[1] **البلاغۃ: قولہ** یَنْھٰی، التعبیر بما یفید الاستقبال لاستحضار الصورۃ الماضیۃ لنوع غرابۃ۔

[2] **قولہ** رءٰی یہ بمعنی علم ہے (فعل قلب) اور فعل قلب میں یہ جائز ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیریں فرد واحد کی طرف راجع ہوں جیسا کہ رأیٰ کی ضمیر فاعل اور مفعول دونوں انسان کی طرف راجع ہیں۔

قولہ اَن راٰہ اس کو لِاَنْ رَاٰہ کی تاویل میں کر کے یَطْغٰی کے متعلق بھی کر سکتے ہیں ای لرؤیتہ نفسہ مُسْتَغْنِیًا۔

[3] رأیت فعل کو دو مفعولوں کی ضرورت جب ہے جب کہ یہ فعل قلب مانا جائے اور اگر رویت بصری مراد ہو تو پھر ایک مفعول کافی ہے۔

مفعول محذوف ہیں، مفعول اول ہے نَہیۃ اور مفعول ثانی ہے فما أعجب مِن ذا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰي… إِنْ حرف شرط کان فعل ناقص، ضمیر ھو مستتر اس کا اسم علی الھدیٰ، ثابتاً کے متعلق اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، أو حرف عطف أمَرَ فعل، ضمیر ھو فاعل، بالتقوٰی متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جواب شرط محذوف ہے أي فما أعجب مِن ذا، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ معترضہ ہوا۔ (لا محل لہا) أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى… ھمزۃ حرف استفہام برائے تاکید تعجب، رأیت فعل بافاعل اور مفعول اول محذوف ہے أي نَہیۃ اور مفعول ثانی ہے فما أعجب من ذا فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، إن کذّب الخ إن شرطیہ کذّب فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل (أي النّاھی اور مفعول بہ محذوف ہے أي النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ (فی محل جزم، فعل الشرط) واؤ حرف عطف تولّٰی (ای عن الإیمان) جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر شرط، اور جزا محذوف ہے فما أعجب من ذا (لا محل لہا، اعتراضیہ)[1]۔ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى… ھمزۃ استفہام برائے تقریر وتعجب، لم یعلم فعل بافاعل با زائدہ، أنَّ اللہ یریٰ جملہ ہو کر یعلم کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا (یریٰ بمعنی یَعْلَمُ ہے، ماسبق کی دلالت کی وجہ سے اس کے دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا، أی یری اللّٰہُ النّاھی ناھیًا عن الھدیٰ والآمر بالتقوی، تفسیر مظہری)

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾

ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آوے گا ● تو ہم پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں گھسیٹیں گے ● سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلالے ●

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے ● ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانئے اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے ●

تشریح ماقبل میں ابوجہل کی ایک بری حرکت کا بیان تھا کہ وہ نمازی کو نماز سے روکتا ہے جو بڑے تعجب کی بات ہے تو اب اس آیت میں لفظ كَلَّا کے ذریعہ اس پر زجر ہے تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾'' ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آئے گا تو ہم پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں گھسیٹیں گے، سَفْعٌ کے معنی سختی کے ساتھ گھسیٹنے کے ہیں، اور ناصیہ سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیشانی کے اوپر ہوتے ہیں، اور جس شخص کے پیشانی کے بال کسی کے ہاتھ میں آجائیں وہ اس کے ہاتھ میں مجبور ہو کر رہ

[1] مذکورہ آیات کی ترکیب میں اور بھی احتمالات ہیں فارجع الی روح المعانی والتفسیر المظہری نیز تفسیر مظہری میں مکتوب ہے کہ إن کان علی الھدٰی الخ جملہ شرطیہ ہو کر رأیت کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہو جائے گا وھکذا إن کذّب۔

جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی دھمکی اور شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو گھسیٹ کر جہنم رسید کردیں گے، "فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾" سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلالے یعنی اس کو جو اپنے مجمع پر گھمنڈ ہے اور ہمارے پیغمبر کو دھمکاتا ہے تو اگر وہ ہمارے نازل کردہ عذاب کو دفع کرنے پر قادر ہے تو وہ اپنے مجلس والوں کو بلالے، اگر اس نے ایسا کیا تو "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾" ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے (چوں کہ اس نے نہیں بلایا تو اس لیے اللہ نے بھی فرشتوں کو نہیں بلایا) "كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾" پھر زیادتِ زجر کے لیے اس کو تنبیہ ہے کہ ہرگز نہیں یعنی اس کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، پھر فرمایا لَا تُطِعْهُ الخ اے پیغمبر آپ اس کا کہنا نہ مانئے یعنی آپ اس کی حرکتوں کی کچھ پرواہ نہ کریں اور نہ اس کا کہنا مانیں جیسا کہ اب تک نہیں مانا۔ اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔ یعنی آپ نماز وعبادت میں مشغول رہئے کہ قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔

فائدہ واسجد میں سجدہ سے مراد نماز ہے نہ کہ صرف سجدہ، لہٰذا یہ تسمیۃ الکل باسم الجز کے قبیل سے ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ لنسفعا: پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی ایک وجہ تو بضمن تشریح لکھی گئی دوسری وجہ یہ ہے کہ غرور وتکبر کا اصل مصدر ومرکز سر ہی ہے اس لیے سر کے بال پکڑ کر اس سر کو گھسیٹا جائے گا۔

قولہ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ: کذب وخطا کا مرتکب دراصل پیشانی والا ہے لہٰذا ناصیہ کی طرف نسبت مجازاً ہے، خاطی وہ شخص جو قصداً خطا کرتا ہے اور مخطی وہ شخص جس سے نادانستہ یا بوجہ غفلت خطا سرزد ہوجائے۔

لغات لَمْ يَنْتَهِ (افتعال) نفی جحد بلم واحد مذکر غائب، اِنْتَهٰى عن الشيئ: باز آنا، مجرد نَهْيٌ، نهى عن الشيء (ف) نَهْيًا: روکنا۔ نَسْفَعًا (ف) مضارع معروف بانون خفیفہ جمع متکلم، سَفَعَ (ف) سَفْعًا: زور سے پکڑ کر کھینچنا، گھسیٹنا۔

فائدہ لَنَسْفَعَنْ کے نونِ خفیفہ کو الف سے لکھا گیا ہے، کیونکہ حالت وقفی میں نونِ تاکید خفیفہ الف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا اسی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے یہاں حالتِ وصل میں بھی الف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ النَّاصِيَة پیشانی کے لمبے بال یعنی پٹھے (۲) پیشانی۔ جمع النواصی كَاذِبَةٍ جھوٹی، باب ضرب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ خَاطِئَةٍ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، خَطِئَ (س) خَطأً وخَطْئًا غلطی کرنا، گناہ کرنا۔ لِيَدْعُ (ن) امر غائب کا واحد مذکر غائب، دَعَا فلانًا (ن) دَعْوًا ودَعْوَةً ودُعاءً ودعوى: پکارنا، بلانا۔ نَادِيَه (مرکب اضافی) نادی بمعنی مجلس جمع أَنْدِيَة ونَوَادٍ (مراد اہل مجلس) نَدَا القومُ (ن) نَدْوًا: مجلس میں جمع ہونا۔ سَنَدْعُ (ن) مضارع جمع متکلم (وقد اسقطتِ الواو من المصحف فی کل واوٍ ساکنۃٍ استقبلتها اللامُ الساکنۃُ) چوں کہ بوجہ اجتماع ساکنین تلفظاً واو نہیں تو کتابۃً وخطاً بھی حذف کردیا گیا۔ الزَّبَانِيَة عذاب کے فرشتے، دراصل اس کے معنی پولیس کے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ جمع ہے، جس کا کوئی واحد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زِبْنِيَةٌ ہے، جیسے عِفْرِيَةٌ (بدباطن، خبیث) اور

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد زِبْنِیۃٌ ہے مشتق مِنَ الزَّبنِ وھو الدفع، زَبَنَ (ض) زَبْنًا: دفع کرنا۔ دھکیلنا، کیونکہ یہ فرشتے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے، دراصل زبانِیۃٌ تھا، ایک یاء کے بدلہ میں تاء لائی گئی۔ (روح المعانی) لا تُطِعْ باب افعال سے نہی واحد مذکر حاضر، اَطَاعَ فلانًا: فرماں برداری کرنا، طاع (ن) طوعًا: فرماں بردار ہونا، دراصل لا تطیعہ تھا، بربناء نہی آخر کو یعنی عین کو ساکن کیا گیا پھر اجتماع ساکنین ہوا یاء اور عین کے مابین اس لئے یاء کو حذف کر دیا۔ اسْجُدْ (ن) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، سَجَدَ (ن) سُجُوْدًا: سجدہ کرنا، سَجَدَ لہ، عبادت کرنا۔ اِقْتَرِبْ (افتعال) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر۔ مِنْہُ کسی سے قریب ہونا[1]۔

ترکیب كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ... كَلَّا حرف ردع وزجر (ردع للناهی اللعین) لام موطئۃ للقسم، (لام مؤذنہ) اور قسم محذوف ہے اَی واللّٰہِ، اِنْ حرف شرط لم یلتہِ فعل مضارع منفی، ضمیر ھُوَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط، لام قسمیہ نسفعَنْ فعل مضارع مبنی، ضمیر نَحْنُ فاعل، با جارہ الناصیۃ مبدل منہ، ناصیۃٍ موصوف، کاذبۃٍ خاطئۃٍ دونوں صفت، موصوف مع صفت کے بدل (وجاز ابدالُہا من المعرفۃِ وھی نکرۃٌ لِاَنَّہا وُصِفَتْ والبصریون لایشترطون فی البدل المطابقۃ (اعراب القرآن وفی روح المعانی قد ذکر البصریون انہ یشترط لابدال النکرۃ من المعرفۃ الافادۃُ لاغیر) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر لفظًا جواب قسم، معنیً جزا (تفسیر مظہری)[2]۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ...... فا فصیحہ اور شرط مقدر ہے اَی اِن کانَ قادِرًا علی دفع العذاب فلیدعُ الخ (اعراب القرآن وصرفہٗ وبیانہ) لام لام امر یَدْعُ فعل مضارع مجزوم، (وعلامۃُ جزمہٖ حذف الواو) ضمیر ھُوَ مستتر فاعل نادِیَہٗ مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ[3] فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب شرط، شرط اپنے جواب شرط سے مل کر جملہ مستانفہ، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَة... سین حرف استقبال، نَدْعُ فعل مضارع مرفوع، ضمیر نحن فاعل، الزبانیۃ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ... كَلَّا حرف ردع وزجر (ردعٌ لذٰلک اللعین) لا تُطِعہ فعل نہی، ضمیر انت فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل نہی اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ اسْجُدْ فعل امر، ضمیر انتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، واؤ عاطفہ اقْتَرِبْ فعل امر، ضمیر انتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ مستانفہ ہوا۔

---

[1] قَرُبَ (ک) قَرابۃً وقُرْبًا وقُرْبَۃً وقُرْبٰی ومَقْرَبَۃً: قریب ہونا، قرب منہ والیہ: قریب ہونا۔

[2] **البلاغۃ: قولہ** بالناصیۃ اللام فیہ عوضٌ عن المضاف الیہ، اَی ناصیۃ المذکور، قولہ کاذبۃٍ خاطئۃٍ وصفُ الناصیۃ بالکذب والخطا وھما لصاحبہا علی الاسناد المجازی للمبالغۃ (روح المعانی وتفسیر مظہری)

[3] **قولہ** نادِیَہ علی تقدیر المضاف اَی اھل نادیہ فاطلق المحل واُرید الحال فالمجاز مرسلٌ علاقتہ المحلیۃ (اعراب القرآن) او الاسناد فیہ مجازیٌ (روح المعانی) والنادی ھو المجلس الذی ینتدی فیہ القوم ولایسمی المکان نادیًا حتی یکون فیہ اَھلہ۔

سورۃ القدر مکیۃ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے ● اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے ● شب قدر ہزار مہینوں

شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى

سے بہتر ہے ● اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں ● سراپا سلام ہے

مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے ●

ربط والضحی کی تمہید میں جن اہم امور کا ذکر تھا منجملہ ان کے قرآن کی عظمت اور اس کی حقانیت بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے، یا اس طرح یاد کیجیے کہ سورت سابقہ میں قراءتِ قرآن کا حکم تھا یعنی اقرأ باسم ربك الذی خلق اور اس سورت میں اس کی علت کو بیان کیا گیا ہے یعنی اس کی عظمت وحقانیت کو۔

تشریح وشان نزول: ان آیات میں قرآن کریم کا شب قدر میں نزول اور شبِ قدر کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے، اور شانِ نزول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ساری رات عبادت کرتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوتا اور دن بھر جہاد میں مشغول رہتا، چناں چہ اس نے ایک ہزار مہینے اسی طرح گزار دیے، اس پر صحابۂ کرام کو تعجب ہوا۔ (بایں وجہ کہ ہماری عمریں اتنی کہاں ہیں کہ ہم اتنی عبادت کرسکیں) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرما کر اس امت کی فضیلت کو تمام امتوں پر ثابت کردیا کہ شبِ قدر کی ایک رات کی عبادت اس مجاہد بنی اسرائیل کی عمر بھر یعنی ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر امتِ محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾" بے شک ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں اتارا ہے اَنْزَلْنَا جمع متکلم کا صیغہ ہے اور انزال قرآن کی نسبت چوں کہ اللہ کی طرف ہے اس لیے قرآن برحق بھی ہے لہٰذا حقانیت ثابت ہوگئی، اور چوں کہ مبارک رات یعنی شبِ قدر میں نازل ہوا اس لیے قرآن باعظمت بھی ہے، اور شب قدر میں نزولِ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ پورا قرآن لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت عزت نامی مقام پر اس رات میں اتارا گیا، اور پھر بتدریج یعنی تھوڑا تھوڑا تئیس سال کے عرصہ میں پیغمبر ﷺ پر اترا، اور پیغمبر ﷺ پر بھی صحیح قول کے مطابق اسی رات میں اترنا شروع ہوا[1]۔

[1] ومعنی انزاله من اللوح المحفوظ الی السماء الدنیا جملۃً أنّ جبرئیل أملاہ الی ملائکۃ سماء الدنیا وکتبوہ فی صحف وکانت تلك الصحف فی محل من تلك السماء یقال لها بیت العزۃ (جلالین حاشیہ)

آگے مزید شوق دلانے کے لیے فرماتے ہیں کہ: ''وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ ''اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے آگے جواب ہے کہ ''لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ ''شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔

قدر کے معنی قدر کے معنی عظمت وشرف کے ہیں، چوں کہ اس رات میں عظمت وشرف ہے اس لیے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں، مزید تفصیل بضمن لغات۔ ''تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ '' اس رات میں فرشتے اور روح القدس یعنی جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور حضرت جبرئیل اگرچہ لفظ الملائکۃ میں داخل تھے مگر علیحدہ سے ان کا ذکر کرنا افضلیت اور عظمت شان کی بناء پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اس رات میں جبرئیل ہر امرِ خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں، مِنْ كُلِّ اَمْرٍ میں مِنْ بمعنی باء ہے، حدیث بیہقی میں ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آتے ہیں اور جس شخص کو قیام وقعود اور ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ سلامٌ، ای ھی سلامٌ کہ وہ رات سراپا سلام ہے یعنی یہ رات سلامتی اور خیر ہی خیر ہے اسمیں شر کا نام نہیں اور امرِ خیر سے مراد بھی یہی ہے۔ ''هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾ '' وہ شب طلوعِ فجر تک رہتی ہے یعنی وہ رات اسی صفت وبرکت کے ساتھ طلوعِ فجر تک رہتی ہے، یعنی پوری رات شرف وعظمت اور سلامتی کی ہے ایسا نہیں کہ یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص ہوں۔

لیلۃ القدر کی تعیین تاریخ کے تعین میں علما کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں زیادہ احتمال ہے یعنی اکیسویں رات، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں۔ (معارف)

مخصوص دعا: اس رات کی مخصوص دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں، میری خطائیں معاف فرمائیے۔ (قرطبی)

اھم اشکال: لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل فرمایا تو ان ہزار مہینوں میں بھی ہر سال ایک شبِ قدر آئے گی اور وہ بھی ہزار مہینوں سے افضل ہوگی وھکذا، تو اب حساب کیسے لگے گا بظاہر تسلسل لازم آرہا ہے، ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ہزار مہینوں سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں شبِ قدر نہ ہونا ملحوظ ہو، یا ان کا ہزار مہینوں سے افضل نہ ہونا ملحوظ ہو۔ فلا اشکال (بیان القرآن، معارف)

اختیاری مطالعہ

نکتہ: قولہ انا انزلناہ: قرآن میں دو لفظ ذکر ہوئے ایک اِنْزَال، دوسرا تنزیل، انزال کے معنی ہے کسی چیز کو ایک دفعہ میں مکمل نازل کرنا، اور تنزیل کے معنی ہے تھوڑا تھوڑا نازل کرنا، چناں چہ جہاں انزال استعمال ہوا وہاں مراد وہ نزول ہے جو لوح محفوظ سے آسمان

دنیا کی طرف ہوا اور تنزیل سے مراد وہ نزول ہے جو آں حضرت ﷺ پر تھوڑا تھوڑا ہوا۔

قوله لیلۃ القدر خیر من الف شھر: شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے، پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں کتنی بہتر ہے یعنی دوگنی، چوگنی، دس گنی، سوگنی، سبھی احتمالات ہیں۔

ایک قول: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ اس سورت میں تین مرتبہ آیا ہے اور نو کو تین سے ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں، اس سے یہ اشارہ ہوسکتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے۔ (یہ ایک اندازہ ہے قول محکم نہیں)

لغات اَنْزَلْنَا (افعال) ماضی جمع متکلم، اتارنا، نازل کرنا، مصدر انزال ہے مجرد میں ہے نَزَلَ (ض) نُزُوْلاً: اترنا، اوپر سے نیچے آنا۔ القدر برکت وعظمت، چونکہ اس رات میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں جمع اَقْدَار، (۲) ھو مصدرٌ بمعنی التقدیر (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس رمضان سے اگلے رمضان تک کا ہے وہ اس رات میں فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے، یعنی ہر انسان کی موت، رزق، بارش وغیرہ کی مقدار (معارف القرآن) خَیْرٌ (سورۃ الاعلیٰ میں گذر چکا) اَلْفٌ (ہزار) جمع اُلاف شَھر (مہینہ) جمع اَشْھُرٌ وشُھُوْرٌ، تَنَزَّلُ (تفعل) مضارع واحد مؤنث غائب دراصل تَتَنَزَّلُ تھا، ایک تاء حذف ہے، بمعنی اترنا۔ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ (رکوع ۲ میں اس کی تحقیق گذر چکی) اَلرُّوْحُ مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام (روح کی مراد میں مفسرین کے تقریباً آٹھ اقوال ہیں جن کو تفسیر کی کتب میں دیکھا جاسکتا ہے) اِذْنٌ اجازت، حکم، ارادہ (باب سمع کا مصدر ہے) اَمْرٌ کام، معاملہ، جمع امور، لفظ امر تمام اقوال وافعال کے لئے عام ہے (۲) حکم، جمعہ اوامر قرآن میں ہے وقُضِیَ الْاَمْرُ، اَمَرَ (ن) اَمْرًا: حکم کرنا۔ سَلَامٌ سلامتی، امان، باب سمع کا مصدر بمعنی السَّلَامَۃِ (روح المعانی) سَلِمَ مِنَ الْاٰفَاتِ (س) سَلَامًا وسَلَامَۃً: آفات وغیرہ سے محفوظ رہنا۔ مَطْلَعٌ مصدر میمی از باب نصر طَلَعَ طُلُوْعًا (ن) طلوع ہونا، الفجر (مرّ فی سورۃ الفجر)

ترکیب اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، نا ضمیر اسم (دراصل اِنَّنَا تھا، تخفیفاً ایک نون کو حذف کردیا گیا) انزلنا فعل بافاعل، ھاء ضمیر مفعول بہ (ضمیر کا مرجع قرآن ہے اور مرجع کا ذکر بوجہ تعظیم ماقبل میں نہیں کیا گیا کیونکہ بوجہ شہرت اور بوجہ نسبت انزال الی اللہ فی لیلۃ القدر کے ذہن صرف قرآن ہی کی طرف منتقل ہوگا، فی حرف جار لیلۃ القدر مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق اَنْزَلْنَا کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ وما ادرٰک ما لیلۃ القدر واؤ اعتراضیہ ما اسم استفہام، مبتدا، ادرٰی فعل، ضمیر ھُو مستتر فاعل کاف مفعول بہ اول ما اسم استفہام مبتدا، لیلۃ القدر مرکب اضافی ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مفعول بہ ثانی (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا۔ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ... لیلۃ القدر مرکب اضافی ہوکر مبتدا، خیرٌ صیغہ اسم تفضیل، ضمیر اس کا فاعل مِن حرف جار، الف مضاف ممیز، شھرٍ مضاف الیہ تمیز، پھر

مرکب اضافی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق خیرٌ کے، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ بیانیہ ہوا۔ (لامحل لہا) (کانّہا جوابٌ لسوالٍ نشأ عَنْ تفخیم لیلۃ القدر تقدیرہ وما فضائلُہا) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ . . . تنزّلُ فعل الملائکۃُ والروحُ مرکب عطفی ہو کر فاعل (وانما أفردَ جبریل بالذکر مع انہ داخل فی الملائکۃ تنویہًا بفضلہ) فیہا تنزّلُ کے متعلق باذن ربہم متعلق ثانی تنزّلُ کے، مِن کلّ امرٍ متعلق ثالث تنزّلُ کے (مِن بمعنی باء ہے) فعل اپنے فاعل اور تینوں متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ استینافیہ بیانیہ ہوا (کانّہا مسوقۃ للاجابۃ عن السوال نفسہ) سلامٌ مبتدا محذوف ھی کی خبر ہے (سلام مصدر کا حمل مبالغۃً ہے) ہِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ . . . ھی مبتدا حتّٰی جارہ مطلع الفجر مرکب اضافی مجرور، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سورۃ البیّنۃ مدنیّۃ

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَہُمُ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل

الْبَیِّنَۃُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۝۲ فِیْہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ۝۳

نہ آتی • ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناوے • جن میں درست مضامین لکھے ہوں •

وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝۴ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا

اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے • حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم

لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ

ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی

دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۝۵

طریقہ ہے ان درست مضامین کا •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ رسالت اور اس کی تصدیق وتکذیب کرنے والوں کی جزا وسزا بھی ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔ یا یوں کہئے کہ سورۃ القدر میں انزال قرآن کا ذکر تھا جو بمنزلہ دعویٰ تھا اور اس سورت میں اس کی دلیل ہے کانّہ قیل، اِنَّآ اَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ لانہ لم یکن الذین کفروا الخ۔

تشریح آیات کی تفسیر ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ ذہن نشیں رہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں کفرو شرک کی ظلمت پھیلی ہوئی تھی، جب حضور ﷺ کو انسانوں کی رہنمائی کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا تو دو قسم کے انسان تھے، ایک تو وہ جو کسی نبی پر ایمان لا چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں ملا کر اور تحریف کر کے کافر ہو چکے تھے جیسے یہود و نصاریٰ کہ جن کو اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا، دوسرے مشرکین کہ جو کسی نبی یا کسی کتاب پر ایمان نہ رکھتے تھے بلکہ بتوں، ستاروں اور درختوں وغیرہ کو پوجتے تھے، (واضح رہے کہ مشرکین تمام کے تمام کافر ہی ہیں) اب ایسے خطرناک ماحول کو سدھارنے کے لئے اور انسانوں کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے کسی رسول برحق کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صحیح راستہ دکھلانے کے لئے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا، ان آیات میں یہی مضمون ہے ملاحظہ فرمائیں:

"لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾" جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے، جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی یعنی جس وقت حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت جو لوگ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین میں سے جو کافر تھے[1]۔ ان کا کفر بڑا شدید تھا وہ کفر سے باز آنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی اور واضح دلیل یعنی بینہ سے جو مراد ہے اس کو اگلی آیت میں بیان کیا کہ "رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾" ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناوے جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔ یہ آیت البینۃ سے بدل ہے، یعنی واضح دلیل سے مراد اللہ کا رسول ہے جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں، مراد قرآن شریف ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین کا کفر و شرک ایسا شدید تھا اور ایسے جہل میں مبتلا تھے کہ بغیر کسی رسول عظیم کے ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت تمام کرنے کے لیے آپ ﷺ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا۔ صُحُفٌ جمع ہے صَحِيْفَةٌ کی اور صحیفہ کا معنی ہے وہ ورق جس میں کوئی تحریر لکھی ہوئی ہو حالاں کہ اس وقت قرآن تحریری شکل میں نہیں تھا، بلکہ حافظہ میں تھا تو جواب یہ ہے کہ قرآن کو صُحُف یا اس کے مضامین کو کُتُب بمعنی مکتوبات کہنا مجاز مایؤل یعنی آئندہ کے اعتبار سے ہے۔

"وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾" اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے تَفَرَّقَ کے معنی انکار و اختلاف کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ کہ ان کے پاس تو علم سماوی بھی نہ تھا) وہ اس واضح دلیل یعنی حضور ﷺ کے آنے کے بعد دین میں مختلف ہو گئے، جب کہ قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے سب اہل کتاب متفق اور خوش تھے کیونکہ ان کی آسمانی کتب تورات و انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت اور آپ کی خاص

[1] اور وہ لوگ کہ جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے انتقال فرما گئے اور وہ اپنے نبی کی شریعت پر قائم و دائم رہے تو وہ کافر نہیں کہلائیں گے (روح)

خاص صفات اور آپ پر قرآن نازل ہونے کا واضح ذکر موجود تھا اس لئے کسی یہودی و نصرانی کو اس میں اختلاف نہ تھا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے، اور سب کو آپ کا اتباع کرنا لازم ہوگا، مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کو اہل کتاب غنیمت سمجھتے اور ایمان لے آتے مگر افسوس صد افسوس کہ بجائے غنیمت سمجھنے کے دین کے سلسلہ میں مختلف ہوگئے کہ بعض تو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور دوسرے بعض انکار کرنے لگے۔

''وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ'' حالاں کہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ حُنَفَاء یکسو ہو کر، یعنی ادیانِ باطلہ کی طرح کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ اور نماز کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں۔ ''وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝'' اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا ذٰلك کا مشار الیہ ماذُکِرَ ہے یعنی جو چیزیں ابھی ابھی ذکر کی گئیں یعنی عبادت باخلاص، اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی ہی ان درست مضامین یعنی قرآن کا طریقہ ہے، اور ذٰلك اسم اشارہ بعید کا استعمال کرنا ان مذکورہ چیزوں کے علوشان و بلندئ مرتبہ کی وجہ سے ہے، مطلب یہ ہے کہ ان اہل کتاب کو ان کی کتابوں میں انھیں مذکورہ چیزوں کا حکم ہوا تھا اور یہی تمام باتیں کتب قیمہ یعنی درست مضامین (قرآن) کی بھی ہیں اس لیے قرآن کو نہ ماننے سے اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ یہ الزام تو اہل کتاب کو ہوا، اور مشرکین اگر چہ کتب سابقہ کو نہیں مانتے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کا حق ہونا یہ بھی تسلیم کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شرک سے بالکل بری تھے اور کتب قیمہ یعنی قرآن کا اس طریقہ ابراہیم کے ساتھ متوافق ہونا بھی ظاہر ہے اس لیے ان پر بھی حجت تمام ہوگئی، لہٰذا جب مشرکین طریقۂ ابراہیم کو حق سمجھتے تھے تو ان کو قرآن شریف کو بھی حق سمجھنا چاہیے تھا۔

لغات اهل الكتٰب یہود و نصاریٰ۔ المشرِكين (افعال) اسم فاعل جمع مذکر، اَشْرَكَ باللّٰهِ! اللہ کی حاکمیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا، شَرِكَ فلانًا فی الامر (س) شِرْكًا وشِرْكَةً: کسی کے ساتھ شریک ہونا۔ مُنْفَكِّيْنَ باز آنے والے (انفعال) اسم فاعل جمع مذکر، اِنْفَكَّ الشيئُ اِنفِكاكًا: جدا ہونا، باز آنا، فَكَّ الشيئَ (ن) فَكًّا کھولنا الْبَيِّنَة صیغۂ صفت از باب ضرب، واضح دلیل، گویا موصوف محذوف ہے ای الحجة الواضحة مراد معجزہ اور یہاں اس کے مصداق آپ ﷺ ہیں اور وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات، صفات و کمالات، صورت و سیرت گو آپ کی ہر چیز معجزہ تھی۔ جمع بیِّنات، بانَ الشیئُ (ض) بَیانًا و تِبیانًا: واضح ہونا، ظاہر ہونا[1]۔ رَسُوْلٌ (سورۃ التکویر میں اِنَّهٗ لقولُ رسولٍ کے تحت گذر چکا، والمرادُ ههنا محمد ﷺ) يَتْلُوا (ن) مضارع واحد مذکر غائب، تلاالكتابَ وغیرَهٗ (ن) تِلاوَةً: پڑھنا، پڑھ کر سنانا۔ صُحُفًا واحد صَحِيْفَةٌ، اوراق جس میں کوئی تحریر ہو، کتابیں (یہاں مراد

[1] بانَ الشیئُ (ض) واضح کرنا، بانَ منه وعنه (ض) بَيْنًا وبُيُونًا، وبَيْنُونَةً: جدا ہونا، دور ہونا، قوله البَيِّنَة اس صیغۂ صفت کو بمعنی اسم فاعل بھی لیا جاسکتا ہے۔ ای المبینُ للحق، اوهی بمعناها المعروف وهو الحجةُ المثبتةُ للمدعی (روح المعانی)

قرآن شریف ہے) مُطَهَّرَةً (سورۂ عبس میں گذر چکا) کُتُبٌ کتابٌ کی جمع، یہاں کُتُبٌ سے مراد مکتوبات ہیں یعنی مضامین (روح المعانی) قَیِّمَةٌ سچی، درست (ای المستقیمة واستقامتها نطقها بالحق) صیغہ صفت مؤنث قیام سے، اس کی اصل قَیْوِمَةٌ ہے، قاعدہ سیّدٌ جاری ہے، قامَ (ن) قومًا وقیامًا: کھڑا ہونا، سیدھا ہونا، قامَ الاَمرُ: درست ہونا۔ تفرّقَ (تفعل) سے ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مختلف ہونا، بکھر جانا، فَرَقَ الشیئَ (ن) فَرْقًا: جدا کرنا۔ اُوتُوا (افعال) ماضی مجہول کا جمع مذکر غائب، آتی فلانًا ایتاءً: کوئی چیز دینا، آتی (ض) اَتْیًا واتْیانًا: آنا۔ مَا اُمِرُوا (ن) ماضی منفی مجہول جمع مذکر غائب (مزید تحقیق سورۂ علق میں اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی کے تحت لِیَعْبُدُوا مضارع، جمع مذکر غائب، از باب نَصَرَ، عَبَدَ اللہَ (ن) عِبادَةً وعُبُودِیَّةً: عبادت کرنا۔ مُخْلِصِیْنَ (افعال) اسم فاعل جمع مذکر اَخْلَصَ لِلّٰہِ دِیْنَہٗ، خلوصِ نیت سے خدا کی عبادت کرنا۔ الدِّیْنَ (اطاعت وبندگی) باب ضرب کا مصدر، دانَ (ض) دِیْنًا ودِیانَةً: جھکنا، فرماں بردار ہونا، جمع اَدْیان (مزید تحقیق سورۃ الانفطار میں) حُنَفَاءَ، حَنِیْفٌ صیغہ صفت کی جمع، تمام ادیانِ باطلہ شرکیہ کو چھوڑ کر دینِ اسلام کی طرف جھکنے اور یکسو ہونے والا، حَنَفَ عن الشیء (ض) حَنْفًا: ایک طرف کو جھکنا۔ الصلوٰۃ نماز، تصلیۃ (تفعیل) کا اسم مصدر بقاعدہ مشہورہ واو کو الف سے بدل دیا (اس کے معنی دعا اور رحمت کے بھی آتے ہیں) یُؤْتُوا (افعال) مضارع جمع مذکر غائب، الزکوٰۃ، تزکیۃ (باب تفعیل) سے اسم، شرع میں زکوٰۃ مال کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کو صاحب نصاب بحکم شرع راہِ خدا میں نکالتا ہے، اور اس کو زکوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مالدار کے مال میں زیادتی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے (لغوی معنی زیادتی اور پاکیزگی کے ہیں) دِیْنٌ اس کے کثیر معانی ہیں جیسا کہ سورۃ الانفطار میں لکھا گیا مجازًا اس کے معنی طریقہ کے بھی آتے ہیں یہاں یہی ہے۔

ترکیب لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ... لم یکن فعل منفی (وحُرِّک لالتقاء الساکنین) الذین اسم موصول کفروا فعل، واوٗ ضمیر ذوالحال مِن جارہ اهل الکتاب مرکب اضافی ہوکر معطوف علیہ واوٗ حرفِ عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنین محذوف کے متعلق ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر فعل ناقص کا اسم، منفکّین صیغہ اسم فاعل (یہ تامہ ہے نہ کہ از قبیل فعل ناقص، روح المعانی) حتّٰی جارہ تاتی فعل مضارع (ای آتتهم تفسیر مظہری) هُمْ ضمیر مفعول بہ، البیّنۃ مبدل منہ رسولٌ موصوف مِنَ اللہ جار مجرور کائنٌ محذوف کے متعلق ہوکر صفت اول، یتلوا فعل ضمیر هُوَ مستتر فاعل، صُحُفًا موصوف مطہّرۃً صیغہ اسم مفعول شبہ جملہ ہوکر صفت اول، فیها جار مجرور ثابتٌ محذوف کے متعلق ہوکر خبر مقدم، کتبٌ قیمۃٌ مرکب توصیفی ہوکر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ

فعلیہ ہوکر رسولٌ کی صفت ثانی[1] موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر بدل (بدل الکل من الکل علی سبیل المبالغہ) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا صیغہ اسم فاعل کے (یعنی منفکین کے) صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل (ضمیر ھُم) اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر فعل ناقص کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ...... واؤ حرفِ عطف (واؤ مستانفہ بھی ہوسکتا ہے، اعراب القرآن محی الدین الدرویش) ما تفرّقَ فعل منفی الذین اسم موصول اُوتُوا فعل مجہول، ضمیر نائب فاعل (جو درحقیقت مفعول بہ اول ہے) الکتاب مفعول بہ ثانی فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل، الاّ حرفِ استثناء ملغیٰ مِن جارہ بعدِ مضاف ما مصدریہ جائتھم البیّنۃُ (البینۃُ فاعل) جملہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مذکور تفرّقَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ، وَمَا أُمِرُوا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ...... واؤ حالیہ ما اُمِرُوا فعل منفی واؤ ضمیر نائب فاعل، الاّ اداۃ حصر لام برائے تعلیل یعبدوا فعل واؤ ضمیر ذوالحال اللہ مفعول بہ مخلصین صیغہ اسم فاعل ضمیر ھُم فاعل لہٗ جار مجرور مخلصین کے متعلق، الدین مفعول بہ، صیغۂ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر حال اول، حنفاء حال ثانی[2] ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرفِ عطف یُقیموا الصّلٰوۃ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرفِ عطف یُؤتُوا الزکٰوۃ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل مذکور (ما اُمِرُوا) کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے الذین اوتوا الکتاب سے۔ (نوٹ ملاحظہ ہو) وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ...... واؤ استینافیہ[3] ذٰلک مبتدا (اشارۃٌ الی ما ذُکرَ مِن عبادۃِ اللہ تعالیٰ بالاخلاص واقامۃِ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ واستعمال اسم الاشارۃ للبعید للاِشعارِ بِعُلُوِّ مرتبتِہٖ) دین القیّمۃ (اَی دینُ الکتب القیّمۃ ای المستقیمۃ)[4] مرکب اضافی ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

---

[1] قولہ یتلوا الخ یہ جملہ من اللہ کے متعلق کی ضمیر سے حال بھی ہوسکتا ہے اسی طرح فیہا کتبٌ قیمۃٌ، مُطہرۃٌ کی ضمیر سے حال بھی ہوسکتا ہے، نیز یہ ترکیب بھی ممکن ہے کہ حال یا صفت فیہا، ہو متعلق ہوکر، اور کتبٌ قیمۃٌ فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو، نیز رسولٌ مبتدا محذوف ھی کی خبر بھی بن سکتا ہے اور رسولٌ من اللہ مبتدا اور یتلوا الخ خبر بھی ہوسکتا ہے، اور پھر مکمل جملہ بینۃ کی تفسیر۔

[2] یا پھر یہ حال ہے مخلصین کی ضمیر سے، حال متداخلہ۔

[3] وقیل الواؤ عاطفۃ او حالیۃ۔

[4] وقال الفراء اضافۃ الدین الی القیمۃ وھی نعتہ لاختلاف اللفظین ودخلت الہاء للمدح والمبالغۃ (اعراب القرآن)

نوٹ تدریس قرآن کے ترجمہ وتفسیر کے اعتبار سے جو کہ بیان القرآن کے مطابق ہے لیعبدوا اللہ مخلصین الخ میں لام تعلیل کا نہ ہوگا بلکہ اصل اَن یعبدوا ہے اَن کو حذف کردیا گیا اور لام لایا گیا، اور ترکیب میں ما امروا کا مفعول بہ ہے، گو لفظاً مجرور ہے (مزید تحقیق در اعراب القرآن)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے •

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ

یہ لوگ بدترین خلائق ہیں • بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے • وہ لوگ بہترین

الْبَرِيَّةِ ؕ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

خلائق ہیں • ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧

رہیں گے • اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے • یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے •

تشریح ماقبل میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا (۱) اہل کتاب اور مشرکین (۲) مومنین۔ لہٰذا ان آیات میں دونوں فرقوں کی جزا وسزا کا بیان ہے، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ" جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے مشرکین تو سب کے سب کافر ہیں ہی، اور اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ جنھوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کردی اور دین موسوی ودین عیسوی پر قائم نہ رہے وہ بھی کافر ہیں، اور حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد تو تمام ادیان منسوخ ہو گئے، صرف آپ ﷺ پر ایمان لانا معتبر رہا۔ لہٰذا جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ بھی کافر ہیں، اور جو آپ ﷺ پر ایمان لے آیا وہ مومن ہے جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔" اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ "یہ لوگ بدترین خلائق ہیں یعنی کفار ومشرکین، جیسا کہ دوسری آیت میں بھی ہے، اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

سوال وجواب اولئك هم شر البرية میں اہل کتاب اور مشرکین کو سب سے بدترین مخلوق کہا گیا حالاں کہ خدا کی مخلوق میں ان سے بدترین لوگ بھی ہیں مثلاً ابلیس، دیگر شیاطین، منافقین (منافقین میں کفر وشرک کے علاوہ نفاق کا جرم علیحدہ سے ہے) اسی طرح فرعون ونمرود کہ کفر وشرک کے ساتھ خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔

جواب: بریۃ بمعنی مخلوق سے مراد اکثر مخلوق ہے اور مقصود اصلی ان کا فی نفسہٖ شر میں کامل ہونا ہے نہ یہ کہ مخلوق میں ان

جیسا شری اور بدتر کوئی ہے ہی نہیں۔ (بیان القرآن)

''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ '' بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں یہاں بھی بہترین خلائق سے مراد اکثر مخلوقِ خدا سے بہتر ہونا ہے یہ مطلب نہیں کہ تمام مومنین تمام ملائکہ سے بھی افضل ہیں بلکہ خواص مومنین مثلاً انبیائے کرام تمام ملائکہ سے افضل ہیں (یعنی خواص ملائکہ جبرئیل وغیرہ سے بھی) ''جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ '' ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ (دودھ، شہد اور شراب وغیرہ کی نہریں) ''رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ '' اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کے بعد اہل جنت سے کوئی معصیت تو صادر ہوگی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے بایں وجہ کہ ان کی تمام تمنائیں پوری ہو چکی ہوں گی۔ ''ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ؒ '' یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ذٰلک کا مشار الیہ المذکور ہے یعنی جنت ورضا اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے (اور اسی خشیت وخوف کی وجہ سے وہ ایمان لا کر اعمال صالحہ میں مشغول رہا کہ یہ دخول جنت وحصول رضا کا سبب ہے)

خشیت: اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت وجلال کی وجہ سے پیدا ہو نہ کہ وہ خوف جو کسی دشمن، یا درندہ یا درندہ صفت انسان سے طبعاً ہوتا ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اولئك هم شر البریة: اہل کتاب اور مشرکین کے بدترین مخلوق ہونے پر جو اشکال تھا اس کے روح المعانی میں دیگر جوابات بھی دیئے گئے ہیں مثلاً یہ اعتراض تھا کہ اہل کتاب اور مشرکین سے بدترین ابلیس اور اس کا لشکر اور منافقین بھی ہیں تو جواب یہ ہے کہ بریہ بمعنی مخلوق سے مراد ان اہل کتاب اور مشرکین کے ہم عصر ہیں لہٰذا وہ ان کے مقابلہ میں بدتر ہیں نہ کہ جمیع مخلوق سے، مگر اعتراض ہوگا کہ ان کے زمانہ میں شیاطین بھی تو رہے ہوں گے تو اب جواب دوسرا ہوگا کہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے یعنی بہ نسبت مومنین کے یہ لوگ بدتر ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہاں بریہ بمعنی مخلوق سے مراد بشر ہیں لہٰذا ابلیس اور اس کے لشکر کے شر البریہ ہونے کی نفی نہ ہوگی۔

قولہ شر البریة وخیر البریة: شر اسم تفضیل کی اصل اَشْرَرُ ہے، را کی حرکت شین کو دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، اور را کا راء میں ادغام کر دیا، اسی طرح خیر کو بھی سمجھیے، یاد رکھیے کہ خیر اور شر ہر جگہ اسم تفضیل ہو کر ہی استعمال نہیں ہوتے بلکہ کبھی محض اسم ہو کر استعمال ہوتے ہیں، جیسے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہٗ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہٗ۔ خیر کا استعمال کبھی شر کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور کبھی ضُرّ (سختی) کے کما فی قولہ تعالیٰ وان یمسسك اللہ بضرٍ فلا کاشف لہ وان یمسسك بخیر فھو علی کل شیء قدیر۔

فائدہ خالدین حال مقدرہ ہوگا اور حال کی اقسام ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۹ پر۔

لغات خالدین ہمیشہ رہنے والے۔ (ن) اسم فاعل جمع مذکر، خَلَدَ (ن) خُلْدًا وخُلُوْدًا: ہمیشہ رہنا۔ شَرٌّ، خَیْرٌ

کی طرح اسم تفضیل ہے، اور دراصل اَشَرُّ اور اَخْیَر ہے مزید تفصیل دراختیاری مطالعہ۔ شَرَّ (ن،س) شَرًّا: شری اور فسادی ہونا، البَرِيَّة مخلوق، جمع البرایا، دراصل بَرِیْئَةٌ تھا (ہمزہ کے ساتھ) فَعِیْلَةٌ صیغہ صفت بمعنی مفعولۃ ہے، ہمزہ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا، مشتق من البرء، بَرِیَٔ (ف) برءًا: پیدا کرنا۔ عَدْن (ض) کا مصدر، عَدَنَ (ض) عَدْنًا: قیام کرنا، رہائش اختیار کرنا، جَنَّةُ عدن، رہائش یا قیام کا باغ، بعض حضرات عَدْن کو علم کہتے ہیں اور بعض جنت کی صفت قرار دیتے ہیں جو عَلَم قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جنت کے ایک خاص مقام اور درجہ کا نام ہے، امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں، دار الخلد، دار الجلال، دار السلام، جنت عدن، جنت الماویٰ، جنت نعیم، جنت الفردوس، جو لوگ عَدْن کو صفت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی اثبات واستقامت کے ہیں لہٰذا اس اعتبار سے تمام جنتیں جنت عدن ہیں۔ اَبَدًا ہمیشہ، جمع آباد (زمانہ مستقبل غیر محدود کے لئے) رَضِیَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، رَضِیَ عنه (س) رِضًا و رِضاءً و رِضوانًا و مَرْضَاة: کسی سے خوش ہونا۔ خَشِیَ (س) ماضی واحد مذکر غائب، خَشِیَ (س) خشیةً: ڈرنا۔

ترکیب اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا... (کلام مستانفٌ مسوقٌ للشروع فی بیان مقرّ الاشقیاء وجزاء السُّعداء) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول کفروا فعل واؤ ضمیر ذوالحال مِن جارہ اهل الکتب مضاف مع مضاف الیہ معطوف علیہ واؤ حرف عطف المشرکین معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنین محذوف کے ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اسم اِنَّ، فی جارہ نار جهنم مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ساکنون یا مُحرَقون یا کائنون محذوف کے متعلق، اور اس کے اندر ضمیر ذوالحال خالدین فیها (فیها متعلق خالدین صیغہ اسم فاعل کے) کائنون کی ضمیر سے حال مقدرہ، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ...... اولئك مبتدا هُمْ ضمیر فصل[1]، شر البریة مرکب اضافی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، (لا محل لها، استینافیہ) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ...... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت معطوف ومعطوف علیہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے اسم اِنَّ، اولئك مبتدا هم ضمیر فصل، خیر البریة مرکب اضافی خبر، مبتدا مع خبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

[1] **قوله** هُم دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ ضمیر مبتدا اور مابعد خبر، مبتدا مع خبر کے خبر مبتدا اول کی، **قوله** اولئک هم شر البریة یہ جملہ تعلیلیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی ان لوگوں کے خلود فی النار کی تعلیل۔ اور اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ...... جزاؤھم مرکب اضافی ہوکر مبتدا، عند ربھم مرکب اضافی ہوکر ظرف ہے جزا مصدر کا (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، تفسیر مظہری)[1] جنّاتُ عدنٍ مرکب اضافی ہوکر ذوالحال[2] تجری فعل مِنْ تحتِھَا اس کے متعلق الانھارُ فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، خالدین فیھا اَبدًا...... خالدین صیغہ اسم فاعل، ضمیر ھُم فاعل، ابدًا اس کا ظرف (ظرفِ زمان) خالدین کا عامل محذوف ہے اَیْ دَخَلُوھا، خالدین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر شبہ جملہ ہوکر حال مقدرہ ہے دَخَلو کی ضمیر فاعل سے[3]

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ...... رَضِیَ فعل، اللہ فاعل عَنْهُمْ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرفِ عطف رضوا فعل بافاعل عنہ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا (استیناف نحوی واخبارٌ عما تفضل عزوجل بہ زیادۃ علی ما ذکر من اجزیۃ اعمالھم، روح المعانی)[4] ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ...... ذٰلك (ای المذکور من الجزاء والرضاء) مبتدا لام جارہ مَن اسم موصول خَشِیَ فعل، ضمیر ھُو مستتر فاعل، ربَّهٗ مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ثابتٌ کے متعلق ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝٣

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی • اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی • اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا •

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝٥ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا

اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی • اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا • اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے

[1] عندربھم کسی محذوف کا ظرف ہوکر جزاءُ سے اور ھم ضمیر سے اور جناتُ سے حال بھی ہوسکتا ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

[2] ذوالحال معرفہ ہوتا ہے یا نکرہ مخصصہ، لہٰذا جنات کی اضافت علم (عدن) کی طرف ہونے کی بناء پر اس میں تعریف آگئی، یا اگر عدن اسم جنس ہے تو اس میں تخصیص آگئی (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

[3] خالدین الخ کو جزاءھم کی ھم ضمیر سے حال قرار دیے جانے کو اعراب القرآن میں منع لکھا ہے اور تفسیر مظہری میں جائز لکھا ہے۔

[4] **قولہ** رضی اللہ الخ یہ اولئک مبتدا کی خبر ثانی بھی ہوسکتا ہے، نیز اِنّ حرف مشبہ بالفعل کی خبر ثانی بھی ہوسکتا ہے، اس وقت جزاؤھم الخ جملہ معترضہ ہوگا (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) روح المعانی میں ہے کہ ویجوزان یکون بیانا لمن یقول آلھم فوق ذٰلک امر آخر وجُوِّزان یکون دعاءً لھم من ربھم وھو خلاف الظاھر یعنی اس کا جملہ دعائیہ ہونا خلاف ظاہر ہے (روح المعانی)

اَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں • سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا • اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا •

ربط والضحیٰ میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے وقوع قیامت اور اس میں جزاوسزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔ بالفاظِ مختصر سورت سابقہ میں جزائے فریقین کا ذکر تھا اس سورت میں وقتِ جزا کا ذکر ہے۔

تشریح شروع آیات میں وقوع قیامت اور اس کے احوال کو بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ "اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۞" "جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی" "سخت جنبش" مفعول مطلق یعنی زلزال کا ترجمہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ ساری زمین کو نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا (اس زلزلہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ زلزلہ نفخۂ اولیٰ سے پہلے دنیا میں واقع ہوگا یا نفخۂ ثانیہ کے بعد جب مردے زندہ ہو کر زمین سے اٹھیں گے، اس سورت میں جو آگے احوال قیامت اور حساب کتاب کا ذکر ہے وہ قرینہ اس بات کا ہے کہ یہاں نفخہ ثانیہ کے بعد کا زلزلہ مراد ہے، اور اس زلزلہ وجھٹکے سے پہاڑ وغیرہ سب گر کر زمین کے برابر ہو جائیں گے تاکہ محشر کا میدان بالکل ہموار اور صاف ہو جائے۔ "وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۞" "اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی بوجھ سے مراد دفینے یعنی سونا چاندی اور مردے ہیں، اور کیفیت یہ ہوگی کہ کوئی بھی اس مال وزر کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کرے گا بلکہ کفِ افسوس ملے گا کہ اس بے حیثیت مال وزر کی وجہ سے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا، فلاں سے قطع تعلق کیا تھا، فلاں پر ظلم کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ "وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۞" "اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا یعنی کافر آدمی بوجہ تعجب اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا کہ یہ اس طرح ہل رہی ہے اور سب دفینے باہر آرہے ہیں، آگے جواب شرط ہے یعنی "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۞ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۞" "اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا یعنی اچھی بری سب خبریں، مثلاً کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے فلاں کو ناحق قتل کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ زمین اگرچہ بے زبان ہے مگر خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس کو زبان وعقل عطا فرمادے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے (چناں چہ درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا، بتوں کا کلمہ پڑھنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، ستون حنانہ کا آہ وبکا کرنا احادیث سے ثابت ہے)

"يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞" "اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ اشتات، شَتٌّ کی جمع ہے بمعنی مختلف ومتفرق، مطلب یہ ہے کہ لوگ باگ موقف حساب سے جب لوٹیں گے یعنی حساب سے فارغ ہو کر تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی قرار پا کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی تاکہ ان کو ان کے اعمال یعنی ثمراتِ اعمال دکھلا دیئے جائیں، (اعمال بولا اور مراد اعمال کے ثمرات

ہیں لہٰذا سبب بول کر مسبب مراد ہے) ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ'' ''سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی جو شخص دنیا میں ادنیٰ درجہ یعنی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو آخرت میں دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کو اس کا پھل ملے گا، بشرطیکہ وہ نیک کام ایمان کی حالت میں کیا ہو، لہٰذا اگر کوئی کافر بھلا کام کرلے تو اگر چہ اس کو دنیا میں اس کا صلہ دے دیا جائے گا مگر آخرت میں اسکو اس بھلے کام پر کوئی اجر نہیں ملے گا (اور اگر کسی ایمان والے نے کچھ اچھے اعمال کئے اور کچھ برے اعمال، تو وہ بالآخر ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیا جائے گا اور مذکورہ آیت کے وعدہ کے مطابق اس کو اس کے نیک عمل کا بدلہ ضرور ملے گا اور اگر مومن نے کوئی نیکی کا کام نہیں کیا تو خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے وہ اس کا صلہ ضرور پائے گا۔ ''وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ'' ''اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا یعنی آخرت میں اس کی سزا بھگتے گا، (یعنی وہ بدی اور شر جس کی اپنی زندگی میں توبہ نہ کی ہو، اور اگر توبہ سے وہ گناہ معاف ہوگیا تو اب وہ گناہ گناہ نہیں رہا) یا ارحم الراحمین ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمانا۔ آمین ثم آمین

یارب میری ہستی پر کچھ خاص کرم فرما ☆ بخشے ہوئے بندوں میں مجھ کو بھی رقم فرما

اختیاری مطالعہ

مرتد کے نیک عمل اگر نیکی کے کام کرکے ان کو فنا کردیا یعنی وہ مرتد ہوگیا تو اس کے بارے میں آیت قرآن ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت ہوجاتے ہیں، اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں، حالت اسلام میں نماز روزہ جو کچھ کیا تھا سب کالعدم ہوجاتا ہے۔ اگر یہ شخص پھر مسلمان ہوجائے تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پائے گا نہ کہ پہلے اعمال حسنہ کی، امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے چناں چہ اگر یہ حج کرچکا تھا تو اب اسلام قبول کرنے کے بعد امام صاحبؒ دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں، امام شافعیؒ دونوں باتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی ابتداء سے ہی کافر ہے نہ کہ مرتد، اور کوئی نیک کام کرلے تو اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا تو سب اعمال حسنہ پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مرگیا تو سب بیکار ہوجاتا ہے، حدیث اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ اسی معنی میں وارد ہے، غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہے اسی وجہ سے کافر اصلی سے جزیہ قبول ہوسکتا ہے، اور مرتد اگر اسلام نہ لائے تو اگر مرد ہے قتل کردیا جاتا ہے اور اگر عورت ہے تو حبس دوام کی سزا دی جاتی ہے کیوں کہ مرتد نے اپنے فعل سے اسلام کی توہین کی ہے۔ (بیان القرآن)

ملحوظہ: اگر کوئی کافر کفر پر مرگیا تو اس کے بھلے اعمال کے بیکار و ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال اس کو دائمی عذاب سے نجات نہ دلاسکیں گے ہاں احادیث صحیحہ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسکے عذاب میں تخفیف ہوجائے گی، چناں چہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف نبی اکرم ﷺ کی حمایت کی وجہ سے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور آیت لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ سے مراد

عذاب جو کفر ہے کہ اس میں تخفیف نہ ہوگی اور جس تخفیف کا اوپر ذکر ہوا وہ اعمال کفر کے عذاب سے متعلق ہے، یعنی ایک ہے نفس عذاب جو بوجہ کفر ہوگا اور ایک ہے شدت عذاب جو بوجہ اعمال کفریہ ہوگا تو نفس عذاب میں تخفیف نہ ہوگی کہ عذاب سے خلاصی ہو جائے اور جنت رسید کر دیا جائے۔

لغات زُلْزِلَتْ باب فَعْلَلَة (رباعی مجرد) سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زَلْزَلَهٗ زَلْزَلَةً وزِلْزَالاً: ہلا ڈالنا، زَلِزَ (س) زَلَزًا: پریشان ہونا۔ زِلْزَال مصدر از فعللہ۔ اَثْقَال واحد ثِقْلٌ بوجھ (مراد دفینے اور مردے) تُحَدِّثُ (تفعیل) مضارع واحد مؤنث غائب، بمعنی بیان کرنا[1]۔ اَخْبَار واحد خَبَرٌ۔ اَوْحٰی (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَوْحٰی الیہ ولہٗ: حکم دینا، اشارہ کرنا، وَحٰی الیہ ولہ یحِي (ض) وَحْیًا: حکم دینا، اشارہ کرنا۔ یَصْدُرُ مضارع واحد مذکر غائب صَدَرَ عنہ (ن) صَدْرًا: واپس ہونا، لوٹنا۔ الناسُ (مرّ فی سورۃ المطففین) اَشْتَاتًا: واحد شَتٌّ وشَتَاتٌ، مختلف، متفرق۔ لِیُرَوْا (افعال) مضارع مجہول جمع مذکر غائب (دیکھئے فَاَرَاہُ الآیۃ الکبریٰ سورۃ النازعات) مِثْقَالَ بمعنی برابر، جمع مثاقیل۔ (مثقال یہاں بطور اسم آلہ مستعمل نہیں بلکہ بطورِ اسم مستعمل ہے) ذَرَّۃ ریت کا ذرہ، (۲) چھوٹی چیونٹی، جمع ذرّات (مراد قلت کو بیان کرنا ہے) خیرًا اسم (دیکھئے سورۃ الاعلیٰ) یَرَ (ف) مضارع مجزوم واحد مذکر غائب، بمعنی دیکھنا۔ شرٌّ برائی، جمع شرور۔ (خیراً وشرًّا دونوں یہاں بطور اسم تفضیل مستعمل نہیں بلکہ بطور اسم مستعمل ہیں)

ترکیب اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا... اِذَا ظرفیہ مضاف متضمن بمعنی الشرط، زُلزِلت فعل مجہول الارضُ نائب فاعل، زِلزالھا مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر معطوف علیہ، واوٴ حرف عطف اَخرجت الارضُ فعل، معہ فاعل (اخراج کی نسبت زمین کی طرف مجازاً ہے کیونکہ مُخرج حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں) اثقالھا مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واوٴ حرف عطف قال الانسانُ فعل اپنے فاعل سے مل کر قول[2] ما اسم استفہام مبتدا لھا ثابتٌ محذوف کے متعلق ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہے اپنے جواب تُحدِّثُ کا، یومئذٍ تحدث اخبارَھا باَنّ ربك اَوحٰی لھا، یومئذٍ[3] بدل ہے،

---

[1] حَدَثَ الامرُ (ن) حُدُوْثًا: پیش آنا، واقع ہونا، پیدا ہونا۔

[2] قولہ وقال الانسانُ الخ انسان میں دو قول ہیں (۱) انسان اسم جنس ہے اس سے مراد مومن اور کافر دونوں ہیں ای المومن یقول ذٰلک بطریق الاستعظام والکافر بطریق التعجب، ای یقول المومن ھٰذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے صرف کافر انسان مراد ہے۔ (روح المعانی، اعراب القرآن)

[3] یومئذٍ کی تنوین جملہ کے عوض میں ہے ای یوم اِذْ تُزلزلُ الارضُ زلزالھا وتخرجُ الارضُ اثقالھا ویقول الانسان مالھا، لفظ اِذْ کا ذال اور تنوین (جو کہ نون ساکن کے حکم میں ہوتی ہے) دونوں ساکن ہیں لہٰذا ذال کو کسرہ دیدیا۔

اِذا زُلزلت الخ سے (تفسیر مظہری) (مبدل منہ یعنی اِذا اور بدل یعنی یومئذٍ کا عامل تُحدث ہے) تُحَدِّثُ فعل، ضمیر فاعل اَخبارَھا مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ ثانی، (اور مفعول بہ اول محذوف ہے اَی الخلقَ) با حرف جر اَنّ ربّكَ اوحٰی لھا جملہ اسمیہ بتاویل مفرد ہوکر مجرور (لھا متعلق اوحی کے، واللام بمعنی الی اور بجائے الی کے لام کو رعایت فواصل کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے، لیکن روح المعانی میں ہے کہ اوحی کا صلہ لام بھی آتا ہے) جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا تُحَدِّثُ کے، تحدثُ (جو کہ بمنزلہ جزا کے ہے) اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق اور ظرف (اذا زلزلت الخ) سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا[1]۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ...... یومئذٍ اپنے مابعد یَصدُرُ کا ظرف[2]، یَصْدُرُ فعل النَّاسُ ذوالحال اشتاتًا حال، اَی متفرقین بحسب طبقاتھم ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، لام برائے تعلیل یُرَوا فعل مجہول، واؤ ضمیر نائب فاعل (جو کہ بمنزلہ مفعول اول ہے) اعمالھم مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ، ای جزاءَ اعمالھم[3] فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا یَصدُرُ کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ (لامحل لھا، استینافیہ) (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ . . . فا عاطفہ تفریعیہ (اعراب القرآن) مَن اسم شرط مبتدا، یَعْمَلْ فعل شرط، ضمیر ھو مستتر فاعل، مثقال ذرّۃٍ[4] مرکب اضافی ہوکر ممیز یا مبدل منہ، خَیْرًا تمیز یا بدل، ممیز اپنی تمیز سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط، یَرَ فعل مجزوم، ضمیر ھو فاعل ھاء ضمیر مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط اپنی جزا سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ...... واؤ حرف عطف مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ حسب سابق ترکیب ہوکر معطوف (یَرَہٗ ای یریٰ جزائہ) معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل ملا کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔ (روح المعانی میں ہے کہ فمن یَعْمَل لخ ما قبل لِیُرَوا کی تفصیل ہے، لہٰذا اس صورت میں فا تفصیلیہ ہوگا)

[1] قولہ اذا زلزلت الخ ایک ترکیب یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ اُذکر محذوف کا مفعول بہ ہو اَی اذکُر ذٰلک الوقت یا یحشرونَ محذوف کا ظرف ہو۔

[2] قولہ یومئذٍ اپنے ماقبل یومئذٍ سے بدل بھی ہوسکتا ہے اور یومئذٍ اول کی تاکید بھی ہوسکتا ہے (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

[3] قولہ لِیُرَوا الرویۃ ھٰھنا بصریۃ ولذٰلک عُدِّیَتْ الی اثنین لِاَنَّ اَرٰی یتعدی الی ثلاث، لیروا، اَوحی کے متعلق بھی ہوسکتا ہے، اور درمیانی جملہ جملہ معترضہ۔ (روح المعانی)

[4] قولہ مثقال ذرۃٍ تمیز کے بعض احکام، تمیز دو قسم پر ہے (۱) تمیز مفرد سے ہو یعنی اس کا ممیز ملفوظ ہو، عدد ہو یا وزن ہو یا کیل ہو یا مساحت ہو یا مقیاس ہو اور اس قسم میں تمیز منصوب ہوگی، نیز مِن جارہ داخل کر کے تمیز مجرور بھی ہوسکتی ہے جیسے اشتریتُ صاعاً من تمرٍ، نیز مجرور بالاضافۃ ہونا بھی درست ہے، جیسے اشتریتُ صاعَ تمرٍ، البتہ عدد کی تمیز منصوب ہی ہوگی، دوسری قسم یہ ہے کہ تمیز جملہ سے ہو یعنی اس کا ممیز جملہ کے معنی سے ملحوظ و مفہوم ہو اور یہ قسم منصوب ہی ہوگی جیسے وفجرنا الارض عیونا (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ)

سورۃ العٰدیٰت — مکیّۃ

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں • پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں • پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں • پھر اس وقت غبار اڑاتے

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾

ہیں • پھر اس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں • بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے • اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے •

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۸﴾

اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے •

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سورت میں اس کی مذمت اور اس پر جزا کا مرتب ہونا مذکور ہے۔ (مثلاً ناشکری وحب مال جیسے اعمال قبیحہ)

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں کام آنے والے گھوڑوں کی چند صفات بیان کی اور ان کی قسم کھا کر یہ فرمایا کہ بے شک انسان (حضرت تھانویؒ نے کافر انسان مراد لیا ہے) اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، واضح رہے کہ مخلوق کے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، یہ اللہ کی خصوصیت ہے کہ اپنی مخلوق میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر خاص احکام وواقعات بیان فرماتے ہیں، تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ "وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾" قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں عادیات، عَدْوٌ سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں، جمہور کے نزدیک جنگی گھوڑے مراد ہیں، بعض کے نزدیک اونٹ مراد ہیں، اور ضَبْحًا کے معنی اس خاص آواز کے ہیں جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے جوف یعنی پیٹ سے نکلتی ہے، یعنی تیز رفتاری کی وجہ سے ان کے پیٹ سے آواز نکلنے لگتی ہے جس کو سانس پھولنا اور سانس چڑھنا بھی کہتے ہیں۔ "فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾" پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں یعنی وہ گھوڑے پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ مُوْرِیَات، اِیْرَاءٌ (باب افعال) سے مشتق ہے جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کی ٹاپوں یعنی پیروں کی رگڑ سے چنگاریاں نکلتی ہیں جیسا کہ دیا سلائی کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے، اور قَدْحٌ کے معنی ہے ٹاپ مارنا۔ (یعنی جب گھوڑا پتھریلی زمین پر تیزی سے دوڑتا ہے تو خصوصاً جب کہ اس کے پیر میں آہنی یعنی لوہے کی نعل ہو تو ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہے) "فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾" پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں یعنی وہ گھوڑے صبح کے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور چھاپہ مارتے ہیں (مُغِیْرَات، اِغَارَۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے کے ہیں

اور حملہ کرنے کی نسبت گھوڑوں کی طرف مجازاً ہے ورنہ حملہ تو گھوڑے والے کرتے ہیں۔ اور صبح کے وقت کی تخصیص بیان عادت کے طور پر ہے کیوں کہ اہل عرب اظہارِ شجاعت کی بناء پر رات کی اندھیری میں چھاپہ مارنے کو معیوب سمجھتے تھے، اس لیے صبح کے وقت حملہ کیا کرتے تھے۔ ''فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا'' ''پھر وہ گھوڑے اس وقت یعنی صبح میں غبار اڑاتے ہیں نَقْعٌ کے معنی غبار کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت میں غبار اڑنا گھوڑوں کے زیادہ تیز دوڑنے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ یہ وقت غبار اڑنے کا نہیں ہوتا، کسی سخت دوڑ ہی کی وجہ سے اس وقت غبار اڑ سکتا ہے، ''فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا'' ''پھر اس وقت صبح میں جماعت میں جا گھستے ہیں یعنی وہ گھوڑے بے خوف وخطر دشمنوں کی جماعت اور ان کی صفوں میں جا گھستے ہیں، آگے جواب قسم ہے۔ ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ'' ''بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ کہ ایک گھوڑے کے برابر بھی وفا نہیں کرتا'' وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ'' ''اور اس کو خود بھی اس کی (یعنی ناشکری کی) خبر ہے۔ یعنی کبھی تو انسان ابتداء ہی میں اور کبھی کچھ غور وفکر کے بعد اپنی ناشکری کا احساس کر لیتا ہے (ظاہر ہے کہ ایک طرف سے تو انعامات کی بارش اور دوسری طرف انسان کے قول وفعل سے اس کی ناشکری اور عدم اطاعت تو انسان کو اپنی اس حرکت کا احساس ضرور ہوگا۔

میری خوخطا تیری خوعطا ☆ نہ وہ مجھ میں کم نہ یہ تجھ میں کم

''وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ'' ''اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی مال ودولت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یہی اس کی ناشکری کا سبب ہے (مال کی محبت فی نفسہٖ کوئی امر قبیح نہیں ہے، لیکن اگر مال کے چکر میں پڑ کر احکام خداوندی سے غافل ہو جائے اور حلال وحرام کی پرواہ نہ کرے تو اب مال کی یہ حرص مذموم ہے۔ (لحب الخیر ای فی حُبّ الخیر)

قسم اور جواب قسم میں مناسبت قرآن کریم جس چیز کی قسم کھا کر کوئی مضمون بیان کرتا ہے تو اس چیز کو اس مضمون کے ثبوت میں دخل ہوتا ہے، اور یہ چیز گویا اس مضمون کی شہادت دیتی ہے، جواب قسم یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے اور قسم جنگی گھوڑوں کی کھائی گئی اور جنگ وجدل کا سبب بھی ایک فریق کی کنودیت اور ناشکری ہوتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جنگی گھوڑوں کی خدمات کا ذکر کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑا محض اس وجہ سے کہ اس کا مالک اس کو گھاس اور تھوڑا سا دانہ کھلا دیتا ہے اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے، اور گھمسان کی لڑائی میں اور گولیوں کی بارش میں کود پڑتا ہے حالانکہ انسان نے اس گھوڑے کو پیدا نہیں کیا، صرف تھوڑی سی دیکھ بھال رکھتا ہے، اس کے بالمقابل انسان کو دیکھئے جو قطرۂ منی سے پیدا کیا گیا ہے وہ کس قدر ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی ہی کو بھول بیٹھا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اِنَّ الانسان لربہ لکنودٌ: الانسان میں الف لام جنسی ہے مگر جنس انسان مراد نہیں۔ یعنی کافر ومومن سب مراد نہیں، بلکہ

جنس انسان کے بعض افراد مراد ہیں۔ یعنی کفار، دیگر بعض افراد اس کنودیت سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ارشاد باری ہے وقلیلٌ من عبادی الشکور (میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں) لہٰذا ناشکری وحب مال یہ دونوں خصلتیں دراصل کافر کی ہیں اور اگر کسی مسلمان میں بھی خدانخواستہ یہ خصلتیں پائی جائیں تو اسے ان سے باز آجانا چاہیے۔ (روح المعانی)

لغات اَلْعَادِیَاتِ (ن) اسم فاعل جمع مؤنث، العادِیَۃُ کی جمع، دراصل العادِوات ہے، مشتق مِنَ العَدْوِای تجری بسرعۃ مثل العدو، واؤ اپنے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی۔ (روح المعانی) عَدا (ن) عَدْوًا وعَدَوَانًا وعُدُوًّا: دوڑنا، (راہِ خدا میں مجاہدین کے تیز رفتار گھوڑے مراد ہیں) ضَبْحًا باب فتح کا مصدر، ہانپنا، دوڑنے کی حالت میں گھوڑے کا جوف سے آواز نکالنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جانوروں میں سوائے گھوڑے، کتے اور لومڑی کے ہانپنے کی آواز کسی اور جانور کی نہیں ہوتی (مظہری) اَلْمُوْرِیَات باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث (پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے والے گھوڑے) اَوْرٰی اِیْرَاءً: آگ نکالنا، وری (ض) وَرْیًا وِرِیَۃً: آگ نکالنا۔ قَدْحًا باب فتح کا مصدر، ٹاپ مارنا، قَدَحَ بالزَّنْدِ، چقماق سے آگ نکالنا (گھوڑوں کا نعل دار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مارنا) المُغِیْرَاتِ باب افعال سے اسم فاعل جمع مؤنث، اَغَارَ اِغَارَۃً: تاخت تاراج یعنی حملہ کرنا، چھاپہ مارنا[1]۔ حملہ آور ہونا اصحاب الخیل کی صفت ہے، لہٰذا گھوڑوں کی طرف نسبت ہونا یا تو مجازاً ہے یا عبارت بتقدیر مضاف ہے والاصلُ فالمغیرُ اصحابہا۔ (روح المعانی) صُبْحًا دن کا ابتدائی حصہ، جمع اَصْبَاح۔ اَثَرْنَ (افعال) ماضی جمع مؤنث غائب، اَثَارَ اِثَارَۃً: اٹھانا، اڑانا، ثَارَ الغُبَارُ (ن) ثَوْرًا: گرد اڑنا۔ دراصل اَثْوَرْنَ تھا، واؤ کی حرکت ماقبل کو دیدی، اور واؤ دراصل متحرک تھا اور اب ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلدیا، پھر الف بوجہ اجتماع ساکنین گرگیا۔ نَقْعًا غبار، جمع نِقَاع ونُقُوع۔ وَسَطْنَ (ض) ماضی جمع مؤنث غائب، وَسَطَ الشیئَ (ض) وَسْطًا وسِطَۃً: درمیان میں گھسنا۔ جَمْعًا بمعنی جماعت، جمع جُمُوع۔ کَنُوْدٌ اسم مبالغہ، بڑا ناشکرا، کَنَدَ (ن) کُنُوْدًا: ناشکری کرنا۔ شَهِیْدٌ بروزن فعیل صفت مشبہ، بمعنی فاعل ہے خبر رکھنے والا، شَهِدَ شُهُوْدًا: حاضر ہونا، اور کسی چیز کے پاس حاضر ہونا گویا اس کو جاننا اور اس کی خبر رکھنا ہے اس لیے شہیدٌ کا ترجمہ ہے خبر رکھنے والا۔ وفی الروح فالشہادۃُ بلسان الحال الذی ھو افصحُ من لسان المقال، وقیل ھی بلسان المقال لکن فی الآخرۃ، وقیل شہیدٌ من الشہود لا من الشہادۃِ بمعنی انہ کفورٌ مع علمہ بکفرانہٖ۔ حُبّ بمعنی محبت، باب سمع کا مصدر، محبوب وپسندیدہ ہونا۔ الخیر یہاں مراد مال ہے (مزید تحقیق سورۃ الاعلیٰ میں) شَدِیْدٌ مضبوط، (مرّ فی سورۃ البروج)

ترکیب وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا...... واؤ حرف قسم وجر العادیٰتِ صیغہ اسم فاعل، ضمیر ھُنَّ مستتر ذوالحال، ضَبْحًا فعل محذوف یَضْبَحْنَ کا مفعول مطلق،

[1] غَارَ (ض) غَیْرًا: نفع پہنچانا۔

یَضْبَحْنَ جملہ ہوکر حال، از ضمیر عادیت[1] ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ۔ فا حرف عطف الموریت صیغہ اسم فاعل، ضمیر ھُنَّ ذوالحال قَدْحًا فعل محذوف یَقْدَحْنَ کا مفعول مطلق، پھر مکمل جملہ حال از ضمیر الموریات، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فا حرف عطف المغیرات صیغہ اسم فاعل ضمیر ھُنَّ فاعل، صُبْحًا مفعول فیہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر معطوف علیہ معطوف، فا عاطفہ اَثَرْنَ فعل جمع مؤنث، ضمیر ھُنَّ فاعل، بہٖ متعلق اَثَرْنَ کے (بہٖ ای بالوادی وھو مکان العدو، وقیل یعودُ علی الصبح والباء فی کل من التفسیرین بمعنی فی) نَقْعًا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ معطوف (اَثَرْنَ کا عطف المغیرات پر ہے کیونکہ وہ الف لام کے لئے بمنزلہ صلہ کے ہے ای فاللاتی اغرْنَ فاَثرنَ اسی طرح العادیت اور الموریات بمعنی اللاتی عدونَ فاورینَ ہے لہٰذا اس اعتبار سے عطف الفعل علی الفعل ہوگیا (لامحل لہا) فا حرف عطف وَسَطْنَ فعل، ضمیر ھُنَّ فاعل، بہٖ اس کے متعلق (والضمیر یعودُ علی الصبح او علی النقع) جَمْعًا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف اُقْسِمُ کے، اس میں ضمیر اَنَا فاعل پھر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قسم، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ...... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الانسان اسم لربہٖ اپنے مابعد کنودٌ صیغہ اسم مبالغہ کے متعلق، (واللام غیر مانعۃ من ذلک التعلق، وقُدِّمَ للفاصلۃ وقیل للتخصیص علی سبیل المبالغۃ، روح المعانی) لام مزحلقہ کنودٌ صیغہ اسم مبالغہ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، (لامحل لہا) وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ...... واؤ حرف عطف اِنَّهٗ حرف مشبہ بالفعل مع اسم، علی ذٰلک (ای علی کنودہٖ) جار مجرور متعلق مقدم شہیدٌ کے، لام مزحلقہ شہیدٌ صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف علیہ معطوف، وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ...... واؤ حرف عطف اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر ھاء اس کا اسم، لام حرف جر حب الخیر مرکب اضافی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم ہوا شدیدٌ کے، لام مزحلقہ شدیدٌ صیغہ صفت، ضمیر فاعل، پھر شبہ جملہ ہوکر حرف مشبہ بالفعل کی خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے دونوں معطوفوں سے مل ملا کر جواب قسم۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ

کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں ○ اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے ○ بے شک ان کا پروردگار

[1] قولہ ضبحا، ضبحا مصدر بمعنی ضابحات ہوکر بھی حال ہوسکتا ہے از ضمیر عادیت، نیز العادیت کا مفعول مطلق بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ معنی میں دونوں شریک ہیں لان الضبح لایکون الا مع العدو اور یہی سب ترکیبیں قدحا میں بھی ہوسکتی ہیں، اور ضبحا سے پہلے یضبحن اور تضبح دونوں نکالے جاسکتے ہیں، اور ضبح دوڑتے وقت گھوڑوں کے سانس کی آواز کو کہتے ہیں۔

يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١

ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے•

تشریح ماقبل میں یہ بیان تھا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، تو اب ان آیات میں حبِ مال وناشکری پر وعید ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝٩ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝١٠ '' کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جائیں گے جتنے مُردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔ فا عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے اَیْ أَيَفْعَلُ القبائح فلا يَعْلَمُ الخ یعنی وہ ایسی ایسی قبیح حرکتیں کرتا ہے تو کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب قبروں کے سب مردے زندہ کئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے ظاہر ہو جائے گا اور کوئی چیز چھپی نہ رہے گی، اور چوں کہ رب العالمین ہر ایک کے حال سے باخبر ہے اس لیے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا، اس لیے عقلمند کا کام یہ ہے کہ ناشکری وحب مال سے باز آجائے۔ ''اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١ '' بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے لہٰذا لوگوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے گا۔

فائدہ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے ہر وقت باخبر ہے مگر چوں کہ آخرت میں جزاوسزا کا وقوع ہوگا اس لیے اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١ میں يَوْمَئِذٍ کی قید لگادی کہ ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اِذا بُعثر ما فی القبور: ما سے مراد انسان ہیں حالاں کہ ما کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے، اور مَنْ کا استعمال ذوالعقول کے لیے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چوں کہ اگلی آیت حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ میں ما ہے تو اس کی مناسبت کی وجہ سے مافی القبور میں بھی ما استعمال کرلیا گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ چوں کہ مافی القبور میں ما کا مصداق مُردے ہیں اور مُردے عقلاء کے مرتبہ میں نہیں ہوتے، بلکہ وہ جمادات کی طرح بے عقل ہوتے ہیں۔ (روح، مظہری)

طلبہ عزیز یہ یاد رکھیں من اور ما میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوجاتے ہیں، البتہ ما بمعنی مَن کثیر الاستعمال ہے۔

لغات بُعْثِرَ رباعی مجرد باب فعللہ سے ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، بمعنی اٹھانا، زندہ کرنا، الٹ پلٹ کرنا۔ حُصِّلَ (تفعیل) ماضی مجہول واحد مذکر غائب، بمعنی ظاہر کرنا، حاصل کرنا، حَصَلَ (ن) حُصُولاً: حاصل ہونا۔ الصُّدُور واحد الصَّدْرُ سینہ۔ خَبِيْرٌ باخبر، اللہ کا اسم صفت، صفت مشبہ، خَبَرَ الشيئَ (ن، ک) خُبْرًا حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہونا۔

ترکیب اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ... ھمزۃ برائے استفہام انکاری، فا عاطفہ اور معطوف علیہ محذوف ہے اَیْ ایفعلُ القبائح فلا يَعلَمُ اذا الخ، يَعْلَمُ فعل، ضمیر فاعل، اِذَا بمعنی وقت

مضاف، مجرد عن الشرط، بُعْثِرَ ما فی القبور جملہ ہوکر معطوف علیہ (ما اسم موصول فی القبور ثبت کے متعلق ہوکر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے نائب فاعل) واوٌ عاطفہ حُصِّلَ ما فی الصدور جملہ ہوکر معطوف (ما فی الصدر حسب سابق اسم موصول مع صلہ ہوکر نائب فاعل) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر یَعْلَمُ کا مفعول بہ (روح المعانی میں ہے وقیل اِن اذا مفعول بہ لیعلمَ علی معنی افلا یعلمُ ذٰلک الوقتَ واضح رہے کہ جب علم معرفت کے معنی میں ہو تو علم کے لئے ایک مفعول بہ کافی ہے) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ (یفعل القبائح) اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ[1] اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ...... اِنّ حرف مشبہ بالفعل ربَّھُم (ای المبعوثین) مرکب اضافی ہوکر اسم اِنّ، بھم اور یومئذٍ دونوں متعلق مقدم خبیرٌ کے، لام مزحلقہ برائے تاکید، خبیرٌ صیغہ صفت، ضمیر فاعل، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم اور ظرف مقدم سے مل کر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

سورۃُ القَارِعَة مکیّۃٌ

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیسی ہے وہ کھڑکھڑانیوالی چیز • اور آپکو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز • جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو

الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۶﴾

جاویں گے • اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے • پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا •

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ

وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا • اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا • اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا • اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ

مَا هِيَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾

کیا چیز ہے • ایک دہکتی ہوئی آگ ہے •

---

[1] دوسری ترکیب اس طرح ہوسکتی ہے کہ اِذا بُعثِرَ کا عامل مقدر مانا جائے اور عبارت اس طرح ہو، افلا یعلمُ الانسانُ فی الدنیا انّا نُجازیہ اذا بعثر الخ اس وقت اِذا بعثر الخ نُجازیہ کا ظرف ہوگا، اور انّا نجازیہ الخ فعل مذکور یعلم کے لئے دو مفعولوں کے درجہ میں ہوگا، اور اِنّ ربّھم بھم یومئذٍ لخبیر فعل نجازی کی تعلیل، ای لِاَنّ ربھم الخ اور اِنّ ربّھم الخ میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ وہ یعلم فعل کے لئے بمنزلہ دو مفعولوں کے ہو، **قوله** ما فی القبور ایراد ما لکونھم اذ ذاک بمعزل من رتبۃ العقلاء۔

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے جزاوسزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح ان آیات میں قیامت آنے کی ایک خاص حالت کہ اس وقت انسانوں اور پہاڑوں کی ایک خاص کیفیت ہوگی اس کو بیان کیا ہے، اور پھر اس کے بعد اعمال کے وزن کئے جانے اور ان کے ہلکے بھاری ہونے پر جزاوسزا کا بیان ہے۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں: ''اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝'' وہ کھڑکھڑانے والی چیز، کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز، اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔ قارعۃٌ کے معنی کھڑکھڑانے اور لرزا دینے کے ہیں اور یہ لفظ قیامت کا علم وصفی ہے آیت کے اندر حادثہ قیامت کو بیان کرنا ہے کہ دلوں کو گھبراہٹ سے اور کانوں کو سخت آواز اور خوف ناک دھماکہ سے کھڑکھڑا دے گا اور لرزا دے گا اور اس کی ہیبت ایسی گھناؤنی ہوگی کہ جو انسانی تصور سے بالاتر ہے، آگے اس کھڑکھڑانے کا وقت بتلاتے ہیں کہ ''يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝'' جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہوجائیں گے، اور پہاڑ دُھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔ گھبراہٹ اور کھڑکھڑانے کا یہ عظیم حادثہ اس وقت ہوگا جب لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر میں پریشان حال پروانوں کی طرح سرگرداں اور بدحواس ہوں گے، یہاں آدمی کو پریشان پروانوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ تشبیہ چند چیزوں میں ہے، نمبر ایک کثرت میں کہ جس طرح روشنی کے آس پاس پروانوں کا ہجوم رہتا ہے، اسی طرح سارے اولین وآخرین انسان ایک میدان میں جمع ہوجائیں گے، نمبر دو کمزور اور عاجز ہونے میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانوں میں کوئی دم خم نہیں ہوتا بلکہ عاجز وکمزور ہوتے ہیں اسی طرح انسان اس دن شدتِ ہول اور بدحواسی میں مثل پروانوں کے عاجز وکمزور اور بے بس ہوں گے، نمبر تین بے چینی اور بے تابی میں تشبیہ ہے کہ جس طرح پروانے روشنی پر آنے کے بعد بے چین پھرتے ہیں کوئی اِدھر کو اڑ رہا ہے اور کوئی اُدھر کو جارہا ہے، اسی طرح انسان بے چینی اور مارے گھبراہٹ کے کوئی اِدھر کو پھرے گا اور کوئی اُدھر کو۔ (البتہ بعض خاص مومنین اپنی قبروں سے مطمئن اٹھیں گے، گو ضعف وکمزوری سب کو عام ہوگی) دوسری بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ پہاڑ باوجود مضبوط اور بھاری بھرکم ہونے کے اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح دھنی ہوئی اون کے اجزاء ہوا میں اڑتے ہیں۔ (عِھْنٌ کے معنی رنگین اون کے ہیں، اور مَنْفُوش صیغہ اسم مفعول کے معنی دھنی ہوئی کے ہیں، یاد رکھئے کہ اون کے ساتھ رنگین ہونے کی قید اس وجہ سے ہے کہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں یعنی کوئی سرخ، کوئی سفید، اور کوئی کالا[1] لہٰذا مختلف رنگوں کے پہاڑ جب چورا چورا ہوکر اڑتے پھریں گے تو دیکھنے میں ایسا لگے گا گویا وہ پہاڑ دھنی ہوئی رنگین روئی یا اون کے اجزاء ہیں)

''فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝'' پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ

---

[1] کمافی قولہ تعالیٰ ومن الجبال جُدَدٌ بِیضٌ وحمرٌ مختلفٌ الوانہا وغرابیبُ سُود (سورۂ فاطر، رکوع: ۱۴)

آرام میں ہوگا۔ اس آیت میں اعمال کے وزن کرنے کا بیان ہے کہ انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے، گنے نہیں جائیں گے، لہٰذا جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا یعنی جو مؤمن ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی نجات پا کر جنت میں جائے گا۔ ''وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ﴿۹﴾'' اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔ یعنی جس کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا یعنی جو کافر ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا، ہاویہ کے معنی اگلی آیت میں ہے ''وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَةٌ ﴿۱۱﴾'' اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے یعنی ہاویہ کیا چیز ہے، فرمایا ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔ (لہٰذا یہ دہکتی ہوئی آگ ہی کافروں کا ٹھکانا ہوگا)

وضاحت: اوپر آپ نے پڑھا کہ جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ جہنم میں جائے گا تو یہ بات واضح رہے کہ پلہ کا ہلکا ہونا بوجہ قلت ایمان کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ عدم ایمان کے ہوگا، یعنی جو پلہ ایمان کے رکھنے کے لئے مخصوص ہوگا وہ خالی ہوگا اور دوسرے پلہ میں کفر ہوگا تو یقیناً خالی پلہ بھرے ہوئے کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا، اور اوپر کو اٹھ جائے گا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایمان وکفر کے علاوہ اعمال حسنہ وسیئہ کا وزن نہ ہوگا کیونکہ قرآن کی بعض آیات جیسے ونضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بها (ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اس لئے کسی شخص پر ادنی ظلم نہ ہوگا، جو بھلائی یا برائی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی نے کی ہے وہ سب میزان عدل میں رکھی جائے گی) اور دیگر احادیثِ کثیرہ سے تمام اعمال کا موزون ہونا ثابت ہے، لہٰذا ایک دفعہ کے تول سے مؤمن وکافر الگ الگ ہو جائیں گے (ایک پلہ خالی رہے گا اور ایک پلہ میں اگر مؤمن ہے تو ایمان رکھا جائے گا اور کافر ہے تو کفر رکھا جائے گا) پھر دوسری مرتبہ ایک تول ہوگا ایک پلہ میں مؤمنین کی حسنات یعنی نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلہ میں ان کی سیئات رکھی جائیں گی اگر حسنات غالب رہیں تو جنت اور اگر سیئات غالب رہیں تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوں تو اعراف اس کیلئے تجویز ہوگی، (بشرطیکہ وہ گناہ حقوق العباد میں سے نہ ہو) پھر خواہ شفاعت سے، قبل سزا کے یا سزا پانے کے بعد مغفرت ہو جائیگی اور مؤمن ایک نہ ایک دن جنت میں پہنچ جائے گا، اس سورت میں بظاہر پہلے تول کا بیان ہے (کلہ من بیان القرآن)

سوال: اعمال میں تو وزن نہیں ہوتا تو پھر ان کو کیسے تولا جائے گا؟

جواب: ایک صورت تو یہ ہے کہ نامۂ اعمال تولے جائیں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعمال مجسم ہو جائیں گے، اور ایک جواب یہ ہے کہ وزن کے لیے جسمیت کا شرط ہونا اس عالم دنیا کے ساتھ خاص مانا جائے، عالم آخرت میں غیر اجسام کا وزن بھی ممکن ہوگا اور آج کل تو طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہونے کی وجہ سے یہ چیز قابل تعجب نہیں رہی۔ (حسین احمد)

اختیاری مطالعہ

موازین جمع کیوں موازین، میزان بمعنی ترازو کی جمع ہے، اس کو جمع کیوں لایا گیا جب کہ ترازو ایک ہوگی اس کے تین جواب بضمن لغات لکھ دیئے گئے، (بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ایک بندہ کی ترازو الگ الگ ہوگی، کیوں کہ مَن معنوی اعتبار سے جمع ہے

اوراس کے مقابل موازین بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع کے مقابل جب لائی جاتی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اکائیوں کو اکائیوں پر تقسیم کیا جاتا ہے پس اس صورت میں ہر شخص کی ترازو جدا جدا ہونا لازم آتا ہے۔

بعض کے اعمال تولے نہیں جائیں گے | علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ جولوگ بلاحساب جنت میں جائیں گے ان کے اعمال کو وزن کرنے کے لیے میزان کو نصب نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کو ایک براءت نامہ دے دیا جائے گا۔ کافر کی حسنات کا ذکر سورۃ الزلزال میں آ گیا، اتنا یاد رکھئے کہ اس کی حسنات کو تولا نہیں جائے گا وہ بوجہ کفر کسی کام کی نہیں ہوں گی قرآن میں ہے اولئك الذين كفروا بآيت ربهم ولقاءه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (پ ۱۶)

قوله نار حامية: آگ تو گرم ہوتی ہی ہے تو پھر حامیة کی قید کیوں لگائی۔ دیکھئے سورۃ الغاشیۃ میں۔

لغات اَلْقَارِعَةُ (ف) اسم فاعل واحد مؤنث، کھڑکھڑانے والی، مراد قیامت ہے، قَرَعَ (ف) قَرْعًا: کھڑکھڑانا[1]۔ الفَرَاش الفراشة کی جمع، پروانہ، الفراش یہاں بطور اسم جنس کے مستعمل ہے، اسی لئے اس کی صفت کو یہاں مفرد مذکر لایا گیا ہے المَبْثُوث (ن) اسم مفعول واحد مذکر، بمعنی منتشر، پریشان، بَثَّ (ن) بَثًّا: پھیلانا، منتشر کرنا۔ العِهْنِ رنگین اون، جمعهٗ عُهُونٌ۔ المَنْفُوشِ (ن) اسم مفعول واحد مذکر، نَفَشَ القُطْنَ او الصُّوفَ (ن) نَفْشًا و نُفُوشًا: روئی یا اون وغیرہ دُھننا۔ ثَقُلَتْ (ک) ماضی واحد مؤنث غائب، ثَقُلَ (ک) ثِقَلًا و ثَقَالَةً: بھاری اور وزنی ہونا۔ مَوَازِيْنه، ميزَانٌ کی جمع، ترازو (یعنی جس میں بندوں کے نیک و بد اعمال تولے جائیں گے) اسم آلہ از وزَنَ (ض) وزْنًا و زِنَةً: وزن کرنا (۲) موزونٌ کی جمع، مراد اعمال (تفسیر مظہری)

فائدہ موازین (بمعنی ترازو) کو جمع لانا یا تو اس لئے کہ عرب لفظِ جمع کو کبھی واحد پر بھی واقع کرتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ ہر بندہ کیلئے ترازو نصب کی جائے گی اور وہ اگرچہ ایک ہی ہے مگر جن کے اعمال تولے جائیں گے وہ متعدد ہیں اور ہر ایک کے لیے اس کو نصب کیا جائے گا۔ اس لئے اس کو جمع لایا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ وہ دو پلڑوں اور ایک ڈنڈی پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے اس کو جمع سے تعبیر کر دیا۔ (بیان القرآن) عِيْشَة زندگی، گذران، مصدر، عاشَ (ض) عَيْشًا و عِيشَةً و مَعَاشًا: زندہ رہنا۔ (بمعنی زندگی و آرام حاصل مصدر ہوگا) رَاضِيَة (س) اسم فاعل واحد مؤنث یہاں فاعل کا یہ صیغہ یا تو نسبت کے لیے ہے لابن و تامر کی طرح، ای ذات رضاً خوشی والی، یعنی ایسا عیش جس سے دوسرا خوش ہو (جلالین) باقی البلاغہ کے تحت دیکھئے۔ خَفَّتْ (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، خَفَّ (ض) خَفًّا و خِفَّةً: (بالکسر و بالفتح) ہلکا ہونا۔ اُمٌّ (ٹھکانا) اصل، ماں، جمع اُمَّهات (یہاں مراد ٹھکانا ہے) هَاوِيَة نار کا اسم علم، (دہکتی ہوئی آگ) (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، روح المعانی) هَوَى (ض) هُوِيًّا: گرنا، اترنا۔ هِيَه اس میں هِيَ ضمیر ہے اور آخر میں ہاء سکتہ کی ہے تاکہ یاء ضمیر کے فتحہ کی حفاظت رہے (ہاء سکتہ کی تعریف "مشکل ترکیبوں کا حل"

---

[1] حوادث کو بھی قارعہ کہتے ہیں کیونکہ وہ دلوں کو گھبراہٹ اور دہشت سے لرزا دیتے ہیں۔

میں) نارٌ (گذر چکا) حامِیَۃ (س) اسم فاعل واحد مؤنث، حَمِیَتِ النارُ (س) حَمْیًا وحِمِیًّا: تیز اور گرم ہونا۔

البلاغۃ: عیشۃ راضیۃ: میں مجاز مرسل ہے اس لئے کہ راضی ہونے والا عیش نہیں ہوتا بلکہ صاحب عیش ہوتا ہے، اس میں علاقہ محلیت ہے، وقیل راضیۃ بمعنی مرضِیَّۃ۔ (مجازِ مرسل کی قسمیں نجوم الحواشی میں مذکور ہیں)

ترکیب اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃُ... القارِعۃُ مبتدا (او ھی نعتٌ لمنعوتٍ ای القیامۃ التی تقرعُ القلوبَ بأھوالھا) مَا اسم استفہام تعظیمی مبتدا القارعۃُ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مبتدا اول کی خبر (والرابطُ ھو اعادۃُ المبتدأ بلفظہٖ) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا[1] وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ... واؤ اعتراضیہ ما اسم استفہام تعظیمی مبتدا، اَدْرٰی فعل، ضمیر ھُو فاعل، کاف مفعول بہ اول، ما اسم استفہام تعظیمی مبتدا القارعۃُ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ۔ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ... یوم مضاف (اور یہ اپنے مابعد مضاف الیہ سے مل کر اس فعل محذوف کا ظرف ہے جس پر القارعۃُ دال ہے ای تقرعُ القلوبَ یومَ الخ) یکونُ فعل ناقص الناسُ اسم کالفراش المبثوث جار مجرور متعلق ہوکر فعل ناقص کی خبر (الفراش المبثوث موصوف صفت ہوکر مجرور ہے) فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرفِ عطف تکونُ الجبالُ کالعھن المنفوش، حسب سابق ترکیب ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا فعل محذوف تقرع کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا[2]۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ...... فا استینافیہ (اعراب القرآن و صرفہ وبیانہ) اور اعراب القرآن محی الدین الدرویش میں اس فاء کو تفریعیہ لکھا ہے، بیان القرآن کی تشریح کے اعتبار سے یہ فا تعقیبیہ بھی ہوسکتا ہے) اَمَّا حرف شرط وتفصیل مَن اسم موصول ثَقُلَتْ فعل موازینُہ مرکب اضافی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے مبتدا، فا رابطہ برائے جوابِ اَمّا، ھو مبتدا فی حرف جر عیشۃٍ راضیۃٍ مرکب توصیفی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر کائنٌ کے متعلق ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مبتدا اول کی خبر (محل رفع میں) مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ (لامحل لہا) وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ...... واؤ حرف عطف اَمّا حرف شرط وتفصیل مَنْ خفَّتْ موازینُہ حسب سابق اسم موصول مع صلہ کے مبتدا فا رابطہ اُمُّہٗ ھاویۃٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ

---

[1] **قولہ** القارعۃ: قرء عیسٰی القارعۃ (بالنصب) وخرج علی انہ باضمار فعل أی أذکر القارعۃ (روح المعانی)

[2] **قولہ** یوم یکونُ الخ یہ فعل محذوف أذکر کا مفعول بہ بھی ہوسکتا ہے (اعراب القرآن، روح المعانی) **قولہ** کالفراش الخ اگر یکون کو تامہ مانیں تو پھر کالفراش الخ الناس سے حال ہوجائے گا ای یوجدون فی المحشر حالۃ کونہم کالفراش المبثوث۔

اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ مستانفہ، وما ادراك ماھیہ اس کی ترکیب وما ادراک ما القارعۃ کی طرح ہے (ماھیۃ، ما اسم استفہام مبتدا، ھی خبر (مرجع ھاویۃ) نارٌ حامیۃٌ مرکب توصیفی ہوکر مبتدا محذوف ھی کی خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ۔ (مستانفہ بیانیہ)

سورۃ التکاثر مکیّۃ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے • یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو • ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہوجاوے گا • پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم

تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ

ہوجاوے گا • ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے • واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے • پھر واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے

الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

جو کہ خود یقین ہے • پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی •

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے غفلت عن الآخرۃ کا ترک کرنا ہے سو اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کیا ہے کہ دنیوی ساز وسامان پر فخر کرنا انسان کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے اور یہ اس کے لئے آخرت کی تباہی اور نقصان کا سبب ہے، ''اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢'' فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ دنیوی سامان مثلاً مال و دولت، اولاد وغیرہ پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یعنی کوئی کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں، دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس مال واولاد زیادہ ہے، تیسرا کہتا ہے کہ میری عزت ومرتبہ بڑا ہے، الغرض شب وروز یہی دھن لگی رہتی ہے، یہاں تک کہ تم قبرستان پہنچ جاتے ہو، یعنی اسی غفلت میں زندگی برباد کردیتے ہو یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا ہے اور آدمی مرکر قبرستان پہنچ جاتا ہے:

رنگ ظاہر پر جو تو مفتون ہے، طفل نابالغ ہے یا مجنوں ہے
جب گیا ظاہر کے اس کا رنگ وبو، کیا کرے گا پھر بتا اے نیک خو!

''كَلَّا'' ہرگز نہیں، یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت وانکار ہے ''سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣'' تم کو بہت جلد معلوم ہوجائے یعنی تم کو اس فخر وغرور کا برا انجام عنقریب معلوم ہوجائے گا (یعنی قبر میں

جاتے ہی)'' ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ '' پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ یعنی پھر دوبارہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ چیزیں قابلِ فخر اور آخرت قابلِ غفلت وانکار نہیں تم کو بہت جلد اس کا برا انجام قبر سے نکلتے ہی یعنی حشر میں معلوم ہو جائیگا، '' كَلَّا '' پھر تیسری مرتبہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ چیزیں قابلِ توجہ اور آخرت قابلِ غفلت وانکار نہیں، ''لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ '' اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یہ شرط ہے اور جزا مقدر ہے ای لما الھٰکم التکاثر) مطلب یہ ہے کہ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے، یعنی اگر تم لوگ دلائل صحیحہ سے اس تفاخر کے انجام کو جان لیتے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو کبھی اس فخر وغفلت میں نہ پڑتے، آگے اس وعید کی تاکید اور تہدید کی تشدید ہے کہ ''لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ '' واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ ''ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ '' واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے یعنی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لو گے (یعنی یہ دیکھنا دلائل اور استدلال کی راہ سے نہیں ہوگا کہ جس سے یقین حاصل ہونے میں کبھی دیر بھی لگتی ہے بلکہ یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہوگا لہٰذا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کو عین الیقین یعنی نفس یقین سے تعبیر فرمایا)''ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ '' پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا حق، ایمان واطاعت کے ساتھ بجالائے یا نہیں۔

حدیث: رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ تندرستی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی، اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا (معارف القرآن)۔

اہم بات: بیان القرآن میں لکھا ہے کہ لتسئلن کا خطاب عام ہے کہ نعمتوں کا سوال سب سے ہوگا اور پہلے خطابات بقرینۂ ردع ورویت جحیم کے کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

اختیاری مطالعہ

قولہ علم الیقین یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ علم الیقین یعنی وہ کامل تصدیق جو ہر قسم کے شبہات سے پاک ہو مگر اس کی بنیاد خبر پر ہے جیسے جنت کے تحقق کا یقین کہ سچا مسلمان اس کا انکار نہیں کرتا، عین الیقین کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا جیسے اہل جنت کا حساب وکتاب سے فارغ ہو کر دخولِ جنت کیلئے جانا اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ حق الیقین اس یقین کی مباشرت، مثلاً جنتیوں کا جنت کے عیش وآرام میں مشغول ہو جانا، اس وقت اہل جنت کو جنت کا حق الیقین حاصل ہوگا۔

قولہ لَتُسْئَلُنَّ الخ: ابوہریرہ؄ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کے قدم پلِ صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار باتوں کے متعلق باز پرس نہ کر لی جائے۔ (۱) عمر کہاں کھپائی (۲) جوانی کہاں گنوائی (۳) علم کے مطابق کیا عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا (مظہری)

لغات اَلْهٰى باب افعال سے ماضی واحد مذکر غائب، غافل کرنا، مادہ لَهْوٌ ہے، لَهَا عن الشی (ن) لُهِيًّا: غافل ہونا۔ التَّكَاثُرُ باب تفاعل کا مصدر، کثرت پر فخر کرنا، كَثُرَ (ک) كَثْرَةً: کثیر ہونا۔ زُرْتُمُ (ن) ماضی جمع مذکر حاضر، زارَهٗ

(ن) زِیارۃً: زیارت کرنا، ملاقات کرنا، (علی وزنِ قُلتُم ضُمّتِ الزاءُ للدلالۃ علی اَنّ اصل الالف الواو) المَقابِر. مَقْبَرۃٌ کی جمع، قبرستان (قَبَرَ المیّتَ (ن ض) قَبْرًا و مَقْبَرًا: دفن کرنا) الیقین صیغہ صفت، یَقِنَ الشیئَ (س) یَقْنًا: واضح ہونا، الشیئَ وبہ: جاننا، یقین حاصل کرلینا۔ یقین، طمانیتِ قلب کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو۔ لَتَرَوُنَّ (ن) لام تاکید بانونِ تاکید ثقیلہ در فعل مستقبل معروف، صیغہ جمع مذکر حاضر، مادہ رأیٌ ہے بمعنی دیکھنا[1]۔ عَین بمعنی النفس، جیسے جاء زیدٌ عینُہٗ ای نفسُہٗ۔ لَتُسْئَلُنَّ (ف) لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مضارع مجہول، صیغہ جمع مذکر حاضر (باب وغیرہ کا استعمال عمّ یتسائلون کے ضمن میں) النعیم (مرّ فی سورۃ الانفطار)

ترکیب اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ...... اَلْهٰی فعل کُم ضمیر مفعول بہ التکاثُر فاعل، حتّٰی حرف جر، اَن مصدر یہ مقدر، زُرْتُمْ فعل تُم ضمیر فاعل، المقابر مفعول بہ، جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فعل مذکور اَلْهٰی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ...... كَلَّا حرف ردع (ای ردعٌ عن التکاثر) سوف حرف استقبال تعلمون فعل، واؤ ضمیر فاعل، اور مفعول بہ محذوف ہے ای سوءَ عاقبۃِ التفاخر (والعلم بمعنی المعرفۃ المتعدیۃ لواحدٍ، روح المعانی) ثُمّ حرف عطف کلا سوفَ تعلمون، تکریرٌ لتاکید الردع مکمل جملہ معطوف، (وفی ثُمَّ دلالۃٌ علی اَن الثانی ابلغُ من الاول ولکونہٖ ابلغ نُزّل منزلۃ المغایرۃ فعُطِفَ وقیل الاوّلُ عند الموت او فی القبر والثانی بعد البعث، تفسیر مظہری، روح المعانی) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ... کلا تاکید للردع بعد تاکید (تفسیر مظہری، جلالین میں ہے کہ کلا بمعنی حقًّا ہے) لَو حرف شرط تعلمون فعل، ضمیر واؤ فاعل اور مفعول بہ محذوف ہے ای عاقبۃ التکاثر، علم الیقین مفعول مطلق (اصلہ العلم الیقین) اور یقین بمعنی متیقن ہے، (اضافۃ الموصوف الی الصفۃ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف اور مفعول مطلق سے مل کر شرط اور جواب شرط محذوف ہے، ای لَمَا اَلْهَاکُمُ التکاثرُ[2]

فائدہ لایصح اَن یکون قولہ لترونّ الجحیم ھو الجواب لانّہٗ محقق الوقوع فلا یعلّقُ (اعراب القرآن) اگرچہ روح المعانی میں تاویل کے ساتھ اس کو جوابِ لَو بنانے کو جائز قرار دیا ہے فارجع الیہ۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ...... لام موطئہ للقسم

---

[1] تَرَوُنَّ اس سے عین کلمہ یعنی ہمزہ اور لام کلمہ یعنی یا، دونوں محذوف ہیں، اس کی اصل لَتَرْاَیُوْنَنَّ تھی، یا متحرک ماقبل مفتوح، یا کو الف سے بدل دیا، پھر الف کو بوجہ التقاء ساکنین ساقط کردیا، پھر ہمزہ کی حرکت فتحہ ماقبل راء کو دی اور ہمزہ کو بوجہ ثقل اور بوجہ التقاء ساکنین حذف کردیا، پھر نون جمع کو بوجہ دخول نون تاکید ثقیلہ اور بوجہ تین نون جمع ہونے کے حذف کردیا، اور واؤ کو بوجہ اجتماع ساکنین حرکت ضمہ دی لَتَرَوُنَّ ہوگیا۔

[2] یا جوابِ قسم لما اشتغلتم بالتفاخر ما نیے یالفعلتم ما لایمکنُ وصفہ یالرجعتُم عن الکفر والتکاثر۔

اور قسم محذوف ہے أی واللہ، ترونّ فعل، واؤ ضمیر فاعل، (اور یہ نون، نونِ تاکید ہے) الجحیم مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، ثُمَّ حرفِ عطف (تکریر للتاکید وثمّ للدلالۃ علی الا بلغیۃ، روح المعانی) لام مؤطئۃ للقسم ترونّ فعل با فاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، عین الیقین مفعول مطلق (یہ مصدر محذوف کی صفت ہے أی رویۃً عینَ الیقین، یا رویۃً ھی نفسُ الیقین گویا اپنی آنکھوں دیکھ لینے کو عین الیقین سے تعبیر فرمایا مبالغۃً، لہٰذا اس بات کا احتمال بھی دفع ہوگیا کہ رویت اس جگہ علم کے معنی میں ہے کہ اس کو دو مفعول چاہئیں۔ یا پھر براہ راست اس کو مفعول مطلق مانا جائے لان الرویۃ والمعاینۃ شیئٌ واحدٌ) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے ملکر معطوف علیہ معطوف، ثم حرف عطف لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ . لَتَرَوُنَّھَا کی طرح ہے (لام قسمیہ ہے) یومئذٍ لتسئلنّ کا ظرف (ای یوم اذ ترونہا) عن النعیم متعلق لَتُسْئَلُنَّ کے، فعل اپنے فاعل اور ظرف اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جوابِ قسم[1]۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

قسم ہے زمانہ کی ● کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے ● مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور

بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے ●

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اپنی عمر کو ضائع کرنے سے بچانا اور اس کو اعمال طاعات میں صرف کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح وشان نزول: شانِ نزول یہ ہے کہ کلدۃ بن اسید جو زمانہ جاہلیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد اس نے صدیق اکبرؓ سے ملاقات کی، اور کہا کہ آپ نہایت عقل مندی سے تجارتوں میں نفع کماتے تھے، آپ کو کیا ہوا کہ ایک دم خسارہ میں پڑ گئے، باپ دادا کا دین بھی چھوڑ دیا اور لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاعت سے مایوس ہوگئے، صدیق اکبرؓ نے اس سے فرمایا کہ جو حق کو قبول اور نیکی کو اختیار کرلیتا ہے وہ ہرگز خسارہ میں نہیں رہ سکتا، چناں چہ حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر صدیق اکبرؓ کی تائید فرمائی

[1] لترونہا الخ کی قسم علیحدہ بھی محذوف مانی جاسکتی ہے اور اس کا ماقبل پر عطف کرنا بھی درست ہے اسی طرح لتسئلن بھی ہے، جملہ قسم کو حذف کرنا کثیر ہے اور حروف قسم میں سے ضمیر باء کے ساتھ خاص ہے جیسے لافعلنّ کذا ای واللہ لافعلنّ کذا (مغنی اللبیب)

ہے۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارہ میں ہے یعنی جنت کی نعمتوں سے محرومی اور عذاب جہنم کی مشغولی،مگر اس خسارہ اور نقصان سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں،ایمان،عمل صالح،دوسروں کو اعتقادِ حق پر قائم رہنے کی وصیت ونصیحت کرتے ہوں اور اعمال کی پابندی کی وصیت و نصیحت کرتے ہوں،''وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② '' قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں رنج اور خسران واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے خسارہ میں ہے''اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ '' مگر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ دونوں اپنے نفس کے لئے کمال کی چیزیں ہیں) اور ایک دوسرے کو اعتقادِ حق پر قائم رہنے کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی کی وصیت کرتے رہے،(یہ بعد کی دونوں چیزیں دوسروں کی تکمیل اور ان کے نفع کے لئے ہیں) لہٰذا یہ لوگ جنہوں نے یہ چار کام کئے تو وہ خسارہ میں نہیں بلکہ نفع میں ہیں۔

وضاحت: تواصی وصیت سے مشتق ہے،جس کے معنی ہیں کسی شخص کو تاکید کیساتھ موثر انداز میں نصیحت کرنا،اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے مال میں سے کسی کو کچھ دئے جانے کی تاکید کرتا ہے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں،لہٰذا تواصی بالحق کا مطلب ہے اعتقادِ حق پر قائم رہنے کی وصیت ونصیحت کرنا،اور تواصی بالصبر کا مطلب ہے اعمال صالحہ کی پابندی اور معاصی سے اجتناب کی نصیحت ووصیت کرنا،صبر کے معنی دراصل نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں لہٰذا صبر کے مفہوم میں اعمال صالحہ کی پابندی بھی داخل ہے اور نفس کو معاصی سے روکنا بھی داخل ہے،،(صبر کی تین قسمیں ہیں،صبر علی الطاعات،صبر عن المعاصی،صبر علی المصائب)۔

قسم اور جواب قسم میں مناسبت انسان کے تمام اعمال،اخلاق،ایمان،حرکات وسکنات،نشونما وغیرہ سب زمانہ ہی کے اندر ہوتے ہیں،اور جن اعمال کی ہدایت اس سورت میں دی گئی وہ بھی اسی زمانہ کے لیل ونہار میں ہوں گے لہٰذا اس مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی۔

لغات العَصْر اسم بمعنی زمانہ عند المحققین،جمع اَعْصُر وعُصُور واَعْصَار۔الانسانُ (ماقبل میں گذر چکا) خُسْر بمعنی خسارہ باب سمع کا مصدر،خَسِرَ (س) خُسْرًا وخَسَارًا وخُسْرَانًا: نقصان اٹھانا (خسارہ کے معنی میں خُسر بطور اسم یا بطور حاصل مصدر مستعمل ہے) الصالحات سورۃ الانشقاق میں گذر چکا ہے۔تَوَاصَوْا (مرفی سورۃ البلد) الحقّ (مرّ فی سورۃ النبأ) مرادی معنی،تشریح وترجمہ کے تحت ملاحظہ فرمائیں) الصَّبْر (سورۃ البلد میں گذر چکا)

ترکیب وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ... والعصر جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق فعل محذوف اُقسِمُ کے،فعل اپنے فاعل سے مل کر قسم،اِنّ حرف مشبہ بالفعل الانسان (اسم جنس) مستثنیٰ منہ لام مزحلقہ فی خسرٍ متعلق کائنٌ کے ہو کر خبر (والتنوین قیل للتعظیم

ای فی خسر عظیم ویجوز ان یکون للتنویع ای نوع من الخسر غیر ما یعرفہ الانسان، روح المعانی) الَّا حرف استثناء الذین اسم موصول آمنوا فعل بافاعل جملہ فعلیہ معطوف علیہ واؤ حرف عطف عَمِلُوا فعل بافاعل الصّٰلحٰت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف تواصوا بالحق فعل فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف تواصوا بالصبر فعل، فاعل، متعلق، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے جملہ معطوفات سے مل ملا کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر حرف مشبہ بالفعل کا اسم، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم۔

سورۃُ الھُمَزَۃ مکیّۃ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ① الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ②

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو • جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو •

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ③ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ④

وہ خیال کر رہا ہے کہ اسکا مال اسکے پاس سدا رہے گا • ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاوے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے •

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ⑥

اور آپکو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے • وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے •

الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ⑦ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ⑧ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ⑨

جو دلوں تک جا پہنچے گی • وہ ان پر بند کر دی جاوے گی • بڑے لمبے لمبے ستونوں میں •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اپنے کو ایسی خصلتوں سے بچانا ہے جو عذاب کا سبب بنیں اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح وشان نزول: اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے تین سخت قسم کے گناہوں پر عذاب شدید کی وعید بیان فرمائی اور پھر اس عذاب کی شدت کا بیان فرمایا، وہ تین گناہ یہ ہیں ھَمز، لَمز، جمعِ مال، اور شانِ نزول کے سلسلہ میں مقاتلؒ نے فرمایا کہ ولید ابن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پیچھے غیبت کرتا اور رو در رو طعنہ دیتا تھا اس کے متعلق اس سورت کا نزول ہوا (مظہری)

"وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ①" "بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در

رو طعنہ دینے والا ہو، ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں سخت گناہ ہیں، ھمز یعنی پسِ پشت عیب نکالنا غیبت کہلاتا ہے اور غیبت کی وعیدیں قرآن وحدیث میں بڑی شدید آئی ہیں اور غیبت ایسا گناہ ہے کہ اس کے اندر اشتغال میں کوئی رکاوٹ سامنے نہیں ہوتی، اور جس بیچارے کی غیبت ہو رہی ہے اس کو خبر تک بھی نہیں کہ اپنی صفائی ہی پیش کر دے، اسی طرح لَمز یعنی رودررو کسی کو طعنہ دینا اور برا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے کہ اس میں توہین وتذلیل کے ساتھ ساتھ اس کو اذیت اور ندامت بھی ہوگی، ''الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝'' جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ یہ کل ھمزۃ الخ سے بدل ہے، کہ جو غایت حرص کی وجہ سے مال جمع کرتا ہو اور غایت درجہ اس سے محبت اور فخر کے بسبب اس مال کو بار بار گنتا ہو، ظاہر ہے کہ اس کے اس برتاؤ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ آدمی یہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا یعنی مال کی محبت میں ایسا انہماک رکھتا ہے جیسے وہ اس بات کا معتقد ہے کہ وہ خود بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کا مال بھی ہمیشہ یوں ہی رہے گا حالانکہ یہ اس کی غلط فہمی ہے چنانچہ لفظ ''کَلَّا'' کے ذریعہ اس پر ردع اور زجر ہے کہ ہرگز نہیں، یعنی یہ مال ودولت اس کے پاس ہرگز نہیں رہے گا، ''لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝'' یہ اس ویل کی تفسیر ہے جس کا ذکر ویل لکل ھمزۃ میں ہوا کہ واللہ وہ شخص توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں ڈالا جائے گا یعنی ایسی آگ جو جہنمی کو توڑ پھوڑ کر اس کی دھجیاں اڑا دے گی، کیوں کہ اس نے بھی دوسروں کی عزت وآبرو کی دھجیاں اڑائی تھی، ''وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝'' اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے، سنئے ''نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝'' وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلگائی گئی ہے (آگ کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں اس کی سختی وہولناکی کی طرف اشارہ ہے) ''الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝'' جو دلوں تک جا پہنچے گی (یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ کی طرح نہیں، دنیا کی آگ جب انسان کے بدن کو لگتی ہے تو دل تک پہنچنے سے پہلے پہلے محض جسم جلنے سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے برخلاف جہنم کی آگ کے کہ وہ دلوں تک سرعت کے ساتھ پہنچ جائے گی اور آدمی کو دل کے جلنے کی شدید تکلیف برداشت کرنی پڑے گی اور موت موت پکارے گا مگر موت بھی نہیں آئے گی کہ تکلیف کا خاتمہ ہی ہو جائے'') ''اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝'' وہ آتشِ دوزخ ان پر بند کر دی جائے گی، یعنی کفار کو جہنم میں ڈال کر دروازے بند کر دئے جائیں گے اور کوئی راستہ نکلنے کا نہیں رہے گا اور حال یہ ہوگا کہ وہ لوگ آگ کے بڑے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے، یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے (یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں)

فائدہ مذکورہ صفات وافعال پر یہ خاص وعید اس صورت میں ہے جبکہ منشاء ان کا کفر ہو، گو مطلق وعید، صفات مذکورہ پر دوسری نصوص میں موجود ہے (بیان القرآن) لہٰذا غیبت اور طعنہ والی صفات اگر کسی مسلمان میں بھی پائی جائیں تو وہ بھی بڑے گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستحق ہوا، اسی طرح جمع مال بھی مذموم صفت ہے۔ جب کہ اس سے حقوق واجبہ

ادانہ کئے گئے ہوں یا فخر وتفاخر مقصود ہو۔ (اور اگر ایسا نہ ہو تو حلال طریقہ سے مال کمانے میں کوئی حرج نہیں)

لغات وَيْلٌ (مرّ فی سورۃ المطففین) کلّ (دیکھئے ''مشکل ترکیبوں کا حل'' ص ۸۹) هُمَزَةٍ صیغۂ مبالغہ، بڑا عیب گو، پس پشت عیب نکالنے والا هَمَزَهٗ (ض) هَمْزًا: عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا۔ لُمَزَةٍ صیغۂ مبالغہ، رو در رو طعنہ دینے والا، لَمَزَهٗ (ض) لَمْزًا: منہ پر برائی کرنا، عیب لگانا۔ (هُمزہ اور لُمَزہ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے رجلٌ همزةٌ امرأةٌ همزةٌ) جَمَعَ، جَمَعَ (ف) جَمْعًا: جمع کرنا۔ عَدَّدَ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب، عَدَّدَ الشيئَ: شمار کرنا، گننا، عَدَّ الشيئَ (ن) عدًّا: شمار کرنا۔ اَخْلَدَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، اَخْلَدَ وخَلَّدَ: ہمیشہ رہنا، خَلَدَ (ن) خُلُوْدًا: ہمیشہ رہنا۔ لَيُنْبَذَنَّ (ض) لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، نَبَذَ الشيئَ (ض) نَبْذًا: ڈالنا، پھینکنا۔ الْحُطَمَةِ صیغۂ مبالغہ (وزنہ فُعَلَةٌ اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) توڑ پھوڑ دینے والی، (مراد نارِ جہنم) حَطَمَ الشيئَ (ض) حَطْمًا: توڑنا۔ الْمُوْقَدَةُ (افعال) اسم مفعول واحد مؤنث، اَوْقَدَ النارَ ایقادًا: آگ جلانا، سلگانا، وَقَدَتِ النارُ (ض) وَقْدًا ووُقُودًا: آگ جلنا، سلگنا۔ تَطَّلِعُ (افتعال) مضارع واحد مؤنث غائب، بصلہ علیٰ جھانکنا، پہنچنا دراصل تطتلع تھا، تاء افتعال کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کردیا، مادہ طَلَعَ ہے طَلَعَ (ن) طُلُوعًا: نکلنا۔ الْاَفْئِدَةِ فؤادٌ کی جمع، دل۔ مُؤْصَدَةٌ (افعال) اسم مفعول واحد مؤنث، اَوْصَدَ البابَ ایصادًا: دروازہ بند کرنا، وَصَدَ (ض) وَصْدًا: ثابت ہونا۔ عَمَدٍ عِمادٌ یا عَمُودٌ کی جمع، ستون۔ مُمَدَّدَةٌ (تفعیل) اسم مفعول واحد مؤنث، پھیلائے ہوئے، لمبے، مَدَّدَ الشيئَ تمدِیدًا: پھیلانا، لمبا کرنا، بڑھانا، مدَّ الشيئَ (ن) مَدًّا: بڑھانا۔

ترکیب وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِ الَّذِيْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ...... وَيْلٌ مبتدا (اللفظُ دالٌّ علی دعاء فصَحَّ الابتداء بالنکرۃ) لام حرف جر کل مضاف همزةٍ لمزةٍ مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ[1] (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، الذی اسم موصول جَمَعَ فعل، ضمیر هو فاعل، مالاً مفعول بہ (مالاً کا نکرہ لانا تفخیم وتکثیر کے لئے ہے، اور تحقیر وتقلیل کے لئے ماننا بھی جائز ہے اس اعتبار سے کہ دنیا کا تمام مال ومتاع عند اللہ قلیل وحقیر شئ ہے، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف عَدَّدَ فعل (ای عدَّهٗ مرةً بعد اُخری حُبًّا له، وقیل جعلهٗ اصنافًا وانواعًا کعقارٍ ومتاعٍ ونقودٍ، روح المعانی) ضمیر هو مستتر ذوالحال، ہاء ضمیر مفعول بہ، يَحْسَبُ فعل، ضمیر هو مستتر فاعل، اَنَّ حرف مشبہ بالفعل مالَهٗ مرکب اضافی ہو کر اَنَّ کا اسم، اَخْلَدَ فعل، ضمیر هو مستتر فاعل راجع الی المال، ہاء ضمیر مفعول بہ[2] فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ

[1] قولہ لمزۃ اس کو همزہ سے بدل بنانا بھی صحیح ہے (اعراب القرآن) وقیل هو توکیدٌ لفظیٌّ بالمرادف (اعراب القرآن)

[2] وزعم عصام الدین انہ یحتمل ان یکون فاعل اَخْلَدَ الحاسب ومفعولہ المال ای یظن اَنّ یحفظ مالَهٗ ابدًا ولا یعرف انہ معرض للحوادث وللمفارقۃ بالموت، روح المعانی۔

سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، حرف مشبہ بالفعل مع اسم وخبر کے یَحْسَبُ کے لئے دو مفعولوں کے قائم مقام (فی محل نصب) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے مل کر بدل (بدل کل، وقیل بدل بعض، روح المعانی) مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائنٌ محذوف کے، اور وہ شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا[1]۔ کَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ...... کلاً حرف ردع (ردعٌ عن جمع المال او عن الخصال المذکورۃ) لام قسمیہ، اور قسم محذوف ہے ای واللہ، یُنۢبَذَنَّ فعل مضارع مجہول بانون تاکید ثقیلہ، ضمیر ھو مستتر نائب فاعل فی الحطمۃِ لینبذنّ کے متعلق، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جواب قسم۔ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَۃُ واؤ اعتراضیہ (ما اسم استفہام برائے تفخیم وتہویل، مبتدا، اَدْرٰی فعل، ضمیر ھُو فاعل، کاف مفعول بہ اول ما الحطمۃ مبتدا خبر، جملہ اسمیہ ہوکر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ معترضہ، نَارُ اللہ الموقدَۃُ التی تطلع علی الافئدۃ مبتدا محذوف ہے یعنی ھِیَ نَارُ اللہ مرکب اضافی ہوکر موصوف الموقدۃ صیغہ اسم مفعول، ضمیر نائب فاعل پھر شبہ جملہ ہوکر صفت اول، اللّتی اسم موصول تطلعُ فعل، ضمیر ھِی مستتر فاعل، علی الافئدۃ متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصولَ اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ...... اِنّ حرف مشبہ بالفعل، ھا ضمیر اس کا اسم، علیھم متعلق مقدم مُوصَدۃٌ کے (علیھم کی ضمیر کو ماقبل لفظ کل کے معنی کی رعایت میں جمع لایا گیا ہے) مُوصدۃٌ شبہ فعل (اسم مفعول) اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر، فی حرف جر، عمدٍ ممّدَدۃٍ مرکب توصیفی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف مستقر ہوکر علیہم کی ضمیر سے حال، ای موثقین فی عمدٍ الخ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مستانفہ ہوا، کانّہا فی جوابِ ما بالھم لایخرجون[2]

سورۃ الفیل مکیّۃ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا • کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کردیا •

---

[1] **قولہ** الذی الخ اس کو کلّ ھمزۃ لمزۃ کی صفت بھی بنا سکتے ہیں (روح المعانی، اعراب القرآن) نیز اس کو منصوب علی الذم بھی بنا سکتے ہیں۔ (اعراب القرآن) اور اَعنی فعل محذوف کا مفعول بہ بھی بنا سکتے ہیں۔ (اعراب القرآن) **قولہ** یحسب الخ یہ جملہ مستانفہ بیانیہ بھی ہوسکتا ہے کانہ قیل ما بالہ یجمع المال، اور اس کو جمّع کے فاعل سے حال بھی بنایا جاسکتا ہے۔

[2] **قولہ** فی عمدٍ الخ یہ متعلق ہوکر انّ کی خبر ثانی بھی ہوسکتا ہے، فتکون النار داخل العمد (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اور مبتدا محذوف ھم کی خبر بھی ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی)

وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیجے • جو اُن لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے • سو اللہ تعالیٰ نے اُن کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کردیا•

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے عذابِ الٰہی سے ڈرنا ہے اس کے احکام کے ترکِ احترام پر، اس سورت میں بیت اللہ کا احترام ترک کرنے پر عذاب کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں اصحابِ فیل کے واقعہ کا مختصر بیان ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کے قصد سے ہاتھیوں کو لیکر چڑھائی کی، مگر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے ذریعہ عذابِ سماوی نازل کر کے ان کی فوج کو نیست و نابود کر دیا۔

"اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿۱﴾" کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا، یہ واقعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پچاس روز پہلے کا ہے تو بظاہر یہ سوال بے موقع ہے، آپ اس کو کس طرح دیکھتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو واقعہ ایسا یقینی ہو کہ عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہو اور اس کے ثبوت میں کوئی شک وشبہ نہ ہو تو اس کے علم کو رؤیت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ گویا یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے، اور ایک حد تک دیکھنا بھی ثابت ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے ہاتھی بانوں کو اندھے اور اپاہج بھیک مانگتے دیکھا ہے، لہٰذا اَلَمْ تَرَ میں رؤیت بصری قرار دینا درست ہے اور اس سے مجازاً علم مراد ہے اور استفہام سے مقصود اس واقعہ کی عظمت اور ہولناکی کو بیان کرنا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں رؤیت سے مراد شروع سے ہی رؤیت قلبی ہے یعنی علم، قول اوّل ابلغ ہے۔ (روح)

"اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿۲﴾" کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا یہ استفہام برائے تقریر ہے یعنی واقعہ کی صحت کو ثابت کرنا ہے، فرماتے ہیں کہ کیا اللہ نے ان کی تدبیر کو کہ جو انہدامِ کعبہ کے لیے تھے، سرتاپا غلط نہیں کر دیا۔ اَیْ جَعَلَ کَیْدَھُمْ فِی تَضْلِیْلٍ "وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۴﴾" اور ان پر غور کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ ابابیل جمع ہے بمعنی غول کے غول، جماعت کی جماعت یعنی بڑی جماعت، اردو زبان میں جو ایک خاص چڑیا کو ابابیل کہتے ہیں وہ مراد نہیں، حجارۃ من سجیل حجارہ کے معنی پتھریاں اور سجیل کے معنی ایسی کنکریں جو تر مٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہیں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ کنکریاں بھی کوئی مضبوط اور طاقت ور نہیں تھی بلکہ معمولی گارے اور آگ سے بنی ہوئی تھیں مگر بوجہ قدرتِ خداوندی انھوں نے بندوق کی گولی کا کام دیا۔ "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾" سو اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا عَصْفٌ بھوسہ کو کہتے ہیں اوّل تو خود بھوسہ ہی منتشر اجزاء و تنکے ہوتے ہیں پھر جب کہ اس کو کسی جانور نے چبا بھی لیا ہو، تو اسی طرح اللہ نے ان لوگوں کو بھوسہ کی طرح پامال اور چورا چورا کر دیا (تشبیہ

پراگندگی، اور تقبیح صورت اور منتشر و چوراچورا ہونے میں ہے)

خلاصہ کلام: حاصل یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو ایسے عذاب وعقاب سے ڈرنا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ احکام کی بے حرمتی، پیغمبر کی ایذاء وغیرہ پر دنیا ہی میں عذاب آجائے جیسے اصحابِ فیل کے ساتھ ہوا، ورنہ آخرت کا عذاب تو یقینی ہی ہے۔

واقعہ اصحابِ فیل بادشاہِ حبشہ کی طرف سے یمن کے اندر ابرہہ نامی ایک حاکم تھا، اس نے ایک کنیسہ بنوایا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس کا منشاء یہ تھا کہ لوگ کعبہ کا حج اور طواف کرنے کے بجائے یہاں آیا کریں، اور اس کا اعلان کردیا، یہ بات عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار گذری اور کسی نے اس کنیسہ میں رات کے وقت جاکر پاخانہ کردیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا کی وجہ سے اڑکر اس کنیسہ میں آگ جالگی اور سب جل گیا، ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لیکر جس میں ہاتھی بھی تھے، خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا، جب مَخْمَسْ جو کہ طائف کے راستہ میں ہے پہنچا تو عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت رئیس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں، صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں، اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا تو البتہ لڑوں گا، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، پھر عبدالمطلب اس کے بلائے ہوئے خود اس کے پاس بھی گئے، اور یہی گفتگو زبانی بھی ہوئی، دورانِ گفتگو عبدالمطلب نے ابرہہ سے یہ بھی کہا کہ آپ کے لشکر نے میرے دوسو اونٹ گرفتار کرلیے ان کو آپ چھوڑ دیں چناں چہ ابرہہ نے وہ اونٹ واپس کردئے۔ اور وہاں سے واپس آکر عبدالمطلب بیت اللہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر دعا میں مشغول ہوگئے قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی، سب نے اللہ سے دعائیں کیں اور پھر عبدالمطلب سب قریش کو لے کر پہاڑوں پر چلے گئے، تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں، اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا، جب وادی محسّر میں جو مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا، تو سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے پرندے (کبوتر سے کچھ چھوٹے) آئے جن کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور چنے کے برابر کنکریاں تھیں، وہ کنکریاں لشکر پر برسنا شروع ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ بندوق کی گولی کی طرح لگتی تھی اور ہلاک کردیتی تھی، بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوگئے اور بعض بھاگ نکلے جو دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرگئے، ابرہہ کو چوں کہ سخت سزا دینا تھی اس لیے وہ فوراً ہلاک نہیں ہوا مگر اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کرگیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا اور اسی حالت میں اس کو واپس یمن لایا گیا، بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ (یہ واقعہ محرم کے آخر میں پیش آیا پھر اس کے پچاس روز بعد ربیع الاول میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی)

اختیاری مطالعہ

ابرہہ کا کنیسہ ابرہہ نے بہت بڑا عالیشان کنیسہ تعمیر کرایا، اور اتنا اونچا کہ اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا، اور اس کو سونے چاندی اور جواہرات سے مزین ومرصع کیا مگر خدائے قادر نے اس کو دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردیا۔

فائدہ شاہ حبشہ نے اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا ابرہہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے، بعض روایات میں ہے کہ اس کے ساتھ آٹھ ہاتھی دوسرے بھی اس لشکر کے لیے شاہِ حبشہ نے بھیج دیئے تھے، ہاتھیوں کی یہ تعداد بھیجنے کا منشا یہ تھا کہ کعبہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے، تجویز یہ تھی کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور طویل زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنکادیں تو سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) فوراً ہی زمین پر آگرے گا، مگر ہوا وہ جو خدا نے چاہا۔ فعّالٌ لِّمَا یُرید (معارف)

لغات اَلَمْ تَرَ نفی جحد بلم کا واحد مذکر حاضر (وزنُہٗ تَفَعْلُ، سَقَطَتِ الالفُ للجزم وھی لامُ الفعل مبدلة مِن یاءٍ، والھمزۃُ سقطت تخفیفًا) راٰہ (ف) رویۃً ورأیًا: دیکھنا، ادراک کرنا یعنی سمجھنا، جاننا۔ اَصْحٰب (مرفی سورۃ البروج) الفِیْل ہاتھی، جمع اَفْیال وفُیُولٌ، الفِیْلۃُ: ہتھنی (ہاتھی کی مادہ) تضلیل باب تفعیل کا مصدر، بمعنی غلط کرنا، گمراہ کرنا ضَلَّ (ض) ضلالًا وضلالۃً: پوشیدہ ہونا، ہلاک ہونا، بیکار ہونا۔ اَرْسَلَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب ''بھیجنا'' طَیْرًا طائِرٌ کی جمع، پرندے جیسے صاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ (القاموس الوحید) طارَ (ض) طَیرًا: اڑنا، بعض نے کہا کہ لفظ طیرٌ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے، اور طَیْرٌ کی جمع طُیُور واَطْیار (لغات القرآن) والتنوین للتحقیر لانہا کانت صغار الجثۃ، بیان القرآن) اَبَابِیل واحد اِبَالۃٌ (بیان القرآن) مراد کثرت ہے یعنی غول کے غول[1]۔ تَرْمِی (ض) مضارع واحد مؤنث غائب، رَمی الشیئَ وبہ (ض) رَمْیًا ورمایۃً: پھینکنا۔ حِجَارَۃٌ حجرٌ کی جمع، پتھریاں۔ سِجِّیل کنکر، یہ لفظ معرّب ہے دراصل سنگِ گل تھا، وہ ترمٹی جو آگ میں پکائی جائے اور آواز دینے لگے۔ عَصْف بھوسا (قال القرطبی فی تفسیرہ العَصْفُ جمع العَصْفۃِ والعُصافۃ والعَصِیفۃ، عَصَفَ (ض) عَصْفًا: ہوا کا تیز چلنا کہ چیزوں کو توڑ کر بھس بنادے) مأکُول (ن) اسم مفعول واحد مذکر، اَکَلَ (ن) اَکْلًا: کھانا۔

ترکیب اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ...... ھمزۃ استفہامیہ برائے تقریر (یا برائے تعجب وتہویل) باقی ترکیب اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ کی طرح ہے (سورۃ الفجر) کیفَ کو بوجہ صدارت مقدم کیا گیا ہے۔ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ...... ھمزۃ استفہام برائے تقریر کانّہ قیل قد جعل کیدَھم فی تضلیلٍ ولذٰلک عطف علی الجملۃ الاستفہامیۃ مابعدھا، روح المعانی، بالفاظِ دیگر استفہام انکارِ نفی کے لئے ہے ای جَعَلَ، مغنی اللبیب: ص ۱۷، ج ۱) اَلَمْ یَجْعَلْ فعل منفی، ضمیر ھُوَ مستتر فاعل، کیدَھم مرکب اضافی ہو کر مفعول بہٖ، فی تضلیلٍ کائنًا کے متعلق ہو کر مفعول بہٖ ثانی کی جگہ میں، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف اَرْسَلَ فعل، ضمیر ھُوَ مستتر فاعل، علیھم متعلق ارسل کے، طیرًا اسم

[1] اِبَالۃٌ کے اصل معنی لکڑیوں کے گٹھر کے ہیں، پرندوں کے جھنڈ پر گٹھا ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا واحد اِبّول ہے، جیسے سِنَّور، یا اِبْیُول ہے بروزن عُصْفُور یا اِبِّیْل ہے بروزن سِکِّیْن، بعض نے کہا کہ یہ اسم جمع ہے اس لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں۔ (اعراب)

جنس موصوف اَبَابِیْلَ صفت اول تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ صفت ثانی[1] (تَرمِی فعل، ضمیر ھِیَ فاعل، ھم مفعول بہ، با جارہ، حِجَارَةٍ موصوف، مِن سِجِّیْلٍ متعلق کائنۃ کے ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، اور وہ متعلق تَرمِی کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صفت ثانی) موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ، فا حرف عطف جَعَلَ فعل، ضمیر ھُو مستتر فاعل، ھُمْ مفعول بہ اول، کاف حرف جر، عَصْفٍ ما کولٍ مرکب توصیفی ہوکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوکر مفعول بہ ثانی کی جگہ میں ہے، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے معطوفات سے مل ملا کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سورۃ القریش مکیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③

چونکہ قریش خوگر ہوگئے ہیں • یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہوگئے ہیں • تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں •

الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا •

ربط والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اللہ کی نعمتوں کے شکر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجا لانا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت کا ذکر کرنے کے بعد قریش کو اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی، یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ مکہ مکرمہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی، وہاں باغات نہیں جن کے پھل اہل مکہ کو مل سکیں (اس لئے بانیٔ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اس شہر کو جائے امن بنادے اور اہل مکہ کو ثمرات کا رزق عطا فرما) اس لئے اہل مکہ کے معاش کا مدار اس پر تھا کہ وہ تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں کا سفر کریں چنانچہ یہ لوگ سردی کے زمانہ میں گرم ملک یعنی یمن کا سفر کرتے اور گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے ملک یعنی شام کا سفر کرتے، اور چونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے تمام عرب میں مقدس ومحترم مانے جاتے تھے اس لئے راستہ کے تمام خوف وخطر سے بھی محفوظ رہتے اور جہاں بھی یہ قریشی لوگ جاتے لوگ ان کی بڑی آؤ بھگت کرتے، الغرض اس سورت میں یہ ارشاد ہے کہ قریش چونکہ دوسفروں کے عادی

[1] ترمی، مؤنث کا صیغہ بایں وجہ لایا گیا ہے کہ طیر کو جماعۃ کی تاویل میں کرلیا گیا ہے، وعبر بالمضارع لحکایۃ الحال واستحضار تلک الصورۃ البدیعۃ (روح المعانی)

تھے اور انہی اسفار کی وجہ سے وہ مالدار تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن اصحاب فیل کو عبرتناک سزا دیکر ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بڑھادی تھی تو اب ان لوگوں کو اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے، اس جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے رب البیت ہونے کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی بیت اللہ ان لوگوں کے تمام فضائل و برکات کا سرچشمہ تھا۔

"لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۝۲" چونکہ قریش عادی ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو اس نعمت کے شکر میں ان کو اللہ کی عبادت کرنی چاہیے چنانچہ فرمایا: "فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝۳ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴" تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا، اور خوف سے ان کو امن دیا، اطعمھم من جوع میں حصول نفع کی طرف اشارہ ہے اور آمنھم مِن خوف میں دشمنوں، ڈاکوؤں کے خوف سے مامون ہونا بھی شامل ہے اور عذاب آخرت سے مامون ہونا بھی، معارف) بالفاظِ دیگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں تو اگر وہ لوگ تمام نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کر سکے تو اس نعمت جلیلہ کے شکریہ میں تو ان کو خانہ کعبہ کے رب کی عبادت کرنی چاہئے جس نے ان کو بھوک کی حالت میں کھلایا، پلایا، اور دشمنوں کے خوف سے امن دیا۔

فائدہ اس سورت میں تمام قبائل عرب میں سے قریش کے عند اللہ مقبول ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کرلیا ہے۔ (معارف القرآن) (نضر ابن کنانہ کی اولاد قریش کہلاتی ہے)

لغات اِیْلَاف بابِ افعال کا مصدر، مانوس ہونا، خوگر ہونا[1]۔ قُرَیش نضر ابن کنانہ کی اولاد، حضور ﷺ کا تعلق اسی خاندان سے تھا، قریش، قَرش کی تصغیر ہے، جو بیانِ عظمت کے لئے لائی گئی ہے، اور قرش ایک خاص قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں، جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو لقمہ بناتی ہے اور کشتیوں کو الٹ دیتی ہے، قریش اپنی نسبی شرافت اور عظمت اور طاقت کی بناء پر اس نام سے موسوم ہوئے۔ رِحْلَة مصدر از باب فتح، رَحَلَ (ف) رَحْلاً ورِحْلَةً ورَحِیْلاً وتَرْحالاً: کوچ کرنا، سفر کرنا، دراصل اس کے معنی اونٹ پر کجاوہ کسنے کے ہیں مگر چونکہ اس کا مقصد سفر کرنا ہوتا ہے اس لئے مجازاً سفر پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ (قیل هو اسم جنس ولهذا أفْرَدَهٗ او اسم مصدر بمعنی الارتحال) الشِتاء موسم سردی، جمع اَشْتِیَہ۔ الصَّیْف موسم گرمی، جمع اَصیَاف۔ فَلْیَعْبُدُوا (ن) امر جمع مذکر غائب، عَبَدَ اللهَ (ن) عِبادَةً وعُبُودِیَّةً: عبادت کرنا۔ البیت گھر، جمع بُیُوت (المرادُ به الکعبة المکرمة) اَطْعَمَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب،

---

[1] آلَفَ فلانًا: کسی کو مانوس کرلینا۔ اَلِفَ (س) اِلْفًا واَلْفًا: مانوس ہونا، عادی ہونا، ایلاف یا تو آلَفَ کا مصدر ہے جو دراصل أألَفَ تھا، لہٰذا ایلاف میں قاعدہ ایمان جاری ہوا ہے، یا آوْلَفَ کا مصدر ہے، لہٰذا اب مصدر اِوْلاف ہوگا، واؤ ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدل گئی۔ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) أطلق الایلافُ ثمّ أبدل عنه تفخیمًا لامر الایلاف۔ ایلافِ قُرَیش میں اضافۃ المصدر الی الفاعل ہے۔

اَطْعَمَ فلانًا: کھلانا، طَعِمَ (س) طَعْمًا و طَعَامًا: کھانا۔ جُوع اسم بمعنی بھوک، جَاعَ (ن) جَوْعاً و مَجَاعَۃً: بھوکا ہونا۔ آمَنَ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب، آمَنَ فلانًا: امن دینا، اَمِنَ (س) اَمْنًا و اَمَانًا و امانۃً: بے خوف ہونا۔ خَوْف ڈر، باب سمع کا مصدر ہے، خاف (س) خَوْفًا و مَخَافَۃً و خِیْفَۃً: ڈرنا۔

ترکیب لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۝۲ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝۳ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴ ...... لام حرف جر (برائے تعلیل، وقال غیر واحد اَنَّ اللام للعاقبۃ، روح المعانی) ایلاف قریش مرکب اضافی ہوکر مبدل منہ، ایلاف مصدر مضاف ھُمْ ضمیر مضاف الیہ، رحلۃ مضاف الشتاء والصیف معطوف و معطوف علیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق مقدم، یعبُدُوا کے اور فلیَعبُدُوا میں فا جزائیہ اس لئے لائی گئی کیونکہ کلام میں شرط کے معنی پائے جارہے ہیں کیونکہ کلام کے معنی یہ ہیں اِنّ نِعَمَ اللّٰہ تعالٰی غیرُ محصورۃ فاِنْ لم یعبدوا لسائر نِعَمِہٖ سبحانہ فلْیَعْبُدُوا لِھٰذہ النعمۃ الجلیلۃِ اور چونکہ یہاں شرط محقق نہیں ہے اس لئے یہ فا درحقیقت زائدہ ہے، لہٰذا مابعد معمول کا اس پر مقدم کرنا ممتنع نہیں ہے اس لئے لایلٰفِ قریش الخ کو مقدم رکھنے میں کوئی حرج نہیں[1]۔ (روح المعانی)

لیعبُدوا فعل امر (محل جزم میں) ضمیر واؤ فاعل، رب مضاف ھٰذا البیت اسم اشارہ اپنے مشار الیہ (اہل عرب اسم اشارہ کو مبدل منہ اور مشار الیہ کو بدل کہہ کر ترکیب کرتے ہیں) سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبدل منہ، الذی اسم موصول، اَطْعَمَھم من جُوعٍ معطوف علیہ (مِن جوعٍ متعلق اَطْعَمَ کے) واؤ حرفِ عطف آمَنَھُم مِن خوفٍ معطوف (مِن خوفٍ متعلق آمَنَ کے) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ انشائیہ ہوکر جواب شرط، شرط مقدر اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذی الخ یہ رب ھٰذا البیت کی صفت بھی بن سکتا ہے۔ (اعراب القرآن)

فائدہ اطلِق الایلٰف فی الاول وقیدہ فیِ الثانی برحلتی الشتاء والصیف تفخیماً لامر الایلٰف وتعظیمًا لہ وتذکیرًا بسوابغ النعم۔ (اعراب القرآن)

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝۲ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے • سو وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے • اور محتاج کو کھانا دینے

[1] یا فعل محذوف اَعْجِبُوا کا متعلق، یا فعل محذوف فَعَلَ کا متعلق اَی فَعَلَ اھلاکَ اصحاب الفیل لایلٰفِ قریش الخ، یا اِنّا اھلکنا اصحاب الفیل مقدر مانا جائے، یا جار مجرور ماقبل سورت کے آخری فعل جعل کے متعلق ہے، مگر پیارے بچو! یہ واضح رہے کہ ترکیب کے بدلنے سے ترجمہ بدل جائیگا۔

طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ

کی ترغیب نہیں دیتا • سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے • جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں • جو ایسے ہیں کہ ریا کاری

هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾

کرتے ہیں • اور زکوۃ بالکل نہیں دیتے •

ربط سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے کفر ونفاق سے بچنا ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح اس سورت میں کفار و منافقین کے بعض افعال قبیحہ کا ذکر ہے اور ان پر جہنم کی وعید ہے، یہ افعال اگر کسی مومن سے بھی سرزد ہوں تب بھی اگرچہ شرعاً مذموم اور سخت گناہ ہیں مگر یہاں وعید مومنین پر نہیں اسی لئے شروع سورت میں اس شخص کا ذکر فرمایا کہ جو یوم جزا یعنی قیامت کا منکر ہے ظاہر ہے کہ انکار قیامت جیسا سنگین گناہ مومن کی شان سے بعید ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سورت میں وعید کے مصداق کفار و منافقین ہیں۔

''اَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾'' کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے برے اعمال کے بدلے کے لئے کوئی دن متعین نہیں ہے، یہ استفہام برائے تشویق ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر آپ اس کا حال سننا چاہیں تو سنئے ''فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾'' وہ، وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، یعنی یتیم کی ہمدردی تو درکنار اس کے ساتھ سنگ دلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے ''وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾'' اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا، یعنی دوسروں کو بھی یہ ترغیب نہیں دیتا کہ محتاج و مسکین کو کھانا کھلایا کریں، یعنی ایسا سنگ دل ہے کہ نہ خود احسان کرے اور نہ دوسروں کو احسان پر آمادہ کرے۔ ''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾'' جب معاملہ ایسا ہے (یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور کھانا دینے پر ترغیب نہ دینا جو کہ بندوں کے حقوق ہیں ایسا مذموم ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو بدرجہ اولیٰ مذموم ہے) تو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں یعنی یہ منافقین کبھی تو نماز کو بالکل ہی بھلا دیتے ہیں اور اگر کبھی پڑھتے بھی ہیں تو محض دکھلاوا مقصود ہوتا ہے، کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ علانیہ پڑھی جاتی ہے اس لئے نماز کو اگر بالکلیہ ترک کردیں گے تو ان کا نفاق سب پر ظاہر ہو جائے گا، اس لئے نماز کو محض دکھلاوے کے لئے پڑھ لیتے ہیں (یعنی گاہ بگاہ اظہار کے لئے پڑھ لیتے ہیں اور جب نگاہ بچی تو چھوڑ دیتے ہیں، یہی مطلب ہے غفلت کا) ''وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾'' اور یہ لوگ زکوۃ بالکل نہیں دیتے یعنی زکوۃ میں چونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب کے سامنے ظاہر کر کے دی جائے اس لئے یہ لوگ زکوۃ کو

بالکلیہ ترک کردیتے ہیں، برخلاف نماز کے کہ اس کا اظہار شرعاً مامور بہ ہے یعنی جماعت کے ساتھ پڑھنا اس لئے اس کو کبھی پڑھ بھی لیتے ہیں۔ (ماعون کے متعلق مزید تفصیل بضمن لغات)

لغات یُکَذِّبُ بالدین، (دیکھئے سورۃ الانفطار میں کَلَّا بَلْ تکذبون بالدین) یَدُعُّ، مضارع واحد مذکر غائب، دَعَّہٗ (ن) دَعًّا، دھکے دینا۔ الیتیم (مرّ فی سورۃ الفجر) لَا یَحُضُّ، (ن) مضارع منفی واحد مذکر غائب، حَضَّہٗ علی الامر (ن) حَضًّا: کسی کام پر ابھارنا، ترغیب دینا۔ طعام، کھانا، جمع اَطْعِمۃ، (یہاں طعام بمعنی اِطعام ہے یا پھر طعام سے پہلے لفظ بَذْل مضاف محذوف مانا جائے) المسکین، (سورۃ الفجر میں گذر چکا) المصلّین، (تفعیل) اسم فاعل جمع مذکر، (مزید تفصیل سورۃ الاعلیٰ میں وَذَکَرَ اسمَ ربِّہٖ فصلّٰی کے تحت) صلاۃ (مرّ فی سورۃ البینۃ) سَاھُوْنَ جمع ساہٍ (ن) اسم فاعل جمع مذکر، سہا عنہ (ن) سَہْوًا وسُہُوًّا وسَہْوَۃً: بھولنا، غافل ہونا، دراصل سَاھِیُوْنَ تھا، ضمہ ی پر ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل کو دیدیا پھر بوجہ اجتماع ساکنین حذف ہوگئی۔ یُرَاءُوْنَ (مفاعلت) مضارع جمع مذکر غائب، رَاءَاہُ مُرَاءَاۃً ورِئَاءً ورِیَاءً: دکھاوا کرنا۔ یَمْنَعُوْنَ (ف) مضارع جمع مذکر غائب، مَنَعَہُ الشیءَ ومنہ (ف) مَنْعًا: محروم رکھنا، روکنا۔ الماعون، زکوٰۃ، اسکی اصل مَعْوُوْن ہے، قلب مکانی کر کے مَوْعون ہوا یعنی عین کو واؤ کی جگہ اور واؤ کو عین کی جگہ رکھا پھر واؤ کو الف سے بدل دیا، ماعُوْن ہوگیا (اسم مفعول) از اَعَانَ یُعِیْنُ باب افعال، وزن مشہور مفعل کے برخلاف (روح) مادہ عَوْنٌ ہے (بیان القرآن، حاشیہ جلالین، روح المعانی)[1]

ترکیب اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ... ھمزۃ ہمزہ استفہام برائے تشویق (استفہام اُرِیْدَ بہ تشویق السامع الی تعرُّفِ المکذب وفیہ ایضًا تعجیبٌ، روح المعانی) رأیت فعل با فاعل، (اَرَأَیْتَ بمعنی اَخْبِرْنِی) الذی اسم موصول یکذّب بالدین جملہ ہوکر صلہ (بالدین متعلق یکذّب کے) موصول مع صلہ کے مفعول بہ اول، اور مفعول ثانی محذوف ہے، اَیْ مَنْ ھو، (وقیلَ الرویۃ بصریۃ او بمعنی المعرفۃ فلا حاجۃ الی تقدیر المفعول بہ) فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ... فا سببیہ، جو مسبب پر داخل ہے اور اس کا سبب وہ تشویق ہے جس پر کلام سابق دال ہے، (روح المعانی وبیان القرآن) (حضرت تھانویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے) یا فا جزائیہ ہے اور شرط محذوف ہے ای اِنْ لَمْ تعرفہ فذلک الخ (روح المعانی، اعراب القرآن) ذلك مبتدا الذی اسم موصول یَدُعُّ فعل ضمیر ہو مستتر فاعل، الیتیم مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واو حرف عطف، لایحضّ علی طعام المسکین، جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل

[1] بعض نے کہا کہ یہ بروزن فاعُول ہے مشتق من المعن، بمعنی شیء یسیر جو عموماً ایک دوسرے کو عاریۃً دے دی جاتی ہیں جیسے پھاوڑہ، چائے کا برتن، نمک، زکوٰۃ بھی چونکہ مال کا تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے اس لئے زکوٰۃ کو بھی ماعون کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اس کی اصل مَعُوْنَۃ ہے، تاء کے بالعوض الف بڑھادیا گیا، کیونکہ جو چیز دوسرے کو دے دی گئی وہ اس کے لئے باعث معونت بن گئی۔ (کذا من روح المعانی)

کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ما قبل کا مسبب یا جوابِ شرط، شرط اپنے جواب سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔۔۔ فا جزائیہ اور شرط مقدر ہے أی اذا کان الامر کذلک (أی اذا کان دعّ الیتیم وعدم الحض موجبا للذم فالسہو عن الصلاۃ والریا ومنع الزکوۃ اولی بذلک، تفسیر مظہری) وَيْلٌ مبتدا، لام جارہ المصلین موصوف الذین اسم موصول، هُمْ مبتدا عن صلاتھم متعلق مقدم ساھُوْنَ کے، ساھون صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت اول الذین اسم موصول، هُمْ مبتدا، یُراءُون فعل بافعل جملہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف یمنعون الماعون جملہ ہو کر معطوف (الماعون مفعول بہ ثانی اور مفعول اول محذوف ہے یعنی الناس یا الطالبین) معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی المصلین کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کائنٌ کے ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا شرط مقدر کی، شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ (الذین ثانی کو الذین اول سے بدل بھی بنا سکتے ہیں)

اختیاری مطالعہ

قولہ عن صلاتھم ساھون: لفظ عَنْ کا مفہوم یہ ہے کہ اصل نماز ہی سے بے پروائی کرتے ہیں جو کہ منافقین کی عادت ہے اور نماز کے اندر کوئی سہو اور بھول ہو جانا تو اس سے کوئی مسلمان خالی نہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ بھی خالی نہیں، لہٰذا وہ اس کلمہ کی مراد نہیں ہے، اگر یہی مراد ہوتی تو عن صلاتھم کے بجائے فی صلاتھم کہا جاتا۔

سورۃ الکوثر مکیۃ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے ● سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے ● بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے ●

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے حضور ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت اور آپ کے مخالف کے ساتھ بغض وعداوت ہے، اس سورت کی اول وآخر آیت میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیانی آیت میں اس کو پہلی آیت کے تابع بنا کر آپ ﷺ کو نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔

تشریح وشان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے اندر حضور ﷺ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم کا انتقال ہو گیا تو عاص ابن وائل اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان اور مقطوع النسل ہیں، مطلب یہ تھا کہ اب آپ کے دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر

آپ کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا کیونکہ جب پسری اولاد ہی نہ رہی تو نام ونسل کیسے باقی رہے گی، چنانچہ اس پر آپ ﷺ کی تسلی کے لئے یہ سورت نازل ہوئی، "اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① " بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، کوثر ایک حوض کا نام بھی ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے، یعنی خیر دنیا بھی مثلاً بقاء دین، ترقی اسلام وغیرہ، اور خیرِ آخرت بھی مثلاً درجات علیا کا حصول، اور تقرب خداوندی وغیرہ، لہٰذا بیٹے کی وفات پر یہ کفار ومشرکین اگر مذاق اڑاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اس سے بڑھ کر آپ کو یہ دولتیں عطا فرمائی گئی ہیں۔

فائدہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے اور وہ میدان محشر میں ہوگی اور بعض احادیث میں ہے کہ کوثر نام کی نہر جنت میں ہوگی، چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق بایں طور ہوسکتی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ باذن الٰہی میدان محشر میں آجائے گی یعنی میدان محشر میں جو حوض کوثر ہے اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ سے جنت کی نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا۔ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ② " سو آپ مذکورہ نعمتوں کے شکر میں اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے (کیونکہ سب سے بڑی نعمت کے شکر میں سب سے بڑی عبادت ہونی چاہئے اور وہ نماز ہے) اور تکمیل شکر کے لئے جسمانی عبادت کے ساتھ مالی عبادت بھی ہونی چاہئے لہٰذا آپ اسی کے نام کی قربانی کیجئے، اور رہا یہ سوال کہ دوسری آیات مثلاً اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وغیرہ میں تو نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے تو اس آیت میں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر کیوں کر ہے تو جواب یہ ہے کہ شاید ذکر قربانی اس لئے اختیار کیا گیا کہ قربانی میں مالی عبادت ہونے کے علاوہ مشرکین کی مخالفت بھی ہے کہ وہ بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے، "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③ " اس آیت میں حضور ﷺ کو مزید تسلی دینا مقصود ہے کہ مشرکین جو آپ کو مقطوع النسل ہونے اور بے نام ونشان رہ جانے کا طعنہ دیتے ہیں تو ایسا ہرگز نہیں بلکہ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے، یعنی اس دشمن کی ظاہری نسل خواہ چلے یا نہ چلے لیکن دنیا میں اس کا ذکر خیر باقی نہیں رہے گا برخلاف آپ ﷺ کے کہ آپ کا نیک نام قیامت تک باقی رہیگا، اور پسری اولاد آپ کی نہ سہی مگر اولاد سے جو مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے یعنی نیک نامی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ظاہر ہے کہ آپ کی روحانی اولاد بلکہ بچہ بچہ آپ کے نام سے واقف ہی نہیں بلکہ بچے اور بڑے سب کے سب نہایت حسن عقیدت اور غایت درجہ عظمت ومحبت کے ساتھ آپ کا نام لیتے ہیں، (اور دختری اولاد تو حضور ﷺ کی ملکوں میں بکثرت پھیلی ہوئی ہیں)

لغات اَعْطَیْنَا، باب افعال سے ماضی جمع متکلم، اَعْطٰی فلاناً الشیئَ: دینا، عَطَا الشیئَ والیہ (ن) عَطْوًا: لینا۔ الکوثر، بروزن فَوْعَلٌ، صیغۂ مبالغہ مشتق من الکثرۃ شیٔ کثیر، مراد خیر کثیر کَثُرَ (ک) کَثْرَۃً۔ زیادہ ہونا۔ اِنْحَرْ، (ف) امر حاضر کا واحد مذکر حاضر، نَحَرَہٗ، (ف) نَحْرًا: گلے پر مارنا، مراد قربانی کرنا[1]۔ شانئ، دشمن، (ف) اسم

[1] اونٹ کی قربانی کو نحر کہا جاتا ہے عرب میں چونکہ قربانی عموماً اونٹ کی ہوتی تھی اس لئے یہ لفظ استعمال ہوا، بعض اوقات لفظ نحر مطلقاً قربانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

فاعل واحد مذکر، شَنَاهُ (ف) شَنأ وشَنَآنًا: دشمنی کرنا، بغض رکھنا۔ اَلْاَبْتَر، صفت مشبہ، بے نام ونشان کہ اس کا ذکر خیر باقی نہ رہے، بَتِرَ (س) بَتَرًا: کٹ جانا، مراد بے نام ونشان رہ جانا۔

ترکیب اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ضمیر نا اسم اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ جملہ ہوکر خبر (الکوثر مفعول بہ ثانی) حرف مشبہ بالفعل مع اپنے اسم وخبر کے جملہ اسمیہ خبریہ ابتدائیہ ہوا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ... فا حرف عطف برائے ترتیب (روح المعانی) بالفاظ دیگر فاسببیہ (تفسیر مظہری) صلّ فعل، ضمیر انت فاعل لربك متعلق (اور ضمیر سے لفظ رب کی جانب التفات تعظیم رب اور اداء فرائض کی ترغیب وتاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے لاَنَّ مَنْ یُرَبِّیكَ یستحقُّ العبادۃَ، روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف اِنْحَرْ فعل بافاعل جملہ انشائیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل ملا کر جملہ مستانفہ (صلّ چونکہ انشاء ہے، لہٰذا جملہ انشائیہ کا عطف جملہ انشائیہ پر کرنے کے لئے فصلّ سے پہلے معطوف علیہ محذوف مان لیا جائے، اَیْ اِنْتَبِهْ لِهٰذا فَصَلِّ الخ (اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ) اِنَّ شانئك الخ اِنّ حرف مشبہ بالفعل شانئك مرکب اضافی ہوکر اسم اِنّ، هو ضمیر فصل الابتر خبر، حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

اولادِ رسول ہاشمی | آں حضرت ﷺ کی اولاد کے بارے میں اقوال مختلف ہیں سب سے زیادہ معتبر اور مستند قول یہ ہے کہ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ قاسم، عبداللہ۔ (جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا) ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ صاحبزادیوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، بالاتفاق چار تھیں، حضرت ابراہیم آپ کی ام ولد ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، حضرت ابراہیم کے سوا تمام حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

قولہ اَعْطَیْنٰكَ: آیت میں لفظ اَعْطَیْنَا استعمال ہوا، آتَیْنَا نہیں، کیوں کہ اِعْطَاء کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں وہ چیز کسی خدمت وغیرہ کا معاوضہ اور صلہ نہیں ہوتا، برخلاف ایتاء کے کہ وہ عام ہے کسی چیز کا صلہ ہو یا محض بربنائے کرم اور مفت، لہٰذا آیت میں لفظ اعطاء کے استعمال سے پتہ چلا کہ کوثر کا آپ ﷺ کو عطا کیا جانا محض فضل خداوندی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اَعْطَیْنَا ماضی کا صیغہ لایا گیا نہ کہ مضارع کا تو وہ اس بناء پر کہ ماضی وقوع اور تحقق پر دلالت کرتی ہے گویا یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ ایسا یقینی ہے کہ گویا آپ کو دے دیا گیا۔ نیز اعطیناك کا مفعول اوّل کاف ضمیر ہے (نہ کہ لفظ الرسول وغیرہ تو اس میں اس بات کو بتلانا ہے کہ یہ اعطا غیر معلل ہے یعنی بوجہ رسالت نہیں بلکہ محض اللہ کی مشیت اور اس کے فضل کی بناء پر ہے۔ (روح)

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝٣ وَلَاۤ

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! ۞ نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں ۞ اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو ۞ اور نہ

اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ۝۶

میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا • اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے • تم کوتمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا •

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ توحید اور شرک سے برأت ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح وشان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار چند رؤساء کفار نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آیئے ہم اور آپ صلح کرلیں، کہ ایک سال تک ہمارے معبودوں کی آپ عبادت کیا کیجئے، اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کیا کریں، اس طرح دونوں فریق دین میں شریک رہیں گے تو جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں کفار کے اعمال اور باہم مشارکت سے برأت کا اظہار ہے۔ ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ '' اے محمد آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، یعنی مطلب یہ ہے کہ میرا اور تمہارا طریقہ ایک نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ تو فی الحال ایسا ہورہا ہے کہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں، اور تم میرے معبود کی عبادت کرو، (گویا لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ میں زمانہ حال میں عبادت کی نفی مراد ہے) ''وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ '' اس میں آئندہ زمانہ میں عبادت کی نفی ہے کہ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا، اور نہ تم (شرک پر قائم رہتے ہوئے) میرے معبود کی پرستش کروگے، مطلب آیات کا یہ ہے کہ میں موحد ہوکر شرک نہیں کرسکتا، نہ اب اور نہ آئندہ، اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دئے جاسکتے نہ اب اور نہ آئندہ، یعنی توحید اور شرک جمع نہیں ہوسکتے، آگے ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ۝۶ '' اس میں توحید وشرک کا انجام مذکور ہے کہ تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ، (اس میں ان کے شرک پر وعید بھی سنادی گئی کہ جیسا کروگے ویسا ہی بھگتوگے'')

لغات الکافرون، الکافر کی جمع (دیکھئے ویقول الکافر سورۃ النبأ میں) لا اعبد (ن) مضارع منفی واحد متکلم، عَبَدَ اللّٰہَ (ن) عبادۃً وعُبُوْدِیَّۃً: عبادت کرنا، تعبدون، جمع مذکر حاضر از باب نصر، عابدون، اسم فاعل جمع مذکر، از باب نصر، دین بدلہ، (۲) دین (مزید تفصیل در سورۃ الانفطار)

ترکیب قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ... قل فعل امر، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر قول (لامحل لہا) یا حرف ندا ایٌّ مبدل منہ، ھا برائے تنبیہ الکافرون بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر منادیٰ، حرف ندا اپنے منادی سے ملکر ندا، لا اعبد فعل منفی، ضمیر انا فاعل، ما اسم موصول تعبدون فعل بافاعل، (اور عائد محذوف ہے ای تعبدونہ) جملہ فعلیہ صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے ملکر مفعول بہ فعل اپنے فاعل

اور مفعول بہ سے ملکر معطوف علیہ (لامحل لہا) واؤ حرف عطف لا نافیہ انتم مبتدا عابدون صیغہ اسم فاعل، ضمیر ھُم فاعل، ما اعبد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ معطوف۔ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ... واؤ حرف عطف لا نافیہ انا مبتدا عابد صیغہ اسم فاعل، ضمیر ھُو فاعل ما عبدتم اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ معطوف واؤ حرف عطف لا نافیہ انتم مبتدا عابدون صیغہ اسم فاعل، ضمیر ھُم فاعل ما اعبد اسم موصول مع صلہ کے مفعول بہ، شبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر جواب ندا، ندا اپنے جواب ندا سے ملکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا[1]۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ...... لکم جار مجرور کائن کے متعلق ہوکر خبر مقدم، دینکم مرکب اضافی ہوکر مبتدا موخر، مبتدا مع خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لی جار مجرور کائن کے متعلق ہوکر خبر مقدم، دین (دراصل دینی تھا وھو مرفوعٌ وعلامةُ الرفعِ الضّمّةُ المقدّرةُ علی ما قبل الیاءِ المحذوفة للتخفیف) مرکب اضافی مبتدا موخر پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فضیلتِ سورۃ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے نمک اور پانی منگایا آپ ﷺ قل یا ایھا الکافرون، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے رہے اور اس جگہ پر پانی ڈال کر ہاتھ پھیرتے رہے۔ (مظہری)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو تم کو شرک سے نجات دے دے؟ سوتے وقت قل یا ایھا الکافرون پڑھا کرو۔

سورۃ النّصر مَدَنِیَّۃٌ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝۱ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲

جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچی • اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں •

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے • اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے • وہ بڑا قبول کرنے والا ہے •

[1] **قولہ** ما تعبدون، ما نکرہ موصوفہ، اور مصدریہ بھی ہوسکتا ہے اگر مصدریہ ہو تو عبارت ہوگی لا اعبد عبادتکم المبنیة علی الشک، ولا انتم تعبدون مثل عبادتی المبنیة علی الیقین، گویا تین صورتیں جائز ہیں (۱) چاروں ما بمعنی الذی (۲) چاروں ما مصدریہ (۳) پہلے دو بمعنی الذی اور آخر کے دو مصدریہ (اعراب القرآن)

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے تکمیل فیوض کی نعمت کا شکرادا کرنا ہے، اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح اس سورت میں حضور ﷺ کی وفات قریب ہونے کی طرف اشارہ ہے، اسی لئے اس سورت کو سورۃ التودیع بھی کہا گیا ہے، (تودیع کا معنی ہے کسی کو رخصت کرنا) مقاتل کی روایت میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کے مجمع میں اس کی تلاوت فرمائی، جن میں حضرت ابوبکر، عمر، اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ موجود تھے، سب اس کو سن کر خوش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر حضرت عباسؓ رونے لگے، حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اس میں تو آپ ﷺ کی وفات کی خبر مضمر ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی، "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَ الۡفَتۡحُ ۝۱" جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے یعنی اے محمد (ﷺ) جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح آپہنچے اور اس فتح کے آثار، وعلامات یہ ہوں گی کہ "وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۝۲" اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ اللہ کے دین سے مراد دین اسلام ہے چناں چہ قرآن میں ہے ان الدین عند اللہ الاسلام، لوگ فتح مکہ کے منتظر تھے کیوں کہ فتح مکہ سے پہلے ایک بڑی تعداد تھی جو رسالت واسلام کی حقانیت کا تو یقین رکھتی تھی مگر قریش کی مخالفت کے خوف سے اسلام میں کھلم کھلا داخل نہ ہوسکتی تھی ایک ایک دو دو مسلمان ہوتا تھا مگر فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔ آگے اذا کا جواب ہے یعنی "فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ" تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے یعنی اے محمد ﷺ جب فتح مکہ کے یہ آثار ظاہر ہونے لگے تو اس وقت یہ سمجھئے کہ آپ کی بعثت کا مقصود جو کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اس پر خدا کا شکر ادا کیجئے اور یہ سمجھئے کہ اب بس سفر آخرت قریب ہے اس کی تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے۔ "وَ اسۡتَغۡفِرۡهُ" اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے۔ یعنی خلافِ اولیٰ امور واقع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے، کیوں کہ اللہ تواب ہے، فرمایا "اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا ۝۳" وہ بڑا قبول کرنے والا ہے۔ (انہ کان توابا، یہ امر بالاستغفار کی علت ہے)

تنبیہ: خلافِ اولیٰ امور مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی آئے اور آپ ﷺ کو اپنی طرف متوجہ ہونے پر زور دیا جبکہ آپ رؤسائے کفار کو سمجھا رہے تھے۔ جس کا مکمل واقعہ سورۃ عبس میں گزر چکا، اگرچہ آپ کا یہ فعل بھی عبادت تھا۔ مگر جو متروک ہوگیا وہ اس سے زیادہ عبادت تھا۔ بس ایسے امور میں استغفار کا حکم ہے۔

فائدہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح میں فتح سے فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی یا بعد میں، لفظ اذا جاء سے بظاہر فتح مکہ سے پہلے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ روح المعانی میں ایک روایت اس کے موافق نقل کی ہے جس میں اس سورت کا نزول، غزوۂ خیبر سے لوٹنے کے وقت بیان کیا ہے اور خیبر کی فتح، فتح مکہ سے مقدم ہونا معلوم ومعروف ہے۔ (فتح خیبر ۷ھ اواخر محرم میں ہوئی اور فتح

مکہ رمضان ۸ ھ میں ہوئی)

فائدہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے گویا ہر وقت یہ دعاء پڑھتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔

لغات نصر، باب نصر کا مصدر، نَصَرَ (ن) نَصْرًا ونُصْرَةً: مدد کرنا، الفتح کامیابی (مراد فتح مکہ) بطور اسم مستعمل ہے، فتح الباب (ف) فتحا: دروازہ کھولنا، الناس (مر فی سورۃ المطففین) یدخلون (ن) مضارع جمع مذکر غائب، دخل (ن) دخولا: داخل ہونا، دین دین، مذہب، (دیکھئے سورۃ الانفطار میں لفظ الدین) افواجا، فوج کی جمع بمعنی گروہ، جماعت، جمع الجمع اَفَاوِجُ واَفَاوِیْجُ، سَبِّحْ صیغہ امر از باب تفعیل، خدا کی پاکی بیان کیجئے، یعنی اللہ تعالیٰ جملہ عیوب ونقائص سے برتر اور پاک ہے۔ (دیکھئے سبح سورۃ الاعلیٰ میں) حَمْد، تعریف، ثنا، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، حمد، (س) حمدا: تعریف کرنا، (یعنی اللہ تعالیٰ تمام خوبیوں اور صفات کمال سے متصف ہے) استغفر (استفعال) امر کا واحد مذکر حاضر، بمعنی معافی چاہنا، غفر اللہ لہ ذنبہ، (ض) غَفْرًا وغُفْرَانًا ومَغْفِرَةً: معاف کرنا، تواباً، اسم مبالغہ، از باب نصر، (مراد توبہ قبول کرنے والا، معاف کرنے والا، قرآن شریف میں جتنی جگہ بھی تواب کا لفظ آیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی صفت کے لئے آیا ہے) مزید معلومات سورۃ البروج میں ثم لم یتوبوا کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

ترکیب اِذَا جَاۤءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا...... اذا ظرفیہ، مضاف، متضمن بمعنی الشرط، جاء فعل نصر مصدر مضاف، اللہ مضاف الیہ فاعل، (اور مفعول بہ محذوف ہے ای ایاک والمومنین) مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ محذوف سے ملکر معطوف علیہ (محل جر میں) واؤ حرف عطف، الفتح معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف رأیت فعل با فاعل، الناس ذوالحال یدخلون فی دین اللہ افواجا جملہ ہو کر حال (محل نصب میں) افواجا حال از ضمیر یدخلون) ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول بہ[1] فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر ظرف ہوا اپنے جواب وجزا سبح کا، فا رابطہ سبح فعل، ضمیر انت ذوالحال، بحمد ربك مُلْتَبِسًا محذوف کے متعلق ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، استغفر فعل با فاعل، ہاء ضمیر مفعول بہ، پھر جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا جو اذا کا جواب وجزا ہے (لا محل لہا جواب شرط غیر جازم)

انہ کان توابا...... اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہاء ضمیر اسم کان فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم توابا خبر، جملہ فعلیہ خبر حرف مشبہ بالفعل کی (محل رفع میں) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ تعلیلیہ ہوا۔

[1] **قولہ** یدخلون الخ اگر رأیت میں رویت بصری مراد نہ ہو بلکہ رویت قلبی مراد ہو تو پھر یدخلون الخ مفعول بہ ثانی ہوگا۔

اختیاری مطالعہ

قولہ اِنَّہٗ کان توابا: اس سے پہلے ہے واستغفرہ تو قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ توابا کے بجائے غفارًا کہا جاتا۔ تو بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ استغفار کرنے والے کو توبہ بھی کرنی چاہیے، بعض نے کہا کہ عبارت اس طرح تھی واستغفرہ انہ کان غفاراً وتب الیہ انہ کان توابا۔ یعنی یہاں صنعت احتباک ہے کہ معطوفین میں ہر ایک طرف میں احد المتقابلین کو حذف اور احد المتقابلین کو ذکر کر دیا گیا تا کہ مذکور محذوف پر دلیل بن سکے۔

سورۃُ اللّھب مَدنِیَّۃٌ

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ① مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ② سَیَصْلٰى نَارًا ذَاتَ

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے • نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی • وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں

لَهَبٍ ③ وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

داخل ہوگا • وہ بھی اور اس کی بیوی بھی • جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے • اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی •

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مخالفت رسول سے بچنا ہے اس سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

تشریح وشان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ جب قرآن کی آیت واَنذِرْ عَشِیرتک الاَقربین نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلۂ قریش کے لوگوں کو جمع کر کے دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ میں تم کو ایک عذاب سے ڈراتا ہوں جو کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، یہ سن کر ابولہب جو آپ کا حقیقی چچا تھا کہنے لگا تبًا لک الھذا جمعتنا، ہلاکت ہو تیرے لئے کیا تو نے ہمیں اسی کام کے لئے جمع کیا تھا، اور آپ کو مارنے کے لئے پتھر اٹھالیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس ابولہب کی ایک بیوی تھی جو خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور حضور ﷺ کی راہ میں بچھا دیتی، گویا دونوں کو حضور ﷺ سے دلی عداوت تھی، چنانچہ اس سورت میں اس کی عورت کی بھی مذمت مذکور ہے۔

"تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ①" ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ دونوں جملے بددعا کے لیے ہیں، اور پہلے جملہ میں یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ مرکب اضافی ہے دراصل یدانِ تھا بوجہ اضافت نون ساقط ہو گیا اور دونوں ہاتھوں سے کنایہ ذات سے ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے کاموں میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے، اور یہاں ہاتھوں کی تخصیص کا نکتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہاتھوں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا مثلاً پتھر وغیرہ مارتا تھا لہٰذا جب ہاتھ سے مراد ذات ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ابولہب ہلاک و برباد ہو جائے پھر بطورِ تاکید کے فرمایا وتَبَّ، اور وہ برباد ہو جائے، اور اس بددعا سے مراد اس کی ہلاکت کی خبر دینا ہے، بطور پیشین گوئی کے لہٰذا یہ کلام اس درجہ میں ہوا کہ وہ ہلاک ہوگا اور ہلاکت چوں

کہ یقینی تھی اس لیے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ ذکر کردیا۔ چناں چہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے طاعون کی گلٹی نکلی جس کو عربی میں عدسہ کہتے ہیں، اوراس خوف سے کہ مرض دوسروں کو نہ لگ جائے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مرگیا، اور تین روز تک اس کی لاش یوں ہی پڑی رہی، جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھوا کر اس کو دبوادیا گیا، مزدوروں نے ایک گڑھا کھود کر ایک لکڑی کے ذریعہ اس کو اندر ڈال دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے، اس طرح بصد ذلت ورسوائی وہ ناری جہنم رسید ہوا، الغرض مذکورہ کلام اس درجہ میں ہے کہ گویا یوں کہا گیا کہ وہ ہلاک ہوگیا، اس پر یہ دشمن رسول یہ شبہ کرسکتا ہے کہ میں اپنے مال اور تدبیر کی بدولت بچ جاؤں گا اس لیے آگے ارشاد ہے کہ: ''مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝۲ ''اور نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ مال سے مراد اصل سرمایہ ہے اور مَا كَسَبَ سے مراد اس اصل مال کا نفع ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ مَا كَسَبَ سے مراد اولاد بھی ہوسکتی ہے چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو ایمان کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ یہ میرا بھتیجہ کہتا ہے اگر وہ حق ہی ہو تو میں اپنے مال واولاد کو فدیہ میں دے کر عذاب الیم سے اپنی جان بچالوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور یہاں ماضی سے مراد مستقبل ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا مال اس کو ہلاکت سے نہ بچائے گا۔

الغرض یہ حالت تو اس کی دنیا میں ہوئی کہ گل سڑ کر مرگیا اور اس کے بیٹے عُتَیبہ کو شام کے راستہ میں شیر نے پھاڑ کھایا (روح، صاوی) اور آخرت کا حال یہ ہے کہ ''سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ ''وہ عنقریب (یعنی مرتے ہی، قبر میں یا قیامت میں) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ وہ خاردار لکڑیاں جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں بچھا دیتی تھی (الحطب بطور جنس مستعمل ہے اور جنس قلیل وکثیر ہر دو کو شامل ہوتی ہے اس لیے ترجمہ کیا لکڑیاں۔ ''فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ''اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی جہنم کی زنجیر وطوق کو رسی سے تشبیہ دی گئی لہٰذا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں پہنچ کر اس عورت کے گلے میں دوزخ کی زنجیر اور طوق ہوگا کقولہ تعالیٰ: اذا الاغلال فی اعناقھم والسلاسل گویا کہ وہ ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی، (تشبیہ شدت استحکام میں ہے یعنی جہنم کی زنجیر اور طوق شدید درجہ مستحکم ومضبوط ہوں گے)

ایک اعتراض مشبہ بہ میں جو صفت ہوتی ہے وہ زیادہ معروف ہوتی ہے جیسے زید کالاسد زید شیر کی طرح ہے دیکھئے یہاں شجاعت کے معنی شیر میں زیادہ معروف ہے، یہاں جہنم کے طوق وزنجیر مشبہ ہیں اور بٹی ہوئی رسی مشبہ بہ تو یہاں تو مشبہ صفت استحکام ومضبوطی میں زیادہ معروف ہے مشبہ بہ سے تو پھر اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس اعتبار سے مشبہ بہ زیادہ معروف ہے کہ حمالۃ الحطب کے معنی سے حبل من مسد کی طرف جلدی ذہن منتقل ہوتا ہے۔

فائدہ ابولہب کا اصل نام عبدالعزّیٰ تھا، آگ کے شعلہ کی طرح اس کا رنگ سرخ اور چمکدار ہونے کی بناء پر اس کی

کنیت ابولھب مشہور تھی، اور قرآن شریف میں اس کا نام چھوڑ کر کنیت اختیار کرنا اس کے جہنمی ہونے سے کنایہ ہے، دوسری وجہ اس کا نام نہ لینے کی یہ ہے کہ عزی ایک بت کا نام ہے جس کا یہ بندہ بنا ہوا تھا تو ایسا شرکیہ نام قرآن میں ذکر کرنے کے قابل نہ تھا۔ حمالۃ الحطب بعض نے کہا کہ حمالۃ الحطب سے مراد چغل خور ہے کہ جیسے کوئی سوختہ کی لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانے کا سامان کرتا ہے تو اسی طرح یہ عورت رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کے لئے چغل خوری کرتی تھی، اور اپنی چغل خوری کے ذریعہ خاندانوں اور افراد میں آگ بھڑکاتی تھی، اس کا نام اروی بنت حرب تھا اور کنیت ام جمیل اور لقب عوراء (کافی)

لغات تبت (ض) ماضی واحد مؤنث غائب، تَبَّ الشَّئُ (ض) تَبًّا و تَبَابًا: ہلاک ہونا، ٹوٹنا، یدا، ید کا تثنیہ، بوقت اضافت نون تثنیہ ساقط ہو گیا، بمعنی ہاتھ، جمع ایدٍ، ابی، اب کے معنی باپ، اسماء ستہ مکبرہ سے ہے اور حالت جری میں یاء کے ساتھ مستعمل ہے، ابو لھب، عبدالعزی ابن عبدالمطلب نامی شخص کی کنیت ہے، لَهَب، شعلہ، ذات لہبٍ، کا ترجمہ ہوگا شعلہ والی، دراصل باب سمع کا مصدر ہے، لَهِبَتِ النَّارُ (س) لَهَبًا و لَهِيبًا: شعلہ بھڑکنا، اغنی، ماضی واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ اللیل میں وما یغنی) کَسَبَ، (ض) ماضی کا واحد مذکر غائب، کَسَبَ (ض) کَسْبًا: کمانا، سیصلی (س) مضارع واحد مذکر غائب (دیکھئے سورۃ الانفطار میں یصلونھا) ذات، ذو کا مؤنث، والی، صاحب، امرأۃ عورت، بیوی، جمع نساء، (من غیر لفظہ) حَمَّالَۃَ صیغۂ مبالغہ، خوب اٹھانے والی، حمل الشیئی (ض) حملا: اٹھانا، الْحَطَب، لکڑی، ایندھن، جمع احطاب، حطب (ض) حَطْبًا: ایندھن جمع کرنا، جید، اسم جامد، گردن، جمع أَجْيَادٌ و جُيُودٌ، حبل رسی، جمع أَحْبَالٌ و حُبُولٌ و حِبَالٌ، (مصباح اللغات) حَبَلَهُ (ن) حَبْلًا: رسی سے باندھنا، مَسَدٌ، اسم جامد، خوب مضبوط بٹی ہوئی رسی، جمع مِسَادٌ و أَمْسَادٌ، مَسَدَ (ن) مَسْدًا: رسی بٹنا۔

ترکیب تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ... تبت فعل یدا مضاف ابی مضاف الیہ مضاف، لھب مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا، مضاف مع مضاف الیہ کے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف، تب فعل، فاعل جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ ابتدائیہ (لا محل لہا) مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ... ما اغنی فعل منفی عنہ اس کے متعلق مالہ مرکب اضافی ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف ما کسب، اسم موصول مع صلہ کے معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ مستانفہ (استیناف جوابا عما کان یقول انا افتدی بمالی) سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ...... سین برائے استقبال، یصلی فعل، ضمیر ھو مستتر فاعل، نارا موصوف (والتنوین للتعظیم ای نارا عظیمۃ) ذات لھب مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول بہ، واؤ حرف عطف امرأتہ مرکب اضافی معطوف ہے یصلی کی ضمیر فاعل پر (ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لانا ضروری ہے لیکن مفعول کے درمیان میں آنے کی بناء پر ضمیر منفصل کے ذریعہ فصل لانے کی ضرورت نہیں رہی) فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ مستانفہ بیانیہ، حمالۃ الحطب مرکب اضافی ہوکر منصوب علی الذم ای اَذُمُّ

حمالۃالحطب، یااعنی فعل محذوف کامفعول بہ۔

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ...... فی جیدھا متعلق ثابت کے ہوکر خبر مقدم حبل موصوف من مسد جار مجرور کائن کے متعلق ہوکر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدا موخر، مبتدا مع خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر امرأتُہٗ سے حال یا پھر جملہ مستانفہ[1]

اختیاری مطالعہ

قولہ تبت یدا ابی لھب و تَبَّ: کے متعلق فرّانے کہا کہ پہلا جملہ دعائیہ ہے یعنی برائے بددعا اور دوسرا جملہ جملہ خبریہ ہے (تفسیر ابن کثیر میں بھی اسی طرح ہے) اب وَ تَبَّ کے معنی میں خبر ہوگی کہ وہ ہلاک ہوگیا۔

یعنی وہ بددعا اس کو لگ گئی، اور یہ جملہ تبت یدا ابی لہب مسلمانوں کے غصہ کی تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کیوں کہ جس وقت ابولہب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں تبًّا کہا تو مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ وہ (مسلمان) اس کے لیے بددعا کریں، حق تعالیٰ نے گویا ان کے دل کی بات خود فرمادی اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دے دی کہ یہ بددعا اس کو لگ بھی گئی۔

اچھے برے نام قرآن نے ابولہب کا نام نہیں لیا کیوں کہ وہ مشرکانہ نام ہے کیوں کہ عبدالعزیٰ کا معنی ہے عزیٰ نامی بت کا بندہ، عبد کے معنی چوں کہ غلام کے بھی ہیں اس لیے غلام رسول، غلام محمد، نام درست ہیں مگر عبدالرسول، عبدالنبی، نام رکھنا مکروہ ہے، اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ عبد سے مراد خادم و مطیع و غلام ہو مگر یہ بوئے شرک سے خالی نہیں، اور عبدالعزیٰ تو کسی بھی طرح درست نہیں، ہر ایسا نام جس میں عبد کی اضافت غیر خدا کی طرف ہو شرعاً درست نہیں، اچھے نام عبداللہ و عبدالرحمن ہیں اسی طرح عبدالرحیم، عبدالخالق، حارث ہمام، اور فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے جیسے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، وغیرہ۔ اور حدیث میں ہے کہ میرے نام پر تم نام رکھا کرو مگر میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو، مگر یہ ممانعت آپ ﷺ کے زمانۂ حیات تک تھی ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح قول ہے۔ لہٰذا ابوالقاسم کنیت پر اپنا نام رکھنا اب درست ہے امام شافعیؒ اب بھی ممانعت کے قائل ہیں، بعض نام دنوں یا مہینوں کے نام پر رکھے جاتے ہیں وہ بھی اچھے نام نہیں جیسے پیرو، منگلو، بدھو، جمراتی، جما، بارو، اتواری، عیدا، رمضانی، ایسے ہی برے القاب سے پکارنا درست نہیں جیسے لمبو، الّو، موٹو، لالو، چھجو، گھسو، ٹونڈا، نکٹا، کن کٹا، بھینگا، کالا، اَلْھڑ، سڑیل، سوہڑ، پھوہڑ۔

غلط نسبت: بعض لوگ عقیدت و محبت میں اپنی طرف غلط نسبت کرتے ہیں جیسے اپنے کو صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، کہتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں تلبیس و تدلیس پائی جاتی ہے۔ سننے والے سمجھیں گے کہ ان کا یہ نسبی تعلق ہے اور غلط نسبت جتلانا حرام ہے۔ اسی طرح بلا ثبوت اپنے کو شیخ، انصاری، سلمانی، داؤدی، قریشی نہ کہا جائے۔

---

[1] تفسیر مظہری میں فی جیدھا الخ کو حمالۃ کی ضمیر سے حال ہونے کو منع لکھا ہے بایں وجہ کہ حال وذوالحال کے زمانہ میں اتحاد نہیں ہے لان حمل الحطب کان فی الدنیا، الاان یقال معنی حمالۃالحطب انھا تحمل حطب جہنم کالزقوم والضریع۔

سورۃ الاخلاص　مکیۃ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے • اللہ بے نیاز ہے • اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے • اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے •

ربط والضحی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے توحید ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح وشانِ نزول: اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے آپ سے کہا کہ اپنے رب کی صفات اور نسب بیان کیجئے (بعض روایات میں ہے کہ مشرکین کے سوال میں یہ بھی تھا کہ اللہ کس چیز کا بنا ہوا ہے، سونے کا یا چاندی کا یا کسی اور چیز کا) اس پر یہ سورت نازل ہوئی "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١" آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنے کمالِ ذات وصفات میں ایک ہے (کمال ذات تو یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور کمال صفات یہ ہے کہ علم، قدرت وغیرہ اس کے قدیم اور محیط ہیں) لفظ اللہ کی تعریف آپ حضرات نے شرح تہذیب کے صفحۂ اول پر پڑھ لی کہ اللہ نام ہے اس ذات کا جو واجب الوجود ہے اور تمام کمال کی صفتوں کا جامع ہے، یعنی اس کے اندر تمام صفات کمالیہ موجود ہیں اس جملہ سے ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے وجود ہی کے قائل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو وجود کے تو قائل ہیں مگر واجب الوجود ہونے کے قائل نہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا کہ جو وجود اور واجب الوجود ہونے کے تو قائل ہیں مگر کمال صفات کے منکر ہیں، اور ان کا بھی رد ہو گیا جو سب کچھ مانتے ہیں مگر عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں، "اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢" اللہ بے نیاز ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو حاجت روا اور کارساز اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں، "لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣" نہ اس نے کسی کو جنا یعنی اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد نہیں، لہٰذا اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہو گیا جو اللہ کے لئے بیٹے یا بیٹیاں ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، یہودی قائل تھے کہ عزیر کا باپ خدا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا تھا۔ اور ان کا بھی جواب ہو گیا جنہوں نے نسب کے بارے میں سوال کیا تھا لہٰذا جواب ہو گیا کہ وہ مخلوق نہیں کہ اس کے نسب کا سوال پیدا ہو، (کیوں کہ ہر مخلوق ومولود حادث ہے اور اللہ تعالیٰ حدوث سے پاک ہے) "وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤" اور نہ کوئی اس کی برابری کا ہے، اس میں مجوس کے قول کا رد ہو گیا کہ خالق دو ہیں ایک خیر کا خالق یعنی یزداں، اور ایک شر کا خالق یعنی اہرمن، نیز ہنود کی بھی تردید ہو گئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

فضیلت سورۃ الاخلاص رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لے تو یہ

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

لغات احد (مر فی سورۃ الفجر[1]) الصمد، صفت مشبہ، فَعَلٌ بمعنیٰ مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوائج، یعنی صمد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدَ الشّیء وله والیه (ن) صمدا: قصد کرنا، لم یلد (ض) نفی جحد بلم واحد مذکر غائب، ولد (ض) وِلادًا ووِلادة: بچہ جننا، لم یولد (ض) نفی جحد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد مذکر غائب، کفوا اسم بمعنی المماثل، مثل، برابر، واوٴ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

ترکیب قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ اَللهُ الصَّمَدُ ...... قُلْ فعل، ضمیر اَنْتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، هُوَ ضمیر شان مبتدا (والجملةُ بعدهٗ خبرٌ مفسرةٌ له ومثلُها لا یکون له رابطةٌ لانها عینُ المبتدأ فی المعنٰی) الله اَحَدٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا کی خبر اول، الله الصَّمَد جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ باہم معطوف ومعطوف علیہ ہو کر خبر ثالث (لَهٗ متعلق ہو کر كُفُوًا سے حال اور كُفُوًا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور اَحَدٌ، اسم موٴخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (لا محل لہا)[2]۔

---

[1] لفظِ احد کا استعمال اگر نفی میں ہو تو استغراق جنس کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے جیسے ما فی الدار احد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ مجتمع اور نہ متفرق، لہٰذا اس معنی میں احد کا استعمال اثبات میں نہ ہوگا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احد کیونکہ اس مثال میں تنہا ایک کے اثبات کے ساتھ ما فوق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تنہا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہوگا، اور اگر احد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دہائیوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احد عشر، احد وعشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احدکما فیسقی ربه خمرا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۳) معنی وصفی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہوگا جیسے قل ھو اللہ احد۔

فائدہ: احد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احد، اثنان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اثنان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احد کے لئے نفی میں عموم یقینی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہٰذا ما فی الدار احد کہا جائے گا اس کے بعد بل اثنان نہیں کہہ سکتے جبکہ ما فی الدار واحد کے بعد بل اثنان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب وتجزیہ کا احتمال نہیں ہوتا یقال مأةٌ واحدةٌ ولا یقال مأة احد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احد کی اصل وحد ہے بمعنی واحد، واوٴ کو ہمزہ سے بدل دیا۔

فائدہ: ھو اللہ احد میں ھو ضمیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سألتمونی ھو اللہ الخ اس صورت میں احد اللہ سے بدل ہوگا یا ھو کی خبر ثانی (مظہری)

[2] **قوله** لَهٗ یہ كُفُوًا بمعنی مُماثِلاً کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن اَحَدٌ كُفُوًا له ای مکافئه، اعراب القرآن وصرفه وبیانه، ویجوز آن یکون الظرفُ (له) حالاً من احدٍ، قُدِّم علیه رعایةً للفاصلة ولئلا یلتبس بالصفة، قوله اَحَدٌ اجاز الزمخشری ان یکون احد بدلاً من الله تعالٰی علی ما هو المختار من جواز ابدال النکرة من المعرفة ویجوز آن یکون خبرًا لمبتدأ محذوف ای هُوَ اَحَدٌ، واجاز ابو البقاء آن یکون الاسم الاعظم بدلاً من هو واَحَدٌ خبره (روح المعانی) قوله الصَّمَدُ قیل الصَّمَدُ نعتٌ والخبر ما بعدهٗ (روح)

اس کے لئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ (ابن کثیر)

لغات احد (مر فی سورۃ الفجر[1]) الصمد، صفت مشبہ، فَعَلٌ بمعنی مفعول ہے (مقصود) ای المقصود فی الحوائج، یعنی صمد وہ سردار ہے جس کی طرف حاجتوں میں رجوع اور قصد کیا جائے اور وہ کسی کی طرف رجوع نہ کریں صَمَدَ الشیء ولہ والیہ (ن) صمدا: قصد کرنا، لم یلد (ض) نفی جحد بلم واحد مذکر غائب، ولد (ض) وِلادًا وولادۃ: بچہ جننا، لم یولد (ض) نفی جحد بلم در فعل مضارع مجہول کا واحد مذکر غائب، کفوا اسم بمعنی المماثل، مثل، برابر، واؤ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، جمع اکفاء۔

ترکیب قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ...... قُلْ فعل، ضمیر اَنْتَ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، ھو ضمیر شان مبتدا (والجملۃ بعدہٗ خبرٌ مفسرۃٌ لہ ومثلُہا لا یکون لہ رابطۃٌ لانہا عینُ المبتدأ فی المعنٰی) اللّٰہ اَحَدٌ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مبتدا کی خبر اول، اللّٰہ الصَّمَد جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ثانی، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ باہم معطوف ومعطوف علیہ ہوکر خبر ثالث (لَهٗ متعلق ہوکر کُفُوًا سے حال اور کُفُوًا فعل ناقص کی خبر مقدم ہے، اور اَحَدٌ اسم مؤخر) مبتدا اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا (لا محل لہا)[2]۔

---

[1] لفظ احد کا استعمال اگر نفی میں ہو تو استغراق جنس کا فائدہ دے گا، یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے جیسے ما فی الدار احد، یعنی گھر میں کوئی نہیں، نہ ایک ہے اور نہ دو اور نہ اس سے زائد، نہ مجتمع اور نہ متفرق، لہٰذا اس معنی میں احد کا استعمال اثبات میں نہ ہوگا کیونکہ دو متضاد چیزوں کی نفی تو درست ہے مگر اثبات درست نہیں مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں فی الدار احد کیونکہ اس مثال میں تنہا ایک کے اثبات کے ساتھ ما فوق الواحد کا بھی اثبات ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے کیونکہ جب گھر میں ایک سے زائد بھی ہے تو تنہا ایک کے رہنے کا اثبات کیسے ہوگا، اور اگر احد کا استعمال اثبات میں ہو تو تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دہائیوں کے ساتھ اس کو ملایا جائے جیسے احد عشر، احد وعشرون (۲) مضاف یا مضاف الیہ بن کر جیسے اما احدکما فیسقی ربہ خمرا (پ ۱۲) مضاف الیہ بن کر جیسے یوم الاحد، (۳) معنی وصفی کے لئے (اکیلا) اس صورت میں اس کا استعمال صرف اللہ کے لئے ہوگا جیسے قل ھو اللہ احد۔

فائدہ: احد اور واحد میں بعض نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ احد عدد کی ابتداء میں نہیں آتا مثلاً احد، اثنان، نہیں کہا جاتا جیسا کہ واحد، اثنان کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ احد کے لئے نفی میں عموم یقینی ہے جبکہ واحد میں عموم اور غیر عموم دونوں محتمل ہیں، لہٰذا ما فی الدار احد کہا جائے گا اس کے بعد بل اثنان نہیں کہہ سکتے جبکہ ما فی الدار واحد کے بعد بل اثنان کہہ سکتے ہیں، بعض نے کہا کہ احدیت میں جزئیت اور عددیت اور ترکیب وتجزیہ کا احتمال نہیں ہوتا یقال مأۃ واحدۃٌ ولا یقال مأۃ احد (روح المعانی) تفسیر مظہری میں ہے کہ احد کی اصل وحد ہے بمعنی واحد، واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔

فائدہ: ھو اللہ احد میں ھو ضمیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ ہو جس کے متعلق سوال کیا گیا ای الذی سألتمونی ھو اللہ الخ اس صورت میں احد اللہ سے بدل ہوگا یا ھو کی خبر ثانی (مظہری)

[2] **قولہ** لَهٗ یہ کُفُوًا بمعنی مُماثِلًا کے متعلق بھی ہو سکتا ہے ای لم یکن أحدٌ کفُوًا لہ ای مُکافئہ، اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، ویجوز أن یکون الظرفُ (لہ) حالاً من احدٍ، قُدِّمَ علیہ رعایۃً للفاصلۃِ ولئلا یلتبسَ بالصفۃِ، قولہ أحدًا اجاز الزمخشری ان یکون احدٌ بدلاً من اللہ تعالیٰ علی ما ھو المختارُ من جواز ابدال النکرۃِ من المعرفۃِ ویجوز أن یکونَ خبرَ المبتدأِ محذوفٍ ای ھُوَ أحدٌ، واجاز ابو البقاء أن یکون الاسم الاعظم بدلاً من ھو وأحدٌ خبرہ (روح المعانی) قولہ الصَّمَدُ قیل الصَّمَدُ نعتٌ والخبر ما بعدہٗ (روح)

اختیاری مطالعہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب اعتراض یہ ہے کہ لم یلد سے تو یہ پتہ چلا کہ اس نے کسی کو جنا نہیں یہ کہاں لازم آیا کہ وہ آئندہ بھی کسی کو نہیں جنے گا، جواب بے باک یہ ہے کہ اللہ کا والد نہ ہونا دوامی ہے، وہ ہر زمانہ میں جننے سے پاک تھا اور ہے اور رہے گا۔ اور رہا لم یَلِدْ کا صیغہ جو ماضی پر دلالت کرتا ہے وہ کافروں کے قول کی تردید میں فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بعد والا جملہ یعنی لَمْ یُوْلَدْ بھی ماضی پر دال ہے اور اس کا ماضی ہونا ضروری ہے ورنہ بے معنی ہو جائے گا، اس کی رعایت میں پہلا صیغہ بھی ماضی پر دلالت کرنے والا استعمال کیا (مظہری)

سورۃ الفلق مَدَنِیَّۃٌ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَ مِنْ شَرِّ

آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں • تمام مخلوقات کے شر سے • اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آ جاوے • اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر

النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝۴ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

پھونکنے والیوں کے شر سے • اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے •

ربط **والضحیٰ** کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی پناہ لینا ہے اس سورت میں اور اس کے بعد والی سورت میں اسی کا بیان ہے۔

تشریح **وشان نزول:** سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ساتھ ساتھ نازل ہوئیں اور ان کا شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لبید ابن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں، جن کا مجموعہ گیارہ آیات ہیں، اور بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سحر کی جگہ بھی بتلا دی گئی، چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک گرہ کھولتے رہے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں، چنانچہ آپ کو بالکل شفاء ہو گئی، الغرض ان دونوں سورتوں میں مختلف شرور سے استعاذہ اور سب امور میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم ہے، اول سورت میں دنیوی آفات سے اور دوسری سورت میں اخروی آفات سے (یعنی شیطانی وساوس سے) (بیان القرآن)، اور جادو کا اثر ہونا اور اس کی وجہ سے بیمار ہو جانا ایک امر طبعی ہے اس سے پیغمبر اور انبیاء بھی مستغنی نہیں ہوتے، بس جس طرح آگ میں جلانے کی تاثیر ہے اسی طرح جادو میں بھی ایک تاثیر ہے، ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ '' آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے، یعنی آپ اپنے استعاذہ کے لئے بھی اور دوسروں کو استعاذہ سکھانے کے لئے بھی جس کا حاصل توکل اور تعلیم توکل ہے، یوں کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہو تمام مخلوقات کے شر سے، (صبح کی تخصیص بایں وجہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح

حق تعالیٰ لیل کا ازالہ کر دیتا ہے اسی طرح اثر لیل یعنی سحر کا ازالہ بھی کر سکتا ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ رات کی اندھیری کہ جو اکثر شرور وآفات کا سبب بنتی ہے، زائل کر کے صبح کی روشنی نکالتا ہے اسی طرح سحر کا اثر بھی زائل کر سکتا ہے) ''وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾'' اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے۔ من شر ما خلق میں ساری مخلوقات کا شر داخل تھا مگر پھر بطور خاص تین چیزوں کو علیحدہ سے بیان کیا گیا، نمبر ایک اندھیری رات کے شر سے پناہ جب کہ وہ رات آجائے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ رات میں شرور وآفات کا احتمال زیادہ ہے اور جادو کی ترکیب و ترتیب اکثر رات ہی کو ہوتی ہے تاکہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے، اسی لئے عربی مثل ہے اللیل اخفی للویل رات اپنے اندر ہلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے، نمبر دو ''وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾'' اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے پناہ، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہی جادو کا واقعہ ہے، خواہ مردوں نے جادو کیا ہو یا عورتوں نے، پس نفاثات کا موصوف یا تو نفوس ہے کہ مرد وعورت دونوں کو شامل ہے یا پھر موصوف نساء ہے کہ جادو کا کام عموماً عورتیں کرتی ہیں، ''وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾'' اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے تیسری چیز جس کو بطور خاص بیان کیا وہ حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنا ہے جب وہ حسد کرنے لگے، اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ آپ پر جادو کرنے کا اقدام اسی حسد کی وجہ سے ہوا۔

اھم بات: حسد کہتے ہیں دوسرے کی زوالِ نعمت کی تمنا کرنا، آیت میں غاسقٍ کے ساتھ اذا وقب کی قید اور حاسدٍ کے ساتھ اذا حسد کی قید اس لئے لگائی کہ رات کی مضرت اسی وقت ہوتی ہے جب اندھیری پوری ہو جائے، اسی طرح حاسد کے حسد کا نقصان محسود کو اسی وقت پہنچتا ہے جب وہ حسد کرنے لگے یعنی حسد پر اقدام کر کے ایذاء رسانی کی کوشش کرنے لگے اور اگر حاسد ایذاء پہنچانے کا اقدام نہ کرے تو اس وقت محسود کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ حاسد کو ہی نقصان پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جلتا اور کڑھتا رہتا ہے۔

نکتہ: حاسدٍ اور غاسقٍ کو نکرہ اور النفّٰثٰت کو جمع معرف باللام ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، وجہ یہ ہے کہ لبید کی بیٹیاں جو نفاثات تھیں وہ معین تھیں، چناں چہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کا حکم بصیغۂ خصوصیت (معرف باللام) دے دیا، لیکن غاسق اور حاسد معین نہ تھے، بلکہ حاسدین بے شمار تھے اس لیے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی دعا کا حکم بصیغۂ عموم نکرہ ذکر کیا۔ (مظہری)

لغات اَعُوْذُ (ن) مضارع واحد متکلم، عَاذَ بِہٖ مِنْ کَذَا (ن) عَوْذًا وعِیَاذًا ومَعَاذًا پناہ لینا۔ الفَلَقِ (صبح) روح المعانی میں ہے کہ فَلَقٌ بروزن فَعَلٌ صفت مشبہ ہے بمعنی مفلوق، فَلَقَ الشیئَ (ض) فَلْقًا: پھاڑنا، صبح کو فلق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر نمودار کیا جاتا ہے۔ شَرٌّ برائی، فساد، جمع شُرُوْرٌ۔ غَاسِقٍ (اندھیری رات) باب ضرب سے اسم فاعل، غَسَقَ اللیلُ (ض) غسقًا: رات کا تاریک ہونا، غسق کے اصل معنی ہیں ''بھر جانا'' رات کو غاسق اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تاریکی بھر جاتی ہے۔ (روح المعانی) وَقَبَ (ض) ماضی واحد مذکر غائب، وَقَبَ (ض) وَقْبًا: آنا، متوجہ ہونا (اس کے اصل معنی کھود کرید کرنے کے ہیں پھر دخول کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (روح المعانی) النّفّٰثٰت النفّاثۃ کی جمع جو اسم مبالغہ کا صیغہ ہے، نَفَثَ (ن،ض) نَفْثًا: پھونک مارنا، دم کرنا۔ العُقَد

عُقْدَۃٌ کی جمع بمعنی گرہ۔ حَاسِدٍ (ن) اسم فاعل واحد مذکر، حَسَدَ (ن) حَسَدًا: حسد کرنا یعنی غیر کے زوالِ نعمت کی تمنا کرنا (اور یہ مذموم ہے البتہ اگر حسد بمعنی تنافس اور تسابق بالخیرات ہو تو محمود ہے جیسے حدیث میں ہے لا حسدَ الا فی اثنین الخ اور غبطہ یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ تمنا کرے کہ وہ بھی فلاں صاحب نعمت جیسا ہو جائے یہ مذموم نہیں ہے)

ترکیب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ...... قُلْ فعل فاعل ہو کر قول، اَعُوْذُ فعل، ضمیر انا فاعل، برب الفلق متعلق اعوذ کے، مِن جارہ شر مضاف ما خلق اسم موصول مع صلہ کے مضاف الیہ (والعائد محذوف ای خلقہٗ) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف مِن حرف جر شرِّ مضاف غاسق مضاف الیہ اِذا ظرفیہ مضاف وَقَبَ فعل، ضمیر فاعل، جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا غاسقٍ کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف، مِن، حرف جار شر، مضاف النفّٰثٰت، شبہ فعل مضاف الیہ (ای النفوس النفاثات او النساء النفاثات) فی العقد متعلق نفّٰثٰت کے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مع مجرور معطوف علیہ معطوف، واؤ حرف عطف مِن حرف جار شر مضاف حاسدٍ شبہ فعل مضاف الیہ، اِذا ظرفیہ مضاف، حَسَدَ جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف مع مضاف الیہ کے ظرف ہوا حاسدٍ کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اول اپنے تمام معطوفات سے مل ملا کر متعلق اَعُوْذُ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلّقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ (محل نصب میں) قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔ (اعراب القرآن) بعض لوگوں نے اذا وقب اور اذا حسد کو شر کا ظرف مانا ہے۔

سورۃُ النّاس مَدنِیّۃٌ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝۴

آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک ● آدمیوں کے بادشاہ ● آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں ● وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے ●

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝۶

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ● خواہ وہ جن ہو یا آدمی ●

ربط سورۃ الفلق کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

تشریح سورۃ الفلق کی تفسیر کے ضمن میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، اور اس سورت میں اخروی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے یعنی شیطانی وساوس سے کہ جو تمام گناہوں کا سبب ہے اور گناہ آخرت میں آفت و عذاب کا سبب ہے، "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ

الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۞ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۞ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۞ ''آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے مالک، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جولوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا آدمی، عبارت بالا میں پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور یہ بات شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الانس میں اس طرح ہے کہ وسوسہ ڈالنے والا انسان اپنے کو ناصح اور مشفق ہونا ظاہر کرتا ہے مگر جب اس کو زجر کر دیا جائے تو پھر وسوسہ سے باز آجاتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے،، دوسری بات عبارت بالا میں یہ تحریر کی گئی کہ خواہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا انسان، یعنی وسوسہ جن اور انسان دونوں ڈالتے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی آیت وکذلک جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس والجن میں جنات اور انسان دونوں میں شیاطین ہونے کا ذکر ہے،، لہٰذا ''مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۞'' کا مطلب یہ ہے کہ میں شیاطین الانس سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور شیاطین الجن سے بھی۔

انسان کا وسوسہ ڈالنا | انسانی شیاطین اکثر ایسی باتیں جو کہ غیر واضح ہوں دوسروں کے سامنے کہتے ہیں جن سے ان کے دل میں کسی معاملہ سے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں اور مخاطب حیران ومضطرب ہو جائے۔

اہم بات: سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ کی صرف ایک صفت ذکر کر کے کئی چیزوں کے شرور سے پناہ مانگی گئی، اور سورۃ الناس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کی گئیں اور پناہ صرف ایک چیز سے مانگی گئی یعنی شیطان کے شر سے، اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کا شر جملہ شرور سے بڑھا ہوا ہے۔

لغات النَّاس (مرّ فی سورۃ المطففین) مَلِكِ بادشاہ، صفت مشبہ جمع مُلُوْکٌ۔ اِلٰهٌ معبود، جمع آلِهَةٌ۔ الْوَسْوَاس اسم مصدر، بمعنی الوَسوسَۃُ جیسے الزلزال بمعنی الزلزلۃ، کثرت وسوسہ کی وجہ سے مبالغۃً شیطان پر اس کا حمل کر دیا گیا کہ وہ خود وسوسہ ہے، اور وسوسہ کا معنی ہے ''صوت خفی'' یعنی پوشیدہ آواز جیسے زیور کی ہلکی جھنکار، اور اصطلاح شرع میں وسوسہ کے معنی ہیں، دل میں خیالِ بد ڈالنا (الوِسْواس بکسر الواو رباعی مجرد کا مصدر ہے وَسْوَسَہ اور وِسْوَاس دونوں) الْخَنَّاس باب ضرب سے اسم مبالغہ، پیچھے ہٹ جانے والا۔ خَنَسَ (ض) خَنْسًا وخُنُوْسًا: پیچھے ہونا۔ یُوَسْوِسُ باب فعللہ (رباعی مجرد) سے مضارع واحد مذکر غائب۔ صُدُوْر، صَدْرٌ کی جمع، سینہ۔ الْجِنَّة جنوں کا گروہ، جِنِّیٌّ کی جمع (لغات القرآن)

ترکیب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔۔۔ قُلْ فعل، ضمیر انت فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول، اعوذ فعل، ضمیر انا فاعل برب الناس الخ با حرف جر ربّ الناس مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ ملك الناس مرکب اضافی ہو کر بدل اول[1] اله الناس مرکب اضافی ہو کر بدل ثانی، مبدل منہ اپنے دونوں بدلوں سے مل کر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا اعوذ فعل کے، مِن شرّ الخ مِن حرف جر شر مضاف الوسواس موصوف الخنّاس صفت اول،

[1] یا صفت یا عطف بیان، **قولہ** من الجنۃ والناس من ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے، لہٰذا یوسوس کے متعلق ہوگا ای یُوَسوِسُ فی صدورهم من جهة الجنة ومن جهة الناس (اعراب القرآن) من الجنة والناس، کائناً کے متعلق ہو کر یوسوس کی ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے۔ (روح المعانی)

الذی اسم موصول، یوسوس فعل (لامحل لہا) ضمیر ھو فاعل، فی صدور الناس متعلق یُوَسوِسُ فعل کے، مِن حرف جر، الجنۃ والناس معطوف ومعطوف علیہ ہوکر مجرور پھر متعلق یوسوس کے یا الذی یوسوس کا بیان اور من بیانیہ (روح المعانی) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، اسم موصول مع صلہ کے صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مع مجرور متعلق اعوذُ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ابتدائیہ ہوا۔

اختیاری مطالعہ

انسان وشیطان دونوں دشمنوں کا الگ الگ علاج شیطان کے شر سے بچنے کا علاج اللہ کا ذکر، اور اللہ کی پناہ مانگنا اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنا ہے، اور انسانی دشمن کو اوّل تو حسنِ خلق اور مدارات اور ترک انتقام وصبر کے ذریعہ مغلوب کیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین، ادفع باللتی ھی احسن الخ۔ اور اگر ان تدبیروں سے باز نہ آئے تو اس کے ساتھ جہاد وقتال کا حکم ہے۔ (معارف)

دشمن کی نگاہ سے کیسے بچا جائے کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ اگر جانی دشمن اور شریر النفس انسان سے خطرہ لاحق ہو تو تین آیتوں کو پڑھ لیا جائے۔

(۱) اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ (پارہ:۱۵، رکوع:۱۹)

(۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (پارہ ۱۴، رکوع:۲۰)

(۳) اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً (پارہ:۲۵، رکوع:۱۹)

نکتہ: رب الناس کے بعد ملک الناس اور اس کے بعد الٰہ الناس کیوں بڑھایا گیا، رَبّ کے معنی مربی اور مالک کے ہیں، اور مربی کا اطلاق باپ پر بھی ہوتا ہے اور سرپرست پر بھی مگر مربی بایں معنی نہ ملک ہوتا ہے نہ معبود، اس لیے ملک الناس بڑھایا کہ وہ مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ اور چوں کہ ہر بادشاہ معبود نہیں ہوتا اس لیے الٰہ الناس بڑھایا کہ وہ معبود بھی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف مربی ہے اور نہ صرف مربی بادشاہ بلکہ معبود بھی ہے۔ (مظہری)

نکتہ: لفظ الناس پانچ مرتبہ کیوں استعمال ہوا ضمیر کیوں نہیں لائی گئی (علماء نے کہا کہ ہر جگہ الناس کا مصداق جدا جدا ہے اگر ضمیر استعمال کی جاتی تو ایک ہی مفہوم مراد ہوتا پہلے الناس سے مراد بچے ہیں جو محتاج پرورش ہوتے ہیں لہٰذا لفظ رب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے الناس سے مراد جوان ہیں جو راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں لفظ ملک اس پر دلالت کر رہا ہے۔ تیسرے الناس سے مراد بوڑھے ہیں جو اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اس پر لفظ الٰہ دلالت کر رہا ہے جس میں عبادت کا مفہوم ہے چوتھی جگہ الناس سے مراد اہل صلاح وتقوی ہیں کیوں کہ شیطان ان ہی کا دشمن ہوتا ہے پانچویں جگہ الناس سے مراد مفسدین ہیں کیوں کہ یہ وہی خناس ہیں جن سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مظہری)

اللہ تعالیٰ شانہ دعم نوالہ کے بے پایاں فضل وکرم سے پارۂ عم کی تفسیر مع ترکیب ولغات واختیاری مطالعہ مکمل ہوگئی
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو مقبول عام وتام بنائے، آمین۔

غرقِ بحرِ معصیت ہوں آہ آہ ☆ انتظارِ معرفت ہوں آہ آہ

حسین احمد قاسمی ہردواری، مدرس دارالعلوم دیوبند